بانی مدیرہ — زیب النساء
مدیر اعلیٰ — مشتاق احمد قریشی
مدیرہ — قیصر آرا
نائب مدیرہ — سعیدہ نثار
مدیر خصوصی — طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاونین — جویریہ احمد
روبینہ احمد
جلد 38
شمارہ 04
جولائی 2016
ماہنامہ
آنچل
کراچی
اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242
رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رکن چیمبر آف کامرس
aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
info@aanchal.com.pk
/women.magazine
/pkwomenmagazine

اس شمارے میں

سرگوشیاں — مدیرہ — 14
حمد — بہزاد لکھنوی — 15
نعت — عبدالستار نیازی — 15
در جواب آں — مدیرہ — 16

السلام علیکم — مشتاق احمد قریشی — 21

نبیلہ اسلم / سدرہ احسان / یسری کنول / امتل الحفیظ — ملیحہ احمد — 25

میٹھی عید کی خوشیاں — سعیدہ نثار — 28

سلسلہ وار ناول

موم کی محبت — راحت وفا — 79
شب ہجر کی پہلی بارش — نازیہ کنول نازی — 185

چراغ خانہ — نفعت سراج — 39
چراغ سے عید — فاخرہ گل — 55
سانسوں کی مالا پہ — اقراء صغیر احمد — 115
میری عید بھی تم ہو — نائلہ طارق — 141
زندگی پھولوں کی عید — شازیہ مصطفی — 211

ناولٹ

خالی ہاتھ — صدف آصف — 167
چاند سے چاند تک — نادیہ احمد — 245

افسانے

گرپ واسٹیڈی — رفاقت جاوید — 107
وعدہ عید کے چاند کا — کائنات غزل — 205
ننھی پری — طلعت نظامی — 239
اپنی سی عید — حیاء بخاری — 263
تیرے سنگ پیا — ندا حسنین — 269

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی 74400

سرورق: شیزہ خان..... آرائش: روز بیوٹی پارلر..... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

ہومیو کارنر	طلعت نظامی	276	دوست کا پیغام آئے	ہما احمد	292
بیاضِ دل	میمونہ رومان	278	یادگار لمحے	جویریہ سالک	297
ڈش مقابلہ	طلعت آغاز	280	آئینہ	شہلا عامر	301
بیوٹی گائیڈ	روبین احمد	284	ہم سے پوچھیے	شمائلہ کاشف	311
نیرنگ خیال	ایمان وقار	286	آپ کی صحت	ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا	314
کام کی باتیں	حنا احمد	318	حنا کے رنگ	خدیجہ زینب	320

خط وکتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 سیکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل info@aanchal.com.pk

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ ”حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ ”لکڑی“ یا ”خشک گھاس“ کو کھا جاتی ہے۔
(سنن ابی داؤد:4905)

مدیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘
جولائی ۲۰۱۶ء کا آنچل کا عید نمبر حاضرِ مطالعہ ہے۔

میری اور ادارہ کی جانب سے عید کی ولی مبارک باد قبول کیجیے

رمضان شریف تمام تر برکات وفیوض کا سرچشمہ ہے‘ موسم کی شدت کے باوجود اہلِ ایمان کے لیے باعث خیر وبرکت ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ تمام بہنوں کے روزے اور دیگر عبادات کو قبول فرمائے اور اجر عظیم سے سرفراز کرے آمین۔ اس بابرکت مہینہ میں جتنا اجر سمیٹا جاسکتا ہے سمیٹ لیجیے‘ یہی موقع ہے اپنی خطاؤں کی معافی مانگنے کا اور اپنے لیے مغفرت وبخشش پانے کا اس ماہِ مبارک کی ایک فرض نماز کا اجر اللہ سبحان وتعالیٰ ستر گناہ بڑھا دیتا ہے ایسے ہی ہماری تمام عبادات کا توقع سے زیادہ اجر دیتا ہے۔ آئیں ہم سب مل کر وطن عزیز کی خوشحالی‘ امن وامان اور تمام برائیوں سے نجات کے لیے دعا کریں۔ وطن عزیز چاروں اطراف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے تمام غیر مسلم طاقتیں تاک میں ہیں جیسے کوئی بھیڑیا اپنے شکار کی تاک میں لگا ہوا اللہ سبحان وتعالیٰ ہماری‘ ہمارے وطن عزیز کی حفاظت فرمائے آمین۔

آنچل کا یہ شمارہ عید نمبر ہے اسے خصوصی اہتمام سے سجایا اور سنوارا گیا ہے امید ہے کہ آپ کو پسند آئے گا۔ آپ تمام بہنوں سے ایک گزارش ہے کہ عید کی خوشیوں میں اپنے غریب اور نادار رشتہ داروں کا خیال کیجیے‘ انہیں ہر طرح سے راحت پہنچانے کی کوشش کیجیے‘ اپنی خوشیوں میں انہیں بھی شریک کیجیے‘ اللہ اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق صلہ رحمی کا فریضہ ادا کرکے اس ماہِ مبارک کی رحمتوں‘ برکتوں سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہونے کی کوشش کیجیے‘ امید ہے کہ تمام بہنیں میری گزارش پر ضرور غور کریں گی آئیے اب چلتے ہیں عید نمبر کی جانب۔

بہنوں کے لیے خوش خبری اگلے ماہ سے بہن اقرا صغیر احمد کا نیا سلسلہ وار ناول ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ اور بہن فاخرہ گل کا مختصر سلسلہ ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ شاملِ اشاعت ہوں گی۔

اس ماہ کے ستارے

☆ ع سے عید — خوشیوں کے لمحات کو دوبالا کرتی فاخرہ گل کی طنز ومزاح سے بھرپور تحریر۔
☆ گروپ اسٹڈی — گروپ اسٹڈی کے عوض نوجوان نسل کس بے راہ روی کا شکار ہے جانئے رفاقت جاوید کی اصلاحی تحریر میں۔
☆ میری عید بھی تم — عید کے حوالہ سے خصوصی کاوش نائلہ طارق کے دلکش اسلوب میں ملاحظہ کیجیے۔
☆ خالی ہاتھ — خود غرضی وحسد میں مبتلا افراد تہی داماں اور خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں‘ صدف آصف کی موثر کاوش۔
☆ زندگی پھولوں کی عید — بے جا خدشات وخوف خوشیوں کو چھین لیتے ہیں شازیہ مصطفیٰ کے خوب صورت اسلوب میں ملاحظہ کیجیے۔
☆ ننھی پری — ایک ننھی پری کی دلسوز کہانی‘ طلعت نظامی کے دلسوز انداز میں۔
☆ چاند سے چاند تک — ذرا سی غلط فہمی سے کیسے رنجشیں اور اختلافات بڑھتے گئے‘ عید کی خصوصی تحریر ثاویہ احمد کے انداز میں۔
☆ اپنی سی عید — عید کا مزہ اپنوں کے ساتھ اور سب کے ساتھ آتا ہے حیا بخاری کی منفرد تحریر۔
☆ تیرے سنگ پیا — رومانویت اور مقصدیت سے بھرپور ندا حسنین کی شگفتہ ودلکش تحریر۔
☆ وعدہ عید کے چاند کا — فراق ووصال کے رنگوں سے سجی کائنات غزل کی بہترین تحریر۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو
قیصر آرا

حمد

حمد کرتا ہوں اے خدا تیری
گو کہ دشوار ہے ثناء تیری
تُو حد فکر میں نہیں آتا
حمد کس طرح ہو ادا تیری
پتے پتے میں تیرا عالم ہے
ذرّے ذرّے میں ہے ادا تیری
اے خدا تو ہی رب عالم ہے
ہے سبھوں کے لیے عطا تیری
تُو ہی تُو ہر طرف نمایاں ہے
یاد کیونکر نہ ہو بھلا تیری

حضرت بہزاد لکھنوی

رخ پہ رحمت کا جھومر سجائے کملی والے کی محفل سجی ہے
مجھ کو محسوس یہ ہو رہا ہے میرے آقا ﷺ کی جلوہ گری ہے
مومنو تم اگر چاہتے ہو زیارت درِ مصطفیٰ ﷺ کی
دل کی جانب نگاہیں جھکا دو سامنے مصطفیٰ ﷺ کی گلی ہے
وہ سماں کیسا ذیشاں ہوگا جب خدا مصطفیٰ ﷺ سے کہے گا
اب تو سجدے سے سر کو اٹھا لو آپ کی ساری امت بری ہے
واسطہ سید کربلا کا واسطہ فاطمہؓ کی ردا کا
میری جھولی بھی سرکار بھر دو آپ نے سب کی جھولی بھری ہے
مجھ کو فکر شفاعت ہو کیوں کر دو کریموں کا سایہ ہے مجھ پر
ایک طرف رحمتِ مصطفیٰ ﷺ ہے ایک طرف لطف رب جلی ہے

عبدالستار نیازی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

عاصمہ اقبال...... عارف والا

عزیزی عاصمہ! سدا مسکراؤ' آپ کی چاہت وخلوص سے دی گئی دعوت ہم ضرور قابل قبول گردانتے اگر وقت و حالات کے گرداب میں نہ الجھے ہوتے بہر حال آپ کی محبتوں کے مقروض ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور ایبٹ آباد میں آپ کا قیام خوش گوار ثابت ہو' آمین۔ تحریر پڑھنے کے بعد جلد آپ کو آگاہ کردیں گے' ہماری جانب سے آپ کو بھی عید کی پیشگی مبارک باد۔

کنزہ مریم...... سرگودھا

پیاری کنزہ! خوش رہو' شکوہ وشکایات سے بھرپور آپ کا مفصل خط موصول ہوا۔ بے شک انتظار کی گھڑیاں تکلیف دہ اور کٹھن ہوتی ہیں آپ بہنوں کے اس تاخیر کے شکوے کو مٹانے کی خاطر ہی حجاب کا اجراء کیا گیا ان شاء اللہ جلد آپ کی تحریر شاملِ اشاعت ہوجائے گی۔ کمپوزنگ کے مراحل سے گزر چکی ہے جلدی لگانے کی سعی کریں گے۔ مصباح کی تحریر قارئین کی ڈیمانڈ پر جلد شامل کی گئی کیونکہ ہر قاری کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ساتھ میں کوئی ہلکی پھلکی تحریر ضرور ہونی چاہیے جسے پڑھ کر چند لمحوں کے لیے وہ اپنے آلام ومصائب کی دنیا سے باہر آسکیں اگر کوئی بھی تحریر اس پہلو کو مدنظر رکھ کر لکھی جائے تو ان شاء اللہ جلد لگانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ امید ہے اس تفصیلی جواب کے بعد آپ کی خفگی وناراضگی ختم ہوجائے گی۔

پارس فضل...... للہ شریف

ڈیئر پارس! جیتی رہو' نگارشات کے شائع ہونے پر شکریہ کی ضرورت نہیں یہ آپ بہنوں کے لیے ہی ترتیب دیا گیا پرچہ ہے۔ آئینہ کے لیے آپ ای میل کے ذریعے بھی شرکت کرسکتی ہیں۔ حجاب کے لیے اپنا افسانہ اپنے نام اور پرچے کے نام کے ساتھ ارسال کردیں' معیاری ہوا تو حجاب کی زینت بن جائے گا۔

یاسمین کنول...... پسرور

ڈیئر یاسمین! شادر ہو' بے شک والدین بچوں کے لیے گھنا سایہ ہوتے ہیں جن کی آغوش میں پناہ لے کر زندگی کے تمام آلام ومصائب سے چھٹکارا حاصل ہوتا' محسوس ہوتا ہے اور پھر ماں تو وہ مشفق ہستی ہے جو دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اپنی اولاد کے دکھ' تکلیف پر تڑپتی ہے۔ آپ اپنی والدہ کی کمی محسوس کرتی ہیں اور تاقیامت یہ کمی آپ کے سنگ رہے گی کیونکہ والدین کا نعم البدل وثانی کوئی رشتہ نہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی والدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے' آمین' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

ایس گوهر...... ناندلیانواله

عزیزی گوہر! سدا خوش رہو' ہم آپ کو بھول گئے یہ آپ کی غلط فہمی ہیں کیونکہ آپ تو وہ گوہرِ نایاب ہیں جسے یاد کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ اپنی اہمیت خود منواتا ہے۔ ان تحریروں سے اگر آپ کی زندگی سنورتی ہے تو بے شک ہمارے مقصد کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ' اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو دین ودنیا کے تمام امتحانات میں سرخروئی وکامیابی عطا فرمائے' آمین۔

ارم کمال...... فیصل آباد

عزیزی ارم! سدا مسکراؤ' آپ بیٹی سے ملنے ہمارے شہر تک آئیں اور واپس بھی لوٹ گئیں' امید ہے یہاں آنا اور بیٹی سے ملنا بہت اچھا لگا ہوگا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی

بیٹی کے تمام معاملات میں آسانی عطا فرمائے آمین۔ امید ہے اب تو عروس البلاد اکثر آنا جانا رہے گا۔ آپ دیگر نگارشات کے ساتھ ہی اپنا افسانہ بھی ارسال کردیں' پڑھنے کے بعد ہی اپنی رائے سے آگاہ کرسکیں گے۔ سمیرا شریف تک آپ کی پسندیدگی و مبارک باد ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

پیاری کوثر! سدا شاد رہو' آپ اپنی حمد و نعت کے ذریعے اور دیگر سلسلوں میں شرکت کرکے شاملِ محفل رہیں کتاب شائع ہوجاتی ہے تو یہ اور بھی خوشی کی بات ہے۔ ایک غلط فہمی دور کرلیں کہ جو رشتہ آپ از خود منسوب کیے بیٹھی ہیں ایسا کچھ نہیں ہے بعض حقیقتیں دبیز تہوں میں مدفن ہی اچھی لگتی ہیں اور اسی لیے باعث دلکشی بنتی ہیں۔ وہ جو کہتے ہیں ناں "صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں" تو اس کیفیت کا بھی اپنا ہی مزہ ہے۔ آپ سے نصف ملاقات کے بعد ہمیں تو آپ کی سادگی' نرم دلی اور اپنائیت و خلوص کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہے چونکہ آج کل ہر کوئی ان خصائص کا حامل نہیں لہٰذا دوسروں پر آپ کا یہ رد یہ انہیں شاید الجھن میں مبتلا کرتا ہو۔ بہرحال یہ تو مقدروں کے کھیل ہیں اور جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں' اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی بیٹی کو نیک و صالح رشتہ عطا فرمائے جو آپ کی خواہشات کے عین مطابق ہو آمین۔ آپ تعارفی نظم ارسال کردیں۔ خوب صورت عید کارڈ بھیجنے پر آپ کے مشکور ہیں۔ جزاک اللہ۔

صائمہ اسلم...... کوٹ سنت رام

عزیزی صائمہ! شاد و آباد رہو' طویل عرصے کے بعد آپ نے کاغذ و قلم سے ناطہ جوڑ کر آنچل سے رشتہ استوار کیا اچھا لگا' سمیرا تک آپ کے مذہبی ناول کی فرمائش ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں دیگر تجاویز پر بھی جلد عمل کروانے کی بھرپور کوشش کریں گے' آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔

ثوبیہ شہزادی...... راولپنڈی

ڈیئر ثوبیہ! سدا مسکراؤ' آپ کا شکوہ بجا ہے لیکن ہر ماہ ایک کثیر تعداد میں نیرنگ خیال کے لیے نظمیں غزلیں موصول ہوتی ہیں پھر اصلاح کے عمل سے گزرتی ہیں اور جو معیاری ہوتی ہیں وہ دیر سویر سے سہی لیکن شامل کرلی جاتی ہیں اگر آپ کی شاعری بھی آنچل کے معیار کے مطابق ہوئی تو تاخیر کے باوجود بھی شائع ہوجائے گی' آپ اپنا افسانہ اسی نام سے ارسال کردیں' پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے آگاہ کریں گے۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

عزیزی فوزیہ! شاد و آباد رہو' آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے لیکن ابھی پڑھی نہیں گئی لہٰذا کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوگا البتہ منتخب ہونے پر آپ کی مرضی کو شمولیت دیتے آنچل میں شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ دیگر موضوعات پر بھی قلم اٹھائیں' بھابی کے ساتھ ساتھ آپ بھی تحریری سفر کا آغاز کردیں۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

ڈیئر مدیحہ! خوش و خرم رہو' آپ کے مفصل خط سے آپ کی پختہ سوچ اور عمیق مشاہدے کا اندازہ ہوا بے شک ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں خیر اور شر کے۔ اب یہ اختیار تو رب نے بھی انسان کو دیا ہے کہ ان دونوں راستوں میں سے وہ اپنے لیے بھلائی کا اور خیر کا رستہ چن لے یا پھر شیطان کی پیروی کرتے شر کی راہ پر جانکلے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہر کسی کو راہِ ہدایت پر چلنا نصیب فرمائے' آمین۔ ہمارا مقصد بھی نوجوان نسل کی کہانی کے پیرائے میں اصلاح کرنا ہے۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد

ڈیئر صائمہ! سدا سہاگن رہو' یادگار لمحے میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی معلومات یا اقوال زریں دو

لوگوں کی جانب سے موصول ہوتے ہیں اس بناء پر پہلے موصول ہونے والی تحریر کو شامل کرلیا جاتا ہے۔ آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا ہے آپ کی دونوں تجاویز نوٹ کرلی ہیں جلد عمل کرنے کی کوشش کریں گے دونوں پرچوں کی پسندیدگی کے لیے شکریہ آپ کو بھی عیدالفطر مبارک ہو۔

رخ رکزا شاہ...... سرگودھا

پیاری بہنا! سدا خوش رہو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ اپنی اصلاحیتوں کو اپنی محنت و لگن سے جلا بخشنا چاہتی ہیں طویل عرصے سے آپ کی یہ خواہش رہی کہ آپ بھی قلم کا حق ادا کرسکیں۔ اب آپ نے قلم اٹھایا ہے تو امید ہے بہتر لکھنے کی بھرپور کوشش کی ہوگی۔ آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد جلد آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کریں گے۔ کہانی میں ایک سطر چھوڑ کر اپنے خیالات کا اظہار کریں جبکہ دیگر سلسلے اس شرط سے مستثنٰی ہیں آپ اپنی تمام نگارشات ایک ہی لفافے میں رکھ کر بھیج سکتی ہیں لیکن ہر سلسلہ پر اپنا اور شہر کا نام ضرور لکھیں اور ہر سلسلہ کے لیے الگ صفحہ کا استعمال کریں تاکہ متعلقہ شعبے تک آپ کی ڈاک کی رسائی ہوسکے۔ نگارشات پانچ تاریخ تک ارسال کردیں اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی والدہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کی ممتا کے آنچل تلے آپ اپنی زندگی گزاریں۔ آمین

علینہ اشرف...... اسلام آباد

ڈیئر علینہ! سدا مسکراؤ شاعری سے آپ کی دلی وابستگی و شغف کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ سلسلہ نیرنگ خیال کے لیے موصول ہونے والی نظمیں غزلیں متعلقہ شعبہ میں ارسال کردی جاتی ہیں اگر معیاری ہوئیں تو اصلاح کے عمل سے گزرنے کے بعد آنچل کی زینت بن جاتی ہیں۔ اگر شاعری معیاری ہوئی تو ضرور شامل اشاعت ہوجائے گی۔ آپ اپنی نگارشات پانچ تاریخ تک ارسال کردیا کریں تاخیر سے موصول ہونے والی ڈاک آئندہ ماہ کے لیے محفوظ کرلی جاتی ہیں البتہ تبصرہ اس عمل سے قاصر ہے امید ہے تشفی ہوپائے گی۔

نیلم شہزادی...... نامعلوم

پیاری شہزادی! محبتوں اور چاہتوں کے سنگ ہر دل کی سلطنت پر راج کرتی رہو اگرچہ آپ محوِ انتظار اور بے قرار ہیں تو ہم بھی اس نصف ملاقات پر آپ کے شکر گزار ہیں کہ اپنے قیمتی لمحات جو ہر کسی کو درکار ہیں آپ نے ہمارے لیے مختص کیے۔ بے شک تحریر کا انتظار اور فراق کے کٹھن لمحات گن کر گزارنا مشکل امر ہے لیکن آپ کا یہ عمل قابلِ تحسین ہے کہ اس تحریر کے انتظار کے ساتھ کاغذ و قلم سے رشتہ استوار رکھا اور ہم سے رابطہ برقرار رکھا آپ کی یہ تحریر پڑھ کر جلد آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔ بے شک اپنے دلی جذبات و احساسات کے اظہار اور کتھارسس کے لیے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔

سونی علی...... ریشم گولی مورو

عزیزی سونی! شاد رہو نظم کی صورت آپ کا گلہ ہم تک پہنچ گیا جواب بھی حاضر ہے ہر ماہ کثیر تعداد میں خطوط موصول ہوتے ہیں جنہیں شامل کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے لیکن بعض اوقات تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شامل اشاعت نہیں ہوپاتے اس بناء پر آپ بہنوں کو شکوہ رہتا ہے بہرحال اس انتظار نے آپ کو بھی شاعرہ بنادیا ہے اور شاعری بھی مزاحیہ شاعری بہت خوب۔

ثوبیہ ملک...... کراچی

ڈیئر ثوبیہ! شاد و آباد رہو آپ کی دونوں تحریریں موصول ہوگئی ہیں عید نمبرز سے فراغت کے بعد پڑھ کر جلد آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔ آپ اپنی تحریر میں جس ردوبدل کی وضاحت کی گئی ہے ان کا خیال رکھتے اسے ازسرنو لکھ کر ارسال کردیں۔ پرچے کی پسندیدگی کا شکریہ جہاں تک رائٹرز کی تحریر پر تعریف و تنقید کا سوال ہے

تو ایک لکھاری کے لیے یہ دونوں چیزیں ہی معاون ہوتی ہیں البتہ اتنا خیال رکھیں کہ تنقید برائے تنقید نہ ہو بلکہ تنقید برائے اصلاح ہو دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سیدہ برجیس رباب...... میاوالی

ڈیئر برجیس! سدا سہاگن رہو آپ کے مفصل خط کے ذریعے جانگسل اور کٹھن انتظار کے لحات سے گزرنے کا ہمیں بخوبی احساس ہے آپ اپنے افسانوں کی جانب سے بے فکر رہیے وہ ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ آپ اپنے قلم کو زنگ آلو مت کریں بلکہ اپنے لکھنے کے فن کو مزید جلا بخشتے قلم سے ناطہ جوڑے رکھیں۔ بے شک بچوں کی مصروفیات میں وقت نکالنا مشکل ہوتا ہے لیکن یہ بھی کتھارسس کا ایک ذریعہ ہے۔ آپ کو اپنے بیٹے کے ساتھ خوشیوں سے بھرپور زندگی عطا ہو آمین۔ پچھلے خطوط ہم تک نہیں پہنچ پائے ورنہ انتظار کی کلفت کو الفت میں ضرور بدل دیتے۔ آپ کی تحریر ''گڑیا'' حجاب کی زینت بن چکی ہے۔

تحریم اکرم...... ملتان

پیاری تحریم! جیتی رہو آپ کا شکوہ بجا ہے لیکن یہ بھی تو دیکھیے کہ آپ کی نگارشات آج آٹھ تاریخ کو موصول ہوئی ہیں زیادہ تر سلسلے اپنے تکمیلی مراحل میں ہیں ایسے میں آپ کی نگارشات کو کیسے اور کیونکر شامل کیا جائے' وہی معاملہ درپیش ہے ''تم ہی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟'' بہر حال جہاں بھی گنجائش ہوئی وہاں آپ کی نگارشات کو بھی شامل کرلیا جائے گا اور یہ معاملہ اکثر بہنوں کے ساتھ نظر آتا ہے اس لیے مایوس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ڈاک آئندہ کے لیے محفوظ کرلی جاتی ہے' امید ہے اب آپ کا دل چھوٹا ہونے کی بجائے بڑا ہوجائے گا۔

مونا شاہ قریشی...... کبیر والہ

عزیزی مونا! جگ جگ جیو ''بہت دیر کی مہرباں آتے آتے'' کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی جسے پڑھ کر بے اختیار یہی کہنا پڑا کہ ''دیر آید درست آید'' آپ کی تحریر موضوع کی انفرادیت' انداز تحریر کی پختگی' عمدہ کردار نگاری و بے ساختہ مکالمہ نگاری کے طفیل کامیابی کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری۔ امید ہے آئندہ بھی اس طرح قلم کا جادو جگاتی رہیں گی اور کہانی کے پیرائے میں اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتی رہیں گی۔

مریم مرتضیٰ...... ای میل

ڈیئر مریم! جیتی رہو آپ کی تحریر ''یہ راہ مشکل نہیں ہے'' موضوع کی انفرادیت اور اصلاحی پہلو کی بدولت جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہری۔ اب اس کامیابی سے مزید محنت کو اپنا شعار بناتے مطالعہ وسیع کیجیے اور دیگر موضوعات پر بھی طبع آزمائی جاری رکھیے امید ہے مزید بہتر لکھنے میں مدد ملے گی۔

شبانہ شوکت...... حیدر آباد

پیاری شبانہ! سدا سہاگن رہو امید ہے بخیر ہو گی' طویل عرصے بعد آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی' آپ کے لیے خوش خبری یہ ہے کہ آپ کی تحریر ''ہم نے تو تجھے چاہا'' قابل قبول ٹھہری جلد حجاب یا آنچل کی زینت بنانے کی بھرپور سعی کریں گے' امید ہے آپ کا قلمی تعاون آئندہ بھی حاصل رہے گا لیکن موضوع کی انفرادیت کو پیش نظر ضرور رکھیے گا۔

عاصمہ تنویر...... ناروے

عزیزی عاصمہ! سدا مسکراؤ' آپ کی تحریر ''گڑیا گھر'' کے عنوان سے موصول ہوئی آپ نے نہایت اختصار کے ساتھ ایک جامع اور بھرپور پیغام دیا ہے۔ نچلے طبقے کی خواہشات و جذبات کی عکاسی بہت خوب صورت انداز میں کی ہے امید ہے آپ مزید محنت کے ساتھ قلم کا حق ادا کرتی رہیں گی' آپ آنچل کے دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کرسکتی ہیں۔

راشدہ علی...... اٹک

ڈیئر راشدہ! شاد و آباد رہو عید نمبر کے حوالے سے آپ کی خصوصی کاوش موصول ہوگئی ہے ان شاء اللہ جلد شاملِ اشاعت کرنے کی کوشش کریں گے آپ اسی طرح متنوع موضوعات کو قلم کی زینت بنائیں تاکہ آپ کی تحریر میں انفرادیت و دلکشی پیدا ہو امید ہے کوشش جاری رکھیں گی۔

لاریب انشال کھرل...... اوکاڑہ

عزیزی لاریب! جگ جگ جیو' ہمیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ دور دراز گاؤں سے اپنی ڈاک شہر تک لانا پھر پوسٹ کرانے کے مراحل سے گزرنا یا پھر دوسروں کی منت کرنا ایک کٹھن مرحلہ ہے اسی لیے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ تاخیر سے موصول ہونے کے باوجود بھی آپ بہنوں کی ڈاک آئندہ کے لیے محفوظ کرلی جاتی ہے' جلد لگانے کی بھرپور سعی کریں گے آپ کی تحریر باری آنے پر لگ جائے گی۔

انعم...... برنالی

ڈیئر انعم! جیتی رہو' آپ کی جانب سے خوب صورت کارڈ کی صورت عید کا تحفہ موصول ہوا۔ آپ کے ہاتھوں کا بنایا گیا یہ کارڈ آپ کی محنت شاقہ منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان چاہتوں اور محبتوں پر آپ کے بے حد مشکور ہیں' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

فوزیہ واحد...... راجن پور

عزیزی فوزیہ! سدا مسکراؤ' بزم آنچل میں پہلی بار آپ کی شرکت بہت اچھی لگی۔ آپ کی نگارشات آج دس تاریخ کو موصول ہوئی ہیں' پیغام آئندہ کے لیے محفوظ کرلیا ہے تبصرہ کے لیے معذرت خواہ ہیں آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا۔

ناقابل اشاعت:۔

بے وفا صنم' غلطی' مقناطیس' یادو اسائیں' بے لباس' اے کاش' محبت میری' مجرم کون' چھوٹی سی خوشی' وطن پاک کی مائیں' میرا سائباں' آؤ عید منائیں' وطن کی مٹی گواہ رہنا' غلطی انسانوں سے ہوتی ہے' میری مٹی' تیرا انتظار' لمحے کی زنجیر' بکی' بچے ہمارے عہد کے' تیرے عشق نے کردیا تنہا' عید آئے گی' ایسا کیوں ہوتا ہے' تم پر اعتبار کیا' احساس ندامت' آنچل کو سنبھال' بلاعنوان' بچپن کی عید' اعتبار' ہجر میں تیرے آنچل' محبت فریب نظر۔

کے ایم نور المثال اور بسمہ قریشی

پیاری بہن نور اور بسمہ جگ جگ جیو! آپ دونوں کی تحریریں ''احتیاط سے محتاط تک'' نو المثال اور ''وفا کے دو دانوں کی تسبیح'' بسمہ قریشی' اشاعت ہوگئی ہیں' ادارہ کے پاس آپ کا مکمل پتا موجود نہیں ہے لہٰذا فوری طور پر دفتر کے نمبر پر رابطہ کریں عنایت ہوگی آپ کی۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7۔ فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی

اس سے قبل یعنی اس سورۃ ابراہیم کی آیت ۲۲ میں ان لوگوں کی منظر کشی کی گئی ہے جو اپنے بودے کردار کے باعث شیطان کے شکنجے میں پھنس کر رہ گئے اور راہ حق کو چھوڑ کر شیطان کے پیچھے لگ کر اپنی دنیا کی زندگی تو برباد کی ہی کی اپنی آخرت اور اپنی دائمی زندگی کو بھی عذاب الٰہی سے ہم کنار کرلیا ذیل کی آیت پر غور کرلیا جائے تو بات پوری طرح سمجھ میں آ سکے گی۔

ترجمہ: اور جب کام کا فیصلہ کردیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تو تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کئے تھے ان کے خلاف کیا۔ میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا۔ ہاں میں نے تمہیں دعوت دی اور تم نے میری دعوت مان لی پس تم مجھے الزام نہ دو بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو نہ میں تمہارا فریاد رس ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ابراہیم۔۲۲)

تفسیر: اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو پیشگی خبر دے رہا ہے کہ روز آخرت جب تمام انسانوں کا فیصلہ ان کے اعمال کے مطابق کردیا جائے گا یعنی اہل ایمان جنت میں اور اہل کفر و شرک جہنم میں جائیں گے تو جہنم میں تمام جہنمی لوگ شیطان سے شکوہ شکایت کریں گے کہ تیری وجہ سے تیرے کہنے میں آ کر ہم جہنم رسید ہوئے ہیں تو شیطان ان جہنمیوں سے کہے گا کہ تمہارے گلے شکوے اس حد تک تو درست ہیں کہ میں جھوٹا اور اللہ تعالیٰ سچا ہے۔ اس سے مجھے بھی قطعی کوئی انکار نہیں ہے یہ بھی سچ ہے کہ اللہ کے تمام وعدے اور اس کی وعیدیں سچی ہیں اور تم نے دیکھ ہی لیا کہ اللہ کی ہر بات سچی نکل چکی۔ میں تو تمہیں لالچ دے کر جھوٹی تسلیاں دے کر اور خوش نما توقعات کے جال بچھا کر راہ حق سے ہٹانے کی کوشش کرتا تھا اور تمہیں یہ یقین دلاتا تھا کہ اللہ تک پہنچنے کے لئے اللہ کے بندوں کی خدمت کر دان کو اپنی نجات کا ذریعہ بنالو تم بخش دیئے جاؤ گے تمہیں احکام الٰہی کے پاس کی ضرورت ہی نہیں رہے گی اور اللہ نے مجھے اسی کام کے لئے مہلت عطا کی تھی کہ تو میرے نیک اور صالح بندوں کو راہ حق سے نہیں ہٹا سکے گا اور یقیناً ایسا ہی ہوا کہ میں اس کے بندوں کو جنہوں نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا تھا اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اپنی طرف نہیں ہلا سکا۔ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے اپنے پیغمبروں کے ذریعے کئے تھے کہ نجات میرے پیغمبروں پر ایمان لانے میں ہے وہی حق تھے ان کے مقابلے میں میرے تمام وعدے سراسر دھوکا اور فریب تھے۔ یہی بات سورۃ النساء میں بھی کہی گئی ہے۔ ”شیطان ان سے وعدے کرتا اور آرزوئیں دلاتا ہے لیکن شیطان کے یہ وعدے محض دھوکہ ہیں۔“ (النساء۔۱۲۰)

تمام اہل جہنم کے شکوے شکایات کے جواب میں شیطان انہیں کہے گا کہ میری باتوں میں تو کوئی دلیل و حجت ہوتی بھی نہیں تھی اور نہ میرا تم پر کوئی زور یا دباؤ ہوتا تھا میں تو تمہیں صرف دعوت دیتا تھا پکارتا تھا اور تم میری بے دلیل باتوں و پکار کو تو مان لیتے تھے اور اللہ کے پیغمبروں کی دلیل و محبت سے بھرپور باتوں کو رد کردیا کرتے تھے اس میں میرا کیا قصور۔ قصور تو سراسر تمہارا اپنا ہی ہے۔ اللہ نے تمہیں ارادے کا اختیار اور عقل و شعور دیا تھا اس سے ذرا کام لیتے لیکن تم نے تو تمام واضح دلائل کو نظر انداز کر کے میری جھوٹی خوش نما باتوں کو اپنا لیا اور میرے پیچھے لگ گئے تو میرا کیا قصور۔ میں نہ تو تمہیں اس عذاب سے بچا سکتا ہوں نہ نکلوا ہی سکتا ہوں اور نہ تم اللہ کے اس قہر و غضب سے مجھے بچا سکتے ہو جو اللہ کی طرف سے مجھ پر دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وہ بات جو ہمارے فائدے یا نقصان کی ہے پوری طرح کھول کھول کر تفصیل سے بتارہا ہے کہ کہیں ہم بے خبری میں نہ مارے جائیں۔ اس آیت مبارکہ میں شیطان کے قول کو نقل فرما کر رب کریم نے ہمیں آخرت اور آخرت کے عذاب سے کس طرح بچنا ہے سے آگاہ کردیا ہے کہ ہم جو دنیا میں شیطان کے پیچھے لگ کر احکام الٰہی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی نافرمانی کرکے کس طرح خود کو عذاب الٰہی کے لئے تیار کرلیتے ہیں یہ کام ہم کس طرح کرتے ہیں جیسے سورۃ توبہ میں فرمایا جارہا ہے"ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا ہے۔" (التوبہ۔۳۱) جاہلیت کی رسمیں ایجاد کرنے والوں کے متعلق یہ کہنا کہ ان کے پیروں نے انہیں اللہ کا شریک بنا رکھا ہے (الانعام۔۱۳۷) کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے۔ (الفرقان۔۴۳) اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے قول و قرار نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا' وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (یٰسین۔۶۰) اور ایسی بہت سی مثالیں قرآن حکیم میں موجود ہیں کہ اللہ جگہ جگہ بار بار اپنے اہل ایمان بندوں کو بتارہا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا اور شیطان سے کیسے بچنا ہے۔ اس آیت میں ایسے ہی بھٹکے اور بہکے ہوئے لوگ جب روز آخرت اپنے دنیا میں کیئے ہوئے اعمال کے بدلے جہنم میں جائیں گے تو شیطان انہیں ٹکا سا جواب دے کر اپنی جان بچالے گا۔ سورہ ابراہیم کی اس سے پہلی آیت میں اللہ ان لوگوں کے لیے اچھے انعام واکرام کی خوش خبری دے رہا ہے جنہوں نے شیطان کے ہر حربے سے بچ کر اپنے ایمان کی حفاظت کی اور اللہ کی راہ پر سختی سے جمے رہے اور شیطان کی ہر حرکت کا منہ توڑ جواب اپنے اعمال سے دیا اللہ ان اہل ایمان کو جنت کی بشارت سنا رہا ہے اور یہ بشارت اس لئے بھی ہے کہ ہم اس کو مدنظر رکھتے ہوئے دنیا میں اپنے اعمال احکام الٰہی کے تابع رکھیں اور ہمارا ہر قدم سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو ہر اس کام اور عمل سے خود کو روکے رکھیں جن سے اللہ نے روکا ہے اور ہر وہ کام اختیار کریں جن کو کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جنہیں انجام دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر اسے کرنے کا طریقہ بھی سمجھایا اور بتادیا تاکہ اہل ایمان کو ان کی ادائیگی میں کسی قسم کی دشواری ودقت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور روز آخرت اپنی دائمی زندگی گزارنے کے لئے اپنے دائمی ٹھکانے کے طور پر جنت حاصل کرنا آسان ہوجائے۔

ترجمہ: (ان سے کہا جائے گا) سلامتی اور امن کے ساتھ اس میں داخل ہوجاؤ۔ (الحجر۔۴۶)

تفسیر: آیت مبارکہ میں بھی سورۃ ابراہیم کی آیت ۲۳ کی مانند اہل ایمان و پرہیزگاروں کو جنت میں امن وسلامتی کے ساتھ داخل ہونے کی خوش خبری دی جارہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جب جہنم اور اہل جہنم کے بعد اہل جنت کا تذکرہ فرماتا ہے تو وہ اس سے اپنے نیک وصالح بندوں کو جنت کی ترغیب دے رہا ہوتا ہے تاکہ اس کے بندے اپنی قوت ارادی کو کام میں لاکر شیطان کے چنگل سے بچ سکیں اور اللہ کی راہ کو اپنا کر اس امتحان گاہ یعنی دنیا سے سرخرو اور کامیابی حاصل کرکے نکلیں اور اپنے نیک وصالح اعمال کے صلے میں اللہ کے حکم سے جنت میں سلامتی وامن کے ساتھ داخل ہوں۔ وہ انسان کے اعمال ہی ہوں گے جن سے وہ جہنم سے بچ سکے گا ورنہ اپنے برے اعمال کے باعث جہنم رسید ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تمام تاکید وتنبیہہ خود ہمارے مفاد وحق میں ہے اللہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے اسے نہ تو ہماری عبادات کی ضرورت ہے اور نہ ہی ہماری نافرمانی وکفر سے اسے کچھ فرق پڑتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب بنا کر ایک اعلیٰ ترین اعزاز سے نوازا اس لئے وہ اپنے نائب کی فلاح وبہتری کا خواہاں رہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کا نائب جسے اس نے خلیفۃ الارض بنا کر زمین پر اتارا ہے وہ کسی پریشانی' کسی دشواری کا شکار نہ ہو۔ اس نے انسان کو قوت ارادی بخش کر سرفراز کیا اور انسان کو اپنی تمام مخلوقات میں افضل واشرف مقام عطا فرما کر اسے یہ اختیار بھی دے دیا کہ وہ خود اپنے عارضی ٹھکانے میں رہتے ہوئے جو ایک مختصر مقررہ مدت کے لئے ہے اپنی دائمی زندگی کے لئے اپنی دائمی اور ہمیشہ رہنے والی قیام گاہ کا خود بندوبست کرلے اس کام میں مدد دینے اور اعانت

کرنے کے لئے اس نے اپنے بندوں میں سے ہی نیک وصالح افراد کو اپنا رسول وپیغمبر بنا کر راہ حق کی رہنمائی ونشاندہی کے فرائض انجام دینے پر مامور کیا تاکہ اس کے بندوں کو شیطان، جو انسان کا ازلی وابدی دشمن ہے، نہ بہکا سکے، کہیں ورغلا کر انہیں کسی طرح سے عذاب کی بھٹی میں نہ دھکیل دے اور جنت کی جگہ دوزخ کی راہ پر ڈال دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے تمام بندوں کو آگاہ فرما رہا ہے کہ جو اس کا کہا مانے گا اور اپنے نیک وصالح اعمال سے ثابت کر دے گا کہ وہ صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے، اس کے احکام پر سر تسلیم خم کرنے والا ہے اور کسی بھی طرح شیطان کے بہکانے سے بھٹکنے والا نہیں، اپنے ان ہی اہل ایمان بندوں کے لئے وہ کتاب الٰہی میں بار بار جگہ جگہ انہیں جنت کی خوش خبری دے رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ نافرمان وکفر کرنے والوں کو عذاب کی وعید بھی سنا رہا ہے تاکہ اہل ایمان راہ راست سے کسی طرح نہ بھٹکیں۔

ترجمہ: جب انہوں نے ان کے پاس آ کر سلام کہا تو انہوں نے کہا کہ ہم کو تو تم سے ڈر لگتا ہے۔ (الحجر۔ ۵۲)

تفسیر: اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کے آنے اور انہیں سلام کرنے کے واقعے کو بیان کیا گیا ہے، جب فرشتے آئے تو انہوں نے کہا "تم پر سلامتی ہو" اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ ہمیں تم سے ڈر لگتا ہے۔ یہاں ابراہیم علیہ السلام نے خوف کی کوئی وجہ نہیں بتائی اور نہ یہ تذکرہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام بھنا ہوا بچھڑا لائے اور انہوں نے ہاتھ نہیں بڑھایا جیسا کہ سورۃ ہود کی ۶۹ نمبر کی آیت میں آیا ہے، اس سے یہ بھی علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر بھی غیب کا علم نہیں رکھتے، اگر پیغمبر کو غیب کا علم ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام از خود سمجھ جاتے کہ آنے والے مہمان انسان نہیں بلکہ فرشتے ہیں ان کے لئے کھانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ فرشتے انسانوں کی طرح کھانے پینے کے محتاج نہیں ہوتے۔ الحجر کی اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس ڈر کا ذکر کیا ہے اس کے لئے ہمیں سورہ ہود کی آیت نمبر ۷۰ کی طرف لوٹنا ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خوف کی کیفیت کو بیان فرما رہا ہے۔

ترجمہ: مگر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے پر نہیں بڑھتے تو وہ ان سے مشتبہ ہوگیا اور دل میں ان سے خوف محسوس کرنے لگا۔ انہوں نے کہا ڈرو نہیں ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے ہیں۔ (ہود۔ ۷۰)

تفسیر: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ آنے والے مہمان ان پر سلامتی بھیج رہے ہیں لیکن وہ ان کے کھانے کے لئے لائے ہوئے بچھڑے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا رہے تو انہیں خوف اس لئے محسوس ہوا کہ اس زمانے میں یہ فعل معروف تھا کہ آنے والے مہمان اگر ضیافت سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو وہ کسی اچھی نیت سے نہیں آئے۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں مہمان اللہ کی طرف سے بھیجے گئے فرشتے تھے اس لئے انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ لیکن چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی خبر نہیں تھی اور نہ انہیں غیب کے ذریعے اس سے باخبر کیا گیا تھا اس لئے وہ ان مہمانوں کو نامہربان مہمان سمجھ کر ڈر گئے، اگر اللہ کے پیغمبر غیب دان ہوتے تو وہ پہلے سے باخبر ہو جاتے اور اپنی اہلیہ کے عزیز بچھڑے کو ذبح کر کے بھنوا کر نہ لاتے اور نہ ہی ڈر محسوس کرتے۔ جب فرشتوں نے محسوس کیا کہ اللہ کے پیغمبر کو ڈر محسوس ہو رہا ہے (جیسا کہ الحجر کی آیت ۵۲ میں آیا ہے) تو انہوں نے خود ہی اللہ کے حکم سے وضاحت کر دی کہ آپ جو سمجھ رہے ہیں، ہم وہ نہیں ہیں بلکہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے فرشتے ہیں، ہم قوم لوط علیہ السلام کی طرف جا رہے ہیں، راستے میں آپ کو اللہ کی طرف سے خوش خبری دینے آئے ہیں اور آپ پر سلامتی بھیجنے کے لئے بھی آئے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جو اپنے بندوں سے بے پناہ محبت وشفقت فرماتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے بندے کو دنیا وآخرت میں کوئی تکلیف نہ ہو اس کی آسائش وآرام کے لئے اس دنیا میں بھی ہر طرح کی نعمتوں کے انبار مہیا کر دیئے ہیں اور اس کی دائمی زندگی کو بھی آرام وآسائشیں اور تمام تر نعمتوں کے ساتھ گزارنے کے لئے قرآن حکیم میں بار بار ترغیب دے کر اعمال

صالح کی ہدایت وتاکید فرمارہا ہے اور جہنم کے عذاب سے اس کی سختیوں سے خبردار کررہا ہے۔ کون جنت کا حق دار ہوگا اور کون جہنم کا اس کا فیصلہ تو تمام تر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاتھ واختیار میں ہے لیکن اللہ اپنی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کے طریقے بڑے عام سہل انداز میں تعلیم فرمارہا ہے ایسے ہی آنے والی آیت میں اعمال کے بدلے جنت اور سلامتی کی خبر دے رہا ہے۔

ترجمہ: وہ جن کی روحیں فرشتے پاکیزہ حالت میں قبض کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ''سلام ہو تم پر' جاؤ جنت میں اپنے اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔(النحل۔۳۲)

تفسیر: اس آیت مبارکہ میں بھی رب کائنات ظالم' مشرک ومنکرین کے مقابلے میں اہلِ ایمان وتقویٰ کو ان کے حسنِ انجام کی خبر دے رہا ہے اس طرح سے اس آیت میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو تقویٰ اعمال صالح کی ترغیب خاص دے رہا ہے کہ ''وہ لوگ جن کی روحیں پاکیزگی کی حالت میں فرشتے قبض کرتے ہیں ان کے نفوس بھی پاکیزہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ سے ملنے والے ہوتے ہیں وہ اپنے اعمال صالح وتقویٰ کے باعث سکرات الموت اور مشکلاتِ نزع روح سے محفوظ رہتے ہیں۔ روح قبض کرتے وقت فرشتے کہتے ہیں ''سلام ہو تم پر۔'' یہ سلام متقی افراد کو اطمینان دلانے کے لئے اور ان کو مرحبا اور دائمی زندگی کی طرف پیش قدمی پر خوش آمدید کہنے کے لئے ہوتا ہے۔ فرشتے انہیں کہتے ہیں ''جاؤ جنت میں اپنے اعمال کے بدلے۔'' گویا ان کو ان کے اعمال کے بدلے میں جنت کی خوش خبری دنیا سے کوچ کرتے وقت ہی سنادی جاتی ہے۔ کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان کہ جب وہ دنیا سے رخت سفر باندھ رہا ہوتا ہے' رحمت کے فرشتے اس کے استقبال کے لئے کھڑے اس پر سلام بھیج رہے ہوتے ہیں اور جنت کی بشارت سنارہے ہوتے ہیں۔ کیا ایسے کسی انسان کو روح قبض ہوتے وقت کسی قسم کی گھبراہٹ بے چینی یا تکلیف کا احساس ہوسکتا ہے جس کو اس دنیا سے اُس دنیا کی طرف سفر کے وقت فرشتے خوش آمدید کہہ رہے ہوں اور اس پر سلامتی کے پھول نچھاور کررہے ہوں ایسا صرف اس کے ایمان' تقویٰ' نیک اور عمل صالح کی بدولت ہی ہوگا کیونکہ اللہ کی رحمت کے حصول کے لئے نیک اعمال کا ہونا بہت ضروری ہے گویا عملِ صالح ہی اللہ کی رحمت کا ذریعہ ہے اس سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ عمل صالح کے بغیر اللہ کی رحمت نہیں مل سکتی' انسان کو چاہیے کہ اپنی یہ مختصر سی زندگی کی مہلت کو زیادہ سے زیادہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لئے صرف کرے۔ تاکہ اللہ کے قرب کا اور نبی کریم کی شفاعت کا حق دار ٹھہر سکے اور جنت میں اپنی دائمی آرام گاہ جو اسے اللہ تعالیٰ کے انعام کے طور پر حاصل ہوگی سکھ چین اور آرام سے رہ سکے۔ اللہ اپنے بندوں کے لئے کیسا انتظام واہتمام فرمارہا ہے کہ بندے صراط مستقیم پر اپنے ذوق وشوق سے پوری لگن واخلاص سے چلیں۔

ترجمہ: سلام اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے اور جس دن وہ زندہ کرکے اٹھایا جائے۔(مریم۔۱۵)

تفسیر: آیت مبارکہ میں حیات انسانی کے تین مراحل یا مواقع کا تذکرہ ہے اور یہ تینوں ہی مواقع انسان کے لئے سخت دہشت ناک ہوتے ہیں۔

(جاری ہے)

ملیحہ احمد

آنچل کے تمام قارئین کو میرا چاہتوں اور محبتوں سے بھرا سلام قبول ہو۔ میں آنچل میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں امید کرتی ہوں آپ سب مجھے ویلکم کریں گے ویسے تو آنچل کے ساتھ رشتہ ملالہ آپی کی وجہ سے بنا کیونکہ ہمارے گھر میں پہلے فوزیہ آپی پڑھتی تھیں۔ ان کی شادی کے بعد ملالہ آپی نے بھی لکھنا شروع کردیا۔ میری فیملی زیادہ بڑی تو نہیں ہے ہم چار بہنیں اور تین بھائی ہیں۔ بڑے بھائی اور بڑی آپی کی شادی کے بعد تو اور چھوٹی لگنے لگ گئی ہے۔ ملالہ آپی کی اپنی ایکٹیوٹیز ہوتی ہیں ان سے مجھے ہمیشہ ایک ہی شکوہ رہے گا کہ وہ مجھے ٹائم بالکل نہیں دیتی۔ مجھ سے بڑی تنزیلہ اسلم جو 8th کے بعد قرآن پاک حفظ کررہی ہیں۔ الحمدللہ میرے مون بھائی نے یہ سعادت حاصل کرلی ہے۔ مجھ سے چھوٹا اور آخر میں بلال حسن جو 4 کلاس میں پڑھتا ہے میں 2 فروری 2003 میں خانیوال میں پیدا ہوئی۔ میرے بھائی وسیم بہنوئی مجھے کہتے ہیں تم بہت چالاک ہو میری ٹیچرز کہتی ہیں تم بہت معصوم ہو۔ میری بیسٹ فرینڈ ملالہ آپی ہے اور میری کلاس فیلو عمارہ بہت اچھی لگتی ہے۔ مشعل عائشہ اور ارینہ میری بہت اچھی فرینڈز تھیں جنہیں آج میں بہت مس کرتی ہوں آپی ثانیہ اور آپی ثمرہ بہت اچھی لگتی ہیں۔ میں اپنے بارے میں تعریفیں بالکل نہیں کرتی میرے اپنے میرے بارے میں زیادہ بہتر رائے دے سکتے ہیں۔ میری فیورٹ کتاب قرآن مجید ہے۔ میری پسندیدہ شخصیت حضرت محمد ﷺ اور میرے بابا جان ہیں۔ میری پسندیدہ ڈش بریانی، کسٹرڈ اور کھیر ہے۔ مجھے اپنی فیملی کے ساتھ خانہ کعبہ جانے کی شدت سے خواہش ہے۔ میں اپنی کلاس میں سب کے ساتھ فرینڈلی ہوں۔ مجھے آنچل کی رائٹرز میں سمیرا آپی اور نازی آپی سے بہت پیار ہے۔ آنچل کی فرینڈز میں مجھے پروین افضل آپی، فاخرہ آپی، سباس آپی، شمع آپی بہت اچھی لگتی ہیں۔ آخر میں سب سے درخواست ہے مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ تعارف اچھا لگا یا نہیں میں آپ سب کی رائے کا انتظار کروں گی۔ اللہ حافظ۔

یقیناً آپ سب فٹ فاٹ ٹپ ٹاپ اور لش پش ہوں گے۔ مجھے کہتے ہیں سدرہ احسان۔ یکم فروری 1994 میں اس دنیا میں آکر ہر طرف رونق بکھیر دی۔ جی ہاں بالکل میں بھائیوں میں بڑی ہوں۔ ہم گھر کے کل آٹھ افراد ہیں۔ چار بہنیں اور ایک پیارا سا لاڈلا سا بھائی، امی جان، دادی اماں اور ابو جان، آنچل سے رشتہ پچھلے چار سال سے ہے۔ آنچل نے مجھے خود اعتمادی دی۔ مجھ میں پڑھنے کی مزید لگن پیدا کی۔ اس کے لیے میں آنچل کی بے حد مشکور ہوں۔ میرا من پسند مشغلہ پڑھنا، پڑھنا اور صرف پڑھنا۔ میری تعلیم، گریجویشن کرچکی ہوں۔ اب اردو میں ماسٹر کرنے کا ارادہ ہے۔ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔ خامیوں اور خوبیوں کا حسین امتزاج ہے۔ خوبیاں تو دوسرے لوگ ہی بتا سکتے ہیں اب اپنے منہ میاں مٹھو بننا اچھا نہیں لگتا نا اور خامی سب سے بڑی یہ ہے کہ کوئی مذاق میں بھی بات کہہ دے میں اس کو سیریس لیتی ہوں اور اس پر باقاعدہ غور کرنا شروع کردیتی ہوں۔ بہت موڈی ہوں۔ کبھی بڑی سے بڑی بات پر بھی غصہ نہیں آتا اور کبھی چھوٹی سی بات پر آگ بگولہ ہوجاتی ہوں۔ لیکن میں اپنا غصہ زیادہ تر خود پر ہی نکالتی ہوں۔ تنہائی میں رو کر یا پھر جو برتن ہاتھ لگ جائے وہ سلامت نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ گھر میں زیادہ تر برتن مجھ سے ہی ٹوٹتے ہیں۔ فرینڈز بہت کم بناتی ہوں۔ عبداللہ کی اچانک ڈیتھ کے بعد میں اپنے پیاروں کو کھونے سے بہت ڈرتی ہوں یہ جانتے ہوئے بھی کہ موت اور زندگی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ میرا اس چیز پر اختیار نہیں۔ کلرز میں ریڈ اور بلیک فیورٹ ہیں کھانے پینے میں دال چاول اور آلو بے حد پسند ہیں۔ میرا ہر وہ لمحہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی یاد میں گزرے مجھے سکون دیتا ہے اور روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ کوشش کرتی ہوں پانچ وقت پابندی سے نماز پڑھوں۔ آخر میں ایک بات۔ مجھے آج تک جو بات سمجھ نہیں آسکی کہ ہم ہمیشہ دوسرے کا مقابلہ ہی کیوں کرتے ہیں۔ اسی آبلہ پائی میں ہماری زندگی کا اختتام ہوجاتا ہے اور حاصل بھی کچھ نہیں ہوتا۔ آخر کیوں؟ اسے مقابلہ کرنا ہی چاہتے ہو تو اپنے آپ سے کرو۔ اس شخص سے کرو جو آپ کو آئینے میں نظر آتا

ہے۔ یوں آئیڈیلزم کے پیچھے بھاگنا اور دوسروں سے مقابلہ کرنے کی کوشش کرنا سراسر حماقت ہے خود کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔ میرے نزدیک آئیڈیل ایک کھوکھلے بت کے علاوہ کچھ نہیں۔ خود سے مقابلہ کرو اور اپنے آپ کو منواؤ۔ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ تعارف پڑھ کر ضرور بتانا کہ کیسا لگا۔ اور مجھے اتنی دیر برداشت کرنے کا بہت بہت شکریہ۔

یسریٰ کنول

تمام آنچل اسٹاف اینڈ قارئین کرام کو میرا محبت و چاہت بھرا اسلام قبول ہو۔ میری پیاری سویٹ کھٹی میٹھی آنٹیوں آپیوں اور بہنوں کیسی ہیں آپ سب؟ امید کرتی ہوں کہ آپ سب ٹھیک ٹھاک اور فٹ فاٹ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یونہی ہنستا بستا اپنے پیاروں کے سنگ شاد و آباد رکھے آمین۔ جی جناب اب ذرا ہم سے ملیے ہمیں تو بہت شوق تھا آپ سے ملنے کا سو ہم حاضر ہوگئے (بھئی ہم نے سوچا ہم کیوں کسی سے پیچھے رہیں)۔ جی تو اس ناچیز کو گھر میں یسریٰ اور آنچل میں یسریٰ کنول سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ (جی بالکل) میری سویٹ آپی مجھے پیار سے چندا کہتی ہے میرا تعلق جڑانوالہ کے ایک بڑے سے گاؤں سے ہے ہم چھ بہن بھائی ہیں چار بہنیں اور کیوٹ دو بھائی میں دوسرے نمبر پر ہوں۔ میری تعلیم...... چھوڑو یار کیا بتاؤں لکھنا پڑھنا تھوڑا بہت آتا ہے یہی کافی ہے۔ آنچل سے وابستگی 2010ء میں ہوئی جو ابھی تک جاری ہے۔ آنچل میں ہم نے بہت کچھ پڑھا اور بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ اللہ کرے آنچل یونہی محبت خلوص و چاہت کے پیغام پہنچاتا رہے آمین۔ گھر میں سب سے زیادہ اٹیچ اپنی امی جان اور آپی سے ہوں جو کہ اچھی دوست بھی ہیں دوستوں میں بہت لمبی لسٹ ہے مگر جو سب سے زیادہ کلوز ہیں وہ دو ہیں۔ ایس این بہت نائس جی تو اب آتے ہیں پسند ناپسند کی طرف کھانے میں تو سب کچھ کھا لیتی ہوں مگر صرف اپنے گھر میں ہی کہیں مہمان بن کر جاؤں تو سچ بھوکی ہی رہتی ہوں۔ جناب نخرہ بالکل نہیں کرتی ویسے ہی دل نہیں کرتا کچھ بھی کھانے کو۔ اپنے گھر میں تو سارا دن کچھ نہ کچھ چرتی رہتی ہوں ہاہاہا۔ ویسے فیورٹ ڈش میں بریانی قورمہ فش فرائی کڑھی۔ میٹھے میں کسٹرڈ گاجر کا حلوہ اور چاکلیٹ کی تو دیوانی ہوں۔ کوکنگ اچھی کر لیتی ہوں مصالحے لوازمات سارے تیار ملے تب (بری عادت) ورنہ اللہ حافظ۔ زیادہ مہمان وغیرہ آئے تو ہی چولہے کے قریب ہوتی ہوں عام طور پر تو امی جان کے ہاتھ کی پکی پکائی ملتی ہے (بقول بھائی) امی آپ خود ہی کام کرتی رہتی ہیں کبھی آپ ان سے بھی کہیں۔ امی پیار سے کہتی کوئی بات نہیں ساری عمر کام ہی کرنا ہے (ہائے لڑکیاں نے ہن سوجاں امی سوجاں) شرم تو نہیں آتی ہاہاہا۔ کیا کروں یار تھوڑی موڈی ہوں (ارے ضدی نہیں) جب کرنے پہ آؤں تو نان اسٹاپ اور جب نا دل کرے تو نہیں کرتی (میری چھوٹی بہن) باجی آپ کو دبا دیتی ہوں آپ اتنا کام کرکے تھک جاتی ہوں گی (لیٹ کر)۔ ہاں ہاں کیوں نہیں دباؤ شاباش ہاہاہا (ڈھیٹ بن کر)۔ خیر یہ پیار بھری نوک جھونک ہوتی رہتی ہے ڈریسز میں مجھے فراک لاکٹ اور چوڑیاں ساتھ ہاتھوں پر مہندی لگی ہو (فیشن اچھی حد تک پسند ہے) رنگوں میں ریڈ بلیک پنک زیادہ پسند ہیں پہنتی بھی یہ کلر ہوں۔ کولڈ ڈرنکس میں سیون اپ ڈیو اسکواش ٹینگو اورنج اور ہاں چائے جتنی بار مل جائے کم ہیں۔ پھولوں میں سارے پھول اچھے لگتے ہیں فیورٹ چنبیلی گفٹ لینا دینا پسند ہے زیادہ تر دینا اچھا لگتا ہے۔ فلمیں ڈرامے اتنے شوق سے نہیں دیکھتی مزاحیہ کچھ فنی وغیرہ دیکھ لیتی ہوں۔ گیدرنگ بچوں کی فیورٹ خصوصاً انہیں رلانا ہنسانا اور پھر ان سے کوئی چیز چاکلیٹ وغیرہ چھین کر کھانا بہت مزا آتا ہے۔ موسموں میں مجھے اپنے اندر کا موسم پسند ہے پھر سارے اچھے لگتے ہیں سیر و تفریح کا بہت شوق ہے (مگر ہائے ری حسرت) خیر خوابوں میں روز کرتی ہوں سیر سپاٹے بغیر ٹکٹ ہاہاہا۔ ایف ایم سننا اچھا لگتا ہے ارے آپ بور تو نہیں ہوگئے۔ کوئی بات نہیں میں نے کون سا روز روز آنا ہے تھوڑی دیر اور برداشت کرلو پلیز۔ آنچل کی تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں فیورٹ نازیہ کنول نازی سمیرا شریف اور اقراء...... ناولز "پتھروں کی پلکوں" اور "یہ چاہتیں یہ شدتیں" شعر و شاعری بیاض دل اور ہم سے پوچھیے شمائلہ آپی کے جوابوں کے کیا کہنے۔ خواہشیں بہت مگر شدید اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت اللہ میری اور باقی تمام لوگوں کی یہ خواہش پوری کرے آمین۔ خوابوں کی دنیا میں رہتے ہوئے حقیقت پسند ہوں مغرور خود غرض لوگ پسند نہیں۔ جی اب ذرا خوبیاں خامیاں دیکھ لی جائیں سوچتے ہوئے اپنے بہن بھائیوں سے پوچھا تو توبہ توبہ

پر پورا احتجاج‘ دوستوں سے پوچھا تو انہوں نے ڈال دیا گلے میں پھولوں کا ہار (اوہو خوش فہمی)۔ غصہ کم ہی آتا ہے‘ چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر لے لیتی ہوں‘ حساس بہت ہوں کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ اپنی غلطی فوراً تسلیم کرلیتی ہوں۔ (رکیے تو) ڈرپوک بہت ہوں کھلی آنکھوں سے ڈر جاتی ہوں۔ جی تو میرے سویٹ قارئین کرام اب اجازت دیں۔ اللہ حافظ۔

امتل الحفیظ

السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف اینڈ قارئین (ارے حیران نہ ہوں میں آپ سب کی اپنی ہی نگری سے آئی ہوں) اور آپ سب سے ملاقات کو اپنا حق سمجھ کر آئی ہوں بھئی جب ہم آپ کو اتنے سالوں سے پڑھ رہے ہیں تو کیا اس دنیا میں اپنا تعارف خاص طور پر آپ لوگوں سے کروائے بغیر ہی چلے جائیں گے۔ سو اس لیے میرا فرض ہے ایک اچھے پاکستانی شہری ہونے کے ناطے اپنا تعارف آپ سے کرواؤں اور آپ کا حق ہے مجھے پڑھنا اور اپنی ناقص رائے کا اظہار بھی کرنا (آہم)۔ جی تو جناب پیاری سہیلیوں بادولت محترمہ عزت مآب امتل الحفظ صاحبہ! ہمارا تعلق فیصل آباد کے قریب ہی ایک بہت بڑے ترقی پذیر قصبے ڈجکوٹ سے ہے۔ ہم نے آنکھیں تو 26 جون 1983ء کو فیصل آباد میں کھولیں مگر اب دلیں نکالیں کے بعد گزشتہ 17 سال سے ڈجکوٹ میں ہی ہیں اور ہمیں اپنے قصبے کو چھوٹا مت سمجھئے گا یہاں ڈگری کالج کے علاوہ پرائیوٹ کالجز کی تو لائن ہی لگی ہوئی ہے بس عنقریب یونیورسٹی بھی بن جائے گی۔ تعلیمی قابلیت کچھ خاص نہیں ہے کیونکہ ہم گزشتہ 18 سال سے شادی شدہ ہیں‘ دس سال کی عمر میں نکاح اور 13 سال کی عمر میں رخصتی کے وقت ہم آٹھویں میں تھے تو آج تک وہی رکے رکے رہ گئے کیونکہ امی ابو کی وفات کے بعد یہ سلسلہ جاری نہیں رہ سکا لیکن اس کے بعد ہم نے دنیا کا سب سے بڑا علم سب سے اعلیٰ ڈگری لی اور آج تک وہ علم حاصل کررہے ہیں‘ جی جناب ہم نے اپنے قصبے کا کوئی مدرسہ نہیں چھوڑا جہاں سے قرآن کی تعلیم نہ لی ہو اور آج کل ہم اور ہماری جان سے پیاری دوست محترمہ ثمرہ فرید ایم اے اسلامیات بی ایڈ (بھئی یہ ہمارا تکیہ کلام ہے نا) دونوں محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ کا کورس تعلیم القرآن کررہی ہیں بغیر خط و کتابت کمپیوٹر کے ذریعے اور جناب ہم ساتھ ساتھ پانچ عدد بچوں کی والدہ بھی ہیں (ارے سارے ثمرہ کو نہ سمجھئے گا وہ تو بے چاری کنواری دوشیزہ ہے)۔ ماشاء اللہ ہماری بڑی بیٹی عروشہ عمر سائنس سبجیکٹ کے ساتھ 10th میں ہیں اور ان شاء اللہ ہمارے ڈاکٹر بننے کے خواب کو ہماری بیٹی پورا کرے گی۔ یہ سب لکھ تو ہماری بیٹی ہی رہی ہے ہم تو صرف منہ ہلا رہے ہیں اور عروبہ 7th میں جبکہ منیبہ تھرڈ میں ہے اور میرے دو لولی بیٹے بھی ہیں جن میں سے اسد اللہ پریپ میں اور سب کا لاڈلہ محمد ابراہیم جو کہ ابھی تین سال کا ہے وہ میرے ساتھ ہوتا ہے ہر وقت بلکہ نماز میں بھی میری گود میں ہوتا ہے۔ جناب ہم میں خامیاں اور خوبیاں بہت ہیں لیکن اس کو چھوڑیں‘ موسم ہمیں وہی اچھا لگتا ہے جب ہمارے اندر کا موسم سہانا ہوتا ہے ورنہ سارے موسم تو مالک نے بہت خوب بنائے ہیں۔ باقی ہم جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے ہیں تو سب پچھل جل کر ہی کرتے ہیں‘ کھانے سے لے کر صفائی تک حتیٰ کہ آنچل پڑھنے تک ہم سب فرینڈز حمنہ‘ ثمرہ اور بلقیس میری نند اور بھابی رقیہ میری دیورانی رضوانہ ہم چھپ چھپ کر ایک ہی آنچل پڑھتی ہیں۔ اس کے علاوہ میری باقی دوستیں‘ کزن‘ میرے ننھیال میں بھی بے چاری جن کو میری وجہ سے آنچل کی لت لگی ہوئی ہے اور وہ سخت پابندیوں کے درمیان نہایت راز داری سے پڑھتی ہیں‘ ان کا ذکر نہ کرنا ظلم ہوگا۔ ”بہاروں کے سنگ سنگ“ نجم میمونہ عزن واشوق وی سی“ اور عفت سحر کا ”آدھا چاند اور پورا دکھ“ تھا شاید ان کی کچھ اقساط پڑھی تھیں لیکن اب تو پورے کے پورے یہ ناول کئی بار پڑھ چکی ہوں۔ نمرہ کا ناول ”جنت کے پتے“ میری اور ثمرہ کی سب سے زیادہ فیورٹ اسٹوری ہے۔ اس کے علاوہ جن کو بار بار پڑھنے کا دل کرتا ہے وہ ہے عفت سحر‘ جبیں سسٹرز‘ عنیزہ سید‘ ماہا ملک‘ رخسانہ نگار‘ آمنہ اور تنزیلہ ریاض اور آج کل کی بیسٹ رائٹر سمیرا شریف طور اور فاختہ رابعہ ہیں۔ باقی جو ہمارے ایورگرین رائٹر ہیں وہ تو مشعل راہ ہیں جن میں میرے اور ثمرہ کے پسندیدہ ترین محترمہ اشفاق احمد‘ بانو قدسیہ‘ مستنصر حسین تارڑ‘ جاوید چوہدری اور واصف علی واصف اور ہاشم عبداللہ وغیرہ اور شاعری بھی ہمیں پسند ہے جن میں فیض احمد فیض‘ پروین شاکر‘ امجد اسلام امجد اور احمد فراز ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اجازت دیں‘ اس دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے آمین‘ اللہ حافظ۔

میٹھی عید کی خوشیاں

سعیدہ نثار

میٹھی عید کی میٹھی یادیں

عید محض ایک لفظ انفرادی خوشی کا نام نہیں بلکہ ہماری اجتماعی خوشی کا نام ہے ماہ رمضان کی آمد کے ساتھ ہی عید کی تیاریاں اور گہما گہمی عروج پر نظر آتی ہے۔ رنگ برنگے آنچل، زرق برق ملبوسات چوڑیوں کی کھنک، مہندی کی مہک، سلام و آداب شیر خورمہ کی مٹھاس، تحفے و تحائف کا اور عیدی کا شور شرابا غرض یہ سب عید کے لوازمات ہیں لیکن عید کا حقیقی مقصد و مفہوم باہمی ملاپ اور یکجہتی ہے۔

مسلمانوں کی روایت میں شامل ہے کہ عید کی خوشیوں میں اپنے غریب رشتہ داروں اور اپنے ہمسائے کو شامل رکھا جائے صدقہ و فطرہ کی ادائیگی کے ساتھ ان کی اس حد تک مدد کی جائے کہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں ماہنامہ آنچل نے عید کی خوشیوں کو دوبالا کرنے کے لیے ایک سروے پیش کیا ہے آیئے دیکھتے ہیں کہ ہماری رائٹرز و قارئین نے میٹھی عید کی میٹھی یادیں کس دلکش انداز و پیرائے میں ہم سے شیئر کی ہیں۔

طلعت نظامی..... کراچی

ا۔ بہت خوشگوار تاثرات تھے پورے اہتمام کے ساتھ جو آئی تھی اسٹاکس سے تین سوٹ تھے ساتھ میچنگ جیولری، سینڈل، چوڑیاں، مہندی اور کھانے پینے کے لوازمات بقول پروین شاکر سارا سفر خوشبوؤں میں بسا رہا میرا سارا دن خوشبوؤں میں بسا رہا گھر والوں سے چھپ کر کئی بار نکال کر دیکھا تھا۔

۲۔ عید کے دن کی سب سے خاص بات یہی ہے کہ یہ عید ہوتی ہے ہم چھ دیورانیاں، جٹھانیاں اکٹھی ہوتی ہیں ساس کے ساتھ کھانا اکٹھے پکتا ہے اور سارا دن خوش گپیوں میں گزرتا ہے معمولات یہی ہیں کہ چاند رات تو جاگ کر گزرتی ہے چاہے جتنی بھی تھکن ہو مہندی ضرور لگاتی ہوں کھانے پینے کی تیاری تو پہلے ہی ہوجاتی ہے ان کے بعد بچوں اور میاں جی کو تیار کرکے مسجد روانہ کرنے کے بعد خود تیار ہوتی ہوں نماز سے فارغ ہوکر سب اکٹھے کھاتے پیتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں۔

۳۔ میں کہیں جانے کے لیے ہار سنگھار میں وقت ضائع نہیں کرتی فوراً تیار ہوجاتی ہوں لیکن جیسا امی کے گھر جانے کی بات ہو تو پورے وجود میں بجلی بھر جاتی ہے اور کہیں شادی بیاہ میں جانے کی بات ہو تو ہاتھ پاؤں من من بھر کے ہوجاتے ہیں۔

۴۔ سال میں ایک بار یہ دن آتا ہے جیب خالی تو میں ضرور کراتی ہوں اپنے دو چار سوٹ پھر بچوں کی بھی حسب استطاعت شاپنگ کرنی ہوتی ہے پھر یہ سب شاپنگ بعد میں بھی کام آتی ہے۔

۵۔ سحری سے قبل تہجد ادا کرنے کا موقع مل جاتا ہے پھر صلوٰۃ التسبیح، نوافل اور بہت زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کو معمول بنالی ہوں۔

۶۔ سب ہی کام میرے سپرد ہیں بہت زیادہ آرائشی اشیا گھر میں پسند نہیں پھول پودوں کے علاوہ سادہ اور صاف ستھرے گھر پسند ہیں۔

۷۔ جو فیشن چل رہا ہو ویسے لانگ شرٹ کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ اور ہلکی پھلکی جیولری بھی پسند ہے اس بار گھیر دار شلوار کے ساتھ گول دامن کی شرٹ سلوانے کا ارادہ ہے کوشش ہوتی ہے تھوڑی منفرد تیاری بھی ہو۔

۸۔ رمضان میں تو شاپنگ پر جانا محال ہوتا ہے۔ اس لیے کبھی دیورانی، کبھی جٹھانی کے ساتھ شعبان سے ہی مارکیٹ کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے ہاں رمضان کے آخری عشرے میں میاں جی لے جاکر اپنی پسند کا سوٹ لے کر دیتے ہیں وہ شاپنگ سب پر حاوی ہوتی ہے۔

۹۔ ایسی کوئی چاند رات نہیں ایسے ہی چاند رات کا فسوں بہت پسند ہے۔

۱۰۔ میک اپ میں سب سے اچھی ٹپ یہی ہے کہ پورے اہتمام کے ساتھ روزے پورے کریں پھر عید کے دن چہرہ دیکھیں بغیر فیشل اور میک اپ کے جو نور دکھے گا اسے میک اپ کی ضرورت نہیں رہے گی اس دن روزہ داروں کے چہروں پر خدا کا خاص کرم نظر آتا ہے کیونکہ اس تپش اور لو کے موسم میں خدا اپنے خاص بندوں کو ہی اس مشکل عبادت کے لیے چنتا ہے۔

نزہت جبین ضیاء..... کراچی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

۱۔ بہت خوشی ہوئی تھی اور سارے گھر میں خوشی سے ناچتی پھر رہی تھی کیونکہ عیدی لے کر آنے والی میری تائی (ساس) اور میاں کی بڑی بہن (میری موسٹ فیورٹ کزن) تھیں خوشی سے ہر چیز دیکھ رہی تھی کیونکہ ضیا بھی آئے تھے اور میں اس وقت چھوٹی بچی ہی تھی فرسٹ ایئر کی اسٹوڈنٹ تو میرے لیے یہ کچھ نیا نیا بہت ایکسائٹنگ تھا۔

۲۔ عید کے دن کی ہر بات مجھے خاص اور اچھی لگتی ہے عام دنوں سے مختلف ہوتی ہے اور خصوصاً عید کی تیاری میں گزرنے والی چاند رات کا مزہ ہی الگ ہوتا ہے اف یہ کیا پوچھ لیا آپ نے میرے معمولات صبح فجر کے وقت جاگنا (جبکہ سوتے ہی کم از کم تین بج جاتے ہیں) نماز فجر سے فارغ ہو کر سب سے پہلے چائے بنانا کیوں کہ سب کو چائے کی ضرورت ہے پھر ناشتے کی تیاری میں لگ جاتی ہوں ناشتے میں پراٹھے، دم کا قیمہ، مرچ کا سالن اور شیر قورمہ بنتا ہے دم کا قیمہ اور سالن رات کو تیار کر لیتی ہوں صبح قیمہ کو بس دم لگانا ہوتا ہے (شیر خورمے کے لیے بادام، پستہ، کھجور پہلے ہی بوائل کر کے فرائی کر کے رکھ لیتی ہوں) ضیاء، منہاج اور گھر کے دوسرے مرد نماز کے لیے جاتے ہیں تو ہم خواتین تیار ہو کر نماز ادا کر لیتے ہیں (جیٹھانیاں، بھتیجیاں، بہویں) پھر ہم سب کا ناشتہ ایک ساتھ ہوتا ہے ناشتے کے بعد آنے جانے والوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو اس میں بزی ہو جاتی ہوں لنچ میں اتنا اہتمام نہیں کرتی کیوں کہ تھوڑا تھوڑا کھاتے رہنے سے کسی کو پروپر بھوک نہیں لگتی، البتہ رات کو میری بیٹی آتی ہے اس کے سسرال والے بھی تو پھر اہتمام ہوتا ہے اور کبھی کبھی فرمائشی پروگرام کے تحت سب کی پسند کی ڈشز بناتے بناتے شام سے رات ہو جاتی ہے۔ ماشاء اللہ رات گئے تک خوب رونق لگی رہتی ہے ضیا کی بہن بھی آتی ہیں کھانا سرو کرنے تک میرا کام ہوتا ہے اس کے بعد کچن سمیٹنا صفائی کرنا یہ کام بیٹی کرتی ہے۔

۳۔ جہاں تک ہار سنگھار کا تعلق ہے تو سچ مانیں میں میک اپ سے کوسوں دور ہوں یہ یقین نہ کرنے والی بات ہے لیکن میں شرطیہ کہہ سکتی ہوں کہ شاید میں دنیا کی واحد خاتون ہوں جو تیاری میں بہ مشکل پندرہ منٹ لیتی ہوں اس لیے کہیں جانے کے لیے جھٹ پٹ تیار ہو جاتی ہوں (بہ شرطیکہ کپڑے بھی اس قابل ہوں) اور جہاں تک یہ سوال ہے کہ تاخیر کا مظاہرہ تو سچ پوچھیں تو گھر سے باہر نکل کر کہیں بھی جانا میرے لیے مشکل ترین عمل ہے مجھے کہیں بھی جانے کا سوچ کر ٹینشن ہو جاتی ہے۔

۴۔ عید کی شاپنگ کی تمام تر ذمہ داری ضیا پر ہی ہوتی ہے اب الحمدللہ بیٹا بھی ہے تو کبھی ضیا تو کبھی منہاج دونوں مل کر ہی اپنی جیبیں خالی کرتے ہیں (ویسے میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ ان دونوں کی جیبیں خالی نہ ہوں اس لیے ہر چیز لسٹ اور بجٹ کے حساب سے خریدتی ہوں)

۵۔ کوشش کرتی ہوں کہ اس ماہ مبارک میں وہ عبادات کرلوں جو سارا سال بہ مشکل کر پاتی ہوں صلوٰۃ التسبیح، نوافل وغیرہ کا اہتمام کرتی ہوں اللہ پاک ہم سب کی عبادات کو قبول فرمائے آمین۔

۶۔ عید کی تیاری کے حوالے سے گھر کی مکمل ذمہ داریاں، تیاریاں اور اہتمام میرے ذمے ہی ہوتا ہے یہ سلسلہ گزشتہ کئی سال سے ہے جس میں ضیاء اور بچوں کے کپڑوں سے لے کر گھر کی آرائش، افطار کا اہتمام سحری کی تیاری، عید کے پکوان، استری کرنے سے لے کر کپڑوں کی سلائی، کڑھائی، شاپنگ تک میری ذمہ داری ہے کس کو کیا دینا ہے کس کو کتنی ضرورت ہے، یہ سب بھی میں ہی کوشش کرتی ہوں کہ ان لوگوں تک کچھ نہ کچھ پہنچا دوں جو مستحق تو ہیں مگر کسی سے مانگتے نہیں۔

۷۔ عید کے دن کے لیے شلوار قمیص ٹراوزر شرٹ بھی پسند کرتی ہوں ویسے تو ساڑھی بھی پسند ہے مگر کیونکہ کام زیادہ ہوتا ہے تو شلوار قمیص میں کمفرٹیبل رہتی ہوں۔

۸۔ پہلے تو ضیا کے ساتھ ہی جاتی تھی مگر اب بہت کم ایسا ہوتا ہے کیونکہ ضیا کی مصروفیت کچھ ایسی ہے کہ ان کو وقت نہیں ملتا اور میری کوشش ہوتی ہے کہ میں رمضان المبارک کے شروع ہونے سے پہلے شاپنگ کرلوں کیونکہ رمضان المبارک میں جہاں دکانداروں کے دماغ آسمان پر پہنچ جاتے ہیں وہیں رش کی وجہ سے مجھے بہت الجھن ہوتی ہے اس لیے شاپنگ بیٹیوں کے ساتھ کرتی ہوں اب بہو بھی ہے۔

۹۔ ہاہاہاہا ایسی کوئی خاص چاند رات تو نہیں ہے کیونکہ الحمدللہ میرے لیے آج بھی ہر چاند رات خوب صورت اور یادگار رہتی ہے۔

۱۰۔ میک اپ...... ہاہاہاہا میک اپ کے بارے میں تو کچھ اتنا اہتمام نہیں کرتی ہاں ڈشز کے حوالے سے ٹپ ضرور دوں گی کیونکہ اس کو میٹھی عید بھی کہتے ہیں تو سویٹ ڈش شیئر کرتی

ہوں۔

خوبانی کا میٹھا

سوکھی خوبانی (ایک کلو)، چینی (دو کلو)، دودھ (دو کلو)، کسٹرڈ ونیلا (چار کھانے کے چمچ) فریش کریم (ایک پیالی)۔

ترکیب:

خوبانی کو اچھی طرح سے دھوکر رات کو اتنے پانی میں بھگو دیں کہ وہ اچھی طرح سے ڈیپ ہوجائیں صبح اٹھ کر ہاتھ سے خوبانی سے بیج نکال لیں اور اسی پانی میں خوبانی چولہے پر چڑھادیں اور درمیانی آنچ پر پکنے دیں ساتھ ساتھ بڑی لکڑی کی ڈوئی یا چمچے سے ہلاتی رہیں یہاں تک کہ خوبانی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی اچھی طرح مکس ہوجائیں پھر اس میں ڈیڑھ کلو چینی شامل کر کے پکائیں اتنی دیر تک پکائیں کہ اس کا کلر ڈارک براؤن ہوجائے پھر اسے اتار کر ٹھنڈا کرنے رکھ دیں۔ دودھ چولہے پر رکھ کر پکائیں جب دودھ میں ابال آجائے تو اس میں سے تھوڑا سا دودھ نکال کر اس میں کسٹرڈ پاؤڈر ڈال کر مکس کر کے دودھ میں شامل کرلیں کسٹرڈ گاڑھا ہونے لگے تو اس میں آدھ کلو چینی بھی شامل کرلیں جب کسٹرڈ اچھی طرح گاڑھا ہوجائے تو چولہا بند کردیں دونوں کو خوب ٹھنڈا کریں خوبانی کے بادام دھوکر توڑلیں۔

جب خوبانی کا میٹھا اور کسٹرڈ بالکل ٹھنڈے ہوجائیں تو ایک سرونگ بول میں میٹھا نکال کر اس پر کسٹرڈ ڈال دیں پھر ریم اچھی طرح سے پھینٹ کر اس پر ڈال دیں ساتھ ہی بادام بھی جمادیں۔

مزے دار منفرد خوبانی کا میٹھا تیار ہے جو عید کا لطف دوبالا کردے گا، زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی، اجازت فی امان اللہ۔

صائمہ قریشی ..... آکسفورڈ

ا۔ ہائے کیا پوچھ بیٹھے؟ کیا بتاؤں؟ بڑی خوش تھی میں بھی عید کے قریب کے میری بھی عیدی آئے گی۔ مسئلہ یہ تھا کے سسرال میرا اس بار تھا سو پاکستان سے میری عیدی کا پارسل جب ملا تو میں نے منٹوں میں اس کو کھولا تو سب سے اوپر سجا کا چھوٹا سا انتہائی ان رومانٹک سا خط تھا کہ "امی نے مہندی بھی دی تھی اور میں نے تمہارے پسندیدہ موتی چور کے لڈو بھیجنے چاہے تھے پر پوسٹ آفس والے بول رہے ہیں کہ کھانے کی کوئی چیز پوسٹ میں نہیں بھیج سکتے اور مہندی چونکہ لیکوڈ ہے اس لیے نہیں پوسٹ کرسکتے ہیں لہٰذا صرف کپڑے، چوڑیاں اور چپل قبول کرو۔" جلدی سے میں نے چوڑیاں کھولیں جو گول نہیں تھی باقی ہر شیپ کی تھیں۔ جو چوڑیاں میٹل کی تھی وہ آدھی سے زیادہ بینڈ ہوئی تھیں اور جو کانچ کی تھیں وہ چکنا چور..... پھر میں نے چپل پہنے جو ایک نمبر چھوٹے تھے۔ ہاں کپڑے بہت اچھے تھے کیونکہ پارسل اتنا لیٹ ملا کہ دو دن بعد عید تھی اس لیے سلوا نہیں سکی اور پھر "دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی یہاں گرا کوئی وہاں!"

۲۔ چاند رات کو سعد اور ابو جی اور امی کے اصرار پر امی کے گھر جاتی ہوں، عید کی صبح بہت ہنگامہ خیز ہوتی ہے ہمارے گھر میں "ان" کے ساتھ حدید اور حنفی بھی عید کی نماز پڑھنے جاتے ہیں بچوں کو تیار کرنا بھی ٹھیک ٹھاک مشکل کام ہے ان سب کے جاتے ہی ہم ناشتے کی تیاری کرتی ہیں سب کے آتے ہی ناشتہ کرتے ہیں پھر میں، امی اور سلیقہ تیار ہوتی ہیں۔ ہر عید پر یہی روٹین ہوتی ہے اور یہی مجھے بہت پسند ہے۔

۳۔ نہ جی میں ان خواتین میں سے نہیں جن کا ہار سنگھار تاخیر کا سبب بنے۔ اللہ نے شکل وصورت ایسی دی کے اتنا بننے سنورنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بس ہلکا سا لب گلوس اور آئی لائنر ہمارے حسن کو چار چاند لگانے کو کافی ہیں (ہاہاہا)

۴۔ میں دنیا کی شاید پہلی بیوی ہوں جس کا شوہر اس سے اس بات پر ناراض ہوتا ہے کہ تم کوئی فرمائش نہیں کرتی۔ میں تو شروع سے ایسی ہی ہوں کبھی ضد نہیں کی ان سے بھی کبھی کوئی فرمائش نہیں کرتی یا شاید اس لیے بھی کے کبھی مانگنے کی ضرورت بھی نہیں پڑی اس بار بھی یہ میرے کہے بنا میرے لیے تین سوٹ لے آئے مجھے جیب خالی کروانے کی ضرورت پڑتی ہی نہیں اور ویسے بھی ہم تو ملکہ ہیں (ہاہاہا)۔

۵۔ استغفار، الحمدللہ اور آیت کریمہ۔

۶۔ ہاہاہا کچھ بھی نہیں میں امی کے گھر عید کرتی ہوں ناشتے میں تھوڑی ہیلپ کراتی ہوں امی کی اور پھر کھانے زیادہ امی بناتی ہیں میں سرو کرنے میں سب کی ہیلپ کردیتی ہوں اس سے زیادہ عید کے دن کچھ نہیں کرتی۔

۷۔ سچی بتاؤں تو مجھے کبھی بھی پتا نہیں ہوتا کے میں عید پر کیا پہن رہی ہوں یہ ذمہ داری سعی اور امی کی ہے اگر میرے ہمسفر نہ لاسکیں میرے کپڑے تو پھر یہ ذمہ داری امی کی ہوتی ہے وہ ہی لاتی ہے اور امی سلائی کرتی ہیں۔ مجھے لونگ شرٹ اور ٹروزر پسند

ہے۔

۸۔ اپنی عید کا تو بتا چکی بچوں اور ہمسفر کے ساتھ کرتی ہوں۔

۹۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم بریڈفورڈ رہتے تھے چاندرات کو میرے ہمسفر نے کہا چلو بیبے اسٹور چلتے ہیں عید کے کپڑے بھی لے لینا اور مہندی بھی لگوا لینا۔ رات دس بجے ہم گئے اسٹور کے کچھ فاصلے پر گاڑی پارک کی میوزک کا شور لوگوں کی آمدورفت میرے اندر بھی عید کی فیلنگز اور ایکسائٹمنٹ آ گئی۔ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ سب کچھ بہت اچھا تھا ایک دم پرفیکٹ...... ہم گاڑی سے اترنے میں آگے بڑھنے لگی کے ان کی پکار پر رکی جناب نے گاڑی سے چابی نکالی ہی نہیں اور گاڑی لاک کر دی اف اب؟ گھر پر ایکسٹرا چابی تھی پر اب لائے کون گھر پر کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے بولا تم ادھر ہی رکو گاڑی کے پاس مین واک کر کے جاتا ہوں چابی لے آؤں پھر چلتے ہیں اندر بیس پچیس منٹ کی واک تھی میں انتظار کرنے لگی ساتھ ساتھ آتے جاتے لوگوں کو دیکھتی رہی۔ ادھر سے مجھے میرے مسٹر آتے نظر آئے اور ادھر بیبے اسٹور کا شٹر نیچے ہونا اسٹارٹ ہوا۔ جناب مجھ تک پہنچے جب تک اسٹور بند ہو چکا تھا۔ گاڑی میں بیٹھے اور گھر آ گئے اس طرح دل کے ارمان آنسوؤں میں بہہ گئے۔

۱۰۔ سوری اس معاملے میں نکمی ہوں کانٹ ہیلپ۔

زرین قمر...... کراچی

۱۔ میں بہت خوش تھی کیونکہ میری ساس عیدی کی تمام چیزیں میری پسند کی لائی تھیں۔

۲۔ عید کے دن کی خاص بات یہ کہ میرے بچے اور چھوٹے بہن بھائی میری دعاؤں اور عیدی کے منتظر ہوتے ہیں یہ سب مجھ سے ملنے آتے ہیں یہ بات مجھے بہت پسند ہے میں سارا دن مہمان داری میں مصروف رہتی ہوں اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔

۳۔ زیادہ تر وقت ملازمت کرتے ہوئے گزارا ہے چنانچہ وقت پر تیار ہونے کی عادت ہے اور زیادہ ہار سنگھار بھی پسند نہیں چنانچہ ہر جگہ جانے کے لیے وقت پر تیار ہو جاتی ہوں اور اگر میرے ساتھ جانے والا تیار ہونے میں دیر لگائے تو الجھن ہوتی ہے۔

۴۔ جیب خالی کرانے کی کبھی نوبت ہی نہیں آئی رقم بغیر مانگے مل جاتی ہے۔

۵۔ تمام نمازوں کے ساتھ قرآن کی تلاوت رمضان میں جتنے بھی قرآن ختم ہو جائیں اور سوتے وقت مسنون دعا میں پڑھتی ہوں۔

۶۔ ماشاءاللہ میرے بچے بڑے ہو گئے ہیں میں ان میں کام بانٹ دیتی ہوں اور خود ان کاموں کی نگرانی کرتی ہوں کہ کیا کام ہو رہا ہے کوئی کمی تو نہیں رہ گئی۔

۷۔ مجھے شلوار قمیص پسند ہے۔

۸۔ اپنی بیٹی یا پھر کسی سہیلی کے ساتھ اس طرح آزادی کا احساس ہوتا ہے۔

۹۔ میری شادی کے بعد کی پہلی چاندرات مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔

۱۰۔ عید کی تیاری کے لیے میری پسندیدہ ڈش شیر خورمہ ہوتا ہے۔

صنف آصف...... کراچی

سب سے پہلے ہماری طرف سے آنچل، حجاب کے ایڈیٹرز اور اس کے لیے کام کرنے والے تمام ساتھیوں کو عید مبارک اس کے بعد ہمارے پیارے قارئین دوست جن کی محبتیں بے مول ہیں، انہیں عید کی بہت بہت مبارک باد پیش کرتے ہیں آپ سب ہمیں اپنی دعاؤں میں شامل رکھیے گا۔

۱۔ سسرال کی جانب سے پہلی عیدی شادی سے پہلے آئی نہیں تھی، بلکہ ہماری نند اور میاں جی نے ہمیں ساتھ لے جا کر شاپنگ کروائی تھی، ہمارا نکاح ایک سال رہا ہے، اس لیے جانے کی اجازت مل گئی، بہت مزہ آیا۔ اپنی پسند کے دو سوٹ خریدے اور میچنگ کے دو شوز باقی چوڑیاں اور جیولری بھی دلائی گئی تھیں۔

۲۔ عید کے دن ہمارے یہاں بچوں کی ٹرین بنا کر عیدی بنتی ہے سب سے چھوٹا بچہ سب سے آگے اور سب سے لمبا آخر میں کھڑا ہو جاتا ہے، وہ بڑوں کے پاس جا جا کر عیدی وصول کرتے ہیں یہ بہت اچھا لگتا ہے یہ ٹرین پورے گھر میں شور مچاتی بھاگتی دوڑتی ہے اور لڑ لڑ کر عیدی مانگتی ہے۔

۲۔ عید کے دن صبح کے وقت ٹائم بہت کم ہوتا ہے۔ سب سے پہلے آصف کو عید کی نماز کی تیاری میں مدد دینا پھر ٹیبل پر ہمارے سسرال کا خاص میٹھا قوامی سویاں (ایک پاؤ سویوں میں دو کلو چینی ڈلتی ہے۔ وہ گرم کر کے سجائی جاتی ہے۔ یہ سویاں

بنانا کافی مشکل کام ہے اس لیے ایک دن پہلے بنا کر فریج میں رکھ دی جاتی ہیں۔ اس کے بعد ثانیہ کی تیاری کی باری آتی ہے۔ آخر میں خود تیار ہوتی ہوں۔ عید کے دن کا بیشتر وقت کچن کے کاموں میں صرف ہوتا ہے۔ کیوں کہ ہماری ساس خاندان کی بڑی ہیں تو سب سے پہلے قریبی رشتے دار انہیں سلام کرنے آتے ہیں یوں لنچ پر تقریباً پچاس افراد کی دعوت ہوتی ہے تو بہت مصروفیت رہتی ہے۔ ہمارے یہاں یہ طریقہ ہے کہ نماز پڑھ کر جب گھر کے مرد واپس آئیں تو خواتین تیار ملیں۔ اس کے بعد سب کو عیدی ملتی ہے۔ اسی وجہ سے صبح ہی نئے کپڑے پہن کر تیار ہونا پڑتا ہے۔

۳۔ امی کے گھر جب عید ملنے جانا ہو تو جھٹ پٹ تیار ہو جاتی ہوں۔

۴۔ عید کی شاپنگ رمضان سے قبل مکمل کرتی ہوں۔ کپڑے سلوا لیے جاتے ہیں، صرف آخر میں شوز اور چوڑیاں خریدی جاتی ہیں۔ میاں جی کی جیب ایک بار نہیں کئی بار خالی کرواتی ہوں۔

۵۔ رمضان المبارک میں تینوں عشروں کی دعاؤں کے ساتھ استغفار کا ورد جاری رہتا ہے۔

۶۔ گھر گرہستی کے سبھی کام ذمہ داریوں میں شامل ہوتے ہیں، سب ہی کرنے پڑتے ہیں، کوکنگ، آرائش وغیرہ۔

۷۔ چوڑی دار پاجامہ اور کرتا یا شرٹ ٹراؤزر شیفون کے بڑے سے دوپٹے کے ساتھ۔

۸۔ میاں جی ہی شاپنگ کرواتے ہیں یا اپنی جٹھانی روبینہ فاروق کے ساتھ جانا اچھا لگتا ہے۔

۹۔ ساری چاند رات ہی یادگار ہوتی ہیں، ہم لوگ باہر ڈنر کرتے ہیں، پھر مہندی لگوائی جاتی ہے۔

۱۰۔ ٹپ۔ ہمارے یہاں آلو چاپس بنتے ہیں، جو بہت آسان اور مزیدار ہیں، آلو بوائل کر کے، چھلکے اتاریں، اب اس میں کٹی لال مرچ اور پسا سفید زیرہ نمک کے ساتھ ملا کر مکس کریں، شامی کباب کی ٹکیہ سے تھوڑی چھوٹی ٹکیہ بنا کر کسی بھی پلیٹ میں فریز کر دیں۔ جب بھی مہمان آئیں تو بیسن میں ہلدی، تھوڑا سا پسا لہسن ادرک پیسٹ، پسی لال مرچ، نمک اور چٹکی بھر کھانے کا سوڈا ملا کر پھینٹ لیں، اب آلو کی ٹکیہ بیسن میں ڈپ کر کے فرائی کریں، کیچپ کے ساتھ یہ چاپس پیش کریں۔ بہت مزیدار ہوتے ہیں۔

نادیہ احمد... دبئی

۱۔ تحفہ ملنے کی خوشی الگ ہی ہوتی ہے۔ گو اس بات کو کئی سال گزر گئے لیکن زندگی کے خوب صورت لمحات انسان فراموش نہیں کر پاتا۔ شادی سے پہلے بس ایک ہی عید آئی تھی اور عیدی سسرال والوں نے نہیں بلکہ خود ڈاکٹر صاحب نے بھجوائی تھی جو کہ بالکل سرپرائز تھا۔ میں خاصی حیران بھی تھی اور بہت زیادہ خوش بھی آج بھی سوچ کر اچھا لگتا ہے کیونکہ اس کے بعد تو عیدی چھیننے سے ہی ملی۔ گھر کی مرغی دال برابر ہو گئی نا۔

۲۔ اس ہار سنگھار پہ اکثر باتیں سننے کو ملتی ہیں ویسے پھر خود ہی سوچیں نا اب اگر خاص جگہ پہ جانا ہو تو اہتمام بھی تو خاص ہی ہوگا نا لیکن سرتاج کو یہ بات کون سمجھائے۔ میری تیاری ہمیشہ ہی وقت لیتی ہے اور جب تک میں اپنے معیار کے مطابق تیار نہ ہو جاؤں مجھے ادھورا ادھورا لگتا ہے۔ عید پہ ہمیشہ ہی اہتمام سے تیار ہوتی ہوں۔

۳۔ میاں صاحب کم ہی ہاتھ چڑھتے ہیں لیکن پھر بھی جیب تک ہاتھ چلا ہی جاتا ہے۔ ویسے میں عید کی شاپنگ الگ سے نہیں کرتی بلکہ روٹین شاپنگ میں ہی اپنے اور بچوں کے عید کے کپڑے خرید لیتی ہوں۔

۴۔ رمضان میں مصروفیت بڑھ جاتی ہے۔ خاتون خانہ ہونے کے ناطے کچن میں زیادہ وقت گزرتا ہے لیکن پوری کوشش ہوتی کہ اس ماہ مبارک میں عبادات کی رفتار معمول سے زیادہ ہو۔ قرآن پاک کی تلاوت کے علاوہ میں رمضان المبارک اور عام دنوں میں بھی کثرت سے استغفار اور تیسرے کلمہ کی تسبیح کرتی ہی رہتی ہوں۔

۵۔ دبئی میں عید پہ وہ گہما گہمی تو نہیں ہوتی جو پاکستان میں ہوا کرتی تھی کیونکہ وہاں ملنا جلنا یہاں کے مقابلے میں اس لیے بھی زیادہ کہ رشتے دار، دوست احباب اور ملنے جلنے والے کثرت سے ہوتے ہیں لیکن یہاں بھی عید کا دن مصروف ہوتا ہے۔ عید ہو یا رمضان، کھانا پکانا، گھر کی آرائش اور مہمانداری سب میرے ہی سپرد ہوتا ہے۔ عید کے دن گھر میں خاص اہتمام ہوتا ہے۔

۶۔ آج کل تو عید اتنی گرمی میں آتی ہے کہ بہت بھاری بھرکم جوڑے پہننا مشکل ہو جاتا ہے دوسرے زیادہ وقت کچن میں گزرتا ہے اسی مناسبت سے ہلکے پھلکے لباس کو ترجیح دیتی ہوں۔ ویسے مجھے کڑھائی والے لباس پسند ہیں اور شلوار قمیص

پسندیدہ ہے۔

۷۔ڈاکٹر صاحب اگر آفر بھی کریں تو میں اکیلے ہی جاؤں، اتنا شور مچاتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ میں خود بہت زیادہ وقت نہیں لگاتی شاپنگ میں لیکن بھلا دو منٹ میں شاپنگ کون کرسکتا ہے، آپ خود بتائیں۔

۸۔شادی سے پہلے چھوٹی بہن کے ساتھ گزاری ساری چاند راتیں یادگار ہیں۔ ہم دونوں رات گئے تک جاگتی تھیں۔ مہندی، چوڑیاں۔ پھر کپڑے استری کرنا اور عید والے دن کے پلان بنانا، مشکل سے نیند آتی۔ ہم دو ہی بہنیں ہیں اور ہماری دوستی بھی بہت ہے۔ شادی کے بعد ڈاکٹر صاحب کے معمولات کے مطابق چلنا پڑتا ہے، بہت سی چاند راتیں ان کی تو ہسپتال میں گزری ہیں اور کئی عیدیں بھی۔ اس لیے بے فکری کا وہ دور بہت مس کرتی ہوں۔

۹۔عید پہ تو کچھ خاص اور روایتی کھانا ہی اچھا لگتا ہے۔ ویسے میں چٹنیوں کی بہت شوقین ہوں اور عید والے دن لازمی بناتی ہوں۔ میٹھی عید پہ میٹھا ہونا تو لازمی ہے۔ لباس کے حوالے سے یہی کہوں گی ہلکا پھلکا مگر فیشن کی مناسبت سے ہو تو بہت اچھا لگتا ہے۔

• آنچل کے قارئین کو میری طرف سے بہت بہت عید مبارک، دعا ہے آپ کی یہ عید خوشبوؤں اور مسکراہٹوں سے پُر ہو۔ آمین۔

ندا حسنین ...... کراچی

۱۔سسرال کی جانب سے عیدی رمضان المبارک کی آمد سے دو دن قبل آئی میری ساس، نندوں اور دیورانی نے بہت محبت سے عیدی تیار کی گھر کے ہر فرد کے لیے تحائف لے کر آئے جہاں ان کے تحائف بہت خوب صورت اور نفیس تھے وہیں ان کی محبت اور خلوص میرے لیے بے حد قیمتی۔

۲۔عید کے دن نماز عید کے بعد، جب سب ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں، مجھے وہ لمحہ بہت پسند ہے۔ اس کے علاوہ عید کے دن کے میرے معمولات کچھ یوں ہیں کہ سب سے پہلے ہم دادی کے گھر جاتے ہیں وہاں سب سے عید مل کر نانی کے گھر چلے جاتے ہیں خوب محفل جمتی ہے گو کہ عید کا دن بے حد مصروف گزرتا ہے۔

۳۔خواتین کے بار سنگھار میں تاخیر ہو بھی جائے تو کیا حرج ہے بھلا...... بناؤ سنگھار...... خواتین سے ہے تو تاخیر تو لازمی ہے، میں جان بوجھ کر تاخیر کا مظاہرہ نہیں کرتی مگر کہیں بھی جانے کی تیاری میں اطمینان سے کرتی ہوں جب تک میں اپنے سنگھار سے مطمئن نا ہو جاؤں، ریڈی نہیں ہوتی۔

۴۔شاپنگ کا مجھے کچھ خاص کریز نہیں زیادہ خریداری نہیں کرتی، جو مخصوص چیزیں ہوتی ہیں عید کے حوالے سے بس وہی خریدتی ہوں جیب خالی عموماً میرے پاپا کی یا پھر میری ہی خالی ہوتی ہے۔

۵۔قرآن مجید پڑھنا اور فجر کی نماز کے بعد تسبیحات اور سورتیں پڑھتی ہوں۔

۶۔ہمارے گھر میں ہر کام ٹیم ورک کی بنیاد پر ہوتا ہے، سویاں وغیرہ امی بناتی ہیں مگر باقی جو بھی کام ہو وہ میں، امی اور بھابی مل کر ہی کرتے ہیں۔

۷۔عید کے پہناوے کے لیے مجھے لانگ شرٹ یا لانگ فراک پسند ہے، ٹراؤزر یا پاجامہ کے ساتھ مجھے مشرقی ملبوسات زیادہ پسند آتے ہیں۔

۸۔عید اور اس کے علاوہ کی بھی ساری شاپنگ امی کے ساتھ جاکر ہی کرتی ہوں، جیسا کہ پہلے ہی بتا چکی ہوں شاپنگ سے کچھ خاص شغف نہیں رکھتی، سوامی کی پسند ہی سے زیادہ خریداری کرتی ہوں، بس کچھ معاملات پر اپنی مرضی چلاتی ہوں۔

۹۔اکثر چاند رات ہم سارے کزنز ایک ساتھ ہوتے ہیں ماموں زاد، عموماً خالہ زاد اور کبھی صرف خالہ زاد کزنز ساتھ ہوتی ہیں تب ہم لڑکیاں مہندی لگاتی ہیں خاندان میں، مجھے اور میری ایک کزن کو مہندی لگانا آتی ہے، تو بس پھر ہماری ذمہ داری بن جاتی ہے سب کے ہاتھ لال پیلے کرنے کی اور آخر میں جب بے حد تھک جاتے ہیں پھر ایک دوسرے کو لگا لیتے ہیں اور پھر آئسکریم وغیرہ کے لیے نکلتے ہیں، کبھی طارق روڈ اور کبھی بہادر آباد کی طرف، یہ سارے لمحات بہت خوب صورت ہیں اور یہ ساری چاند راتیں میرے لیے بے حد خاص رہی ہیں۔

میک اپ سے پہلے چہرے کی کلینزنگ ضرور کریں اور عرق گلاب کا استعمال کریں، اس سے ہوتا یہ ہے کہ آپ کا چہرہ تروتازہ ہو جاتا ہے اور میک اپ بھی بہترین ہوتا ہے۔

حمیرا نوشین ...... منڈی بہاؤالدین

۱۔پہلی عیدی سسرال والوں کی طرف سے جب آئی تو

تاثرات نارمل سے تھے۔ کیونکہ عیدی بھی تو نارمل سی آئی تھی۔ بہرحال خلوص دل سے دی گئی معمولی چیزیں بھی اپنی اہمیت رکھتی ہیں۔ سو سوٹ سلوا کر چوڑیاں پہن کر کچھ لمحے تو ہم نے بھی خوش کن احساس تلے گزرے۔

۲۔ خواتین کا ہار سنگھار ہمیشہ تاخیر کا سبب بنتا ہے یہ بات کافی حد تک درست ہے۔ مگر تمام خواتین اس زمرے میں نہیں آتیں۔ میرا شمار ایسی خواتین میں ہوتا ہے جو صرف پانچ منٹ تیاری میں لگاتی ہیں۔ بعض اوقات کہیں جانے کا اچانک ہی پروگرام بن جاتا ہے اور میں اپنے شوہر سے کہتی ہوں آپ بائیک نکالیں میں آتی ہوں۔ پریس شدہ کپڑے ہمیشہ ہینگ ہوئے ملتے ہیں ہلکا پھلکا میک اپ میں چند لمحوں میں کر کے میں باہر کی راہ لیتی ہوں۔ میکہ ہو یا سسرال احباب ہو یا رشتہ دار یا آؤٹنگ کے لیے نکلنا ہو میں تیاری میں تاخیر نہیں کرتی نہ جانا ہو تو صاف لفظوں میں انکار کر دیتی ہوں کہ پھر کسی دن چلیں گے۔

۳۔ عید کی شاپنگ میرے شوہر ذوق و شوق سے کراتے ہیں کہ یہ ہمارا مذہبی تہوار ہے۔ خواتین کا حق ہے سو وہ ہمیشہ کھلے دل و ہاتھ کا مظاہرہ کرتے ہوئے خوب شاپنگ کراتے ہیں۔

۴۔ رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں ہر انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ جتنا اپنے رب کو راضی کر سکتا ہے کر لے۔ سحری کے اوقات سے لے کر افطار تک مختلف وظائف و تسبیحات کا ورد جاری رہتا ہے۔

۵۔ گھریلو امور میں عید کی تیاری کے حوالے سے ہر کام ہی میرے سپرد ہوتا ہے۔ کیونکہ میں گھر کی واحد خاتون ہوں۔

۶۔ عید پر پہنے جانے والے لباس میں شروع ہی سے شلوار قمیص بہت پسند ہیں۔

۷۔ عید کی شاپنگ ہمیشہ اپنے شوہر کے ساتھ ہی کرنا پسند کرتی ہوں۔ مخصوص دکانیں ہیں وہاں جا کر بغیر بارگیننگ کے مطلوبہ چیزیں خرید لیتی ہوں۔

۸۔ صبح عید کی تیاری کے لیے میں تو بہنوں کو یہی کہوں گی کہ چاند رات کو چیزیں ترتیب دے کر رکھ لیں تا کہ صبح ہر کام وقت پر بھی ہوگا اور ہم زحمت سے بھی بچ جائیں گے اور مہمانوں کو بھی وقت دے سکیں گے۔

میرا سب بہنوں کو یہی پیغام ہے کہ عید کے دن ہمیں اللہ کی طرف سے انعام ملا ہے سو اس دن بھی اپنی نمازوں کی ادائیگی کو اپنا معمول بنائیں اور اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔ سب قارئین کو میری طرف سے عید مبارک۔

نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

۱۔ سسرال والوں کی طرف سے جب پہلی عیدی آئے گی تو لکھیں گے کہ تاثرات کیا ہوتے ہیں۔ ابھی تو اس تجربے سے نہیں گزرے۔

۲۔ عید کے دن کا تو پورا دن ہی بہت خاص ہوتا ہے خاص طور پر سب فرینڈز رشتے داروں کا اکٹھا ہونا ایک دوجے کے گھر آنا جانا عید کے دن معمول سے ہٹ کے ظاہر ہے ساری روٹین ہوتی ہے، کوکنگ اور عید کے دن ہم بھی اپنی سب فرینڈز کے گھر جاتے ہیں اور ہمارے ہاں آتی ہیں تو عید کے دن یہی معمولات ہوتے ہیں۔ کھانا پینا، گپ شپ، انجوائے سب کے ساتھ۔

۳۔ میں کوئی لمبا چوڑا ہار سنگھار تو نہیں کرتی بس سمپل سا تیار ہوتی ہوں۔ سو کہیں بھی جانے کے لیے میں جھٹ پٹ ہی تیار ہوتی ہوں۔ (ویسے بھی بقول اماں جی اور ہماری فرینڈز کے نوشی تم کو تو تیار ہونے کی ضرورت ہی نہیں ماشاءاللہ تم سمپل ہی اتنی پیاری لگتی ہو معصوم سی۔ بہت خوب صورت شہزادی ہو ہماری تم) اور جناب یہ تو ان کی محبت ہے ورنہ میں تو کچھ بھی نہیں بہت عام سی نوشی کو یہی محبتیں ہیں جنہوں نے خاص بنا رکھا ہے سو کمال سارا ان سب محبتوں کے مان کا ہے ماں کی ممتا بھری نظروں کا ہے جو مجھے دیکھتی ہی اتنے پیار سے ہیں کہ انہیں لگتا ہے ان کی بیٹی کو کسی ہار سنگھار کی ضرورت نہیں۔

۴۔ عید کی شاپنگ کے لیے ہمیں بھائیوں اور ابو جی کی طرف سے بنا مانگے ہی رمضان میں پیسے مل جاتے ہیں۔ ماشاءاللہ سب ہیں ہی بہت کھلے دل کے اور فراخ دلی سے شاپنگ کے لیے پہلے ہی رقم دے دی جاتی ہے سو اس کے لیے کبھی کوئی ایشو نہیں ہوا کہ جیب خالی کیسے کرائی ہے۔

۵۔ رمضان میں قرآن کی تلاوت معمول سے زیادہ کرنے کی کوشش کرتی ہوں اور مختلف تسبیحات کا ورد بھی جاری رہتا ہے ساتھ کوشش ہوتی ہے کہ جتنا بھی ہو سکے باوضو اور درود و سلام پڑھتی رہوں

۶۔ گھریلو امور میں میرے سپرد شروع سے ہی گھر کی آرائش و زیبائش اور شاپنگ اور ساری تیاری ہی تقریباً مجھے کرنی

ہوتی ہے۔ کوکنگ پھر ایسے میں سسٹر سنبھال لیتی ہے اور میرا کام عید کی تیاری کے لیے گھر کی صفائیاں ساتھ سب کی شاپنگ وغیرہ کرنا ہوتی ہے۔

۷۔ لباس میں مجھے ٹراوزر اور شرٹ وو ڈوپٹہ پسند ہیں اس کے علاوہ فراک، چوڑی دار پاجامہ اور سمپل شلوار قمیص بھی پسند ہے۔

۸۔ عید کی شاپنگ میں اپنی اماں جی اور سسٹر کے ساتھ کرتی ہوں کبھی بھائیوں کے ساتھ بھی چلی جاتی ہوں۔

۹۔ چاند راتیں تو سب ہی بہت خوب صورت ہوتی ہیں مگر ابھی تک کوئی خاص یادگار چاندرات نہیں جو قابل ذکر ہو اور جیسا آپ نے پوچھا سوال کہ جس کا حسن فسوں خیز آج بھی سحر میں مبتلا کردے تو فی الحال تو کچھ نہیں۔

۱۰۔ تیاری میک اپ جیسا کہ میں نے کہا میں بہت زیادہ نہیں کرتی بس نارمل سمپل سا میک اپ سو کوئی میک اپ ٹپ تو نہیں دے سکتی اب آخر میں یہی سب سے کہنا ہے کہ آپ سب کو بہت عید مبارک ہو اور عید کی خوشیوں میں ان لوگوں کو مت بھولیے گا جو یہ خوشیاں بھرپور طرح سے نہیں منا سکتے اپنوں کا اور سب کا بہت خیال رکھیے گا بہت عرصے بعد آنچل کے کسی سروے میں شامل ہوئی ہوں دعاؤں میں یاد رکھیے گا ہمیشہ، اللہ حافظ۔

مریم مرتضیٰ......

۱۔ ابھی تک تو آئی نہیں۔

۲۔ میری عید ننھیال میں ہی ہوتی ہے اور ہر عید یادگار ہوتی ہے اور یہی بات مجھے پسند ہے۔

۳۔ دیر سویر لگی رہتی ہے کچھ کہا نہیں جاسکتا۔

۴۔ چونکہ میں گھر میں بہت لاڈلی ہوں اس لیے جو مانگا مل گیا کسی ٹوٹکے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

۵۔ کوشش کرتی ہوں کہ قرآن پاک کی تلاوت کرسکوں اور درود پاک ﷺ پڑھتی رہوں۔

۶۔ کپڑے پریس کرنا

۷۔ میں قمیص شلوار ہی زیادہ پہنتی ہوں البتہ عید کے دنوں میں فراک کو زیادہ فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

۸۔ امی کے ساتھ۔

۹۔ چاندرات مہندی لگانے میں اور ٹی وی دیکھتے گزر جاتی ہے۔ ہر چاندرات دلچسپ تھی۔

۱۰۔ وہ پہنیں جو آپ پر سجے اور اتنا میک اپ کریں جتنا آپ پر جچے اگر آپ پر ڈارک میک اپ نہیں جچتا تو پھر خوامخواہ منہ پر بے کار کا نہ تھوپیں لائٹ سا میک اپ کریں عید کو خوشگوار بنائیں۔

شبینہ گل...... راولپنڈی

۱۔ میری شادی چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ تھا اس لئے درمیانی وقفے میں محض ایک عید الفطر حائل تھی۔ ہمارے ہاں رسم ورواج کی ہمیشہ حوصلہ شکنی کی جاتی ہے کیونکہ بلا وجہ کے رسم و رواج محض خوف اندیشوں اور بدگمانیوں کو جنم دیتے ہیں جو بڑھتے بڑھتے نفرتوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ اس لئے بھی چوڑی عیدی نہ بھی ہم نے بھیجی نہ وصول کی۔ چونکہ تحفہ لینا دینا اہم ہے اس لئے صرف ایک سوٹ کا لین دین ہوتا تھا۔ میرا تعلق پشاور سے ہے اور سسرال راولپنڈی میں ہے، سبھی شادی کی تیاریوں میں مگن تھے سو سوٹ کا تبادلہ بھی کوریئر کے ذریعے ہوا۔ بے حد خوب صورت میجنٹا کلر کا شیفون کا فینسی سوٹ تھا جو میری عیدی کے طور پہ آیا تھا اور اپنی اقدار کا علم ہونے اور ان پر دل سے قائل ہونے کی بنا پہ مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں ہوا تھا بلکہ دلی خوشی ہوئی تھی۔

۲۔ عید کے دن کی بس یہی بات اچھی لگتی ہے کہ وہ عید ہوتی ہے۔ میرے سسرالی خاندان میں کافی دعوتیں وغیرہ ہوتی ہیں۔ یوں بھی آج کل کی مصروف زندگی میں میل ملاقات خاص مواقع تک ہی محدود ہوکر رہ گیا ہے۔ پہلے دن تیار ہو کے سسرال جاتے ہیں دن کا کھانا وہاں ہوتا ہے پھر ڈنر میں الگ فیملی گیٹ ٹو گیدر ہوتی ہے۔ اگلا دن بھی کچھ ایسا ہی گزرتا ہے۔ ایک دن ساس سب کی دعوت رکھتی ہیں۔ بیچ میں ایک دقت کی دعوت کے لیے ہم بہوئیں اپنے اپنے میکے بھی جاتی ہیں یوں عید تمام ہوجاتی ہے۔

۳۔ الحمدللہ میں سادگی پسند ہوں۔ شادی کے اولین دنوں میں تھوڑا بہت میک اپ کا اہتمام کرلیا جاتا تھا لیکن اس میں بھی تاخیر کبھی نہیں کی۔ اور اب تو عیدیں گرمی کے موسم میں آتی ہیں جس میں ایک لپ سٹک تک لگانے سے الجھن ہوتی ہے۔ کسی بہت خاص موقع کے لیے خاص تیاری کرنی ہو تب بھی بیس سے پچیس منٹ کافی ہوتے ہیں۔ یہ میرا ریکارڈ ہے کہ میرے ہار سنگھار کی وجہ سے کبھی بھی کسی کو تاخیر کی کوفت نہیں اٹھانا پڑی۔ ویسے بھی ڈھلے چہرے کے ساتھ تیاری تو محض پانچ

سنت مانگتی ہے۔

۴۔آپ کے اس شاندار سے سوالنامے کو پڑھ کے مجھے تو لگ رہا ہے میرے جوابات میں کوئی رنگ ہی نہیں۔ میں جیب خالی کروانے والیوں میں سے بھی نہیں ہوں اس بات کی تصدیق بھی کروائی جاسکتی ہے ہاہاہا۔ مجھے میرے شوہر جیسا بجٹ بتا دیتے ہیں میں اسی کی حد میں شاپنگ کرلیتی ہوں۔ ویسے بھی ایک سوٹ اور سینڈل کے علاوہ میری کوئی شاپنگ نہیں ہوتی۔ کیونکہ میں جیولری بھی نہیں پہنتی۔ یہ تو آپ کے سوالنامے سے مجھ پہ راز کھلا کہ میں کتنی معصوم سی بیوی ہوں ہاہاہا۔

۵۔عبادات بتانے یا گنوانے کی چیز نہیں اور میں بہت زیادہ دیندار بھی نہیں بس سادہ سی نماز اور قرآن ہی معمولات کا حصہ ہوتا ہے۔

۶۔میرے ذمے کوئی خاص کام نہیں ہوتا میں صرف سسرال جاکر عید مناتی ہوں سب وہیں جمع ہوتے ہیں اس لیے مجھ پر بالخصوص کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی۔

۷۔صرف اور صرف شلوار قمیص، خوب صورت مگر آرام دہ۔

۸۔شاپنگ کسی بھی قسم کی ہو میں اپنے شوہر کے ساتھ ہی جا کر کرتی ہوں۔

۹۔زندگی کی کوئی بھی چاندرات ان چاندراتوں سے زیادہ فسوں خیز اور خوب صورت نہیں ہوسکتی جو بچپن میں گزاریں۔ ننھی سہیلیوں کے ساتھ آڑے ترچھے مہندی کے نقش و نگار بنانا، پی ٹی وی پر چاندرات کے نت نئے پروگرام دیکھنا، امی کے عید کے لیے تیار کیے جانے والے پکوانوں کی ابتدائی تیاری دیکھنا اور شیر خرمے کے لیے کاٹے گئے پستہ بادام اڑانا، محلے میں پھر کر سہیلیوں کی امیوں سے منت کرکے ان کے عید کے سوٹ دیکھنا اور اپنا چھپالینا۔ پھر رات کو ڈیڈی کے ساتھ بازار جا کر چوڑیاں پہننا اور رات گئے اپنے عید کے سوٹ کو آنکھوں میں بسا کر سوجانا۔ کیا اس سے زیادہ سہانی بھی کوئی چاندرات ہو سکتی ہے؟ بےفکری اور عیش سے بھرپور۔

۱۰۔میٹھی عید کے لیے ایک میٹھی ڈش

dipsChocolate

چند کیلے چھیل کر ایک ایک انچ موٹائی میں کاٹ لیں اور آدھے گھنٹے کے لیے فریزر میں رکھ دیں۔ چاکلیٹ چپس یا کوئی اچھی چاکلیٹ پگھلا کر کیلے کا ایک ایک ٹکڑا اس چاکلیٹ میں ڈپ کریں اور ناریل پاؤڈر سے کوٹ کرکے مزید آدھے گھنٹے کے لیے فریزر میں رکھ دیں۔ اس کے بعد آپ اسے فریج میں رکھ سکتی ہیں، ٹھنڈا ٹھنڈا سرو کریں۔

میٹھی عید کی آسان نمکین ڈش

سلائس پوٹیٹو

کچے آلو چھیل کر اوپر سے ٹوپی کی صورت ٹکڑا کاٹ لیں۔ آلو کو گول کٹر کی مدد سے اندر سے کھوکھلا کردیں۔ بھنے ہوئے قیمے میں موزریلا چیز کش کرکے مکس کریں اور آلوؤں میں بھر کر اوپر سے آلو کا ڈھکن رکھ دیں۔ اسے آٹے کی لئی سے بند کرکے ڈیپ فرائی کرلیں۔ بیک بھی کیا جاسکتا ہے۔ تھوڑا ٹھنڈا ہوجائے تو سلائس کاٹ کر سرو کریں۔

حنا اشرف...... کوٹ ادو

۱۔سب سے پہلے آنچل ڈائجسٹ کی ٹیم، مصنفین اور قارئین کو محبتوں بھرا اسلام اور عید مبارک اللہ پاک سے دعا ہے کہ یہ عید آپ سب کے لیے خوشیوں کا باعث بنے، آمین ثم آمین۔

۲۔مجھے عیدی دوستوں اور گھر والوں کی طرف سے ملتی ہے سسرال کا فی الحال کہیں نام و نشان نہیں۔

۳۔عید کا دن خاص ہوتا ہے تبھی اس کی ہر بات ہی خاص ہوتی ہے اور معمولات کام، کام اور کام۔

۴۔جی بالکل خواتین کے ہار سنگھار ہمیشہ تاخیر کا سبب بنتے ہیں مگر ہمارے ساتھ ایسا بالکل نہیں ہے کیونکہ زیادہ ہار سنگھار پسند نہیں، شمع باجی اور نانو اماں کے گھر جانے کے لیے جھٹ پٹ تیار ہوجاتی ہوں اور زیادہ کہیں جاتی بھی نہیں۔

۵۔عید کی شاپنگ امی یا پھر بہن کرکے آتی ہیں، ہمیشہ ابو جی کی جیب خالی کراتے ہیں بھائی چھوٹا ہے ہم سے ماشاءاللہ جیب تو اس کی بھی بھری رہتی ہے مگر ہے وہ کنجوسوں کا سردار۔ معذرت ڈیئر جنید بھائی (بات تو سچ ہے مگر بات ہے.....)

۶۔وہ تسبیحات وظائف جو مجھے زبانی یاد ہیں انہی کو زیادہ معمول بناتی ہوں۔

۷۔عید کی تیاری کے حوالے سے زیادہ تر کوکنگ کا کام میرے سپرد کیا جاتا ہے۔

۸۔پسندیدہ لباس لانگ شرٹ اور ٹراؤزر ہے۔

۹۔عید کی شاپنگ زیادہ تر امی اور بڑی بہن ہی کرکے آتی ہیں ان کی پسند مجھے پسند ہے اگر کبھی میں خود جاؤں تو بہن اور

نانو اماں کے ساتھ جاتی ہوں۔

۱۰۔ فی الحال تو ایسی کوئی چاند رات نہیں آئی عید کے حوالے سے میری طرف سے یہ ٹپ آپ کے لیے، صبح جلدی اٹھ کر تیار شیار ہو کر سج سنور کر ای ابو سے عیدی لے کر کچن میں تشریف لے جائیں پھر وہاں سے پیٹ پوجا کر کے سب کاموں کو بائے بول کر مہارانیوں کی طرح دوسروں کو حکم دیں اور خدمتیں کرا کر سارا دن مزے سے گزاریں یقین مانیں بڑا خوب صورت اور یادگار دن گزرے گا۔

ریمل آرزو ..... اوکاڑہ

ا۔ پہلے سوال کا جواب نہیں دے سکتی کیونکہ ایسا موقع نہیں آیا۔

۲۔ عید کے دن کی خاص بات ڈھیروں عیدی ملتی ہے اور ہاں عید پہ لوڈشیڈنگ نہیں ہوتی گویا ہم غریبوں کی بھی عید ہوتی ہے۔ (ہاہاہا)

۳۔ ہار سنگھار اور کہیں آنے جانے کا کوئی شوق نہیں۔

۴۔ عید کی شاپنگ کے لیے بابا جان کی جیب خالی کروانا اماں جان کا کام ہے سو ہم اس فکر سے آزاد۔

۵۔ رمضان المبارک کے تینوں عشروں کی مخصوص دعائیں اور درود شریف کی تسبیحات کو معمول بناتی ہوں اور تلاوت قرآن کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی عبادات اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے۔ آمین

۶۔ گھریلو امور میں عید کی تیاری کے لیے جو بھی کام کیا جاتا ہے اس کا مشورہ ہم سے لیا جاتا ہے بس یہی ہمارا کام ہے اور کوئی کام ہمارے سپرد نہیں کیا جاتا۔

۷۔ سادہ سی لڑکی ہوں فیشن سے کوئی خاص دلچسپی نہیں سادہ لباس پسند کرتی ہوں ہاں مگر عید پہ مہندی لگانا نہیں بھولتی۔

۸۔ عید کی شاپنگ ماما جانی اور سسٹر کرتی ہیں وہ جو بھی لا دیں ہنسی خوشی قبول کر لیتی ہوں ویسے ان کی پسند بہت اعلیٰ ہے۔

۹۔ سحر انگیز یادگار چاند رات ابھی تک تو نہیں آئی ویسے مجھے عید کی رات کو بھی چاند نظر ہی نہیں آیا شاید میری دور کی نظر کمزور ہے۔ ہاہاہاہاہا

۱۰۔ اف عید کی تیاری کے حوالے سے کوئی ٹپ کیا دوں کہ بالکل سگھڑ نہیں ہوں سو معذرت قبول کیجیے اور عید کی ڈھیروں مبارکباد بھی قبول کیجیے۔

قرۃ العین سکندر ..... لاہور

ا۔ سسرال کی جانب سے پہلی عیدی شادی سے پہلے آئی تھی ہمارا نکاح کئی ماہ پہلے ہو چکا تھا رخصتی چند ماہ بعد ہوئی۔ بہت خوشی ہوئی تھی۔

۲۔ عید کے دن کی صبح کے وقت کی ہلچل بہت پسند ہے۔ سب کی تیاری خاص کر میاں جی اور بیٹے محمد قاسم کی تاکہ وقت پر نماز عید کے لیے روانہ ہو سکیں۔ عید کے دن کا بیشتر وقت کچن کے کاموں میں صرف ہوتا ہے۔ سب کے من پسند کھانے کا اہتمام کرنے میں۔

۳۔ ہار سنگھار تو عید کے دن ایک جزو لازم کی طرح ہے۔ پھر میاں بھی عید کے دن بنا سنورا دیکھنے کے متمنی ہیں۔ میں کسی بھی جگہ جانے کے لیے وقت سے کچھ پہلے ہی تیار ہو جاتی ہوں۔

۴۔ شادی شدہ ہوں تو تنگ بھی میاں جی کو کروں گی مگر مزے کی بات شاید کوئی یقین نہ کرے میری ساری شاپنگ وہ خود کر کے لاتے ہیں کئی سالوں سے میں بازار نہیں گئی جو بھی لا دیں راضی خوشی اوڑھ لیتی ہوں بے جا حیل و حجت نہیں کرتی۔

۵۔ رمضان المبارک میں درود شریف کی کثرت ہوتی ہے کوئی دعا ادھوری نہیں رہتی جب لب پر نام ہو پیارے نبی ﷺ کا۔

۶۔ گھر گرہستی کے سبھی کام ذمہ داریوں میں شامل ہوتے ہیں اور پوری ذمہ داری سے کرتی ہوں۔ مگر کوکنگ خاص طور پر کیونکہ میرے بیٹے کا کہنا ہے امی سے اچھے رائس کوئی نہیں بنا سکتا۔ سسرال میں بھی اس کی فرمائش ہوتی ہے۔

۷۔ جو لباس میرے خاوند لا دیں وہی میرا بھی پسندیدہ لباس ہوا کرتا ہے۔

۸۔ عید کی شاپنگ میرے مجازی خدا خود ہی کرتے ہیں اور ان کی چوائس اعلیٰ ہوتی ہے۔ میچنگ جیولری بھی۔

۹۔ شادی سے پہلے نکاح کے بعد آنے والی پہلی چاند رات۔

۱۰۔ عید کے لیے چاند رات کو ہی سویٹ ڈش بنا لیتی ہوں۔ شیر خرمہ اور بچوں کی الگ فرمائش کھیر کی ہوتی ہے۔ ٹپ یہی ہے کہ عید سے قبل کھانوں میں ڈالنے والے مسالہ جات کو پہلے سے تیار رکھیں تاکہ وقت کی بچت بھی ہو اور سب جھٹ پٹ تیار ہو جائے۔ میری طرف سے سب کو عید مبارک خاص کر ای ابو

جی کو کیونکہ وہ بیرون ملک مقیم ہیں اور عید اب ادھوری سی لگتی ہے۔

صباحت رفیق ...... گوجرانوالہ

ا۔ہائے ہزاروں خواہشیں ایسی کہ......!ابھی تو بس شدت سے اُس دن کا انتظار ہے۔

۲۔عید کے دن نئے کپڑے پہننا اور تیار ہونا مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ معمولات یہ ہوتے ہیں کہ مرد حضرات عید کی نماز پڑھنے کے بعد گھر آنے کے بعد کچھ میٹھا کھاتے ہیں۔ ماموں اور نانو کے علاوہ تائی امی کی فیملی نماز پڑھنے کے بعد سیدھا ہمارے گھر آتے ہیں۔ پھر ہم سب سے پہلے نانو کے گھر کا چکر لگا کے آتے ہیں۔ مامی کے ہاتھ کے بنے لوبیا چنے اور کوک پی کے دوبارہ گھر۔ پھر ساتھ تائی امی کے گھر جا کے سب سے مل کے گپ شپ کرنے کے بعد گھر آ کے باجی کے ہاتھ کے بنے دہی بڑے کھاتے ہیں اور پھر دوپہر کو دوبارہ نانو کے گھر ہم اور خالہ کی فیملی اکٹھے ہو کے دوپہر کا کھانا کھاتے ہیں۔ جو عید پہ اسپیشلی ہمارا نانو کے گھر بنتا ہے۔ اُس کے بعد شام میں کسی ایک دوست کے گھر چکر لگتا اور پھر رات کو دوسرے والے تایا ابو کے گھر۔ یوں ہمارا عید کا دن گزرتا ہے۔

۳۔نانو کے گھر جانے کے لیے جھٹ پٹ تیار۔ جب تایا ابو کے گھر یا کسی دوست کے گھر جانا ہو پھر تاخیر ہو جاتی ہے۔

۴۔نہ ہی تو شوہر ہے ابھی اور نہ ہی بھائی ہے۔

۵۔نماز تسبیح اور اس کے علاوہ ہر عشرے کی دُعائیں۔

۶۔نہ جی میں تو عام روٹین میں کوئی کام نہیں کرتی تو پھر عید پہ تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ آخر کو تین بڑی بہنیں ہیں اور دو چھوٹی۔ وہ سب مل کے کام کرتی ہیں۔ میں بس بیٹھ کے کھاتی ہوں۔

۷۔مجھے فراکس اور لہنگا وغیرہ پہننا پسند ہے۔ لیکن اکثر عید پہ شلوار قمیص ہی مقدر بنتی ہے۔

۸۔عموماً بہنوں کے ساتھ جا کے۔

۹۔الحمدُ اللہ مجھے تو ہر چاند رات کا حسن اپنے فسوں خیز سحر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جو خوشی اور احساسات چاند رات پہ ہوتے ہیں وہ پورے سال میں پہلے کبھی نہیں ہوتے۔

۱۰۔میں میک اپ کے لیے بھی اپنی بہنوں پہ ڈیپینڈ کرتی ہوں تو آپ کو کیسے کوئی ٹپ بتا سکتی ہوں؟

فضہ ہاشمی.....عارف والا

جواب نمبر ا:شادی ابھی ہوئی نہیں اس لیے اس بارے میں قبل از وقت کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

جواب نمبر ۲:عید کے دن کے حوالے سے کوئی خاص بات وہ یہ ہے مجھے نماز عید بہت پسند ہے اور میری کوشش ہوتی ہے کہ جتنا بھی کوئی نیک کام ہو سکے کروں زیادہ دعا نماز حاجت وغیرہ پڑھی جا سکے کوشش ہوتی ہے کہ ابو اور بھائی لوگ جا کے جلدی جلدی نماز عید پڑھ لیں عید کے لیے کچھ اور لوں نہ لوں چوڑیاں جوتے اور ایک مہنگا والا سوٹ تو ضرور ہونا چاہیے جبکہ امی ابو کہتے ہیں کہ عید چونکہ شکر کا دن ہے اس لیے زیادہ سے زیادہ شکر کرنا چاہیے

جواب نمبر ۳:کبھی ایسا ہوا ہی نہیں کہ میں جلدی جانے کے لیے تیار ہوئی ہوں ہمیشہ سب سے آخر پہ تیار ہونا مابدولت کا ریکارڈ ہے جسے چاہنے کے باوجود کوئی نہیں توڑ سکا چاہے میک اپ کرنا ہو یا نہ کرنا تاخیر سے تیار ہونا میری ایک اضافی خوبی ہے چاہے بھائی بولے یا پھر میری آپا کیونکہ کہیں بھی جانا ہو وہ تو رات کو ہی تیار ہو جاتی ہیں ایسا صرف میرا خیال ہے۔

جواب نمبر ۴:عید کی شاپنگ والا سوال کافی دل دہلانے والا سوال کیا ہے آپ نے ابو اور بھائی سے شاپنگ کی مد میں من پسند پیسے لینا کافی مشکل کام ہے خوب ستانے کے بعد بھائی پیسے دیتا ہے۔

جواب نمبر ۵:ہر طرح کی تسبیحات شامل ہوتی ہیں جس تسبیح کی اللہ تعالیٰ زیادہ توفیق دے بس وہی ورد زبان رہتی ہے کوشش ہوتی ہے کہ صلوٰۃ تسبیح کی ضرور ادائیگی ہوتی رہے۔

جواب نمبر ۶:کوکنگ سے الرجک ہوں اس دن ساری کوکنگ امی اور آپا کی ذمہ داری ہوتی ہے ہاں اگر پکوڑے یا چپس بنانا ہو تو پھر مابدولت کی باری آتی ہے۔

جواب ۷:جو فیشن کا ٹرینڈ ہو وہی چل جاتا ہے لیکن فیشن کے مطابق شلوار قمیص ہونا ضروری ہے۔

جواب نمبر ۹:چاند رات کا فسوں خیز واقعہ اب تک تو کوئی نہیں لیکن بچپن میں جب امی رات کو مہندی لگاتی تھیں تب ان کا سحر عید تک حواس پہ چھایا رہتا تھا۔

(باقی شمارہ اگست میں ملاحظہ فرمائے)

چراغ تمنا
رفعت سراج

قسط نمبر 3

غم سے مرتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی
کہ کرے تعزیت مہر و وفا میرے بعد
آئے ہے بے کسی عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد

گزشتہ قسط کا خلاصہ

پیاری اضطراب کی کیفیت سے دوچار ہوکر مشہود کو یاد کرتی ہے جس پر مانو پھوپو اسے سمجھاتی ہیں اور صبر کی تلقین کرتی ہیں پیاری کے ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی پھوپو کی باتوں سے اسے اندازہ ہوجاتا ہے کہ اللہ نے دانیال کے طفیل اسے پُرشفیق خاتون سے ملوادیا تھا۔ مانو آپا پیاری کو لے کر گھر آجاتی ہیں، گھر کا ظاہر مکینوں کی خوش حالی ظاہر کرتا پیاری کو دکھائی دیتا ہے۔ مانو آپا پیاری کو اپنے روم میں رکھنے کا کہتی ہیں پیاری کو عالی جاہ کی نظر میں بے باکی ہسپتال میں ہی نظر آگئی تھی اس لیے اسے مانو آپا کے کمرے میں ہی رہنا غنیمت لگا جبکہ وہ اس وقت مانو آپا کی خواہش سے بھی بے خبر تھی۔ دانیال اور عالی جاہ گھر میں آگے پیچھے ہی داخل ہوتے ہیں جس پر عالی جاہ دانیال کو دیکھ کر مشینی انداز میں اپنائیت کا اظہار کرتا ہے جبکہ دانیال کی نظریں مسلسل پیاری کو کھوج رہی ہوتی ہیں۔ عالی جاہ دانیال سے پیاری کی بابت پوچھتا ہے جس پر دانیال ٹال جاتا ہے وہ عالی جاہ کی فطرت سے واقف ہوتا ہے تب ہی پیاری لاؤنج میں آتی ہے جس پر عالی جاہ معنی خیزی سے پیاری کو دیکھتا رہ جاتا ہے۔ مانو آپا نماز سے فارغ ہوئی تھیں انہوں نے پیاری کا کمرے سے جانا اور واپس آنا محسوس کیا تھا وہ پیاری کو اس کی طبیعت کی وجہ سے لان میں چہل قدمی کے لیے کہتی ہیں جبکہ پیاری باہر عالی جاہ اور دانیال کی موجودگی کا بتاتی ہے پیاری کو اپنے گھر کی آزادی یاد آجاتی ہے۔ دانیال کو عالی جاہ اور پیاری کا ایک چھت کے نیچے رہنا کسی خطرے سے خالی نہیں لگتا عالی جاہ کی بے باک نگاہیں غیر محتاط انداز گفتگو دانیال کے دل میں اٹک کر رہ جاتا ہے۔ دانیال مشہود کی تلاش میں بھی سرگرم ہوتا ہے۔ رشنا کی ماں میمونہ سعدیہ سے دوٹوک بات کرنے آتی ہیں جبکہ دونوں گھرانوں میں بزنس کے حوالے سے مضبوط تعلق قائم تھا۔ سعدیہ سارا الزام مانو آپا پر رکھ دیتی ہیں جس پر میمونہ اشتعال کا شکار ہوتی ہیں۔ رشنا کے لیے پہلے مانو آپا نے دست سوال کیا پھر دانیال کے لیے سوال کیا تھا۔ کمال فاروقی کو میمونہ اور سعدیہ کی آواز اپنے کمرے سے باہر لے آتی ہے۔ کمال فاروقی میمونہ سے بات کرکے معاملے کو سلجھانا چاہتے ہیں جبکہ میمونہ سعدیہ کو اپنے غصہ کا نشانہ بناتی کمال فاروقی سے معذرت کرتی گھر سے نکل جاتی ہے۔ کمال فاروقی بھی سارا الزام سعدیہ پر رکھ دیتے ہیں ان کی نظر میں میمونہ کا غصہ بجا ہوتا ہے۔ مانو آپا پیاری کو اپنے ماضی سے آگاہ کرتی ہیں وہ خود اس کے حالات جاننا چاہتی تھیں۔ مانو آپا پیاری کا اعتماد قائم کرنا چاہتی ہیں، مانو آپا باتوں کے دوران ہی عالی جاہ کی شادی کا تذکرہ کرتی ہیں اور ساتھ ہی پیاری کو بھی اپنے گھر کی خوشیاں دیکھنے کی دعا بھی دیتی ہیں۔ پیاری اسکول میں پڑھانا چاہتی ہے، مانو آپا دانیال سے مشورہ لیتی ہیں جس پر عالی جاہ ٹوک دیتا ہے اس کے خیال میں وہ پیاری کا پرنسپل میٹر تھا۔ مانو آپا پیاری کے سامنے عالی جاہ کا پرپوزل رکھتی ہے جس پر پیاری بھائی مشہود کے آجانے کا بہانہ گھڑ کر بات کو ٹال دیتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❀......☆☆......❀

مانو پھوپو جاچکی تھیں اپنے حساب سے وہ اسے سوچ بچار کے لیے تنہائی دے گئی تھیں۔ زندگی پر محیط ہونے والا فیصلہ...... منٹوں میں کیسے کیا جاسکتا تھا؟

یہ الگ بات سوچ صدیوں پر بھی محیط ہوجائے فیصلہ تو پل

میں ہوتا ہے گھر میں روزمرہ کام کی کوئی مشین لا کر رکھ دی جائے وہ اس وقت تک جگہ گھیرنے والی ایک شے ہے جب تک وہ ایکٹیو نہ ہو سوچ سوچ ہے...... فیصلہ فیصلہ ہے۔ مشین کا بٹن غلط دب جائے تو مشین کے بگڑنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ فیصلہ غلط ہو جائے تو زندگی بگڑنے کا اندیشہ۔ اس کا ذہن اس وجہ سے شل نہیں ہو رہا تھا کہ اسے فیصلہ کرنا تھا۔ ذہنی دباؤ کی وجہ محبت کی راہ میں درپیش صحرا تھا ہر سمت سے گمان ہوتا تھا کہ یہ سمت اسے صحرا سے باہر نکال دے گی مگر آگے بڑھ کر پتا لگتا کہ مسافر مزید بھٹک گیا ہے۔

"مشہود بھائی آ جائیں خدا کے لیے یہ بے گھری کی آزمائش ہے۔ اپنے گھر میں ہوں گی تو کوئی ہمدردی جتا کر مجھ سے فیصلے نہیں کرائے گا۔" بے بسی کی انتہا پر اس کے آنسو یوں اُبلے گویا بارشوں سے دریا بپھر گئے ہوں۔

❀......☆☆......❀

"پاپا...... یہ...... یہ...... کیا کہہ رہے ہیں، یہ ممکن نہیں ہے۔" دانیال پل میں وہاں آ گیا جہاں پہنچنے میں زمانے لگتے ہیں۔

"کیا مطلب۔ یہ ناممکن کا کیا مطلب ہوا؟ ایک پریشان حال لڑکی کو مستقل ٹھکانہ مل رہا ہے تمہارے مسائل ختم ہو رہے ہیں اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے۔"

"پاپا......! ممی کو کسی کی بات آسانی سے سمجھ نہیں آتی...... مگر آپ تو ناممکن کا مطلب سمجھ سکتے ہیں۔ آپ نے مجھ سے پوچھا۔ پھوپو کو فری ہینڈ دے دیا۔"

"تم پیاری کے گارجین نہیں ہو، فی الحال وہ خودمختار ہے۔" کمال فاروقی دانیال کی کیفیت سمجھ نہیں پا رہے تھے جو سمجھے اس کا جواب دے دیا۔

"میں گارجین نہیں ہوں مگر اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" دانیال نے بالآخر بھاری پتھر لڑھکا دیا۔ کمال فاروقی تو ششدر دیکھتے رہ گئے۔

"یعنی کہ حد ہو گئی تھوڑی دیر اور سوئے رہتے بیٹا۔" اوسان بحال ہوتے ہی انہوں نے طنز کا تیر کمان سے چھوڑا۔

"حالات ہی اس طرح سے چل رہے تھے شادی کی بات کیسے ہوتی، آپ خود ہی سوچیے۔" دانیال نے حقیقت شناسی کی طرف مائل کیا۔ کمال فاروقی کو فطری بات ہضم بھی ہو گئی۔

"کچھ بھی سہی بیٹا، کم از کم تمہیں اسی وقت مجھ سے شیئر کرنا چاہیے تھا جب تمہاری ممی رشنا کے لیے شور مچا رہی تھیں۔" کمال فاروقی کو بہرحال دانیال کی کوتاہی کا شدت سے ادراک ہوا۔

"پاپا اس وقت ہمارے درمیان مشہود تھا میں نے رشنا سے شادی کرنے سے صاف صاف انکار کیا تھا تو اس کی وجہ پیاری ہی تھی۔" وہ مشہود کے خیالات باپ تک نہیں پہنچا سکتا تھا کہ مشہود تو دوستی کو رشتے داری میں بدلنے کا قائل ہی نہیں۔ یہ بتانا تو ایسا ہی تھا گویا کمال فاروقی کو خدانخواستہ مشہود کی آخری وصیت سنا دی ہو۔

"ہوں شکر ہے تم نے مجھے عصر سے پہلے بتانے کا نہیں سوچا...... اور بروقت بتا دیا۔ میں تو شادی کے معاملے زور زبردستی کا قائل ہی نہیں ہوں اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے اپنے طور پر تمہاری ممی سے میں نے بات کی تھی جس کو سن کر وہ کچھ دیر کے لیے اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی تھی، میں اصرار کس بنیاد پر کرتا۔ تم نے تو کبھی اشارۃً بھی کسی حد تک بھی مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔" کمال فاروقی بات بھی کر رہے تھے ساتھ ساتھ ذہن بھی تیز چل رہا تھا کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ سعدیہ کے ساتھ تو ایک عظیم الشان معرکہ خود بخود طے ہو رہا تھا، مگر دو مردوں کے مقابلے میں سعدیہ کی پسپائی بھی یقینی تھی۔

"شکر ہے تمہیں جمعے سے پہلے ہوش آ گیا مگر کام بہت ہے پہلے تو تمہاری ممی سے نپٹنا ہے پھر آپا سے بات کرنی ہے۔" کمال فاروقی عجلت کا شکار ہونے لگے یہ بھی اندیشہ تھا کہ مانو آپا عالی جاہ کو لے کر نہ بیٹھ جائیں، معاملہ اور خراب ہو جائے گا اب کا ایک ہی راستہ تھا کہ پیاری خود ہی عالی جاہ کے لیے انکار کر دے۔

"پھوپو سے تو آپ فون پر بھی بات کر سکتے ہیں۔" دانیال نے کمال فاروقی کو الجھن سے نکالنے کی کوشش کی۔

"ہوں ٹھیک ہے تم اپنا کام کرو میں دیکھتا ہوں۔" کمال فاروقی نے نظروں ہی نظروں میں اپنا سیل فون تلاش کرنا شروع کر دیا۔ دانیال فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا کمال فاروقی کو کارروائی کے لیے فوراً راستہ دینا چاہا تھا۔

❀......☆☆......❀

"ہیں...... کیا مطلب...... رک جاؤں مگر کیوں...... نیک کام میں دیر کیوں؟" مانو آپا پیاری کے سامنے ہی کمال فاروقی کی کال ریسیو کرکے حیران ہو کر سوال کر رہی تھیں۔ بجائے اس کے کہ پیاری کی طرف سے کوئی جواب آتا رکاوٹ باہر سے

آ رہی تھی۔

"آپا ایک مسئلہ ہوگیا ہے..... اس پر تو میں آپ کے پاس آ کر بات کروں گا، فی الحال آپ رک جایئے اور عالی جاہ سے ابھی کوئی بات نہ کیجیے۔" کمال فاروقی بہت مودبانہ انداز میں بہن سے ہمکلام ہوئے۔

"ٹھیک ہے..... یہ بتاؤ کب تک آ رہے ہو۔" مانو آپا کو ایک ادھیڑ بن تو لاحق ہو ہی گئی تھی۔

"بس رات تک آپ سے ملتا ہوں خدا حافظ۔" کمال فاروقی کی طرف سے رابطہ منقطع ہوگیا تھا۔

مانو آپا سیل کان سے ہٹا کر یوں گھورنے لگیں جیسے کمال فاروقی اسکرین سے نکل کر آنے والے ہوں۔ پیاری بظاہر ایک تاریخی ناول پڑھ رہی تھی مگر کان مانو آپا کی طرف ہی لگے ہوئے تھے کچھ واضح تو نہ تھا مگر اندازہ ہو رہا تھا کہ بات اسی کی بابت ہو رہی تھی۔

"پتا نہیں کیا معاملہ ہے۔" مانو آپا بڑبڑائیں۔

پیاری کا جی تو چاہا پوچھے کہ معاملہ کیا ہے مگر مانو آپا کا الجھا ہوا انداز اسے کلام کرنے سے روک رہا تھا۔

❀......☆☆......❀

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس ٹاپک پر ہماری اچھی خاصی تو تو میں میں ہو چکی ہے۔ مجھے تو اس لڑکی کے نام سے ہی چڑ ہو چکی ہے۔" سعدیہ تو آدھی بات سن کر ہی ہتھے سے اکھڑنے لگیں۔

"مگر تمہارے بیٹے کو محبت ہو چکی ہے۔" کمال فاروقی نے برجستہ کہا۔

"مرد ذات اور کسی سے محبت کر جائے، اس سوسائٹی میں لو میرج کر کے دشمنیاں چلا کر دوسری شادی بھی کر لی جاتی ہے۔ کوئی مردوں سے پوچھے تو وہ اس ایک زندگی میں کتنی محبتیں کرتے ہیں۔" سعدیہ نے تو جیسے کانوں پر ڈھکن لگا کر بولتے چلے جانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

"اس سوسائٹی میں مجھ جیسے مرد بھی ہوتے ہیں دانیال میرا بیٹا ہے بلال بھی سات سال سے ایک ہی کو نباہ رہا ہے..... دونوں بیٹے باپ پر گئے ہیں ناں اور وہ تو مثل بھی مشہور ہے باپ پر بیٹا نسل پہ گھوڑا..... بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا۔"

"مجھے کچھ نہیں سننا۔" سعدیہ نے واقعی کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ "بہو ایسے خاندان سے لاؤں گی کہ چار لوگوں میں عزت ہو رہ گئی محبت..... تو یہ فلمی کہانیوں کی باتیں ہیں۔ جب پیاری سے لاکھ درجے بہتر بیوی ملے گی تو خود بخود سارے نشے اتر جائیں گے۔ مانو آپا سے کہیں وہ عالی جاہ سے بیاہ دیں، یوں بھی اسے ڈھنگ کی لڑکی ملنا مشکل ہے۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کر جانے لگیں اس ٹاپک پر اس سے زیادہ بات کرنا ان کے نزدیک وقت کا زیاں تھا۔

"ایک منٹ سعدیہ بیگم! ہم اپنی اولاد کو بہت سارے معاملات میں پابند کر سکتے ہیں لیکن شادی کسی بھی انسان کا سو فیصد ذاتی معاملہ ہے کیونکہ شادی دو فریقین کے درمیان ہونے والا معاہدہ ہے جو معاہدہ کرتا ہے پابندی بھی اسی کو کرنا ہوتی ہے۔ خدانخواستہ جب کہیں طلاق ہوتی ہے تو ماں باپ بچوں کو طلاق سے کیوں نہیں بچا لیتے، یہ روزانہ طلاقیں کیوں ہوتی ہیں شادی کرانے والے کہاں چھپ کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ جس طرح طلاق کے وقت دو فریق آمنے سامنے ہوتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں اسی طرح شادی بھی سراسر دو افراد کا ذاتی معاملہ ہے۔" کمال فاروقی نے آخری شاٹ بہت سوچ سمجھ کر کھیلنے کی کوشش کی۔

"ماں کا صرف یہی کام ہے پالے پوسے محنت کرے جان مارے اور پھر اپنا بچہ الٹے سیدھے لوگوں کے حوالے کر دے۔" وہ اب بری طرح پھٹ پڑیں۔

"ہاں..... ماں کا یہی کام ہے وہ یہ سب کچھ کرے گی..... مگر اولاد کو ہمیشہ خوش رہنے کی ضمانت نہیں دے سکتی۔"

"بولتے رہیں بولتے رہیں..... یہ تو نہیں ہوگا کسی قیمت پر نہیں ہوگا۔" سعدیہ کو اپنی ہٹ دھرمی اور اڑ جانے کی اہلیت پر کامل بھروسہ تھا۔

"تو پھر سن لو۔ میں کل ہی دانیال کا نکاح پیاری سے کر رہا ہوں، مرضی ہے شرکت کرو..... مرضی ہے بائیکاٹ کرو واک آؤٹ کرو۔" کمال فاروقی کی مردانہ انا کو ضرب کاری لگی تلملائے اور فیصلہ سنا دیا۔

سعدیہ تقریباً باہر جا چکی تھیں وہیں سے پلٹ کر کمال فاروقی کی طرف دیکھا۔

"یہ صلہ ہے میری ساری عمر کی محنت کا۔"

"تمہیں وہ کچھ مل رہا ہے جس کی تم مستحق نہیں تھیں جس شوہر کو اپنی بیوی سے ایک کپ چائے کا بولتے ہوئے سو بار سوچنا پڑے تو لعنت ہے ایسی شادی شدہ زندگی پر۔" برسوں کا

زہر جو روح کے دروں کہیں ملفوف تھا پھٹ کر باہر نکلا اب انہوں نے سعدیہ کے بولنے کا انتظار کیا نہ ہی ان پر نگاہ کی آگے بڑھے اور دروازہ بند کر کے لاک کر دیا بے دخلی کا بڑا ذلت آمیز اشارہ تھا۔

اسی گھر کو جسے آٹھ پہر سجاتی سنوارتی رہتی تھیں بلاشرکت غیرے اپنی راجدھانی سمجھتی تھیں اگر اس کا کوئی دروازہ بند ہو جائے تو وہ سارا زور لگا کر کھلوا بھی نہیں سکتیں۔ بہت سی عورتوں کو علم ہی نہیں کہ مرد پل بھر میں عورت کو اس کی قیمت بتا دیتا ہے۔

”یہ مانو آپا کی سازش ہے اب تو انہیں موقع ملا ہے ساری عمر کے حساب چکانے کا۔ دانیال کو اگر اس فضول سی لڑکی سے محبت ہو گئی تھی تو اس وقت کیوں نہ بولا جب گھر میں رشنا کی بات صبح شام ہو رہی تھی۔ اگر کمال نے واقعی یہ سب کچھ کیا جس کی وارننگ دے رہے ہیں تو میں بھی وہ کروں گی جو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔“ پندار کا شیشہ کرچی کرچی ہو کر بند دروازے کے سامنے بکھرا ہوا تھا۔

اتنا گہرا زخم کمال فاروقی کے فیصلے سے نہیں لگا تھا جتنا دروازہ بند ہونے پر لگا تھا۔ چھوٹی بڑی ضرورت کی ہر شے اسی کمرے میں تھی جس سے بے دخلی کے خاموش احکامات صادر ہوئے تھے۔

❁.....☆☆.....❁
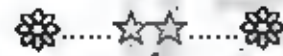
دانیال کئی دن بعد ہیڈ آفس میں اپنے آراستہ و پیراستہ کمرے میں آیا تھا اور کچھ ایسے ڈاکومنٹس فائل کر رہا تھا جن کی بہت زیادہ یاد دہانی کرائی جا رہی تھی۔ کوٹ اسٹینڈ پر لٹکا دیا تھا ٹائی کی گرہ ڈھیلی کر کے شرٹ کا اوپری بٹن کھول کر آرام دہ حالت میں بیٹھا تھا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب دیر تک یہاں سے اٹھنے کا پروگرام نہیں۔ مگر جب اس نے اپنے سیل پر ماں کی کال آتی دیکھی تو سارا دفتر ہی ذہن سے خارج ہو گیا۔

باپ سے سب کچھ کہہ کر شانت ہو گیا تھا اسی لیے لوگوں کی یاد دہانیاں بھی یاد آ گئیں، دفتر، ذمہ داریاں ضروری ملاقاتیں اور بہت کچھ یاد آیا۔ اس لیے کہ اسے سو فیصد یقین تھا کہ کمال فاروقی اور مانو پھوپو کی اہم بات چیت کسی فیصلہ کن نتیجے پر ختم ہو گی۔

سکون کے ساتھ ایک مضبوط یقین کا سہارا بھی مزید تقویت کا باعث تھا کہ ملن چند دن کے فاصلے پر ہے۔ جب ملن

بیٹھیں گے تو سارے گلے بھی جاتے رہیں گے۔ مگر سعدیہ کی کال نے کوئی طبل جنگ بجایا تھا۔ سکون سے چارہ کھاتے ہوئے گھوڑے طبل سن کر ہنہنانے لگے۔ ماحول اچانک ہی تبدیل ہوگیا۔

"السلام علیکم..... ممی.....!" اس کا انداز بلا کا محتاط تھا۔

"دانیال تمہیں ماں کی آئیڈیالوجی کا پتا ہے ناں..... پھر کیوں مجھے ہرٹ کررہے ہو۔ مجھے وہ لڑکی پسند نہیں اور بس..... ہر ماں کو وہ لڑکی زہر لگتی ہے جو کسی ماں سے اس کا بیٹا چھین لیتی ہے۔ یہ محبت وحبت کے ڈرامے کرکے ہم نے جان نہ ماری ہوتی تو یہ پلا پلایا کسی کی نظر میں آتا۔ دیکھو اگر تم نے اس لڑکی سے شادی کی تو میں اس شادی کا بائیکاٹ کروں گی۔" سعدیہ غالباً تواتر سے بولنے کی وجہ سے ہانپ گئیں ورنہ دل تو کرتا تھا ساری بھڑاس ایک سانس میں نکالیں۔ دانیال کے لیے یہ اچنبھا نہیں تھا وہ اسی قسم کے ردعمل کے لیے تیار تھا۔ مشکل یہ تھی کہ مانو پھوپو نے جمعہ سر پر اچھی طرح جمادیا تھا۔ جمعرات تک اگر وہ دانیال کی نہیں تو جمعے کو عالی جاہ کو واقعی جمعۃ المبارک..... مبارک ہوجائے گا۔"

"ممی..... مجھے شادی اگر کرنی ہے تو صرف پیاری سے آپ برونائی کی پرنسس سے بھی کرائیں تو نہیں کروں گا۔ گھر آکر آپ سے ڈیٹیل میں بات کروں گا۔" یہ کہہ کر اس نے سیل آف کردیا تھا۔ ماں کا عورت پن اور جذباتیت کو اچھی طرح جانچ سکتا تھا۔

انہیں صرف ایک چیز تنگ کررہی تھی کہ شادی اس جگہ کیوں نہیں ہوتی جہاں ہونے سے ان کا سماجی قد ایک رات میں بلند ہوکر آسمان تک پہنچتا دکھائی دیتا۔ ایک سنجیدہ، ذمہ دار اور انسانیت کے اصول وقوانین کو سمجھنے والا باپ اس کے ہمراہ تھا اس لیے اب وہ مکمل طور پر پُرسکون تھا آخر اس کا باپ اس کی ماں کو گزشتہ اٹھائیس سال سے بڑی مہارت سے سنبھال رہا تھا۔ اب دونوں مل کر ایک ضدی دانا پرست عورت کو سنبھالیں گے کبھی کبھی وہ دانیال کو بہت بے رحم اور سخت دکھائی پڑتی تھیں مگر اس کا ایمان تھا کہ ماں بالآخر ماں ہوتی ہے پھر وہ تجزیہ کرکے مطمئن ہوجاتا کہ اصل میں دل میں جو شوہر کے خلاف کڑھن ہوتی ہے وہ بیٹے پر الٹ دیتی ہیں۔

"ماں ہیں..... نہ نفرت کرسکتی ہیں نہ بے زار ہوسکتی ہیں اسی یقین کی وجہ سے یہ گستاخی بھی سرزد ہوگئی تھی کہ اپنی طرف سے فون بند کردیا تھا۔

❀......☆☆......❀

"نکاح تو جمعے ہی کو ہوگا مگر دانیال کے ساتھ۔" مانو آپا نے بھائی کی طرف یوں دیکھا جیسے بڑی مضبوط آس ہو اور بھائی اگلے ہی لمحے کہے گا کہ میں تو مذاق کررہا تھا۔ چند ثانیے تو ہک دک کمال فاروقی کی صورت تکی پھر اوسان سنبھالتے ہوئے بڑے دل شکستہ انداز میں گویا ہوئیں۔

"ناک کے نیچے سے اونٹ گزر گیا تم سوئے ہوئے تھے۔"

"یہ بات نہیں آپا میں سعدیہ سے پہلے ڈسکس کرچکا تھا مگر ذہن میں تھا کہ اگر دانیال کی اس طرف سوچ ہوتی تو وہ مجھ سے تو کم ازکم ذکر کرتا مگر جانے کیوں وہ اب تک خاموش تھا۔ اب جو میں نے اسے بتایا کہ مانو آپا اس طرح چاہ رہی ہیں تو بول پڑا۔" کمال فاروقی نے ایک ایک لفظ ناپ تول کرادا کیا۔ مانو آپا نے اپنے اتھاہ میں گرتے دل کو تھامنے کی کوشش کی۔ رشتہ بھی ہاتھ سے گئی، پیاری بھی ریت کی طرح مٹھی سے پھسل رہی تھی۔

"آپا پیاری ایک وضع دار خاندانی بچی ہے دانیال کا مشہود کی وجہ سے اس گھر میں بہت آنا جانا تھا ممکن ہے اس کا میلان بھی دانیال کی طرف ہو۔ اب ایک ہی راستہ ہے کہ براہ راست پیاری سے پوچھ لیا جائے کہ یہ دو پرپوزلز تمہارے سامنے ہیں تم جس کے لیے ہاں کرتی ہوں ہمیں قبول ہے۔" کمال فاروقی نے بہن کو ذہنی خلفشار سے نجات دلانے کی کوشش کی اور بات بھی معقول تھی امیدواروں کی اپنی پسند مگر کوئی پسند پیاری کی بھی تو ہوسکتی ہے۔

"ٹھیک کہا۔ اب یہ تو قسمت کے کھیل ہیں۔ تقدیر سے تو ماں باپ بھی نہیں لڑسکتے۔" مانو آپا کے لہجے کی شکستگی میں کچھ کمی ضرور واقع ہوئی۔

"اب یہ آپ ہی کی ذمہ داری ہے کہ پیاری سے اس کی رائے معلوم کرلیں کیونکہ اصل اہمیت تو اس کی رائے کی ہے۔" کمال فاروقی نے پھر مانو آپا کے کاندھے پر ذمہ داری ڈال دی۔

"ٹھیک ہے میں اس سے معلوم کیے لیتی ہوں۔ پرائی بچی ہے گھر سے بے گھر ہوئی بیٹھی ہے زور زبردستی والی بات تو ہم نہیں کرسکتے۔" مانو آپا نے کچھ دیر بعد کھل کر سانس لیتے ہوئے منطقی بات کی۔

"خیر سے سعدیہ سے تمہاری بات ہوگئی اسے تو کوئی

اعتراض نہیں۔" معاً مانو آپا کو سعدیہ کا دھیان آیا۔ کمال فاروقی بہن سے نظریں چرانے لگے اور جلدی سے آستین اونچی کر کے ٹائم دیکھنے لگے۔ مانو آپا گہری عمیق نظروں سے مشاہدہ کر رہی تھیں۔

کمال فاروقی نے اپنے ذہن کو متوازن حالت میں لانے کی بھرپور سعی کی اور کھنکھار لینے کے عمل سے آغاز کیا۔

"بات یہ ہے آپا رشنا کا معاملہ اور طرح کا تھا وہ سعدیہ کی خواہش اور پسند تھی۔ یہاں حساب دوسرا ہے دانیال پیاری سے شادی کرنا چاہتا ہے اور شادی ہر انسان کی ذاتی زندگی کا معاملہ ہے۔" کمال فاروقی نے کہا۔

"اتنی محبت ہے پھوپو سے زمانے بھر کی باتیں کرتا ہے مجھ سے بھی تو کچھ کہتا۔" مانو پھوپو درحقیقت خواب ٹوٹنے کے عمل سے گزر رہی تھیں ان کے لہجے کی فطری اور معمول کی توانائی ابھی تک بحال نہیں ہوئی تھی۔ "کچھ سمجھ نہیں آئی کیا سوچ رہا ہے وہ بہرحال بروقت باپ کو دل کی بات بتادی۔"

"بروقت۔" مانو آپا نے چونک کر لاڈلے بھائی کی طرف دیکھا۔

کیسا وقت چنا تھا بھتیجے نے جب زندگی بھر کے ارمان ایک جگہ ڈھیر ہوئے پڑے تھے۔ ایک ہلکا سا امکان شدید مایوسی کے اندھیرے میں ہمیشہ جگنو کی سی روشنی کی جھلک دکھاتا ہے۔ ابھی تو پیاری سے پوچھنا باقی ہے کیا خبر اس طرف سے ایسا جواب آئے کہ دل پھول کی طرح کھل اٹھے۔ خواہش کی شدت کا کمال ہے کہ خود فریبی کی طرف گھسیٹ کر لے جاتی ہے۔

❁......☆☆......❁

"ایک منٹ ممی فرض کریں میں آپ اور پاپا کو بتائے بغیر کسی سے چھپ کر بھی شادی کر سکتا ہوں ناں۔ پھر آپ کیا کریں گی۔" دانیال دلائل سے سعدیہ کو قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم جانتے ہو دانیال ہم خاندانی اور عزت دار ہیں عام لوگ نہیں ہیں، ہم عام سے لوگوں میں رشتے داریاں نہیں بنا سکتے یہ باتیں ہمیں نیچا کرتی ہیں اور ہم اپنے قابل بیٹوں کے ذریعے ہی اپنا اسٹیٹس اور زیادہ بلند کرتے ہیں بلکہ قابل بیٹے ہمارا فخر ہوتے ہیں۔" سعدیہ نے گھما پھرا کر بات کرنے کے بجائے دھائیں کر کے ایک لوہار کی ضرب کاری لگانا بہتر سمجھا۔

"قابل بیٹا انسان نہیں ہوتا انسانی حقوق سے آؤٹ ہوتا ہے ڈمی ہوتا ہے۔ قابل بیٹا اپنی محنت سے قابل بنتا ہے پیسے سے تو جعلی ڈگری ہی خریدی جاسکتی ہے۔"

"تم جو مرضی وضاحتیں دو، میں اس لڑکی کو قبول نہیں کر سکتی۔"

"ممی..... شادی میں کر رہا ہوں قبول مجھے کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" سعدیہ نے غیظ و غضب کے شعلوں کی تپش سے جھلستے ہوئے انگارہ نگاہ سے بیٹے کی طرف دیکھا۔

"تم شادی کرو، مگر اسے کبھی اس گھر میں لانے کی غلطی نہ کرنا ورنہ بری طرح پچھتاؤ گے۔" سعدیہ نے دھمکی دی مگر پچھتانے کی وجہ کیا ہوگی۔ یہ نہیں بتایا اس کے بعد وہ تنتناتی ہوئی اس جگہ سے چلی گئیں۔ دانیال چند ثانیے تو بند ذہن کے ساتھ ساکت وصامد رہا پھر باپ کا تعاون، شفقت، حقیقت پسندی نے سانس بحال کرنے کا عمل آغاز کیا۔

"ممی ایسی نہ ہوتیں تو پاپا اتنا برداشت کیوں کرتے، اب اس بات کو پاپا ہی سنبھالیں گے۔" باپ کے تصور نے بہرحال اسے سنبھالا دیا۔

❁......☆☆......❁

"اماں جان مہمان کھانا نہیں کھائیں گے۔" عالی جاہ نے دو چار نوالے لینے کے بعد بالآخر پوچھ ہی لیا۔

"بے تابی سمیت ہر بات کی حد ہوتی ہے تمہیں مہمانوں کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ فکریں میری ہیں تم بیمار کی فکریں خبریں سنبھالو۔" مانو آپا نے ٹکا تو ڑ جواب سے بیٹے کی تواضع کی عالی جاہ کی تو مارے حیرت کے بھوک ہی اڑ گئی۔ مانو آپا کے خصوصی لاڈ پیار تو ہوا ہو ہی گئے تھے معمول کے دلار بھی رخصت پر تھے۔ سنجیدگی اور بے انتہا سنجیدگی تفکر اور عمیق تفکر، اس پر مستزاد مہمان کی کھانے کی میز پر غیر حاضری اس کا ماتھا ٹھنکنے لگا۔

یوں بھی وہ بطور بروکر باڈی لینگویج کا ماہر بن چکا تھا۔ حتمی طور پر خاموشی اختیار کرنے والے بندے کی بھی مکمل بات سمجھ لیا کرتا تھا ماں تو پھر ماں ہوتی ہے بچہ گود میں آنکھ کھول کر سب سے پہلے ماں کا چہرہ ہی دیکھتا ہے۔ اسے ماں کی مسکراہٹ ہی یقین دلاتی ہے کہ وہ جس کی گود میں ہے وہ اس کی ماں ہے۔ اجنبی چہروں سے گھبراتا ہے اور ماں کے سینے میں دبکتا ہے۔

"اماں جان مجھے فیل ہو رہا ہے کہ کچھ خاص ہے اور خاص ہونے کے ساتھ ساتھ اچھا نہیں ہے، کم از کم جو کچھ ہے وہ

میرے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ ٹھیک سمجھا ہوں نا۔" اللہ نے کرم کیا مانو آپا کو اچھو نہیں لگا سلامتی سے گھونٹ حلق سے نیچے اتر گیا۔ گلاس رکھتے ہوئے انہوں نے بہت تعجب سے عالی جاہ کی طرف دیکھا۔

ماشاء اللہ ان کا ایک نمبر کا لاابالی عالی جاہ کسی گھڑی اتنا سمجھ دار ہو گیا۔ اب انہوں نے محتاط ہو کر اپنے تمام اعضا کی زبان درازی قابو کی مسکرانے کا تکلف البتہ نہیں کیا۔ وہ بیٹے کی عمیق نگاہوں کی قائل ہو کر اب کوئی کچا عمل کر کے اس کی نظروں میں خود کو بے وقعت بنانا نہیں چاہتی تھیں۔ سو اسی سابقہ تاثرات اور سنجیدگی سے گویا ہوئیں۔

"بیٹا سکون سے کھانا کھاؤ، کھانا کھا کر شکر بجا لاؤ پرائی بچی کے پیٹھ پیچھے اس کا ذکر کرنا مناسب محسوس نہیں ہوتا میرے حساب سے یہ اخلاقی برائی ہے جبکہ بچی حیادار بھی ہو تو دوسروں کو بھی لحاظ کرنا چاہیے۔ تمہیں اس کا ذکر فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"حیا تو عورت کا زیور ہے تو مرد کی زینت، حیا مرد کی مردانگی کو چار چاند لگا دیتی ہے۔"

"ماں صدقے جائے اپنے بیٹے پر۔" آخری جملہ انہوں بطور خاص عالی جاہ کو مکمل ریلیف دینے کی نیت سے کہا تا کہ وہ مطمئن ہو جائے کہ سب کچھ معمول کے مطابق ہے کچھ خاص نہیں ہوا۔

ماں نے بیٹے کو اخلاق کی اتنی بھاری بیڑیاں پہنائیں کہ بس وہ تو فولادی کھن کھن میں ہی الجھ کر رہ گیا، کوئی بات ہی نہ کر سکا۔

❀......☆☆......❀
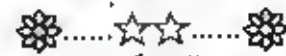
سعدیہ نے کمال فاروقی کے گھر میں موجود ہونے کا یقین کرنے کے بعد شدید احتجاج پر عمل درآمد شروع کیا ملازمہ کو احکامات جاری ہوئے کہ ان کی وارڈ روب سے تمام ڈریسز نکال کر اوپر گیسٹ روم کی وارڈ روب میں لٹکائے ساتھ ہی تمام سینڈلز ہینڈ بیگز اور ضروری اشیا بھی آخر میں ان کی ڈریسنگ ٹیبل سے تمام اشیا بھی گیسٹ روم میں منتقل کر دی جائیں۔ یہ ایک طرح سے غیر قانونی علیحدگی کا اعلان تھا۔ کمال فاروقی نے بھی کمال ضبط و تحمل کا مظاہرہ کیا مجال ہے جو جبیں پر کوئی شکن ابھری ہو یا تڑپ کر ملازمہ سے سوال کیا ہو۔ سعدیہ نے ہر تیسرے چوتھے چکر پر البتہ ملازمہ سے ضرور پوچھا۔

"صاحب کیا کر رہے ہیں، تم سے کچھ پوچھا؟" ملازمہ جو حیرت کے انتہائی اعلیٰ درجے پر گم صم تھی۔ بس نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔ جس پر سعدیہ کو مزید جھڑیں چمٹ گئیں۔

"یہ تو ان کی شروع ہی سے نیت تھی کہ میں یہاں سے دفعان ہو جاؤں بچوں کی شرماشری میں برداشت کرتے رہے۔ اب ان کے شکوک یقین کامل میں ڈھل رہے تھے اور اپنا فیصلہ بروقت اور بہت صائب محسوس ہونے لگا۔

"دو چار دن اٹھ اٹھ کر نوکروں کو آوازیں لگانا پڑیں موزے کا دوسرا پیر ڈھونڈنا پڑا تو میری قدر و قیمت کا اندازہ ہو جائے گا مگر میں اب ناقدرے شخص کی خدمتیں نہیں کروں گی۔" سعدیہ نے مصمم ارادہ کر ہی لیا۔

"ساری عمر کی محنت کا یہ صلہ جانے کس کو میرے سر پر لا کر بٹھا رہے ہیں اسے دیکھ کر مسکراؤں بھی اس کی فرمائش بھی پوری کرو اس کے ماتھے کے بل بھی گنوں؟ اس گھر میں تو اسے پاؤں نہیں رکھنے دوں گی زیادہ غصہ آئے تو گولی مار دیں مجھے۔ میرا نام بھی سعدیہ ہے شیخ عبدالقوی کی اکلوتی بیٹی ہوں۔" اب نوبت اعزاز فخر و مباہات پر آ گئی تھی کڑھن کی بھی کوئی حد تو ہوتی ہے۔ کمال فاروقی ایک ضدی ڈھیٹ دھرم عورت کو نباہتے نباہتے اب تجربے کی اس منزل پر آ چکے تھے کہ کسی عمل سے چونکتے ہی نہیں تھے۔

عقل کی انتہا کی علامت یہ ہے کہ مقام حیرت سے گزر کر ہمیشہ کے لیے پرسکون ہو جانا، جہاں حیرت ختم ہوتی ہے وہاں عقل کی تکمیل ہوتی ہے۔ ملازمہ بہت پرانی اور ہوشیار بھی کمال فاروقی کی طرف سے اسے مکمل اطمینان تھا کہ وہ سو مرتبہ کمرے کے چکر لگا کر سعدیہ کا سامان اٹھا اٹھا کر آتی جاتی نظر آئے وہ کوئی سوال نہیں کریں گے اور ہوا بھی یہی غصہ ور، انا پرست انسان کی ایک مشکل یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اس سے دوبدو لڑنے سے انکار کر کے خاموشی کی پناہ لے کر بیٹھ جائے تو اسے مزید غصہ آتا ہے کیونکہ دل کی دل میں رہ جاتی ہے۔ کوئی دو بولے تو چار سنے۔

درحقیقت کمال فاروقی کو اس یقین کے بعد کہ آج کمرے میں کسی قسم کی ہنگامہ آرائی کا امکان نہیں عجیب سی طمانیت اور ٹھنڈک محسوس ہو رہی تھی۔ اس احساس طمانیت کے ساتھ ہی میٹھی نیند کے جھونکے آنے لگے ایسی میٹھی نیند جو عالم شیر خوارگی میں بس ماں کی گود ہی میں آئی ہوگی۔ حالت سکون میں

فلسفہ سوجھنے لگا۔

اس دنیا میں بے شمار جوڑے "تنگ جوتے" کی تکلیف اٹھا رہے ہوں گے یہ راحت تو وہی محسوس کرسکتا ہے جس نے ابھی ابھی تنگ پھنسا ہوا جوتا پاؤں سے اتارا ہو۔

کبھی کسی یار دوست سے ہنسی مذاق میں سنتے تھے کہ بیگم نے ناک میں تنکا چلایا ہوا ہے سوچتا ہوں دوسری شادی کرلوں، تو وہ حیرت سے برامان کر مفت کا مشورہ دیتے خبردار برا تجربہ ایک ہی کافی ہوتا ہے سنا نہیں مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔

خراب شادی کے بعد تو شادی کے نام سے ہی تھرتھری چھوٹنا چاہیے کم از کم وہ تو اس قسم کے خوف ناک تجربے کے بعد دوسرا تجربہ کرنے کی ہمت نہیں کرسکتے۔ اس وقت اس وسیع و کشادہ کمرے میں انہیں خود پر ٹوٹ کر پیار آرہا تھا کہ انہوں نے کتنی سمجھداری اور دانش وری کے ساتھ زندگی گزاری کہ صرف ایک بیوی ہو تو جان آسانی سے چھوٹنے کے امکانات تو روشن ہوتے ہیں دو ایک جیسی ہوں تو قبر میں اتر کر ہی سکون ملے۔

ملازمہ نے کافی دیر تک چکر نہ لگایا تو سمجھ گئے کہ "پروجیکٹ" مکمل ہوگیا ہے۔ بیڈ سے اتر کر پہلے دروازہ مقفل کیا پھر پردے برابر کیے اور ساری لائٹس آف کرکے سکون سے لمبی تان کر سوگئے کیا آنکھیں نیند سے بوجھل ہورہی تھیں۔

اپنے تئیں طے ہوا کہ گہری نیند لے کر بیدار ہوں گے تو سارے معاملات مرتب کریں گے سکون کے لیے یہ احساس ہی کافی تھا کہ بیٹے کی خوشی کے لیے کمربستہ ہوچکے ہیں۔ دوسری طرف سعدیہ شاور لینے کے بعد بھی سلگ رہی تھیں۔

❀......☆☆......❀

دعا بہار کی مانگی تو اتنے پھول کھلے
کہیں جگہ نہ رہی میرے آشیانے کو

پیاری کسی خواب کے عمل میں تھی۔ یوں لگا کوئی اس کی محرومیوں پر ترس کھا کر یونہی مژدہ سنا کر اسے زندہ رہنے کی لگن بخش رہا ہو، تاکہ وہ جیتی رہے اور مزید محرومیوں کے ذائقے چکھتی رہے۔

کل کسی کا حرف تمنا بنی تو نڈھال سی ہوگئی
آج کسی نے طلسمی سوال کیا تو بے حال ہوگئی

اتنی تاب نہ تھی کہ حیران نگاہوں کی حیرانی سے مانو آپا کو آگاہ کردے سر بھی جھکا ہوا تھا اور نگاہ بھی۔

مانو آپا پیاری کی طرف تفکر کی نگاہ سے دیکھ رہی تھیں۔ منصفانہ طبع کے باعث بات تو کر بیٹھی تھیں مگر ماں تا دعا گو تھی کہ پیاری دانیال کے لیے انکار کردے۔

"میں تو کمال پر ناراض بھی ہوئی کب سے بچی سامنے ہے تمہیں اب ہوش آیا ہے۔ بہر حال جو بھی ہو تمہارے حق میں بہتر ہو تمہارا جو بھی فیصلہ ہو سر آنکھوں پر۔" مانو آپا نے خواہش کو پھر حق کے پاؤں تلے روند دیا بلکہ سر پر شفقت بھرا ہاتھ بھی رکھ دیا جس سے درحقیقت پیاری نے بہت تقویت محسوس کی۔

"پھوپو، دانیال مشہود بھائی کے دوست ہیں، اگر وہ ہوتے تو لازمی ان کا فیصلہ دانیال کے حق میں ہی ہوتا۔" غلط بیانی تھی مگر خوابوں کی تعبیر اسی راستے سے مل رہی تھی۔

محرومی کے شدید ترین احساس سے گزرنے کے بعد اب نئے سرے سے وہ کوئی روحانی اذیت اٹھانے کے لیے تیار نہ تھی۔ یہ موقع آخر کیوں گنواتی؟ غصہ تھا...... گلہ تھا...... دکھ تھا مگر ان سب کے ساتھ وہ بھی تو تھا جسے اس نے اپنا پندار بچا کر ایک بار گنوا دیا تھا۔ نہ اس سے پہلے کوئی نہ اس کے بعد تو پھر آنکھ مچولی کیوں، عالی جاہ کے مقابل آنے سے تو وہ کھل کر نمایاں ہو گیا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح صبح صادق، پھر اشراق بعد چاشت، کرہ ارض کی ہر شے چمکنے اور نمایاں ہونے لگتی ہے۔

"اچھی بات ہے بیٹا جوڑے تو آسمانوں پر بنتے ہیں شکر و احسان میرے مالک کا کہ اس نے بچا لیا کسی کی مجبوری و کمزوری سے فائدہ اٹھانا تو ایسا ہی ہے جیسے عمر بھر کی جمع پونجی کی پوٹلی کہیں گر گئی ہو اور اللہ کے سامنے خالی ہاتھ کھڑے ہوں۔" مانو آپا نے نفس کی قوت کو روحانی قوت سے زیر کرتے ہوئے بہت ہمت و حوصلے کے ساتھ اس کے فیصلے کو قبول کیا۔

پیاری اپنی جگہ یوں بیٹھی تھی گویا اقرار جرم کرکے فارغ ہوئی ہو۔

"اللہ لے کر بھی آزماتا ہے اور دے کر بھی اللہ مجھے ہر ہر مرحلے پر اپنی مدد اور تعاون عطا کرے، آمین۔" دکھ اپنی جگہ مگر حق کا ساتھ دینے کی طمانیت دکھ پر غالب آ گئی دل بوجھل تھا مگر ضمیر پھول کی پتی کی طرح ہلکا تھا۔

❁......☆☆......❁

اب تم ڈبل مائنڈڈ ہو کر زندگی بھر کے لیے اپنے ضمیر پر بوجھ نہ ڈالنا میں تمہارا نکاح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ رہی تمہاری ممی کی ضد یہ میرے لیے نئی بات نہیں ہے۔" کمال فاروقی بیٹے کو ہر قسم کے جذباتی بوجھ سے آزاد کرانے کی سعی کر رہے تھے انہیں دکھ تھا کہ بیٹا زندگی کی سب سے بڑی مسرت حاصل کرتے ہوئے ماں کی ناراضگی پر کڑھ رہا تھا۔

"یہ تمہارا اخلاقی، قانونی، مذہبی حق ہے۔ جو ماں باپ بھی تم سے نہیں چھین سکتے اور پھر معیار، اسٹیٹس، کلاس یہ باتیں اللہ کو پسند نہیں۔ اللہ کے نزدیک تو سب سے واضح معیار برتری، نیکی اور تقویٰ ہے جبکہ مشہود کے والدین پڑھے لکھے اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ان کی یتیم اولاد کو حقیر سمجھنا تو گناہ کی بات ہے۔" کمال فاروقی بہت سکون و تفصیل سے ہمکلام تھے۔ یہ اعلیٰ شعور و ادراک و اخلاق رکھنے والے مرحومین والدین ہی کا تحفہ تھا انہی کے خون کی وجہ سے دونوں بہن بھائی دولت و آسائشات کے ہونے کے باوجود اعلیٰ اخلاقی قوتوں کے حامل تھے دونوں درجنوں خاندانوں کی خفیہ انداز میں کفالت کرتے اور یہی اعلیٰ درجے کی اخلاقی قوت تھی جس کی وجہ سے وہ اپنی شعلہ مزاج بیوی کو نباہتے سنبھالتے چلے آ رہے تھے۔

"نکاح جمعے ہی کو ہوگا اور آپا کے گھر پر ہی ہوگا۔ میرے آٹھ دس دوست نکاح میں شریک ہوں گے تم اپنی طرف سے جس جس کو انوائٹ کرنا چاہو تمہاری مرضی۔ مگر بتا دینا کہ کتنے لوگ آ رہے ہیں کیونکہ کیٹرنگ کے لیے بھی آرڈر کرنا ہوگا وہ فی کس کے حساب سے سروس دیتے ہیں۔ یہ تو تمہیں پتا ہی ہے۔"

دانیال جیسے خواب میں جنت کی سرسبز وادیوں میں سیر کناں تھا ہونٹوں سے صندل کی بانسری لگی تھی۔ محبت کے سبز وادیوں کے سبزے کو انوکھی چمک دے رہے تھے۔ وہ الوہی گیت جن کا خاموش وادیاں بڑی چاہ سے انتظار کرتی ہیں۔ محبت سے ترغیب شدہ سر، روح سے پھوٹتے ہیں تو کائنات کی عمر بڑھتی ہے قیامت ٹلتی ہے انجام کی طرف بڑھتی زندگی پھر پلٹ کر دیکھتی ہے خالق کائنات کی منت کرتی ہے کہ ابھی کاروبار حیات نہ سمیٹیں...... ابھی محبت باقی ہے۔

❁......☆☆......❁

عالی جاہ کن انکھیوں سے ادھر ادھر دیکھتا انگلی میں کی رنگ گھماتا اپنی شاہانہ چال کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ گھر میں دور تک پھیلی ہوئی خاموشی کو اچانک مانو آپا کی آواز نے توڑا۔

"خیر سے آ گئے ہو۔" عالی جاہ چونک کر پلٹا مانو آپا اپنے بیڈ روم کی سمت سے اس کی طرف آ رہی تھیں۔

"السلام علیکم اماں جان۔" اس نے سر کو ہلکا سا خم دے کر ماں کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام جیتے رہو، میں تمہاری ہی راہ دیکھ رہی تھی۔ آج پھر دیر سے آئے ہزار مرتبہ کہا ہے دیر ہو جاتی ہے تو کم از کم ایک فون تو کر دیا کرو۔" مانو آپا قریب آ کر گویا ہوئیں۔

"وبس اماں جان ایک پارٹی کے ساتھ کھانے پر چلا گیا۔ وہاں لین دین کی بحث میں وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا۔ آئی ایم سوری۔" عالی جاہ کی نظر ہنوز بھٹک رہی تھی لہجہ بھی معمول سے زیادہ مودبانہ تھا۔

"خیر یہ تو تمہاری پرانی عذر داری ہے۔ چلو ہاتھ کے ہاتھ یہ بھی پتا چل گیا کہ کھانا کھا کر آئے ہو۔ اب تھک کر آئے ہو صبح دیر تک پڑے سوتے رہو گے۔ کام کی بات کب کی جائے اٹھو گے تو پھر تیار ہو کر منہ اٹھا کر چلو پڑو گے۔" مانو آپا الجھن میں دکھائی دیں۔

"ارے تو کیجیے ناں کام کی بات' کیوں اتنا تکلف کر رہی ہیں۔" عالی جاہ واقعی مانو آپا کا ردعمل دیکھ کر حیران ہوا۔

"آج منگل ہے کل بدھ پرسوں جمعرات۔"

"اماں جان کیا ہو گیا ہے آپ کو منگل کے بعد بدھ اور جمعرات ہی آتے ہیں پھر آپ کا سنیچر اور اتوار آتا ہے پھر ہمارا منڈے اور آپ کا سوموار یعنی ورکنگ ڈے اسٹارٹ۔"

"بے وقوف سنیچر سے پہلے جمعہ پڑتا ہے جمعے کے جمعے نماز پڑھتے ہو پھر بھی دھیان نہیں ہوا۔" مانو آپا نے عالی جاہ کی کھنچائی کی جو بے صبری اور جلد بازی کی وجہ سے جمعہ ڈراپ کر گیا تھا۔

"ڈونٹ وری، میں جمعہ پڑھنے چلا جاؤں گا تو یہ تھی آپ کی کام کی بات۔" عالی جاہ بے مزہ ہوا وہ تو کام کی بات سے کسی خوش خبری کا حریص ہوا تھا۔

"نہیں یہ تو مجھے یقین ہے ان شاء اللہ جمعہ تو پڑھ ہی لو گے بتانا یہ ہے کہ جمعے کو عصر اور مغرب کے درمیان دانیال اور پیاری کا نکاح ہے۔" گھر کے پچھواڑے کوئی ہینڈ گرنیڈ آ کر گرا تھا عالی جہاں چونکا۔ قدرے وزن نہ ہوتا تو اچھل ہی پڑتا۔

"دونوں کا نکاح ایک ہی دن ہے۔" واقعی کچھ سمجھ نہ آئی کیونکہ خبر انتہائی غیر متوقع تھی۔

"اس لیے کہ دانیال کا نکاح پیاری سے ہو رہا ہے۔" مانو آپا جانے کیوں جتاتے ہوئے خود کو گناہ گار محسوس کرنے لگیں۔ حالانکہ ابھی تک وہ بیٹے کو باقاعدہ اس موضوع پر لے کر نہیں بیٹھی تھیں مگر محسوس یوں ہو رہا تھا گویا عالی جاہ نے ان کے دل سے کان لگا کر سب کچھ سن لیا تھا۔

"اوہ......!" عالی جاہ کا اوہ اتنا لمبا تھا وہ چار منٹ کی سانسیں اکٹھیں اور پیشگی لے لی تھیں۔

"اٹس آ سرپرائز۔" عالی جاہ کو دکھ اور شاک سے گزرنے کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ چند لمحے تو سوچتا ہی رہ گیا کہ کیا یہ شاک ہے۔ نیچے کی طرف لڑھکتا دل اسے یقین دلا رہا تھا کہ اس نے ایک شاکنگ نیوز سنی ہے۔

"اماں جان یہ کیا تماشہ ہے اس لڑکی کو آپ یہاں کیوں لائی تھیں ماموں جان کے گھر پہنچا کر اسی وقت نکاح کروا دیتیں۔" خواہش کے چھن چھن ٹوٹنے کے عمل کا تاثر عالی جاہ کے لہجے کی بدلحاظی، بداخلاقی، بے مروتی، نروٹھے پن سے ملنے لگا۔ اسے تو مسکرانے کے بھی پیسے ملتے تھے یہ کیا ہوا؟ فضول میں خوش اخلاقی کی ایکسرسائز کی۔

"کچھ عقل سے بھی کام لے لیا کرو ایک ہی دن میں اس طرح نکاح ہوتا ہے آس پاس ملنے جلنے والوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے۔ کل میں سارا وقت گھر سے باہر رہوں گی نکاح کی تیاری کرنا ہے کپڑا، لتا زیور کھانے اور مہمان داری کا تو تمہارے ماموں جان سنبھال رہے ہیں، اس لیے تمہیں سوچ بچار کی ضرورت نہیں البتہ جمعے کو شام کا کوئی پروگرام نہ رکھنا گھر پر رہنا۔ کہیں ضروری جانا ہو تو نکاح کے بعد چلے جانا۔" مانو آپا عالی جاہ کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اسے سارا پروگرام سمجھا رہی تھیں جو اب کچھ سننے کے موڈ میں ہی نہیں تھا اور تیز گام اپنے بیڈروم کی طرف جا رہا تھا۔ مانو آپا تو گویا اس کے ساتھ دوڑ لگا رہی تھیں۔

"اماں جان جمعے کو تو میں دن رات مصروف ہوں سوری میں اپنے شیڈول سے نہیں ہٹ سکتا۔" عالی جاہ شدید غصے اور مایوسی کی کیفیت میں بولا تھا۔ "مجھے نہیں پتا وہ کون ہے، کہاں سے آئی ہے میرے لیے صرف وہ ایک اجنبی ہے تو اس کے نکاح کی تقریب میں، میں کیوں شرکت کروں۔" پیاری سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کرنے کی کوشش میں اپنے فطری پھکڑپن کے باعث الف عیاں ہو گیا۔ مانو آپا صدمے سے پھر قدم آگے نہ بڑھا سکیں۔ بیٹے نے اپنی انا سنبھالنے کے چکر میں دل کھول کر رکھ دیا تھا عالی جاہ نے دروازہ بند کرنے سے پہلے یہ دیکھنے کا تکلف بھی نہیں کیا کہ ماں اندر آنا چاہتی ہے یا نہیں...... دھاڑ...... دروازہ بند ہوا تھا۔

چاند زمین پر اتنا جھک آیا تھا کہ وہ ہاتھ اونچا کرکے چھو سکتی تھی۔ وہ اس کا ہونے جارہا تھا جس کے بغیر زندگی صحرا کا سفر تھی۔ کتنی بے دردی سے لمحے کے اندر اندر ٹھکرا دیا تھا مگر وہ گرد جھاڑ کر پھر اس کا دامن تھامنے لپکا تھا۔ یہی ادا تو اس سرسبز عمر کو سدا بہار بنا دیتی ہے محبت خود کو ثابت کرکے جب چٹان کی طرح جم جاتی ہے تو آندھی، باد مخالف مقامی طوفان اسے چھو چھو کر گزرتے رہتے ہیں محبت قائم رہتی ہے۔

اف اس احساس میں بھیگنا ہی نصیبوں کی بات ہے کہ آپ کسی کے محبوب ہیں۔ بائرن کہتا ہے "عورت اپنے پہلے جذبے میں اپنے چاہنے والے کو چاہتی ہے پھر اسے سچ مچ محبت ہو جاتی ہے۔" دکھوں کے شدید موسموں میں یہ نرم ہوا کا جھونکا یونہی تھا گویا آخری سانسوں پر زندگی پلٹ آئی ہو۔ اب وہ دانیال کے ساتھ مشہود کا انتظار کرے گی ہر دعا میں ایک ہاتھ اس کا اور دوسرا دانیال کا ہوگا۔

"پہلے کی بات اور تھی اس وقت زندگی حادثے کے موسم سے نہیں گزری تھی مشہود بھائی کو تو آنے کے بعد یہ دیکھ کر بہت اچھا لگے گا کہ میں تنہا نہیں ہوں۔" خوشی کی انتہا پر وہ اپنا پوری قوت سے یاد آتا ہے جو حادثاتی طور پر بچھڑ جاتا ہے۔ ماں بھی یاد آرہی تھی باپ بھی، بوا بھی لیکن مشہود کا سایہ ہر آن ساتھ ساتھ محسوس ہو رہا تھا اور یقین کی قوت کہتی تھی کسی بھی وقت یہ سایہ، وجود و شہود میں ڈھل جائے گا۔ مدت بعد امید نے از سر نو لباس فاخرہ زیب تن کیا امید مردہ دلی سے بھاگتی ہے۔ جذبوں سے مستحکم دل میں بارش کے پہلے قطرے کی طرح چمکتی ہے۔

❋☆☆❋
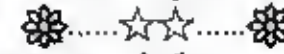
مانو آپا کے چہرے پر ایسا کچھ نہیں تھا جو پیاری کو خلفشار میں مبتلا کرتا یا الجھاتا ان کے انداز معمول کے تھے بس فرق اتنا کہ کلام مختصر تھا دس بجے کمرے میں آکر انہوں نے اسے ذہنی طور پر تیار کر دیا تھا کہ لنچ کے بعد وہ اسے شاپنگ کے لیے لے جائیں گی۔ پیاری کو فوراً دانیال کی ماں سعدیہ کا دھیان ہوا۔ یہ ذمہ داری تو دانیال کی ممی کی ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی وہ چونک پڑی۔ پرسوں نکاح ہے اور دانیال کی ممی ابھی تک اس سے ملنے نہیں آئیں، دل کو کچھ ہوا مگر اشارہ سمجھ نہ آیا۔ وہ پھوپو سے ضرور پوچھے گی کہ دانیال کی ممی اس سے ملنے کیوں نہیں آئیں۔ پھر اس کے سامنے سعدیہ کا وہ چہرہ گھومنے لگا جس سے پہلا تعارف اسپتال میں ہوا تھا در حقیقت وہی نقش اول تھا اس نقش اول سے کوئی مثبت تاثر قائم نہ ہوتا تھا مگر عقل کہتی تھی اتنا کام ہونے جارہا ہے جوان کے بغیر تو تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کسی بھی ماں کے لیے تو یہ تاریخی واقعہ ہوتا ہے جب اس کا خواب تعبیر پاتا ہے یہ تو مانو پھوپو سے پوچھنا ہی پڑے گا اسی آن مانو آپا کمرے میں آئیں اور ایک چیک اس کے سامنے لہراتے ہوئے بولیں۔

"اب ان کے کام دیکھو، کمال نے یہ چیک بھجوا دیا ہے کہ آج کل کون کیش اٹھا کر گھومتا ہے۔ میں تو ویزہ کارڈ بھی نہیں رکھتی اب پہلے بینک جانا ہوگا۔ جیولر کو تو چیک دے دوں گی تو وہ لے لے گا مگر کپڑوں وغیرہ کے لیے تو کیش چاہیے ہوگا۔" مانو آپا سوچ بچار میں گھری آپ ہی تیل کی آنچ ہی تھی کی کررہی تھیں۔ پیاری کو سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا ردعمل ظاہر کرے۔

"میرا خیال ہے عالی جاہ کے پاس کیش ہوگا اسے چیک دے کر پیسے لیتی ہوں۔" آپ ہی کہہ سن کر اب وہ عالی جاہ سے رجوع ہونے چل پڑیں۔ عالی جاہ کے نام پر پیاری کے احساسات میں کچھ بوجھ سا پڑا مگر اس کیفیت کا کوئی نام نہ تھا۔

"یہ صبح صبح آپ کو اتنے کیش کی کیا ضرورت پیش آگئی۔ آج کل کون کیش سے لین دین کرتا ہے ایک کاغذ کے ٹکڑے پر کروڑوں ادھر سے ادھر ہو جاتے ہیں۔" عالی جاہ کا موڈ ہنوز خراب تھا بات نہیں کررہا تھا ٹھیکرے توڑ رہا تھا مانو آپا بہت کچھ جان کر بھی انجان بننے پر مجبور تھیں۔

"ارے بازاروں میں تو نقد چاہیے ہوتا ہے۔" اس پر عالی جاہ پہلے سے زیادہ بدمزہ ہو کر گویا ہوا۔

"یہ ویزہ کارڈ کا پیریڈ ہے اماں جان مگر آپ کو تو پتھر کے زمانے سے عشق ہے۔ پتا نہیں آپ کے پاس کون سی ڈیوائس ہے جو آپ کو دو سو سال پہلے زمانے میں پہنچائے ہوئے ہے۔"

"پیسے ہیں تو دے دو، فضول کے مضمون کیوں پڑھ رہے ہو۔" مانو آپا اب خفا ہونے لگیں۔

"یہ ایک دم اچانک اتنی بڑی رقم کی ضرورت کیوں پڑ گئی، کیا خرید لیا صبح صبح۔"

"صبح ہو گئی تمہاری دنیا تو دوپہر کے لیے دال چاول بگھار رہی ہے پرسوں پیاری کا نکاح ہے بتایا تھا ناں، اس کے نکاح کا جوڑا، جیولری اور دوسری دس ضروری چیزیں لینا ہیں۔" مانو آپا بول رہی تھیں۔ عالی جاہ کا ہاتھ وارڈ روب کے دروازے کے ہینڈل

پر پڑا تھا اور جم گیا تھا۔ مانو آپا نوٹوں کے انتظار میں اسی کی طرف متوجہ تھیں مگر انہوں نے دیکھا کہ عالی جاہ نے ہینڈل سے اپنا ہاتھ ہٹالیا تھا۔

"وہ کیش نہیں ہے میرے پاس اور یہ میری ڈیوٹی بھی نہیں ہے جن کا مسئلہ ہے وہ اپنے کام خود کریں ناشتہ تیار ہے یا آفس جا کر کرلوں۔" وہ بد مزاجی سے پوچھ رہا تھا۔

"ناشتہ ہمیشہ تیار ملتا ہے آج کیا سورج مغرب سے نکلا تھا۔" مانو آپا جو سناٹے میں کھڑی رہ گئی تھیں یک دم تڑپ کر گویا ہوئیں اتنی عقل مند خاتون جن کے پندرہ بجے ہوتے تو سب کو وقت پر ناشتہ ملتا ناشتے کے بغیر گھر چھوڑنا توان کے لیے ایک قیامت تھی عالی جاہ پیٹ پوجا کر کے دس مرتبہ بھی فارغ ہو چکا ہوتا صبح ناشتہ نہ کرنے کا قلق اگلی صبح تک رہتا ایسا کئی بار ہوا تبھی وہ بھی عالی جاہ کی ہڑبونگ کی وجہ سے وہ دیکھتی کی دیکھتی رہ گئیں عالی جاہ یہ جا وہ جا۔

بنا کچھ بولے وہ ڈائننگ میں چلا گیا تھا کیش اس سے ملنا نہیں تھا اس کا پیچھا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا مگر عالی جاہ نے کھل کر اپنا مدعا بیان کر دیا تھا اگرچہ الفاظ کا منت کش نہ ہوا الفاظ تو خاشاک کی طرح اڑ کر اپنی آبرو بچا رہے تھے بیان کیا تھا اعلیٰ درجے کا زور بیان تھا۔ مانو آپا یک ٹک کھڑی سوچ رہی تھیں۔

اسے بھی چار دن میں عشق ہو چلا تھا ادیب فاضل کی سند کے لیے دوڑ دھوپ بہت کی تھی اسی زمانے میں پڑھا کسی استاد کا شعر یادداشت کے کواڑ کھٹکھٹانے لگا۔

اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا
یاد آتا ہے ہمیں ہائے وہ زمانہ دل کا

چولہے بھاڑ میں پڑے یہ نامراد عشق اچھے بھلے کام کے بندے کا ستیاناس کرنے کو کافی ہے۔ بیٹے کے دل ٹوٹنے کی آگہی میں آنچ بلا کی تھی دل تھا کہ بیٹھا جاتا تھا۔

❀......☆☆......❀

ماں کی خفگی کا تدارک کرنے کی کوشش میں کمال فاروقی اپنے سارے کام چھوڑ کر دانیال کے ساتھ ساتھ تھے۔ درحقیقت باپ کی طرف سے ملنے والی اس زبردست اخلاقی قوت و تعاون نے اسے مزید مضبوط بنا دیا تھا۔

"یہ سب کچھ اپنی بات منوانے کی حد تک ہے جب کام ہو جائے گا۔ تو خود بخود ہی کے بل کھلنے لگیں گے۔" کمال فاروقی نے اس کا مورال بلند کرتے ہوئے تسلی دی تاکہ بیٹا اپنی زندگی کی خوب صورت ترین گھڑیاں تذبذب میں نہ گنوا دے۔

سب کچھ ٹھیک تھا مگر ماں کے ایک طرف ہونے سے دل پر بوجھ تو فطری تھا وہ ہم پیاری بہت زیادہ محسوس کرے گی ایک طرح سے اپنی ہتک محسوس کرے گی مگر نقد ہاتھ سے جا چکا تھا سودا تو باندھنا ہی تھا۔

نکاح کے لیے کمخواب کی شیروانی راؤ سلک کا کرتا، تنگ پاجامہ، کلاہ، سلیم شاہی جوتا، پرفیوم، رومال سب کچھ کمال فاروقی آگے بڑھ بڑھ کر خرید رہے تھے۔ کمال فاروقی نے تو مانو آپا کو مشورہ دیا تھا کہ پیاری کو دانیال کے ساتھ بھیج دیں دونوں اپنی اپنی پسند سے شاپنگ کرلیں گے۔ مگر مانو آپا نے جواب میں جو کہا وہ بہت مختصر اور لاجواب کرنے کے لیے کافی تھا۔

"کمال...... پیاری ادر مزاج کی بچی ہے ایسی بچیوں کو روڑوں پر پھرنے کا ویسے بھی شوق نہیں ہوتا۔ دانیال کے ساتھ تو کر لی اس نے شاپنگ، شرارے کے بجائے پلہ مچھلی بھی دلا دے گا تو چپ چاپ خرید لے گی۔" چار دن پیاری کے ساتھ رہ کر مانو آپا اسے کتاب کی طرح پڑھ چکی تھیں دونوں باپ بیٹا شاپنگ بیگز اٹھائے رات گئے گھر میں داخل ہوئے تو سعدیہ کی کار پورچ میں نہیں تھی اور چاروں اور عمیق سناٹے کا راج تھا۔ دانیال کو خوشی کی انتہا پر آزردگی کی کیفیت چکھنے کا بھی تجربہ ہوا۔ اسی لیے کہتے ہیں زندگی روز سکھاتی ہے۔

❀......☆☆......❀

سعدیہ اپالین ونڈو سے بلائنڈ سرکا کر نیل فائل سے اپنے ناخن سنوار رہی تھیں کہ دروازے پر پڑنے والی ہلکی سی تھاپ نے چونکا دیا۔ نئے نویلے سورج کی کرنیں ابھی نرمی سے مسکرا رہی تھیں۔ چاشت پڑھنے والے انتظار میں بیٹھے تھے جن کو توفیق نہیں ملی وہ ابھی محو استراحت تھے۔

"اتنی صبح کون آگیا۔" دھیان فوراً کمال فاروقی کی طرف گیا مگر اپنا خیال خود ہی مسترد کر دیا۔

"گز بھر لمبی ناک کا بوجھ اٹھا کر پھرتے ہیں وہ میرے لیے سیڑھیاں چڑھ کر آئیں گے۔" اسی ادھیڑ بن میں بہرحال انہوں نے دروازہ کھول دیا مگر چونک کر دو قدم پیچھے ہٹ گئیں سامنے بے ترتیب بالوں کے ساتھ دانیال کھڑا تھا۔ خفگی سے منہ پھیر لیا اندر آنے کا راستہ نہیں دیا۔

"السلام علیکم ممی۔" دانیال نے مودبانہ سلام عرض کیا۔

"وعلیکم السلام کوئی کام ہے مجھ سے۔" سعدیہ نے بے

نیازی سے ضرب کاری لگانے کی کوشش کی۔

”یہی سمجھ لیجیے۔“ دانیال کو بھی راستہ چاہیے تھا ان کے سوال سے ہی جواب نکال لیا۔

”بولو۔“ دروازے سے ٹل کر نہ دیں اسی طرح کھڑے کھڑے پوچھ رہی تھیں۔

”ممی...... آرام سے بیٹھ کر بھی تو بات کر سکتے ہیں۔ ہم دونوں اپنے ہی گھر میں تو ہیں۔“

”ٹو دی پوائنٹ بات کرو، کنفیوژ مت کرو۔“ اب انہوں نے برہم نظریں اٹھا کر کہا۔

”ممی کل میرا نکاح ہے بلال بھائی کی طرح یہ بزنس میرج نہیں ہے ایک بیٹے کے نکاح میں تو شرکت کر لیں، کورٹ میرج تو نہیں کر رہا آج کل سب پیرنٹس احساس کرتے ہیں کہ شادی بچوں کی پسند سے کرنا چاہیے آپ تو الٹرا، ماڈرن سوسائٹی کی ممبر ہیں میری باری پر اتنی قدامت پسند کیوں بن رہی ہیں۔ اس طرح تو کوئی لڑکیوں پر دباؤ نہیں ڈالتا۔“ دانیال نے بہت پیار سے ماں کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

”بس یہی کہنے آئے تھے۔ جو ابھی تک تمہارے پاپا نے نہیں کہا تھا وہ بچا ہوا تم نے کہہ دیا بنڈل آف تھینکس ڈیئر سن۔“ سعدیہ پر کچھ تو اثر ہوا تھا ناراضگی ہنوز تھی مگر دروازہ کھلا چھوڑ کر کمرے کے مرکز تک چلی گئی تھیں۔

”ممی...... ایک سچ سن لیں اس کے بعد میں آپ سے ایک لفظ نہیں کہوں گا۔ خاموشی سے چلا جاؤں گا۔“

”سچ......!“ سعدیہ نا چاہتے ہوئے بھی چونک پڑی اس لفظ میں جادو ہے نہ ہو کے ہاتھ میں ہوتا ہو۔ جھوٹے سے جھوٹا انسان بھی سچ کی قدر و قیمت جانتا ہے سچ کی کشش و جاذبیت کو تسلیم کرتا ہے۔

”اتنی دیر سے کیا جھوٹ بولے جا رہے ہو؟“ یہ ادا بھی کمال تھی اسی میں سچ سن لینے کی رضامندی بھی تھی۔

”ممی آپ ہی کی وجہ سے آپ رشنا کے علاوہ کسی کا نام ہی سننا نہیں چاہتی تھیں۔ میں نے پیاری سے خفیہ شادی کرنے کا پکا فیصلہ کر لیا تھا۔“

”دیکھا، میں بالکل ٹھیک سمجھ رہی تھی یہ بہت تیز لڑکی ہے اس طرح پھنساتی ہیں لڑکیاں۔“ سعدیہ ایک دم چمک کر بڑے جوش و ولولے سے شروع ہو گئیں۔

”ایک سنٹ ممی میری بات مکمل نہیں ہوئی۔“ دانیال نے فوراً بند باندھا۔

”مگر پیاری نے انکار کر دیا اور میری ٹھیک ٹھاک عزت افزائی کی ممی اس نے مجھے کہا کہ میں نے اس کی انسلٹ کی ہے۔“

”تم نے اسے سیکریٹ میرج کی آفر کی اس نے انکار کر دیا۔ یہی کہہ رہے ہو ناں۔“ ایک غصہ فطری اور منطقی ہوتا ہے ایک غصہ انا پرست کا ہوتا ہے انا پرست کا غصہ کھوکھلا ہوتا ہے اندرونی کمزوریوں کا پردہ ہوتا ہے اپنے سے وننگ کی للکار پر جھاگ بن کر اڑ جاتا ہے۔ سعدیہ کی حیرت انا پر غالب آ گئی تو قہر کا زور خود بخود ٹوٹ گیا پھر سامنے اپنا ہی تو بیٹا تھا اپنوں کے سامنے تو رویے پل میں برہنہ ہو جاتے ہیں لگی لپٹی پہلی دھلائی میں جاتی ہے۔

”جی وہ بہت با اصول ہے، اس کی کوئی خواہش اس کی کمزوری نہیں وہ بہت مضبوط کردار کی مالک ہے ممی، عام سی لڑکی نہیں ہے۔“

”تم ابھی اتنے تجربہ کار نہیں ہو دانیال آج کل کی لڑکیاں بہت چلتا پرزہ ہیں منٹ میں ہزار رنگ بدل سکتی ہیں۔“ لڑکی کی خوبیاں بیٹے کے منہ سے سن کر دل کو کچھ ہوا تو مگر شکی اور جلد بدگمان ہونے والی فطرت نے پھر اکسایا۔

”اگر وہ اور طرح کی لڑکی ہوتی تو اس وقت جب میں خفیہ شادی کی آفر کر رہا تھا وہ مان جاتی ہماری کورٹ میرج ہو جاتی تو آپ اس وقت کیا کر رہی ہوتیں، سیدھا سا سوال ہے سیدھا سا جواب دے دیں۔“ اتنی مضبوط دلیل نے تو سعدیہ کے چودہ طبق روشن کر دیے اور یہ اصول فطرت ہے جواب گھر میں پیدا ہوتے ہیں باہر سے تو کچھ اور آتا ہے۔

”فی الحال میرا ذہن بالکل کام نہیں کر رہا ویسے بھی تم نے اور کمال نے تو اپنی مرضی ہی کرنی ہے کیوں اپنا ٹائم مجھ پر برباد کر رہے ہو۔“ ہار ماننے کا حوصلہ ہو نہ ہو ہار تو نوشتہ دیوار کی طرح چمکتی ہے، اتنے شد و مد سے مخالفت کی تھی اب کچھ تو بھرم رکھنا تھا بڑے نروٹھے پن سے گویا ہوئی تھیں۔

”شادی تو اپنی مرضی سے کرنا چاہیے ممی، مہمان تو ڈنر کے بعد پوچھتے بھی نہیں ہیں کہ کیسی گزر رہی ہے۔“ دانیال نے ماں کی اداؤں میں تغیر پایا تو تھوڑا سا ہلکا پھلکا بھی کہہ دیا۔

”مجھے اکیلا چھوڑ دو دانیال۔“ دھواں ختم ہو گیا تھا ماحول میں تپش باقی تھی دانیال نے غنیمت جانا کہ سعدیہ نے کم از کم

کھڑے کھڑے ہی سہی اس کی بات سن تو سہی۔

ایک بار می لائن پہ آ جائیں باقی تو پھر پیاری خود ہی سنبھال لے گی اس کا باوقار حسن ہی کافی ہے اور اتنی نرم خو ہے کہ بندے کی زبان ہی کاٹ دیتی ہے۔ دانیال پلٹ کر سوچتا آگے بڑھ رہا تھا۔

❀......☆☆......❀

مانو آپا پیاری کو بصد اصرار بیوٹی سیلون لے جانا چاہ رہی تھیں۔ مگر پیاری نے انکار کر دیا پل پل مشہود سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا تھا اور وہ واش روم میں جا کر گھٹ گھٹ کر روتی تھی اس عالم میں بیوٹی سیلون جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

محبت زندہ باد ہو رہی تھی۔ چاند سے چاندنی روشنی کے پھول برسا رہی تھی۔ خواب کی پریاں پلکوں پر تعبیر ٹانک رہی تھیں، مگر دل خوشی کی انتہا پر عظیم دکھ سے گلے مل رہا تھا۔ مانو آپا کا بیڈ روم ہی برائیڈل روم بن گیا تھا اس نے نکاح کے لیے شرارے غرارے کا انتخاب نہیں کیا تھا تنگ پاجامہ اور پشوز پسند کی تھی جو سرخ و سنہری امتزاج سے تیار کی گئی تھی۔

عروسی ملبوس زیب تن کرنے کے بعد اس نے سادہ چوٹی بنائی تھی۔ آنکھوں میں کاجل کی لکیریں ہونٹوں پر سرخ لپ اسٹک اور بس یہ اس کا مکمل میک اپ تھا۔ وہ یہ میک اپ نہ بھی کرتی تو بھی عروسی ملبوس نے اسے پھول کی طرح کھلا دیا تھا۔ بال نہ بھی سنوارتی تو زرتار دوپٹے نے حسن باوقار کو چار چاند لگا دیے تھے۔ مانو آپا تو بس دیکھتی ہی رہ گئیں بلکہ دل تھام لیا ایک کسک کسی کٹنی کی طرح بس معنی خیز اشارے کرتی گزر گئی۔ گویا جیب خاص میں ہاتھ ڈالا تو ہاتھ جیب سے باہر نکل گیا حواس ساتھ چھوڑ گئے سوچ قائم ہو گئی۔

''یا اللہ جمع پونجی پھٹی جیب میں ڈالی تھی؟'' دل کو سمجھایا آگے بڑھ کر گلے سے لگایا دعا دی کہ آخر دانیال بھی تو میرا ہی خون ہے اللہ اسے یہ خوشی مبارک کرے سدا سکھی رہے۔

عصر کی نماز کے بعد کمال فاروقی اپنے قریبی دوستوں اور دانیال کے ہمراہ مانو آپا کے گھر پہنچ گئے تھے ساتھ آنے والے مختصر سے باراتیوں کو راستے بھر یقین دلاتے رہے کہ ولیمہ بہت دھوم دھام سے ہوگا۔ نکاح لڑکی والوں کا فنکشن ہوتا ہے اور ہم اپنی طرف سے کوئی بوجھ ڈالنا نہیں چاہتے عالی جاہ منظر سے غائب ہو کر ماں کو دکھی کر رہا تھا مانو آپا نے بقدر ظرف بہت سلیقے سے اس چھوٹی سی تقریب کا انتظام سنبھالا تھا۔ دانیال کے پاؤں تلے زمین کشش ثقل کھو چکی تھی اس کے پاؤں خلا میں تھے ان دیکھے شہپر اسے فضا میں اڑنے پر مجبور کر رہے تھے۔

خوشی ایک ایک خلیے سے نکل کر آنکھوں کو مسکن بنائے ہوئی تھی۔ پیاری سے ایجاب و قبول کرانے کمال فاروقی اپنے بزنس پارٹنر اور دوسرے عزیز دوست کے ساتھ مانو آپا کی خواب گاہ میں آئے تھے جہاں پیاری نیم سکتے کی کیفیت میں براجمان تھی۔ حسن و انداز نشست اتنا باوقار تھا کہ کمال فاروقی نے بیٹے کے انتخاب کی داد دی۔

پانچ لاکھ حق مہر پر نکاح ہوا مانو آپا پیاری کو بازو کے گھیرے میں لے کر اسے ایک طرح سے حوصلہ بہم پہنچا رہی تھیں۔

جیسے جھیل میں چاند کا عکس جھلملاتا ہے پیاری کی آنسو بھری آنکھوں میں نکاح نامے پر مندرج الفاظ جھلملا رہے تھے۔ کمال فاروقی نے دست شفقت سر پر رکھ کر دستخط کے لیے رہنمائی کی تیسرا دستخط کرتے ہی پیاری بے ہوش ہو کر دائیں جانب ڈھے گئی تھی قلم انگلیوں سے پھسل کر دور جا پڑا تھا مانو آپا کو ٹھنڈے پسینے چھوٹ گئے پیاری کے تلوے سہلانے لگیں کمال فاروقی اور گواہان باہر کی طرف لپکے تاکہ فرسٹ ایڈ کا بندوبست کیا جا سکے۔

❀......☆☆......❀
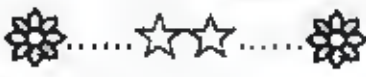
شیروانی کی جیب میں پڑے سیل فون پر لگاتار چوتھی مرتبہ وائبریشن ہوئی تو دانیال کو جیب سے سیل نکال کر دیکھنا ہی پڑا اسکرین پر کالر کا نام نہیں تھا ایک انجانا نمبر آ رہا تھا متردد ہوا کال ریسیو کرے یا رہنے دے مگر یہ سوچ کر ریسیو کر لیا کہ کال مسلسل کی جا رہی تھی۔

''ہیلو۔'' اس نے دبی زبان میں کہا۔

''دانیال مشہود بات کر رہا ہوں۔''

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

مانا کہ تم ہو اُجالوں کے اُجالے
مگر اِک دیا احتیاطاً گھر رکھنا
دل توڑنا تو سبھی کو آتا ہے
مگر تم دل جوڑنے کا کوئی ہنر رکھنا

''شب برات پھر رمضان اور رمضان کے بعد پھر عید..... اتنے بہت سے دن۔'' ملکہ نے پہلے نور جہاں کو اور پھر انگلیوں پر دن گنتی ترنم چاچی کو دیکھا اور اس سے پہلے کہ ان کے دن گننے کی وجہ پوچھتی وہ ٹھوڑی پر خارش کرتے ہوئے نور جہاں سے مخاطب ہوئیں۔

''یہ تمہارے چاچو کہاں ہیں، کچھ پتا ہے۔''

''میری اطلاع کے مطابق تو اسی دنیا میں ہیں۔'' ملکہ جو پہلے ہی انہیں انگلیوں پر حساب کتاب کرتے دیکھ کر چڑی ہوئی تھی نور جہاں سے پہلے بول پڑی۔

''ہاں تو میں نے کب کہا ہے کہ مریخ پر جھاڑو دینے گئے ہیں۔''

''ویسے چاچی آپ جیسی بیویاں ہوں تو بندہ مریخ پر جاکر بھی صرف جھاڑو ہی دے گا۔''

''ملکہ میں پہلے ہی غصے میں ہوں تم میرا مزید دماغ مت گھمانا آج۔''

لفظوں کا سب خزانہ ان پر لٹا دیا
بیٹھے بیٹھے چاچی کا دماغ گھما دیا

ملکہ پر آج کل شاعری کا جنون طاری تھا اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے کبھی کبھار ایسے ایسے ہولناک شعر کہتی کہ بندہ سوچتا ہی رہ جاتا کہ یہ شعر عشقیہ تھا یا المیہ، افسردہ تھا یا نیم مردہ؟

''ملکہ..... انسان بن جایا کرو ہفتے میں کم از کم ایک دن۔''

یہ کیا ستم تم نے میری جان کر دیا
اچھے بھلے انسان کو شیطان کر دیا

اور اس کے شیطان کہنے کی دیر تھی کہ نور جہاں جیسے ٹھنڈے مزاج انسان کو بھی ایسا غصہ آیا کہ سامنے ہی رکھا پانی کا گلاس ہاتھ میں لیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی اس کی قریب آئی اور پورا گلاس اس پر الٹ دیا اور ملکہ جو پہلے ہی گرمی کے مارے تنگ آئی ہوئی تھی پیڈسٹل فین کے عین سامنے کھڑے ہو کر پھر مسکرائی۔

لڑائی کا اب تم نے ادھار کر دیا
پانی ڈال کر مجھ کو ٹھنڈا ٹھار کر دیا

''ملکہ کی بچی یہ جو تم فیس بک پر بنے شاعری کے گروپ میں گھسی ہوئی ہونا آج کل دیکھنا اور سب کو بتاؤں گی کہ یہ لڑکا ہے اور انتہائی گندا لڑکا ہے پھر دیکھنا لوگ نہ صرف گروپ سے بلکہ اپنے فرینڈز لسٹ سے بھی نہ نکال دیں تو میرا نام بدل دینا۔''

''اچھا اچھا سڑیل مزاجو، تم کیا ادب کا سواد اب باوجود اس کے کہ مجھے ایک شعر کی آمد ہو رہی ہے لیکن میں سناؤں گی نہیں تم دونوں کو خوش؟'' اس نے کنڈی کی طرح ناک چڑھائی۔

''صرف خوش نہیں بلکہ تمہارا احسان ہے اب تم اپنی شاعری فیس بک پر ہی لکھنا ایسے اشعار کو تو صرف لڑکی کا نام دیکھ کر ہی ہزاروں لائکس مل جاتے ہیں۔''

''فیس بک کی تو اس دفعہ بات بھی مت کرنا، عید آنے والی ہے اس پر دھیان دو۔'' ابھی ملکہ کی بات ادھوری تھی کہ ملکہ اور نور جہاں دونوں کے موبائل بج اٹھے ملکہ تو اپنے موبائل پر آنے والی میسج کی بیپ کو بھی دروازے کی گھنٹی کی طرح سیریس لیتی تھی اور بھاگم بھاگ اٹھ کر دیکھا کرتی کہ آنے والا میسج کس کا ہے نور جہاں البتہ اتنی جلد باز نہ تھی اس لیے وہیں بیٹھی رہی اور ملکہ نے اٹھ کر موبائل پکڑا اور با آواز بلند پڑھنے لگی۔

''پیاری دوست شب برات کے اس بابرکت موقع پر میں ہاتھ جوڑ کر تم سے معافی مانگتی ہوں کہ اگر میری وجہ سے تمہارا دل دکھا ہو یا بھی تمہاری آنکھوں میں آنسو آئے ہوں تو پلیز مجھے

معاف کر دینا۔" ملکہ ایک منٹ کے لیے رکی پھر ناک پھلا کر بولی۔

"چاچی یہی میسج نور جہاں کو بھی ابھی بھیجا ہو گا ناں؟"

"ہاں میں نے ایک مرتبہ لکھ کر تقریباً سب کو سینڈ کر دیا تھا۔" وہ یوں اترائیں جیسے بہت بڑا کارنامہ کر دیا ہو۔

"چاچی ہم بھلا کب ناراض ہیں جو معافیاں مانگ رہی ہو، معافی ہی مانگنی ہے تو رابعہ سے مانگو ناں پورے آٹھ مہینے سے تم دونوں کی بول چال بند ہے۔" نور جہاں نے اصلاحی جھنڈا اٹھایا تو شاید اس جھنڈے کا ڈنڈا سیدھا چاچی کے سر پر جا لگا جبھی تلملا کر بولیں۔

"ارے اس سے معافی مانگتی ہے میری جوتی میسنی نہ ہو تو ہونہہ...... ابھی اتنے برے دن نہیں آئے میرے نور جہاں کہ اس خوبانی جیسی رابعہ سے معافی مانگتی پھروں اور ہاں تم نے بھی معاف کرنا ہے تو کرو نہیں کرنا تو نہ سہی۔" انہوں نے فوراً چارپائی سے پاؤں نیچے اتارے اور چپل پہننے لگیں ساتھ ہی ان کے موبائل پر میسج کی ٹن ٹن ہونے لگی۔ ایک نظر اسکرین کو دیکھا اور کھڑے ہو بولیں۔

"یہ دیکھو کھٹا کھٹ معافی پر معافی دے رہے ہیں لوگ۔ اب اگر دس پندرہ لوگوں سے میری ان بن چل رہی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔"

ہائے چاچی

تیرے بچے نے بول و براز کر دیا

نور جہاں نے چاچی کو ناراض کر دیا

ملکہ چیخی اور فوراً سے پیشتر چاچی کے تیسرے نمبر والے بچے کی طرف بھاگی جس نے وہیں کھڑے کھڑے صاف ستھرے فرش کو گندا کر دیا تھا۔

"ہاں تو کیا دنیا سے انوکھا کام کر دیا ہے میرے بچے نے، توبہ ہے۔" انہوں نے بچے کو دونوں کندھے سے پکڑا اور اٹھانے کے بجائے جھلاتے ہوئے باہر لے گئیں۔

"نور جہاں کی بچی کر دیا ناں چاچی کو ناراض، اب پتا ہے ناں میرے عید کے کپڑے سینے کے لیے کتنے نخرے کریں گی۔" ملکہ نے منہ بسور کر نور جہاں کو دیکھا جو رات میں عبادت کرنے کے لیے ابھی اٹھ کر نہانے چلی گئی تھی پھر اس نے فرش پر چاچی کے بچے کا کارنامہ دیکھا جو اسے ہی صاف کرنا تھا۔

❖......❖❖......❖

دوسری صبح ملکہ جاگی تو سارا گھر خاموش تھا ہاتھ منہ دھو کر کچن میں پہنچی اور فریج کھولا تو ڈونگے میں رکھی کھیر اور بریانی دیکھ کر یاد آیا کہ کل شب برات تھی اور اماں اور نور جہاں اسی لیے فجر کے بعد سو گئی ہوں گی کہ شب بیداری کے باعث تھکاوٹ نہ ہو، اس نے ٹھنڈی ٹھنڈی کھیر کھانا شروع کی ہی تھی کہ فون بجا اس نے وقت دیکھا صبح کے آٹھ بجے بھلا کس کا فون ہو سکتا ہے، یہی سوچتے ہوئے ایک چمچ کھیر کا مزید کھایا اور اندازہ لگاتی فون سیٹ کے قریب جا پہنچی، دوسری طرف شمشاد کا بھائی بہزاد تھا۔

"بہزاد بھائی آپ نے آج کیسے یاد کر لیا؟" وہ واقعی حیران تھی کیونکہ بہزاد ملک سے باہر ہوتا تھا اس لیے رابطہ نہ ہو پاتا آج فون آیا تو حیران رہ گئی۔

"ملکہ میں پاکستان آ رہا ہوں کچھ منگوانا ہو تو بتا دو۔" انہوں نے تو کھلی آفر کی لیکن ادھر ملکہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ہزار ہا چیزیں ذہن میں گھومنے لگیں کبھی کہتی لیپ ٹاپ منگوالوں یا نئے ماڈل کا فون پھر سوچتی اچھی سی کاسمیٹکس منگوائی ہوں کم از کم ملاوٹ سے پاک اور اوریجنل تو ہوں گی پھر اپنی ہی سوچ کی ایک بار پھر نفی کر دی اور سوچا کہ اگر ایک بندہ بیرون ملک سے آ رہا ہے تو کوئی مہنگی چیز منگوانی چاہیے کاسمیٹکس کا کیا ہے تیزاب ملی کریمیں لگا کر بندہ پاکستان میں بھی گورا ہو جاتا ہے۔ اسی ادھیڑ بن کے بعد اس نے لیپ ٹاپ کی فرمائش کرنے کا فیصلہ کیا اور پہلے ذرا مروت اور اخلاق نبھانا بھی ضروری سمجھا۔

"نہیں بہزاد بھائی کچھ بھی نہیں منگوانا بس آپ خیریت سے آ جائیں یہاں بھی سب کچھ ہے۔" اس کا خیال تھا کہ جواب میں وہ کچھ اصرار کریں گے اور پھر وہ ان پر احسان کرتے ہوئے کہے گی کہ چلیں ٹھیک ہے آپ اتنا اصرار کر رہے ہیں تو میرے لیے ایک لیپ ٹاپ لے آئیے گا۔ ویسے کمپنی کوئی بھی ہو کوئی مسئلہ نہیں اگر ایپل ہو تو بہت بہتر ہے لیکن حق...... ہا اس کی نوبت ہی نہ آئی۔

"بس ملکہ تمہاری یہ کفایت شعاری کی عادت جو ہے ناں یہ سب سے اچھی ہے تمہاری جگہ اگر کوئی اور ندیدی سی لڑکی ہوتی ناں تو جھٹ سے کہہ دیتی میرے لیے ایپل کا لیپ ٹاپ لے آئیے گا۔ حالانکہ ایپل کے لیپ ٹاپ کی فرمائش کرنے والی لڑکیاں جب تربوز کی کٹی ہوئی پھانک جیسا منہ بنا کر مسکراتے ہوئے بات کرتی ہیں ناں تو تربوز کے بیجوں کی طرح ان کی

سوچ سامنے ہی نظر آجاتی ہے لیکن ایک تم ہو کہ واہ...... دل خوش کردیا میرا۔''

اس کھلم کھلا اور پوری طرح بے عزت ہونے پر ملکہ کا دل چاہا کہ ریسیور سر پر دے مارے، اپنے سر پر نہیں بلکہ بہزاد بھائی کے۔ لیکن کیا کرتی وہ اسے زبردستی عظیم بنا رہے تھے اور وہ کچھ کر ہی نہیں پا رہی تھی...... تردید بھی نہیں۔

''پتا ہے ملکہ، اگر کوئی باہر سے آنے والا بندہ پاکستان میں رشتے داروں سے پوچھ لے ناں کہ میں آپ کے لیے کیا لاؤں تو یقین کرو ان کا بس چلے تو کہہ دیں کہ ملکہ برطانیہ کے تاج میں جو ہیرا جڑا ہے ناں بس وہ اتار لائیے گا اور اس جڑے ہوئے ہیرے کی بات کرنے والوں کے منہ پر قسم سے پتھر جڑنے کو جی چاہتا ہے کہ بھئی ہم نے تو سلام کرنے کو منہ کھولا تھا آپ اپنی جھولا نی چارپائی لے کر منہ میں ہی لیٹنے کو آرہے ہیں۔ بس...... پتا نہیں لوگ اتنے ندیدے کیوں ہوتے ہیں؟'' ملکہ نے دانت پیسے۔

''اب ہر کوئی تمہارے جیسا تو نہیں ہوتا ناں ورنہ اگر تم کہتیں تو میں تمہارے لیے لے بھی آتا یہ میرے فلیٹ کے سامنے ہی تو دکان ہے الیکٹرانکس کی آج کل ڈسکاؤنٹ پر لیپ ٹاپ مل رہا ہے۔'' اس نے ملکہ کے غم کو مزید تڑکا لگایا۔

''اچھا سنو! نور جہاں اگر بات کرسکتی ہے تو......!''

''اگر بات کرسکتی ہے تو......!'' وہ تپی ہوئی تو پہلے سے تھی اب مزید غصے میں آگئی۔

''آپ کو کیا لگتا ہے وہ توتلی ہے یا اس نے ایلفی کھالی ہے یا آپ کے خیال میں اسے بھولنے کی بیماری ہے اور وہ اوپر والے دانت نیچے والے دانتوں پر رکھ کر بھول گئی ہے یا اس کی زبان......!''

''ارے بس بس بس......! اتنا پیار کرتی ہو نور جہاں سے۔'' وہ خاموش رہی لیپ ٹاپ کی فرمائش نہ کرپانے کا دکھ تھا کہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

''اچھا بابا ٹھیک ہے جب آؤں گا تو بیٹھ کر گپیں لگایا کریں گے میں تو صرف اس لیے نور جہاں سے بات کرنا چاہتا تھا کہ تمہیں تو یہاں سے کچھ نہیں منگوانا اس لیے اگر نور جہاں کو لیپ ٹاپ کی ضرورت ہے تو اس کے لیے لے آؤں، ایپل کا لیپ ٹاپ ہے اور یہ بھی آج کل ڈسکاؤنٹ پر۔'' انہوں نے ایک بار پھر نمک چھڑکا۔

''بہزاد بھائی...... وہ دراصل ہاں...... بہزاد بھائی۔'' ان کی بات کاٹتے ہوئے وہ ایسے چیخی جیسے ٹرین پر سوار ہونا ہو اور وہ چل پڑے۔

''ملکہ میرے فون میں پیسے ختم ہو رہے ہیں پھوپو کو سلام کہنا۔''

''نہیں بہزاد بھائی میری بات سن جائیں بس ایک منٹ نور جہاں کو بہت سخت......!'' کال منقطع ہوچکی تھی اور اس کا حال یہ تھا کہ لگتا جیسے پیچھے سے ایک دھکا سا پڑا ہو ڈھلی ہوئی جراب جیسا منہ بنائے وہ بے اختیار پیچھے مڑی جہاں اماں کھڑی تھیں اور وہ جسے دھکا سمجھ رہی تھی وہ دراصل پیچھے سے پڑنے والا اماں کا دھموکا تھا جس نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

''کیا ہوگیا، کیوں چیخ رہی ہے، کرنٹ آگیا ہے کیا فون میں۔'' اب وہ اماں کو کیا بتاتی کہ ندیدی بنتے بنتے عظیم بن جانے کا دکھ کیا ہوتا ہے، اس لیے منہ بنا کر بیٹھ گئی تو اماں کو مزید پریشانی ہوئی کہ کہیں اس نے باورچی خانے میں کوئی نقصان تو نہیں کردیا اس لیے ایک بار پھر اپنی سکتہ شدہ بیٹی کا کندھا ہلایا۔

زندگی کی بھیڑ میں میرے کچھ خواب کھوگئے
پیازوں کا کچھ نہ بگڑا آلو اسی روپے کلو ہوگئے

''آئے ہائے یہ تجھے کب سے آلو پیاز کے ریٹ کی اطلاع آنے لگی۔'' اماں تو حیران تھیں ہی اب تک ان کی باتوں سے نور جہاں بھی جاگ چکی تھی۔

''بہزاد بھائی کا فون آیا تھا اماں۔''

''بہزاد نے اتنی دور سے فون کرکے آلو اسی روپے کلو ہونے کی اطلاع دی۔'' اماں اس کے سامنے بیٹھ کر تصدیق کرنا چاہ رہی تھیں اور ملکہ جل کر ہی رہ گئی۔

''آلو کی نہیں اپنے آنے کی اطلاع دے رہے تھے۔''

''اوہ اچھا اچھا ہاں وہ تو مجھے پتا ہی تھا پہلے سے، میں نے سوچا شاید کوئی اور بات کی ہوگی۔''

''آپ کو پتا تھا تو بتایا کیوں نہیں۔''

''بھئی دراصل بھائی بھابی عمرے پر جا رہے ہیں ناں تو اس لیے بہزاد آرہا ہے وہ دونوں عید وہیں پر کرکے لوٹیں گے۔''

''وہ دونوں عید وہاں کریں گے تو یہ دونوں یہاں کیا سحری میں ڈھول بجائیں گے اکیلے؟'' وہ چڑی ہوئی تو تھی ہی اس لیے جلی کٹی باتیں کررہی تھی۔

''ڈھول بھی دعا کرو بج ہی جائیں کیا معلوم کس کی قسمت

کس کے ساتھ جڑ ٹی ہے۔" اماں نے کن اکھیوں سے نور جہاں کو دیکھا جو مسکراتے ہوئے ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ ماموں ممانی، یہاں نہیں ہوں گے تو ان کا سحر وافطار کیسے ہوا کرے گا؟"

"تم کیوں اس فکر میں کیپسول بنی جارہی ہو، ابھی ان کی پھوپو زندہ ہے بھائی بھابی کے آنے تک وہ دونوں یہاں رہیں گے میرے پاس، آئی سمجھ۔" اماں نے سینہ ٹھونکا تو اس کے چہرے کی مسکراہٹ لوٹ آئی۔

"آ گئی اماں، بڑی اچھی طرح سمجھ آ گئی، اب میں لوں گی ان سے بدلہ زبردستی عظیم بنانے کا۔" آخری جملہ اماں نے سنا نہیں تھا اس لیے بولیں۔

"شرم کر شرم...... یہ جو شمشاد کے یہاں رہنے کا سن کر تیرے منہ پر پھول کھلے ہیں ناں، اس کے سامنے آنے پر کوئی گل نہ کھلا دینا۔" اماں نے اٹھتے اٹھتے پھر ایک بار اسے چپت لگانا ضروری سمجھا۔

"اماں یہ تم ہی ہو قسم سے جس کی مار کھا کر بھی بندہ اس کی خاطر ہی مرنے کو تیار رہتا ہے۔" اور اماں تو تھیں ہی جذبات سے پر فوراً سے مڑ کر ہائے ماں صدقے کہہ کر اسے گلے لگا لیا اور ان کے گلے لگتے ہی ملکہ نے نور جہاں کو آنکھ ماری تھی کہ اس نے ردعمل کے طور پر چھینک ماردی۔

یارب تو بندے کو کوئی ایسی نہ بہنا دے
جو چھینک مار کر ہی میرا منہ دھلا دے

نور جہاں جو جلدی میں منہ پر ہاتھ بھی نہ رکھ پائی تھی ملکہ کے شعر پر شرمندہ سی ہوگئی۔

❖......❖❖......❖

"ارے آپا یہ میں کیا سن رہی ہوں۔" چاچی نے اماں کے ساتھ بیٹھتے ہی کہا تو انہیں چاچی کی ذہنی حالت پر جیسے شبہ سا ہوا۔

"خود بول رہی ہو تو ظاہر ہے اپنی آواز ہی سنو گی ناں۔"

"شمشاد اور بہزاد رمضان یہاں گزاریں گے کیا؟"

"نہیں صرف رمضان نہیں عید بھی یہیں کریں گے تمہیں کوئی مسئلہ ہے۔" بھتیجے بھتیجیاں تو ویسے ہی اکثر پھوپیوں کی جان ہوتے ہیں اور یہاں تو شمشاد ان کا ہونے والا یقینی اور بہزاد متوقع داماد تھا اور اماں کے صاف اور کھرے جواب نے چاچی کو مزید کچھ بولنے سے باز رکھا۔

"مٹر چھیل رہی ہیں تو میں بھی کچھ مدد کردوں؟"

"آئی سی تو مٹر ہے اب اسے چھیل کر مزید گنجا کرنے کا ارادہ ہے کیا؟" اماں پر اب تک ان کی پچھلی بات کا اثر قائم تھا جبھی ٹیڑھی باتیں کررہی تھیں۔

"مٹر نکالنا کہتے ہیں مٹر چھیلنا نہیں سمجھیں؟"

"خیر سمجھ تو بہت کچھ گئی ہوں یہ ملکہ اور نور جہاں کہاں ہیں؟"

"کچن میں ہیں رمضان شروع ہونے والے ہیں ناں تو میں نے سبزی کاٹ کر فریزر میں رکھنے کی ذمہ داری لی اور وہ دونوں بہنیں کباب وغیرہ بنارہی ہیں تاکہ روزوں میں کم سے کم کام کرنا پڑے۔"

"ہاں بھئی اس دفعہ تو کام بھی زیادہ ہوگا اور اہتمام بھی آخر بیٹی کے سسرال بلکہ ہونے والا داماد جو رہنے آرہا ہے۔" چاچی نے جلتی آگ پر دیگچی چڑھانے کے انداز میں بھنویں چڑھائیں۔

ویسے بھی ہر خاندان میں ایک نہ ایک بندہ ایسا ضرور ہوتا ہے جس کے ذمہ رنگ میں بھنگ ڈالنا اور خوشی کے موقع پر فوتگی کا ٹچ دینا ہوتا ہے اور ملکہ، نور جہاں کے خاندان میں وہ ہستی ترنم چاچی کی تھی۔

"بالکل...... نہ صرف آئیں گے بلکہ رہیں گے بھی جس جس کو ان کے آنے کی تکلیف ہو وہ علاج کرائیں۔" اماں نے سیدھا سا نسخہ بتادیا اور مزید جلانے کو مسکرانے بھی لگیں ویسے بھی مخالفین کو جتنی آگ مسکرانے سے لگتی ہے اتنی تڑپنے سے بھی نہیں لگتی۔

"کیوں ترنم ٹھیک کہاں ناں میں نے......!" اماں نے بے تکلفی سے چاچی کے آگے ہاتھ کیا کہ شاید وہ ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیں لیکن وہ ان سے دگنا مسکرا کر بولیں۔

"آپا جب کسی کے ساتھ دل نہ ملے خیالات نہ ملے تو ہاتھ ملانا وقت کا ضیاع ہے۔"

"جب کسی کے ساتھ ہاتھ نہ ملانا ہو تو آنکھیں ملانا بھی میرے نزدیک وقت کا ضیاع ہے۔" اماں اپنی مٹر کی ٹوکری اور چھلکوں والی پلیٹ لے کر دوسری طرف منہ کرکے بیٹھ گئیں، یہ ان کی طرف سے ناراضگی کا اعلان تو تھا لیکن ان دونوں کی ناراضگی طویل نہیں ہوتی تھی اسی لیے ترنم چاچی بھی ہو تہیہ کرکے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

اٹھ گئیں کل صبح دوبارہ آنے کے لیے۔

❊......❊❊

نورجہاں میرے دل میں ایسے بس گئی
چھوٹے رکشے میں جیسے چاچی پھنس گئی

"ملکہ کی بچی، کچھ تو خدا کا خوف کرلیا کر، کل کو شادی کے بعد اگر تو خود موٹی ہوگئی ناں تو پھر میں یہ تیرے سارے ہوا میں اڑتے بے وزن اور فضول شعر تجھے ہی سناؤں گی۔"

"ملکہ ہوں ملکہ...... جانتی ہوں کس طرح فٹ رہنا ہے۔ میں کوئی چاچی نہیں جو نہ تو وزن پر کنٹرول کرتی ہیں نہ بچوں پر۔"

"اچھا چل چپ کر۔" نورجہاں نے اسے کہنی ماری تو چپ ہونا ہی پڑا کہ اس وقت وہ دونوں دروازے میں کھڑی تھیں اور ماموں، ممانی، شمشاد اور بہزاد بھائی کے ساتھ ساتھ اماں ابا اور چاچی وغیرہ ایک ایک کرکے حسب اوقات سواریوں سے نکلتے جارہے تھے۔

دراصل ماموں ممانی کو عمرے کے لیے روانہ ہونا تھا اس لیے سب ان سے ملنے گئے تھے ملکہ اس لیے نہیں گئی کہ اماں کو اس کا اپنی ہونے والی سسرال میں جانا مناسب نہ لگا اور نورجہاں اس کے اکیلے پن کی وجہ سے گھر پر رکی تھی، اسی لیے ماموں ممانی ان دونوں سے ملنے یہاں آن پہنچے تھے اور جیسے ہی انہیں دروازے پر کھڑے دیکھا تو لپک کر ملکہ کے گلے سے ایسے لگیں کہ لگتا چپٹ ہی گئی ہوں، ملکہ کو بھی انتہائی پیار کا مظاہرہ کرنا پڑا، دوسری بغل میں انہوں نے نورجہاں کو لیا اور اسی طرح اندر آگئیں، باقی سب بھی ان کے پیچھے تھے۔

"بھئی میں نے کہا کچھ بھی ہو میں اپنی ملکہ سے ملے بغیر جانے والی نہیں ہوں۔" ممانی نے محبت بھری نظروں سے ملکہ کو یوں دیکھا جیسے کوئی بھوکا بریانی کی پلیٹ کو دیکھ رہا ہو۔

"بہزاد بھائی کتنی بری بات ہے آپ نے تو کہا تھا کہ ایک ہفتے بعد آئیں گے؟" ملکہ نے شکوہ کیا کیونکہ بہزاد آج صبح ہی آئے تھے اور اسے اگلے ہفتے کا کہا تھا۔

"بھئی جب یہاں رہنے آؤں گا تو ایک ہفتہ ہو ہی جائے گا ناں، کیوں نورجہاں۔" اس نے بلاضرورت نورجہاں کو گفتگو میں شامل کرنا چاہا تو وہ گڑبڑا گئی ویسے بھی اسے بہزاد کے مسلسل دیکھنے سے گھبراہٹ ہونے لگی تھی اور کچھ وہ باہر جاکر بالکل ہی بدل گیا تھا لمبا چوڑا اور خوب صورت تو تھا ہی لیکن اب اس کی شخصیت میں کشش محسوس ہونے لگی تھی جبھی وہ بوکھلاہٹ میں جواب دیے کر کچن میں آگئی ملکہ سب کے درمیان میٹھی بات چیت میں مصروف تھی اور شمشاد اس کی ایک محبت بھری نظر کے انتظار میں کب سے اسے دیکھے جارہا تھا ملکہ کو اپنی باتوں کی روانی میں پتا بھی نہ چلا کہ بہزاد کب وہاں سے اٹھا اور کچن میں نورجہاں کے پاس جا پہنچا۔

"کاش میری بھی کوئی بیگم ہوتی۔" نورجہاں نے پلٹ کر دیکھا تو بہزاد بڑی دلچسپی سے اس پر نظریں جمائے ہوئے تھے ایسا لگتا تھا کہ بس ابھی ہنس پڑے گا لیکن ایسا تھا نہیں، جس طرح کچھ لوگوں کا منہ ہی روتے تاثرات والا ہے اسی طرح اس کا منہ تھا ہی شاید ایسا۔

"جی...... میں سمجھی نہیں۔" نورجہاں ٹھہری سیدھی سادی معصوم سی لڑکی وہ بھلا ان کی باتوں کے ہیرپھیر کیسے سمجھتی۔

"تم مینگو شیک بنا رہی ہوناں؟" بہزاد نے پلیٹ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا جہاں آم کے چھلکے رکھے تھے اور وہ کاٹ کاٹ کر آم جوسر میں ڈال رہی تھی اس لیے گردن ہاں میں ہلائی۔

"اسی لیے کہہ رہا تھا کہ کاش میری بھی کوئی بیگم ہوتی جسے میں چائے کی فرمائش کرتا تو وہ اپنی گاجر سی ناک چڑھا کر کہتی۔ جانو پہلے ہی اتنی گرمی میں آپ کا منہ حبشیوں کے گھٹنے جیسا ہورہا ہے اب چائے پی کر کیوں ٹھنڈا کوئلہ بننا چاہتے ہیں۔" بہزاد نے مثال ایسی اور اس انداز میں دی تھی کہ زیادہ تر مسکرانے والی نورجہاں قہقہہ لگا کر ہنسنے لگی اور بہزاد نے محسوس کیا کہ نورجہاں ہنستے ہوئے پہلے سے کہیں زیادہ پیاری لگتی ہے۔

"تین سالوں میں بہت بڑی ہوگئی ہو تم۔"

"جی؟" اس کی ہنسی تھم گئی۔

"میرا مطلب ہے اب تو فرش پر کھڑے ہوکر چھت سے جالے اتار سکتی ہو۔" اسی دوران ممانی کی آواز آئی۔

"بہزاد آؤ ناں، آکر اپنے ہاتھوں سے بہنوں کو تحائف دو۔" باقی ٹھیک تھا لیکن بہن کا جمع صیغہ سننے پر بہزاد نے پیپسی کی بوتل کے ڈھکن کی طرح منہ مروڑا اور بادل نخواستہ بولا۔

"آجاؤ میں تمہارے لیے بھی کچھ لایا ہوں۔" پھر کچھ سوچ کر خود ہی دوبارہ بولا۔

"نہیں نہیں تم رکو میں، بہن جی کو دے کر پھر تمہیں خود بلاؤں گا ویسے بھی ناں، گھر میں جو مرضی چاہے سمجھا دو مہمانوں کے سامنے وہی بات کریں گی جس کا پہلے سے ذکر بھی نہ ہوا ہو۔" وہ

کچن سے نکلا تو نور جہاں نے مسکراتے ہوئے جوسر چلا دیا۔
کمرے میں ملکہ اپنا تحفہ لینے کے لیے اتاولی ہو رہی تھی کہ لیپ ٹاپ تو نہیں کہہ سکی لیکن چلو کوئی اور چیز تو لائے ہوں گے اس تجسس میں وہ ممانی کے ساتھ چپک کر بیٹھنے پر بھی معترض نہ تھی بلکہ ہر دو سنٹ بعد ان کے چٹاچٹ بلائیں لینے پر بھی منہ نہ بناتی کہ یقیناً اسے صبر کا پھل میٹھا ملے گا۔ بہزاد کمرے میں آئے تو سب عمرے کی باتیں چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے، ساتھ ہی نور جہاں جگ میں ٹھنڈا مینگو شیک لا کر سب کو سرو کرنے لگی۔
”ہاں بیٹا کچھ ہمیں بھی بتاؤ باہر کے ملکوں میں کیا کیا ہوتا ہے؟“ اماں نے بڑے شوق سے پوچھا۔
”اماں انہیں ممانی نے تحائف دینے کے لیے بلایا ہے آپ نے باہر ملکوں کا پوچھ کر وزیر خارجہ لگنا ہے کیا؟“ وہ اماں اور ممانی کے درمیان پھنسی بیٹھی تھی اس لیے اماں کی طرف منہ کر کے سرگوشی کی جسے اماں نے نظر انداز کر دیا۔
”اور کچھ نہیں تو وہاں کی زبان بول کر دکھا دو تاکہ ہم بھی دیکھیں ہمارا بچہ پردیس میں کیسا لگتا ہوگا۔“
”پھوپو اب میں یہاں اکیلا کیا بول کر دکھاؤں۔“ بہزاد جزبز ہوا۔ ”میں اچھا تھوڑی لگوں گا آپ سب کے سامنے وہ سب بولتے ہوئے وہ بھی اکیلے اپنے آپ سے۔“
”اماں انہیں وہ الفاظ آتے ہوں گے جو شریف گھرانوں میں بولتے ہوئے مار پڑ جاتی ہے۔“ ملکہ زبردستی مسکرائی اور سامنے بیٹھے شمشاد پر نظر جا ٹھہری جو جانے کب سے دھیمی آنچ پر سلگتا رومانٹک ہو رہا تھا ملکہ کی نظر پڑی تو سر کیتلی کے ڈھکن کی طرح ہلنے لگا۔
”شریف گھرانوں میں جن الفاظ پر مار پڑ جاتی ہے پہلے تو تم بتاؤ ناں کہ تم نے وہ سب کہاں اور کس سے سنے؟“ ملکہ بھول گئی تھی کہ اس کے سامنے اس وقت بہزاد تھا جو بات کا فوری جواب دینا جانتا تھا۔ جبھی ای نے اس کی ٹانگ پر ہاتھ رکھ کر مٹھی بند کرنے کی کوشش میں جتنی زور سے دبایا اسی زور کے ساتھ منہ بھی بنایا۔
”اسے چھوڑو بہزاد یہ تو میری بھولی سی بیٹی ہے خبردار اسے کچھ نہ کہنا۔“ ممانی نے ملکہ کا منہ پکڑ کر پھر سے چوم لیا۔ وہ اس وقت کو کوس رہی تھی جب وہ ان دو جذباتی عورتوں کے درمیان آ پھنسی تھی۔ ممانی تھیں تو چوما چاٹی کی شوقین بات بات پر میری بچی کہہ کر اس کا منہ چومتیں تو ان کے منہ سے آنے والی بساند سے ملکہ دوپہر کا مینو جان لیتی کہ آج وہ کیا کیا کھا کر یہاں تک پہنچی ہیں اور اماں مار ماری کی فین ذرا سی بات پر بھی اس کی ٹانگ پر ہاتھ کا دباؤ بڑھا دیتیں۔ شمشاد سے مذاق کرنے لگتی تو پیچھے سے ہاتھ کر کے کمر پر چٹکی کاٹ دیتیں کہ ممانی کیا سوچیں گی اور اگر ممانی سے بحث کرنے لگتی تو چارپائی سے نیچے لٹکتے اس کے پاؤں کو اپنے پاؤں میں لے کر نیم دائرہ بنانے لگتیں اور یہ تکلیف بڑی عجیب لگتی۔ دراصل وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ممانی اسے بہت زیادہ تیز سمجھیں اس لیے اس کی رفتار کنٹرول رکھنے کی کوشش میں رہتیں لیکن باوجود اس کے وہ ملکہ کو ماموں ممانی کے سامنے تمیزدار اور باادب رہنے کا سبق ہزار بار پڑھا چکی تھیں لیکن ملکہ اپنے پاس ورڈ کی طرح بار بار بھول جاتی۔
”پھوپو پاکستان میں والدین وہاں کے والدین سے ہزار گنا اس لیے اچھے ہوتے ہیں کہ یہاں کے سب والدین شادی شدہ ہوتے ہیں۔“
”بہزاد مجھے لگتا ہے ٹھنڈا مینگو شیک پی کر تمہارے دماغ کو ٹھنڈ لگ گئی ہے۔“ شمشاد بغیر کسی پیشگی اطلاع کے پہلے سے بتانے کی زحمت کیے بغیر بولا تو سب ہی چونک گئے۔
”ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں شمشاد ایسی باتیں بڑوں کے سامنے تھوڑی کرتے ہیں۔“ اماں کی چٹکی فوراً سے آن ڈیوٹی حاضر ہوئی اور ایسے ملکہ کبھی نہیں کر سکی۔
”ایسی باتیں آپس میں بھی نہیں کرتے یہ تو پھر باہر سے آیا ہے ناں تو گھر کا ماحول شاید یاد نہیں رہا۔“ اماں کھلے عام بہزاد کو ڈانٹ سکتی تھیں اس لیے چٹکی پر زور بڑھایا۔ ممانی نے بھی آنکھیں دکھائیں کہ اگر ابا اور ماموں نماز پڑھنے گئے ہیں تو کم از کم ہمارا ہی احترام کر لو البتہ شمشاد کی خوشی دیکھنے لائق تھی کہ ملکہ نے سب کے سامنے اس کا نام تو لیا اس کی بات کی تائید کی۔
”کاش میری بھی کوئی بیگم ہوتی جو میرے منہ سے غلط بات نکلنے پر سب گھر والوں کے سامنے کہہ دیتی۔ جانو شٹ اپ آج کے بعد آپ نے بڑوں کے سامنے ایسی بات کی تو میں آپ کے منہ پر گرم استری رکھ کر بھول جاؤں گی...... ہاں۔“ بہزاد کا انداز ہی ایسا تھا کہ ایک قہقہہ مشترکہ طور پر کمرے میں بلند ہوا۔
”ویسے ممانی جی ایک بات یاد رکھیے گا عمرے پر جاتے ہوئے۔“ ملکہ چند لمحوں پہلے کے مزاج کے برعکس سنجیدہ نظر

آئی۔

"ترنم چاچی کی اماں والا رول ادا نہ کیجیے گا جو ایئر پورٹ پر اتریں تو باتھ روم کے سامنے زنانہ و مردانہ ٹوائلٹس کی ہدایات کو عربی میں دیکھ کر چومنے لگیں۔"

"تمہیں میری امی جاہل لگتی ہیں ملکہ؟" بہزاد نے ممانی کو غصہ دلانے کی کوشش کی جو بیکار گئی اور انہوں نے بازو پھیلا کر ملکہ کو اپنی آغوش میں لے لیا ایک تو گرمی اوپر سے ممانی کا جثہ ملکہ کو لگا وہ جس سے مر جائے گی۔

"بہزاد، زیادہ باتیں نہ بناؤ اور تحائف نکالو شاپر سے۔" ممانی نے اسے آزاد کیا تو بہزاد نے ایک پیکٹ چاکلیٹ کا نکال کر ملکہ کی طرف بڑھایا پیکٹ ذرا بڑا تو تھا لیکن ملکہ کی توقعات سے کہیں کم اس نے ذرا سا دبا کر دیکھا تو گرمی سے پگھلا ہوا چاکلیٹ کنی کترانے لگا مایوسی اس قدر تھی کہ اس نے کندھے ہلا کر دونوں خواتین کے درمیان سے اٹھنا بہتر سمجھا کندھے ماری وہ زگس ہی لگی تھی

"میں یہ فریج میں رکھ دوں۔"

"اور نور جہاں تمہارے لیے یہ پرفیوم لایا ہوں یاد ہے جب میں نے باہر جانا تھا اور ملنے آیا تھا تو تمہارا پرفیوم مجھ سے ٹوٹ گیا تھا یہ لو رکھ لو۔" خوب صورت پیکنگ میں بند پرفیوم لیتے ہوئے نور جہاں خوش بھی تھی اور حیران بھی۔

"آپ کو یاد تھا اب تک۔"

"تو اور کیا اور بھی مجھے بہت کچھ یاد ہے وہ بعد میں بتاؤں گا۔" نور جہاں کو حیران چھوڑ کر اس نے اماں کے لیے لائی ہوئی جرسی اور دوسری چیزیں دیں تو شمشاد ملکہ کے یوں اٹھ کر جانے پر پہلو بدل کر رہ گیا۔

❖……❖❖……❖

ماموں ممانی عمرے پر جا چکے تھے اور کل پہلا روزہ تھا۔ ان کا ارادہ مکمل ماہِ رمضان وہیں گزرنے کا تھا۔ اس لیے پہلے اماں سے مشورہ کیا گیا تو انہوں نے ریلیکس ہو کر نہ صرف جانے کا کہا بلکہ بہزاد اور شمشاد کو بھی ان کے آنے تک اپنے گھر رکھنے کا فیصلہ سنا ڈالا۔ بہزاد اور شمشاد اپنا سامان تیار کر چکے تھے اور اب گاڑی میں ان کے گھر کی طرف روانہ تھے جب شمشاد نے پوچھا۔

"ایک بات کہنا چاہ رہا تھا اور پوچھنا بھی۔"

"ہاں تو بولو ناں، کہیں آج پھر تمہیں یاد تو نہیں آ گیا کہ میں تم سے تیرہ مہینے بڑا ہوں۔" وہ ہنسا۔

"نہیں وہ نور جہاں کے لیے تم پرفیوم لائے ہو اور ملکہ کے لیے چاکلیٹ کیوں؟" شمشاد سیدھا بندہ تھا نہ باتوں میں ہیر پھیر آتا تھا اور نہ اس کی طبیعت میں کوئی ہیر پھیر تھا۔

"اس لیے کہ ملکہ تیری محبت ہے اور نور جہاں میری۔" بہزاد نے کندھے اچکا کر مسکراتے ہوئے وضاحت کی تو جھٹکے سے ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھنے کی کوشش میں شمشاد کا سر گاڑی کی چھت سے جا لگا۔

میں نے اسے دیکھا اس نے دوسری طرف دیکھا میں مسکرایا اس نے منہ بنایا اور بس اسی دوران ہی امی نے بلایا۔

"یہ بات تو ماننا پڑے گی کہ ملکہ میں ہے بہت کشش جو اس سے ملے ناں وہ اس کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔" شمشاد نے خود کو زیادہ مسکرانے سے روکنے کے لیے ہونٹ سکیڑے۔

"شاباش ہے بھئی میں قصیدے پڑھ رہا ہوں نور جہاں کے یہ بیچ میں ملکہ کیوں ہوا کے ساتھ مچھر بنی آ رہی ہے۔" بہزاد کو اس وقت اپنا اکلوتا بھائی بہت ہی برا لگا تھا۔

"پہلی بات تو یہ کہ شرم کرو اسے مچھر کہتے ہوئے اور دوسری بات یہ کہ شعر و شاعری تو ملکہ پر ختم ہے اب تم بھی……!" ملکہ کے گھر کے قریب پہنچ کر شمشاد نے پرفیوم لگایا اور بنے بنائے بالوں کو پھر بنایا۔

"ہاں جیسی شاعری وہ کرتی ہے ناں تو واقعی شاعری کا ختم ہونے کو ہی جی چاہتا ہوگا۔" بہزاد نے گاڑی روکی اور مڑ کر پچھلی سیٹ پر رکھا بیگ اٹھایا تو شمشاد کو بھی عین اسی لمحے اپنا اکلوتا بھائی بہت ہی برا لگا تھا۔

❖……❖❖……❖

شمشاد اور بہزاد کے گھر میں داخل ہونے کی دیر تھی اماں کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ان کی خوشی میں عید بھی آج ہی کر لیں، جس کمرے میں دونوں نے رہنا تھا وہاں چھت کا پنکھا تو تھا ہی لیکن اماں نے بڑے والا فرش کا پنکھا بھی دونوں کی چارپائیوں کے عین سامنے رکھ کر چلایا ہوا تھا تاکہ ان کو کمرے میں داخل ہونے پر حبس نہ لگے ادھر ملکہ اور نور جہاں جنہیں پہلے بتا دیا گیا تھا کہ وہ دونوں رات کا کھانا کھا کر ہی آئیں گے اب کچن میں صبح پہلے روزے کی سحری کے لیے تیاری کر رہی تھی۔

کمرے سے اماں شمشاد اور بہزاد کی باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں، چاچی چاچو ان دونوں سے ملنے آئے ہوئے تھے

ابھی کچھ دیر پہلے ہی اٹھ کر گئے تو ملکہ نور جہاں بھی کچن کے کام نمٹا کر کمرے میں چلی گئیں، لیکن چونکہ صبح جلدی جاگنا تھا اس لیے اماں نے پہلے آنکھوں اور پھر منہ سے اٹھ جانے کا کہا وہ دونوں اماں کے ساتھ کمرے سے نکلنے لگیں کہ بہزاد بولے۔

"نور جہاں ذرا رکو...... میں نے تم سے ایک بات کہنی ہے۔" سب سے آگے اماں پیچھے ملکہ اور پھر نور جہاں تینوں ایسے ٹھٹکیں جیسے سامنے سے چوہا گزرتا دیکھا ہو پھر اسی ترتیب سے تینوں مڑیں تو ان کی طرح شمشاد بھی حیرت سے بہزاد کو دیکھ رہا تھا۔

"وہ پوچھنا یہ تھا کہ یہاں نیٹ فری ہوتا ہے۔" سب کو یوں گھبرا کر مڑتے دیکھ کر وہ بھی گھبرا گیا تھا۔

"نیٹ فری نہیں ہوتا لیکن یہاں نیٹ پر فری ہوتے ہیں۔" ملکہ نے جواب دیا۔

"ملکہ جب میں نے تم سے سوال کیا ہی نہیں ہے تو تمہیں جواب دینے کی ضرورت ہے کوئی؟" بہزاد پہلے ہی ان سب کے ردعمل پر چڑا ہوا تھا کہ سننا وہ نور جہاں سے چاہتا تھا اور جواب ملکہ نے دیا۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے بہزاد بھائی کیونکہ آپ جیسے لڑکوں کو تو میں ویسے ہی صاف جواب دینے کی عادی ہوں۔ کیوں شمشاد۔" ملکہ نے شمشاد کو پکارا تو اس کی طرف سے اہمیت دینے پر شمشاد کا بس نہ چلا کہ لوٹ پوٹ جاتا۔ اماں نے جب دیکھا کہ وہ نیٹ انٹرنیٹ کی باتیں کر رہے ہیں تو جلدی سونے کا کہہ کر چلی گئیں۔

"اور کیا...... ملکہ میں تو اتنا ایٹی ٹیوڈ ہے کہ جب تک اس کا منہ نہ کھلے کسی سے بات تک نہیں کرتی، بحث میں کوئی اس سے جیت نہیں سکتا اس لیے میں کوشش کرتا ہوں کہ جس وقت یہ سانس لے رہی ہو، میں اس سے بحث نہ کروں اور تم بھی......!"

"شمشاد تم تو بس چپ ہی ہو جاؤ، کیونکہ یہ تم جیسے لڑکے ہی ہوتے ہیں جو سو سو روپے کا ایزی لوڈ اور دو پٹوں کو پیکو کرا کرا کر ہی لڑکیوں کو اپنا فین بنا لیتے ہو، ہر لڑکی ایسی نہیں ہوتی کیوں نور جہاں؟" بہزاد نے بھی اپنا ووٹ پکا کرنے کا ارادہ تو کیا لیکن ہائے یہ ہو نہ سکا اور نور جہاں یوں ہلکا سا مسکرائی جیسے خواتین دکاندار کی طرف سے ریٹ کم کر لینے پر مسکراتی ہیں، ڈھکا چھپا سا۔

"میرا تو خیال ہے کہ آپ لوگ اگر باتیں کرنا چاہیں تو شوق سے کریں لیکن ایک تو اماں انتظار کر رہی ہوں گی اور دوسری بات یہ کہ صبح جلدی جاگنا ہے اس لیے میں سونے جا رہی ہوں۔"

نور جہاں کمرے سے نکلی تو بہزاد نے دیکھا ملکہ اور شمشاد ایک دوسرے کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے ملازم تنخواہ کو دیکھتا ہے، بہزاد کو خوامخواہ جیلسی محسوس ہوئی تو فوراً گرمی لگنے لگی، فٹافٹ اٹھ کر کھڑکیاں کھولیں تا کہ ملکہ بھی اب کمرے سے رخصت ہو اور واقعی وہ کھڑکیاں کھول کر مڑا تو ملکہ موجود نہ تھی، اس نے ایک نظر شمشاد کو دروازے پر نظریں جمائے دیکھا تو تکیے پر سر رکھ کر حسرت سے بولا۔

"کاش میری بھی کوئی بیگم ہوتی جو اتنی گرمی میں ٹھنڈا ٹھنڈا برف والا فالودہ گلاس میں لا کر بڑے پیار سے مجھے پلاتے ہوئے کہتی۔"

"آرزو کے ابا...... یہ فالودے میں لال بیگ نے قلابازی کھائی تھی سوچا پھینکنے سے بہتر ہے اپنے جانو کو پلا دوں۔" شمشاد نے اس کی حرکت پر خود کو ہنسنے سے روکا کیونکہ اس نے ملکہ کو لاجواب کرنے کی کوشش کی تھی اس لیے وہ دل ہی دل میں بہزاد سے ناراض تھا۔

❖......❖❖......❖

صبح اماں نے شمشاد اور بہزاد کو سحری کے لیے جگایا تو ایسا لگا جیسے ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ بس جگا بھی دیا گیا۔

"اٹھو بیٹا سحری کر لو...... پھر مسجد جاؤ...... اٹھو شاباش۔" اماں نے بڑے لاڈ سے بہزاد کے بال سنوارے۔

"پھوپو صبح ہی صبح مسجد؟" اس نے نیم وا آنکھوں سے بیٹھتے ہوئے سوال کیا کیونکہ اس کا ارادہ تو سحری کے آخری لقمے کے ساتھ ہی دوبارہ سو جانے کا تھا اور یہی اس کی روزوں میں روٹین ہوتی۔

"ہاں بیٹا کیونکہ مسجد جانے سے ہی تو بندہ پاک صاف ہوتا ہے اور پھر......!"

"مسجد جا کر پاک صاف ہونا ہے، گھر میں جو آپ کا باتھ روم تھا اس میں کیا پانی نہیں آ رہا۔" بہزاد کی پوری آنکھیں کھل چکی تھیں اور وہ خود کو تصور میں کندھے پر تولیا اور ہاتھ میں صابن دانی پکڑے مسجد کے غسل خانے میں داخل ہوتے دیکھ رہا تھا۔ اماں اس کی بات پر ہنس دیں ساتھ ہی اس کے سنوارے ہوئے

بال بگاڑ دیے۔

''اچھا بابا' کچن میں تو جاؤ نور جہاں سحری تیار کررہی ہے سحری کرلو۔''

نور جہاں کا نام سننے کی دیر تھی کہ بہزاد پل میں چارپائی سے نیچے اتر کر جھپاک سے باتھ روم میں گھس گیا شمشاد بھی بیدار ہوکراب بیٹھا ہوا تھا اور باتھ روم خالی ہونے کے انتظار میں تھا۔

''پھوپو پانی کتنے بجے سے کتنے بجے تک آتا ہے۔''

''بس بیٹا! اپنی مرضی کا مالک ہے ہم تو نل کھلے رکھتے ہیں اور نیچے بالٹی رکھ دیں جب آئے پتا چل جاتا ہے اسی تنگی سے بچنے کے لیے خیر ہم تو ٹینکر ڈلوا لیتے ہیں آدھے پیسے ذلفی دیتا ہے آدھے ہم اور مانوں جتنا پانی کراچی کے گھروں میں ہوتا ہے اس سے زیادہ تو عورتوں کی آنکھوں میں ہوتا ہے۔''

''چلیں یہ تو اچھا ہے پانی کے انتظار میں نہیں بیٹھنا پڑتا۔'' اسی دوران اس نے باتھ روم کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی تو اٹھ گیا۔

❖......❖❖......❖

ملکہ اور نور جہاں نے سحری کے لیے پراٹھوں کے ساتھ آلو کی بھجیا، دہی کی لسی اور پھینیاں بنائی ہوئی تھیں۔ ابا تو سحری کرکے مسجد چلے گئے تھے اور اب وہ پانچوں کچن میں موجود تھے، بہزاد نے پراٹھے اور آلو کی بھجیا دیکھی تو بولا۔

''ویسے اگر یہی آلو پراٹھے کے اندر ہوتے اور ہم آلو کے پراٹھے کھاتے تو کتنا مزہ آتا۔''

''تمہیں پسند ہیں تو بیٹا کل سحری میں آلو کے پراٹھے بنالیں گے، کیوں نور جہاں؟''

''جی اماں کیوں نہیں، ابھی اتنا ٹائم نہیں ہے ورنہ میں ابھی بنا دیتی۔'' نور جہاں نے بہزاد کی طرف دیکھ کر کہا تو اسے نور جہاں کی اس قدر تابعداری پر بے حد پیار آیا۔

''ویسے بہزاد بھائی شکل سے تو آپ خود آلو لگ رہے ہیں اس پر پراٹھے جیسا گول منہ قسم سے میں تو کہتی ہوں ڈائٹنگ کرلیں۔'' ملکہ نے موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

''کاش میری بھی کوئی بیگم ہوتی ملکہ جو سحری میں سوکھا سلائس اور قہوہ میرے منہ پر مار کر کہتی۔ جانو یہ پٹھانوں کے تندور جیسا پیٹ کم کریں تاکہ ہمیں ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع ملے۔''

''بہزاد، بندہ بڑوں کے سامنے ہی شریف ہونے کی اداکاری کرلیتا ہے۔'' شمشاد نے اماں کے ہونے کا احساس دلایا۔

''بھئی پہلی بات تو یہ کہ میں مہمان بندہ ہوں اداکاری نہیں آتی اور دوسری بات پھوپو کو کب سے بڑا سمجھ لیا یہ تو میری دوست ہیں اور دنیا کی سب سے اچھی پھوپو بھی۔'' سحری کرنے کے ساتھ اس نے اماں کو بھی مکھن لگایا اور وہ خوب سے لگ بھی گیا۔

''تو اور کیا، یہ تو بیٹیاں جلدی جوان ہوگئیں ورنہ ابھی میری عمر ہی کیا ہے۔'' ملکہ اور نور جہاں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائیں۔

''بھئی کوکنگ تو مجھے معلوم ہے کہ ملکہ بھی کرتی ہے لیکن جو آلو کی بھجیا آج نور جہاں نے پکائی ہے ناں ایسی آج تک کبھی نہیں کھائی۔'' بہزاد نے لسی پیتے ہوئے نور جہاں کو سراہا۔

''شکریہ بہزاد بھائی کیونکہ نور جہاں نے پراٹھے بنائے تھے اور بھجیا میں نے۔'' ملکہ نے مور کی طرح گردن اکڑائی تو بہزاد نے شرمندگی سے گردن جھکائی۔

''بیٹا اذان ہونے والی ہے روزے کی نیت کرلو اور اٹھ کر نماز پڑھو، نور جہاں تم مجھے ذرا بھجیا ڈال دو ترنم کو دے آؤں۔'' اماں نے سحری کا وقت ختم ہونے سے آدھا گھنٹہ پہلے ایمر جنسی کا نفاذ کیا اور ترنم چاچی کو آلو کی بھجیا دینے چلی گئیں۔

سب کھا پی تو چکے تھے لہٰذا نور جہاں اٹھ کر برتن سمیٹنے لگی تو بہزاد نے ملکہ کو باہر جاتے دیکھ کر اس کی تقلید کی۔

''سنو میری پیاری سی چھوٹی بھولی بھالی اور چلبلی بہن۔''

''خیر تو ہے بہزاد بھائی' دماغی حالت تو درست ہے ناں؟'' ملکہ بہزاد بھائی کی طرف سے یوں عزت ملنے پر گھبرا گئی تھی۔

''ارے ہاں وہ دراصل ایک بات پوچھنا تھی یونہی عام سی ایک دوست کے لیے۔''

''جی بولیں، اگر مجھے معلوم ہوا تو ضرور بتاؤں گی۔'' اسے بھی تجسس ہوا کہ آخر ایسا کون سا سوال تھا جس کا جواب انہیں معلوم نہ تھا اور وہ اس سے پوچھنا چاہتے تھے۔

''وہ دراصل میرا دوست کچھ عرصے کے لیے پاکستان آیا ہوا ہے وہ چاہتا ہے کہ واپس جانے سے پہلے کسی اچھی لڑکی سے رشتہ طے ہوجائے اب تم بتاؤ کہ اچھی لڑکیوں کو لڑکوں میں کون سی عادت اچھی لگتی ہے کہ وہ فوراً ان کی طرف متوجہ ہوجائیں۔''

''ہم اب آیا ناں اونٹ پہاڑ کے نیچے۔'' ملکہ نے دل ہی دل میں کہا اور فلسفیوں کو مات دیتے انداز میں سوچنے لگی۔

"بہزاد بھائی آج کل کی لڑکیوں میں تو جو لڑکوں کی سب سے زیادہ چیز ان ہے وہ ان کا گھر گرہستی میں ہاتھ بٹانا ہے۔ لڑکیاں خود چاہے آٹھ گھنٹے فیس بک پر بیٹھی رہیں لیکن پھر بھی چاہتی ہیں کہ شوہر گھر آئے تو ان کا ہاتھ بٹائے اور اگر کوئی بندہ لڑکی کے سامنے یہ ثابت کرنے پر تیار ہو جائے کہ وہ کس قدر سگھڑ ہے پھر تو لڑکیاں اسے کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں۔"

"اچھا تو کیا نور جہاں بھی ایسا سوچتی ہے؟"

"تو کیا آپ کو اس کے لڑکی ہونے پر شک ہے جو ایسا سوال کیا اور وہ یا میں اپنی خوشی سے گھر کے کام تھوڑی کرتے ہیں یہ تو بس کرنے پڑتے ہیں اور کیا۔"

"میں تو ویسے ہی باہر رہ کر گھر کے کام کرنے کا عادی ہو چکا ہوں لیکن یہاں کے بے چارے لڑکے۔" بہزاد نے افسوس کا اظہار کیا اور ملکہ نے خوشی کا کیونکہ وہ ان کے کچھ نہ کہنے کے باوجود بھی ان کی بات کا مطلب سمجھ گئی تھی۔

"ویسے ایک بات کہوں۔" وہ سوا سیکنڈ کے لیے رکی اور توجہ پا کر دوسرے سیکنڈ میں بولی۔

"شمشاد کلین شیو ہے لیکن آپ کی مونچھیں...... یہ جوڑ کچھ بنتا نہیں ہے۔"

"پہلی بات تو یہ ہے بے وقوفوں کی ملکہ کہ ہم کوئی میاں بیوی نہیں ہیں کہ ایک دوسرے سے خود کو میچ کرتے پھریں اور دوسری بات یہ کہ شمشاد کلین شیو ہے اس لیے وہ ادا پر گیا ہے میری مونچھیں ہیں اس لیے کہ میں ابو پر گیا ہوں، پاگل کہیں کی۔" اسے حیران چھوڑ کر اس نے ہونہہ کر کے فل اسٹاپ لگایا اور چلا گیا ملکہ کو غصے کے مارے ابھی سے روزہ لگنا شروع ہو گیا تھا۔

"اور سنو۔" ملکہ نے پیچھے دیکھا تو بہزاد کھڑا تھا۔

"یہ مونچھیں تو میں نیا ٹریکٹیو لگنے کے لیے مہینہ پہلے ہی رکھی ہیں ورنہ پہلے تو میں بھی تمہاری طرح کلین شیو ہی تھا۔"

"بہزاد بھائی اپنی حد میں رہیں آپ ورنہ......" اس نے کشن اٹھا کر دے مارا جو فلمی سین کی طرح پتا نہیں کہاں سے آ جانے والے شمشاد نے کیچ کر لیا اور بہزاد زمانے میں شرم و حیا کی طرح یوں غائب ہوا کہ جیسے تھا ہی نہیں، ملکہ کو امید تھی کہ کشن کو گلے سے لگائے شمشاد اب ضرور اسے پیار بھری نظروں سے دیکھے گا۔ اماں ترنم چاچی کو بھجوا دینے گئیں تو اب تک نہ لوٹی تھیں۔ ابا بھی مسجد میں تھے اور فجر کی نماز کے بعد کچھ دیر تلاوت کر کے آتا تھا۔ لہٰذا ایسی صورت حال میں جبکہ شمشاد کو پتا تھا کہ کوئی نہیں ہے تو شاید وہ اکیلے میں خوب صورت بات کر دے جسے بعد میں بھی سوچ کر وہ مسکراتی رہے لیکن شمشاد بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا۔ وہ پہلے آج تک بھی ملکہ کی امیدوں پر پورا اترا تھا جو آج اترتا لہٰذا بولا تو ایسا بولا کہ پھر ملکہ کچھ بولنے کے قابل نہ رہی۔

"ملکہ تمہارا روزہ ہے۔" اسی طرح دونوں بازو کشن کے گرد لپیٹے وہ ملکہ کی طرف بڑھا تو اسے اپنے دل کی دھڑکن مدھم پڑتی محسوس ہوئی، شمشاد نے اپنے عقب میں دیکھ کر کسی کے نہ ہونے کی یقین دہانی کی اور پھر ملکہ سے قدرے فاصلے پر رک گیا۔

"ہاں روزہ تو ہے لیکن......!" ہر وقت چہکنے اور پٹاخ پٹاخ باتیں کرنے والی ملکہ نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی یوں شمشاد کے سامنے اسے بات کرتے ہوئے پسینہ آنے لگے گا عجیب سی گھبراہٹ کا شکار ملکہ چاہنے کے باوجود اپنی خود اعتمادی بحال نہ کر پائی تو خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور گردن جھکالی۔

"اگر تمہارا روزہ ہے تو پھر تمہیں اس روزے کی تھوڑی بہت تو عزت کرنی چاہیے کہ نہیں۔"

"روزے کی عزت، یہ کیا بات ہوئی؟" وہ ایک جھٹکے میں پہلے والی ملکہ کے روپ میں آ گئی تھی۔

"یہ جو تم نابھی کی اداکاری کر رہی ہو نا یہ مجھے پسند نہیں ہے، روزہ رکھا ہے تو کم از کم اس کی حرمت بھی قائم رکھو، میں اسی لیے یہاں رہنے کے خلاف تھا لیکن میری سنتا کون ہے گھر میں۔"

"تمہیں اتنا ملا بننے کا شوق ہے ناں تو پورا مہینہ اعتکاف میں جا بیٹھو، سمجھے، ہونہہ۔" وہ پاؤں پٹخ کر وہاں سے نکل گئی۔

"پہلے بہزاد اور اب شمشاد کیا یہ دونوں یہاں ہماری بے عزتی کرنے ہی آئے ہیں۔" وہ غصے میں جا کر نور جہاں کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

❖......❖❖......❖

"ملکہ صبح سحری کے برتن کس نے دھوئے؟" اماں نے ملکہ اور نور جہاں کو ایک ساتھ بلایا وہ دونوں صبح نماز اور تلاوت کے بعد سوگئی تھیں۔

"ہائے اللہ پھر کوئی ٹوٹا ہوا برتن میرے نام لگانا ہے کیا اماں، میں نے نہیں دھوئے اس سے پوچھیں۔" آنکھیں ملتی وہ

اٹھی تھی۔

"نور جہاں برتن کس نے دھوئے؟"

"اماں برتن ہی ہیں ناں پریشان تو ایسے ہو رہی ہیں جیسے ابا کی پیسوں والی جیب جھوری کسی نے۔" نور جہاں بھی جاگ گئی تھی اور دوپٹا ٹھیک کر کے چارپائی سے اتر کر کچن میں گئی تو حیرت انگیز طور پر سحری کے برتن دھلے رکھے تھے۔ پیچھے پیچھے ملکہ اور اماں بھی چلی آئی اور ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگیں اور قبل اس کے کوئی تبصرہ کرتیں بہزاد نمودار ہوا۔

"کیوں پھوپو دیکھا کتنا زبردست کچن صاف کیا ہے میں نے۔"

"تم نے؟" تینوں کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

"ہاں تو اور کیا تم دونوں سو گئیں تو میں نے سوچا چلو فارغ بیٹھا ہوں برتن دھولوں۔"

"ہائے ماں صدقے، آج کے بعد نہ کرنا کیوں مجھے اپنی ماں کے سامنے شرمندہ کرانا ہے۔" اماں اتنی پریشان تھیں کہ ان کا بس چلتا تو ایک بار پھر کچن کو پہلے کی طرح کر دیتیں۔

"امی کو پتا ہی نہیں چلے گا پھوپو اور دوسری بات مجھے عادت ہے گھر کے کام کرنے کی میں چاہوں بھی تو فارغ نہیں بیٹھ سکتا۔"

"تو بیٹا بندہ نماز قرآن ہی پڑھ لیتا ہے روزے میں۔"

"جی پھوپو کل سے ان شاء اللہ شروع کروں گا۔" بہزاد نے خجالت سے سر کھجایا۔

اماں نے ایک بار پھر تنقیدی نظروں سے کچن کو اور تعریفی نظروں سے بہزاد کو دیکھا اور اس کا کندھا تھپتھپا کر کچن سے باہر نکل گئیں۔

"نور جہاں تمہیں نہیں لگتا تمہارے ہاتھ بہت رف ہو رہے ہیں یہ کپڑے برتن دھو دھو کر؟" بہزاد کے اس قدر پُریقین انداز پر نور جہاں نے فوراً اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔

"نہیں رف تو نہیں ہیں لیکن آپ کیوں کہہ رہے ہیں۔" نور جہاں نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں بہت ہی زبردست قسم کا بیوٹیشن بھی ہوں اور مینی کیور تو ایسا زبردست کرتا ہوں کہ لوگ ہاتھ باندھ کر میرے سامنے سے گزرتے ہیں۔" بہزاد اترایا۔

"لوگ آپ کے ہاتھ باندھ کر سامنے سے گزرتے ہیں اور آپ تو ظاہر ہے پھر کچھ نہیں کر پاتے ہوں گے۔" نور جہاں نے اظہار افسوس کیا تو بہزاد نے ہاتھ باندھ کر معافی کے انداز میں دکھائے۔

"میرا مطلب تھا اتنی عزت کرتے ہیں کہ میرے سامنے اس طرح کرتے ہیں تم ایک دفعہ بھی مجھ سے مینی کیور کرا کے دیکھنا ریشم جیسے ہاتھ نہ ہوئے تو کہنا۔"

"ریشم کے ہاتھ تو اتنے بھاری ہیں لیکن میرے۔" نور جہاں بولی تو ملکہ نے جوش میں اس کی بات کاٹ دی۔

"بہزاد بھائی مجھے پتا ہے کہ آپ بے شک بندر کی فراک پہن کر گھی کے کنستر پر بیٹھ جائیں ناں تو بھی نور جہاں آپ سے مینی کیور نہیں کرائے گی اس لیے آپ میرا کریں۔" ملکہ اسی لمحے کرسی گھسیٹ کر ایسے تیار ہوئی جیسے بلی دودھ پینے کے لیے ہوتی ہے لیکن بہزاد نے منہ بنایا ملکہ نام کا یہ ٹن ٹنا اس لیے اسے پسند نہ تھا۔

"تم نے کرانا ہے تو پھر نور جہاں کرے گی میں اسے بتاتا جاتا ہوں تاکہ جب میں چلا جاؤں پھر بھی تم دونوں ایک دوسرے کا مینی کیور آسانی سے کرسکو۔" اور آخر کار تمام ٹرمز اینڈ کنڈیشنز طے ہونے کے بعد نور جہاں بہزاد کے کہنے پر ملکہ کے ہاتھوں پر کریم کا مساج کرنے لگی اور پھر گرم پانی میں تولیہ ڈال کر نچوڑا لائی اور ملکہ کے ہاتھ پر لپیٹ دیا۔

"ہائے بہزاد بھائی یہ تو بہت گرم ہے اس سے ہاتھ پگھل تو نہیں جائیں گے۔"

"خیر ہے پگھل بھی گئے تو آدھا گھنٹہ فریزر میں رکھنے سے پھر جم جائیں گے۔"

"فریزر میں۔" ملکہ حیرت سے بولی۔

"تو اور کیا، مجھے دور سے ہی دیکھنے پر نظر آرہا ہے کہ تمہارے ہاتھ کس قدر کھردرے تھے لگتا ہے آج سے پہلے ان پر مینی کیور نہیں بلکہ شیو کرتی رہی ہو تم۔" بہزاد کی ہدایت پر نور جہاں نے پہلے ملکہ کے دونوں ہاتھوں کو چھوٹے تولیوں سے لپیٹا اور پھر ان پر شاپر چڑھایا ہی تھا کہ شمشاد جو صبح سے مسجد میں تھا گھر میں داخل ہوا اور تینوں کو کچن میں دیکھ کر وہیں چلا آیا۔

"خیر تو ہے یہ ملکہ کے ہاتھ کون کاٹ گیا؟" پہلی نظر میں شمشاد کو ملکہ پر ٹنڈی ہونے کا ہی شک ہوا لیکن پھر فوراً سمجھ گیا۔

"اور اگر کاٹنا بھی تھے تو اس کی زبان کاٹتے، ہاتھ کاٹنے سے کیا فائدہ۔" ملکہ نے شمشاد کی اس بات پر ڈبڈبائی آنکھوں

سے نور جہاں کو دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو تھے جو اس نے ہاتھوں کے قابل استعمال نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کندھوں سے صاف کیے اب یہ الگ بات تھی کہ یہ آنسو شمشاد کی بات کی وجہ سے نہیں بلکہ تولیوں کے زیادہ گرم ہونے کی وجہ سے نکلے تھے۔

"دیکھو تمہیں اس حالت میں دیکھ کر شمشاد بھائی کا صدمے سے دماغ ہی الٹ گیا ہے۔" نور جہاں نے ملکہ کو دلاسہ دیا۔

"صدمہ کہاں کوئی زبان کاٹ جاتا تو قسم ہے ملکہ کے شاپروں میں چھپے ہاتھوں کی دھمال ڈالتا۔"

"شمشاد میرے بھائی حوصلہ کرو دراصل ملکہ کے ہاتھ بہت رف ہوگئے تھے اس لیے ذرا......"

"یار اس کے منہ پر شاپر باندھ دیتا تھا وہ بھی بہت رف ہوگیا تھا۔" وہ شاید صبح ملکہ کے ساتھ ہونے والے مکالمے کے بعد سے غصے میں تھا۔

"کاش میری بھی کوئی بیگم ہوتی تو میرا جلی ہوئی دیگچی جیسا منہ دیکھ کر کہتی جانوں یہاں آکر بیٹھیں میں چھری کانٹے سے آپ کے فیشل کردوں۔" بہزاد نے نور جہاں کو دیکھا۔

"بہزاد...... تم آؤ ذرا کمرے میں۔"

"اچھا تم چلو میں بھی آرہا ہوں اور سنو نور جہاں میں نے اپنے شمشاد کے اور چھوٹا کے کپڑے سرف میں بھگو کر رکھے ہیں، انہیں مت چھیڑنا، میں کچھ دیر بعد خود ہی کھنگال لوں گا۔"

نور جہاں کو حیرت زدہ اور ملکہ کو شاپر زدہ چھوڑ کر وہ شمشاد کے بلانے پر کمرے میں چلا گیا تھا۔

❖......❖❖......❖

شمشاد کمرے میں کسی پرائیویٹ اسکول ٹیچر کے سر کی طرح گھوم رہا تھا۔ بہزاد نے آکر ڈسپرین کا کام کیا۔

"یہ کیا ہوگیا ہے تمہیں؟"

"کیا واقعی تمہیں لگتا ہے مجھے کچھ ہوگیا ہے؟" بہزاد نے حیرت سے سامنے لگے آئینے میں دیکھا۔ جہاں شمشاد اور بہزاد گیارہ کا ہندسہ بنے نظر آئے۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ تم یہاں آتے ہی ماموں کیسے بن گئے؟" شمشاد نے آئینے میں سوال کیا۔

"واقعی آپا تو میں شوہر بننے آیا تھا یہ ایک رات میں ماموں کیسے بنا؟" بہزاد جان بوجھ کر معصوم بنا۔

"جو لڑکے ایسی حرکتیں کرتے ہیں ناں وہ شوہر نہیں بلکہ شوہروں کی بری شہرت ہوتے ہیں۔ مجھے دیکھنا اگر میں نے کبھی شادی کے بعد نل کر پانی بھی پیا تو......!"

"ظاہر ہے نل کر پیئے گا تو سارے کپڑے گیلے ہوں گے اور کپڑے گیلے ہوں گے تو ملکہ ڈانٹے گی۔"

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے کہ ملکہ ڈانٹے گی لیکن یار مرد کی غیرت بھی آخر کوئی چیز ہوتی ہے یہ کیا کہ عورتوں والے کام کرتے رہو۔" شمشاد کی بات پر بہزاد کچھ دیر کے لیے خاموش ہوا تو شمشاد پھر بولا۔

"تو بھی وہی سوچ رہا ہے ناں جو میں سوچ رہا ہوں۔"

"نہیں...... میں تیری طرح گندی باتیں نہیں سوچتا، میرا روزہ ہے۔"

"او بھینس کی دم میرا مطلب تھا کہ......!"

"تیرا جو بھی مطلب ہو میرے بھائی لیکن میں اب تیرے مطلب کا نہیں رہا، اب میری اور تیری منزل الگ الگ ہے۔"

"لیکن......!" شمشاد نے کچھ کہنا چاہا مگر بہزاد نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ایک لفظ نہ بولنا اور اب مجھے سونے دے قسم سے بہت روزہ لگ رہا ہے پھر اٹھ کر میں نے سرف میں بھگوئے ہوئے کپڑے بھی دھونے ہیں۔" اس نے چارپائی پر لیٹ کر پنکھے کا رخ موڑا۔

"ٹھیک ہے بھئی تیری مرضی کھولتا رہ تالا الٹی چابی سے۔" شمشاد کندھے اچکا کر کمرے سے نکل گیا ارادہ تھا کہ کچھ دیر پھوپو کے پاس بیٹھ کر پھر آرام کرے گا۔

"کاش میری بھی کوئی بیگم ہوتی جو مجھے سوتا دیکھ کر بڑے لاڈ سے کہتی کپڑے دھونے والے پیلے صابن جیسے جانو اب سوتے ہی لگے ہو تو اٹھنے کا تکلف مت کرنا ورنہ کپڑے دھونے والے ڈنڈے جیسا منہ کردوں گی آپ کا۔" آنکھ لگنے سے چند لمحے پہلے والی بہزاد کی یہ آواز چلتے پنکھے نے دیواروں تک پہنچائی۔

❖......❖❖......❖

"سچ آپا میں بہت خوش ہوں قسم سے...... ابھی ابھی ڈاکٹر ہی کے پاس سے آرہی ہوں اور اس نے بتایا ہے کہ خوش خبری ہے بس دعا کرو اللہ مجھے اس دفعہ بیٹی دے دے۔" ترنم چچی کی آواز خوشی کے مارے پھٹ گئی تھی اور اس سے پہلے کہ اماں اپنا

ردعمل دیتیں پاس رکھے ٹیلیفون کی بیل نے متوجہ کرلیا۔
''ہاں بھئی شبو کیا حال ہے، کیا...... کیا واقعی...... ایسی خوش خبری سنادی تم نے تو...... اللہ تمہارے شوہر کو بدنظری اور ساس کو بدہضمی سے بچائے۔'' خوشی خوشی اماں نے فون رکھا۔
''ارے ترنم میری کمیٹی نکل آئی ہے کمیٹی اور وہ بھی پورے پچاس ہزار کی۔''
''واہ بھئی مبارک ہو آپا مجھے بھی پانچ دس ہزار دے دینا قسم سے نئے بچے کے بہت خرچے ہوتے ہیں آپ کو کیا پتا۔''
''ہاں تجھے کیا پتا میں تو کباڑیے سے پرانے بچے لاکر گھر میں پیدا کرتی تھی ناں جیسے۔ ہونہہ آئی بڑی نئے بچے کا بتانے۔''
''پیسے نہیں دینے تو نہ دیں غصہ تو ایسا کررہی ہیں جیسے میں نے دس ہزار روپے نہیں آپ کا پھیپھڑا مانگ لیا ہے۔''
''یہ تم جیسے لوگ ہی ہوتے ہیں ترنم جن کی وجہ سے لوگ رشتے داروں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ کسی کے جنازے پر بھی جائیں تو منہ مروڑ کر کہیں گی کہ میرے بچے کو گول بوٹی نہیں ملی، بوٹلیں جعلی تھیں مجھے تو ڈکار تک نہیں آئی۔ مرنے والے کی بیوہ کو تو دکھ ہی نہیں تھا میں نے اسے ہل ہل کر روتے ہوئے تو دیکھا ہی نہیں۔''
''اماں...... میری اچھی اماں ایک بہت بڑی خوش خبری ہے۔'' ملکہ اور نور جہاں ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھیں اور ملکہ تو آتے ہی اماں کے گلے لگ گئی۔
''ایسی کیا خوش خبری ہے نور جہاں کہیں ملکہ کو عقل تو نہیں آ گئی؟'' اماں نے پیار سے ملکہ کے گرد اپنے بازو لپیٹے۔
''عقل نہیں اماں پوزیشن آئی ہے۔'' نور جہاں نے بتایا تو اماں نے گلے سے لگی ترنم کی پیشانی چوم لی ملکہ بھی بہت خوش تھی پل بھر میں سب کے چہرے کھل اٹھے تھے۔
''بس دیکھ لیں پھوپو ہمارے آنے سے گھر بھر میں خوشیاں اتر آئی ہیں۔'' شمشاد نے سب کو مسکراتے دیکھ کر خوشی سے کہا۔
اسی دوران چاچو نے دروازے میں کھڑے ہوکر ترنم چاچی کو اشارے سے بلایا تو اماں نے شمشاد کی بلائیں لے ڈالیں۔
''ویسے پھوپو زکوٰۃ کب تک ادا کرتے ہیں آپ لوگ؟'' ملکہ اور نور جہاں ہاتھ میں کوئی رسالہ لیے کھانے کی ترکیبیں ڈسکس کرنے لگی تھیں اماں نے شمشاد کے سوال پر پہلو بدلا۔
''بیٹا زکوٰۃ قابل تو ہم ہوئے ہی نہیں۔''
''نہیں پھوپو میں زکوٰۃ لینے کی نہیں دینے کی بات کررہا ہوں۔''
''تو بیٹا یہی تو بتارہی ہوں ناں کہ اتنا بچتا ہی نہیں کہ زکوٰۃ دیں۔'' اماں نے موضوع بدلنے کے لیے یہاں وہاں دیکھا اسی دوران چچی منہ لٹکا کر اندر آگئیں اور شمشاد نے ان سے بھی وہی سوال کیا۔
''ہم تو پہلے ہی تنخواہ دار ہیں اوپر سے ہر سال بچوں کی پیدائش اور ان کے خرچوں نے مت ماری ہوئی ہے۔ مجال ہے جو مہینہ تو ایک طرف اگر سال کے آخر میں بھی ہزار روپے بچتا ہو ایسے میں زکوٰۃ کیسے دیں۔'' انہوں نے جواب دے کر منہ لٹکایا تو اماں نے فوراً ان کے تاثرات جانچ لیے۔
''کیا ہوا ترنم، خیر تو ہے ناں ذلفی نے کیا ہماری افطاری کرانے کا کہہ دیا ہے جو یوں منہ بنایا ہوا ہے۔''
''ارے آپا منہ کیا بنانا ہے وہ ابھی جو میں آپ کو خوش خبری بتا رہی تھی ناں وہ خوش خبری نہیں بلکہ غلط فہمی تھی۔''
''غلط فہمی تھی۔'' اماں کو حیرت ہوئی۔
''ہاں وہ ڈاکٹر نے ابھی فون کیا تھا منے کے ابا کو، وہ کہہ رہی تھی کہ رپورٹ لفافے میں ڈالتے ہوئے بدل گئی اس لیے معذرت چاہتی ہوں آپ کے ہاں ایسی کوئی خوش خبری نہیں ہے۔''
''چلو شکر کرو تم خوامخواہ ہی نئے بچے کے خرچوں کے لیے پریشان ہورہی تھیں۔'' اماں نے تو مسکرا کر کہا لیکن یہ مسکراہٹ چاچی تک ولن کے انداز میں پہنچی، اسی دوران فون بجا اماں چونکہ فون کے بالکل قریب ہی تھیں اس لیے انہوں نے اٹھایا اور ایک دم ہی ان کا رنگ بدلتا سب نے محسوس کیا۔
''شبو...... ارے ہاں میں آؤں گی شام کو کمیٹی لینے...... کیا کمیٹی لینے نہ آؤں، تم نے غلطی سے مجھے فون کردیا تھا؟'' اور اس سے آگے بس شبو ہی بولی اماں تو بس سنتی گئیں اور فون بند کرکے دیکھا۔
''میری کمیٹی سب سے آخری ہے ہو جاؤ خوش ترنم تم تو۔'' اماں کی کمیٹی نہ نکلنے پر ایک جلن زدہ خوشی ترنم چاچی کے اندر اترتی محسوس ہوئی اور نہ صرف یہ بلکہ ملکہ کی پوزیشن والی خبر بھی کسی کا مذاق نکلی، ابھی کچھ دیر پہلے ہی سب اس قدر خوش تھے اور اب اتنے پریشان کہ لگتا خربوزہ پھیکا نکلا ہو۔
''پھوپو ویسے ایک بات تو ہے کہ یہ تمام خوشیاں آپ کو

ہمارے یہاں آنے پر ملیں۔" شمشاد نے ان کی کیفیت کی پروا کیے بغیر اپنے نمبر بنانے کی کوشش کی لیکن اس مرتبہ تو اماں کو وہ بھی زہر لگا۔

"یہ خوشیاں پل بھر میں ہم سے دور بھی تمہاری وجہ سے ہی ہوئی ہیں۔" ملکہ نے منہ بنایا۔

عقل تیری تے لگیا پرانا زنگ ماہیا
لٹھے دی چادر اتے سلیٹی رنگ ماہیا

"ملکہ منہ بند کر پھر سے "لوز ٹاک" کرنے لگی، تجھے تو دس دفعہ سمجھالوں تو بھی اثر نہیں ہوتا۔" اماں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جوتا مارنے کی دھمکی دی۔

"خالہ آپ اور ملکہ تم پلیز غصہ تھوک دو۔" شمشاد نے دیکھا کہ معاملہ اس کی وجہ سے بگڑ رہا ہے تو گھبرا گیا۔

"نہیں غصہ اور تھوک تھوکتی نہیں بلکہ اگلے کے منہ پر نکالتی ہوں ہونہہ۔" پاؤں پٹخ کر وہ اٹھنے ہی والی تھی کہ بہزاد سر کھجاتا دروازے کے بیچوں بیچ کھڑا نظر آیا۔

"وہ میں نے پوچھنا یہ تھا شمشاد کہ چوری کا وائی فائی استعمال کرنے سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا۔"

"تمہیں وائی فائی کی پڑی ہے وہ جو کپڑے سرف میں غرق کیے ہوئے ہیں انہیں تو دھولو۔" شمشاد نے چڑ کر کہا تو نور جہاں فوراً چارپائی سے نیچے اترنے لگی۔

"آپ بیٹھیں پلیز میں دھو لیتی ہوں۔"

"ارے ارے نہیں نور جہاں، ماں باپ کے گھر بیٹیاں مہمان ہوتی ہیں اور مہمانوں کو ہرگز کام نہیں کرنا چاہیے تم بیٹھوں میں دھو لیتا ہوں۔"

"نہیں بھئی بندہ چاہے مہمان ہو یا میزبان کام تو کرنا چاہیے۔ ورنہ کچھ مہمان تو کسی کے گھر آ کر یوں مریض بن جاتے ہیں کہ ان کا بس چلے تو میزبان سے کہیں پانی کی بھی ڈرپ ہی لگا دوں اب کون گلاس پکڑنے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھائے اور اپنے گھر میں چاہے ہاتھ کے نلکے سے پانی لے کر برتن بھی دھوتے ہوں۔" ترنم چاچی نے صاف بات کی۔

"کاش میری بھی بیگم ہوتی جو مجھے کہتی صابن کی جھاگ جتنے فضول جانو مجھ سے برتن نہیں دھلتے اس لیے آپ بھی پلی کے کٹورے میں کھا لیا کریں۔" بہزاد کے منہ سے بیگم کے متعلق خواہش چاچی نے پہلی مرتبہ سنی تھی اس لیے حیران ہوئیں۔

"ارے بیگم چاہیے تو مجھے بتاتے ایک کیا ہزار رشتے ہیں۔"

"ان ہزار رشتوں میں سے جو سات سو اٹھائیس نمبر والی لڑکی ہے ناں اس پر میری پہلے سے نظر ہے اس لیے آپ بے فکر رہنے دیں۔" بہزاد نے ان کی آفر سے فائدہ نہ اٹھانے کا فیصلہ کیا نور جہاں کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب باہر نکلے یا یہیں رہے پھر گھڑی دیکھی تو افطار کا وقت بھی نزدیک تھا اس لیے سوچا افطاری بنائی جائے۔

"آجا ملکہ میں ہنڈیا چڑھاتی ہوں تو چنے وغیرہ ابال کر میری مدد کر۔"

"ہنڈیا۔" بہزاد نے حیرت سے دیکھا۔

"وہ جو گوشت کے پیکٹ تم نے فریز کیے ہوئے تھے ناں میں انہیں گلنے کے لیے پیاز، ادرک، لہسن اور نمک ڈال کر چولہے پر رکھ آیا ہوں تم بے شک آرام کرو۔"

اماں کے ساتھ ساتھ شمشاد نور جہان اور ترنم چاچی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں البتہ صرف ملکہ جانتی تھی کہ ان کی گھر گرہستی کے پیچھے آخر کیا وجہ ہے۔

"ہائے میری تو حسرت ہی رہی کہ کبھی میرے شوہر بھی اس طرح گھر کے کاموں میں میری ہیلپ کرتے۔" چاچی کے لہجے سے حسرت ایسے نکل رہی تھی جیسے جون جولائی میں کراچی کی بسوں کے مسافروں کا پسینہ نکلتا ہے۔

"میری ایک سہیلی ہے آپا اس کا شوہر بھی برتن کپڑے جھاڑو پوچھا سب کرتا ہے۔"

"ارے آپ اپنی سہیلی کے شوہر کی بات کر رہی ہیں جو صرف اپنے گھر کے کام کرتا ہے مجھے تو گھر کے کاموں کا اتنا شوق ہے کہ فری ٹائم میں محلے کے گھروں میں بھی جھاڑو لگا آتا ہوں پوچا کپڑے برتن جو دکھوں کر دیتا ہوں۔"

"اف میرے خدا..... کیا واقعی۔" ترنم چاچی کی طرح اماں اور نور جہاں بھی بڑی حسرت سے اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ شمشاد حیران تھا کہ آخر یہاں آتے ہی بہزاد اتنا سگھڑ کیسے ہو گیا۔

"تو اور کیا، میری تو زندگی کا واحد مقصد ہی بیوی کو خوش رکھنا ہے۔" وہ بڑے جوش میں تھا۔

"لیکن تمہاری تو ابھی شادی.....!" ترنم چاچی الجھی ہوئی تھیں۔

"میری شادی نہیں ہوئی تو کیا ہوا..... بیوی تو ہوتی ...

ہے ناں، جس کی بھی ہو...... اور میں تو اپنی ہونے والی اور دوسروں کی ہو چکی بیویوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہوں۔" باقی سب کو حیران چھوڑ کر وہ نور جہاں کو دیکھ کر مسکرایا۔

"بہزاد شرم کرو دوسروں کی بیویوں کو تم کس نظر سے دیکھتے ہو۔" شمشاد بہزاد کی باتوں پر شرمندہ ہو رہا تھا اس لیے مداخلت کرنا پڑی۔

"دماغ صاف کر تو تیرے حق میں بہتر ہے۔ ورنہ میں تو اپنی ہونے والی اور دوسروں کی ہو چکی بیویوں کو عزت کی نظر سے ہی دیکھتا ہوں۔" بہزاد کی بات پر شمشاد پر تو جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا ایسا لگا اس نے کیلا کھا کر چھلکا اس کے منہ پر زور سے دے مارا ہو۔

"ملکہ تم چاہو تو روزے میں ذرا آرام کر لو، میں نور جہاں کے ساتھ سارا کام کرا دوں گا۔"

"نہیں بیٹا تم کیسی باتیں کر رہے ہو گھر میں لڑکیاں موجود ہوں تو لڑکے کام کرتے اچھے نہیں لگتے۔" اماں کو ویسے تو کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن چچی کے سامنے انہیں معیوب لگا جانتی تھیں کہ پھر وہ خاندان بھر میں سب کے سامنے یہ تمام باتیں نشر کرتی پھریں گی۔

"پھوپو آپ جیسی خواتین ہی ہوتی ہیں جو کبھی اپنے بیٹوں کو بہوؤں کا پسندیدہ شوہر نہیں بننے دیتیں۔" بہزاد نے منہ بنایا تو ایسا لگا کشش ثقل سے نور جہاں کی طرف جا کر رک گیا۔

"تمہیں کیا پتا بیٹا بیٹھے بٹھائے ہاتھ سے پچاس ہزار روپے نکل گئے۔ ملکہ کی پوزیشن آئی تھی بلکہ سمجھانے سے پہلے ہی چھن گئی ترنم کے......" اماں بھولپن میں تمام تر کیفیت بیان کر رہی تھیں کہ چچی نے ان کے پاؤں کو اپنی جوتی سے ٹھوکا دیا اس طرح ان کے کوڈ ورڈ ان کے سسرالی رشتے داروں کے گھر عام تھے۔ لہٰذا اماں سمجھ کر فوراً بات بدل گئیں۔ ترنم کے بھی کچھ ضروری اخراجات ہوتے ہوتے رہ گئے۔

"پھوپو آپ سب کی ان باتوں کا توڑ ہے میرے پاس۔" شمشاد نے کہا تو سب کی توجہ کا مرکز بن گیا۔

"اس پورے گھر میں ایک ایسا شخص ضرور ہے جس کی بدشگونی کے باعث گھر میں خوشیاں آتے آتے رک گئیں۔"

"مطلب تمہیں گھر سے نکال دیں تو ساری خوشیاں پھر سے واپس آجائیں گی؟" بہزاد نے شمشاد سے پوچھا تو اماں جو بڑی توجہ سے شمشاد پر یقین کر رہی تھیں بول پڑیں۔

"بہزاد بیٹا جاؤ تم جا کر دیکھو گوشت گل گیا ہے کہ نہیں۔"

"جی پھوپو میں جا کے دیکھوں؟" اماں کا انداز ایسا تھا جیسے چھوٹے بچوں کو موقع سے ہٹانے کے لیے کہا جاتا ہے۔ بہزاد انتہائی حیرت سے انہیں دیکھتا رہ گیا ملکہ اور نور جہاں کو البتہ اپنی ہنسی چھپانے کے لیے دوپٹوں کا سہارا لینا پڑا۔

"ہاں تم نے ہی تو گلنے کے لیے رکھا تھا ناں نور جہاں اور ملکہ جاؤ تم دونوں بھی۔" اماں نے انہیں ایسے کمرے سے نکالا جیسے ان کے رشتے کی بات کرنا ہو اور جب وہ تینوں باہر چلے گئے تو بڑی توجہ اور دھیان سے شمشاد کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"ہاں بیٹا اب بتاؤ کس کی بدشگونی ہے اس گھر میں۔"

"پھوپو میں آپ کو بتاؤں گا تو ضرور۔ لیکن ابھی نہیں، مجھے ذرا حساب کتاب کرنے میں وقت لگے گا اس لیے ایک دو دن کے لیے انتظار کریں۔" اور اماں نے عقیدت سے مان لیا، ترنم چاچی اماں کی قسمت پر رشک کر رہی تھیں کہ ان کا داماد اس علم کا بھی ماہر ہے۔

❖.......❖❖.......❖

"ٹینڈے یہ کہاں سے اور کس وقت نازل ہوئے؟" افطار کے وقت بھنے ہوئے گوشت کا تصور ذہن میں لے کر بہزاد نے ڈونگے کا ڈھکن اٹھایا تو سامنے ٹینڈو کو بوٹیوں کے ساتھ لپٹا دیکھ کر فوراً سے ڈھکن بند کر دیا۔

"ارے چکھو تو سہی بہزاد بیٹا ٹینڈے گوشت جیسا لذیذ سالن بھی کوئی ہو گا کیا، تمہارے پھوپا بھی دیکھنا افطار تو دکان پر کریں گے لیکن تعریف ضرور کریں گے گھر آ کر۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن......!" بہزاد نے شمشاد کو دیکھا جو بڑے مزے سے بوٹیاں کھا رہا تھا۔

"نہ میں کپڑے دھونے کچن سے نکلتا اور نہ یہ ٹینڈے شب خون مارتے۔"

"بہزاد بھائی ہم گوشت میں ہمیشہ سبزی ڈالتے ہیں اکیلا گوشت تو ہمارا معدہ بھاری کر دیتا ہے۔" ملکہ نے پکوڑوں کی پلیٹ اس کے سامنے سے اٹھا کر شمشاد کو دی تو وہ دیکھتا ہی رہ گیا۔ عین اسی وقت نور جہاں نے ملکہ سے پلیٹ لے کر اس میں سے کچھ پکوڑے بہزاد کی پلیٹ میں ڈال دیے۔

"آپ یہ کھالیں اور اگر ٹینڈے نہیں پسند تو صرف گوشت کھالیں اور چمچ سے ٹینڈے سائیڈ پر کر دیں سارا دن روزہ رکھ کر اب بھوکے رہنا بھی ٹھیک نہیں۔" بہزاد نے نور جہاں کو اپنی فکر

کرتے دیکھا تو اس کا بس نہ چلا کہ ابھی عید کا اعلان کرتے ہوئے سارے ٹینڈے کھالے بلکہ اتنے ٹینڈے کھائے کہ اس پر بھی ٹینڈوں کا عکس نظر آنے لگے۔

"ارے نہیں کھاتو میں ٹینڈے بڑے شوق سے لیتا ہوں لیکن بس ان کی سرپرائز دینے کی عادت کچھ اچھی نہیں لگتی۔" اور پھر قدرت نے دیکھا کہ اس نے اپنی پلیٹ میں ایک بھی بوٹی ڈالنے سے پرہیز برتا اور ٹینڈے کھاتا جاتا اور مسکرا مسکرا کر یہاں وہاں دیکھتا جاتا نور جہاں کے وہ الفاظ اور آواز اس کے ذہن میں گھومتی تو سوچا واقعی کچھ لوگوں کی بات چیت سخت گرمی میں ٹھنڈے مینگو شیک سے بھرے جگ جیسا مزہ دیتی ہے۔

❖......❖❖......❖

اور پھر تمام روزوں میں بہزاد سر توڑ کوشش کرتا کہ ملکہ کے بتائے گئے طریقے کے مطابق گھر کے کاموں میں پیش پیش رہ کر نور جہاں کا دل جیت سکے کہ بیرون ملک رہ کر یہ سب کام کرنا اس کے لیے نیا تجربہ نہیں تھا لیکن پاکستان میں پہلا موقع ضرور تھا۔ ترنم چاچی بھی دیکھ لیتی تو فوراً کہتیں زن مریدی کا ڈپلومہ کررہے ہو۔" اب بہزاد کو کون بتاتا کہ ملکہ نے تو اپنی سہولت کے لیے یہ چالاکی اس لیے کی تھی کہ روزہ رکھنے کے بعد اس کے لیے کوئی بھی گھر کا کام کرنا بہت مشکل ہوتا نماز اور قرآن تو پڑھ ہی لیتی تھی بصورت دیگر اماں اور نور جہاں اسے لیکچر دے دے کر ویسے ہی سن کردیتیں۔

ایک روز حسب عادت سحری کرنے کے فوراً بعد موبائل ہاتھ میں لے کر فیس بک پر لاگ ان ہوئی ہی تھی کہ وضو کرکے تولیے سے منہ صاف کرتی نور جہاں نے دیکھ لیا۔

"ایک وقت وہ تھا جب لوگ روزہ رکھنے کے بعد قرآن پاک پڑھتے تھے کراماً کاتبین ہمارے الفاظ لکھتے تھے اور اللہ رب العزت اس عمل کو لائک کرتا تھا اور اب افسوس ہے تم جیسے لوگوں پر جو روزہ رکھتے ہی دوسروں کے اسٹیٹس پڑھتے ہیں ان پر کمنٹ لکھتے ہیں اور پڑھے بغیر اور پڑھنے کے بعد ہر الٹا سیدھا اسٹیٹس لائک کرتے ہیں ذرا سی عبادت نماز سے ہٹ کر کرلیں تو بھی فوراً سے سو لوگوں کو ٹیگ کرکے نہ صرف ڈھنڈورا پیٹتے ہیں بلکہ ان سب لوگوں کو طنز اور تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جو ان جیسا نفلی عبادت والا عمل نہ کرسکے خدا کا واسطہ ہے کم از کم رمضان میں ہی مکمل دھیان سے نماز قرآن پڑھ لیا کر۔"

"بس کر میری ماں بس کر......!" ملکہ نے موبائل آف کرکے صوفے پر اچھالا اور ہاتھ باندھ لیے۔

"یہ تم پر اور شمشاد پر کچھ زیادہ ہی عکس نہیں پڑ گیا رمضان کے چاند کا۔"

"عکس تو مجھے نہیں پتا لیکن جب تک روزے ہیں ناں کم از کم میرے سامنے یہ موبائل میں گھسنا چھوڑ دے۔"

اسی لیے ملکہ صرف اسی وقت موبائل استعمال کرتی جب نور جہاں سامنے نہ ہوتی لیکن اگر وہ نہ ہوتی تو شمشاد سامنے ہوتا بس اس لیے اس نے بھی احتیاط کرلی تھی ویسے بھی ہم میں سے آدھے لوگ اللہ کے خوف سے نیک بن جاتے ہیں اور آدھے لوگوں کو ان کے گھر کے بڑوں کا خوف نیک بنا دیتا ہے۔

کوکنگ اس دفعہ اماں اور بہزاد کرنے لگے تھے کیونکہ بہزاد کی موجودگی میں کچن میں کام کرتے ہوئے نور جہاں کو بے حد گھبراہٹ رہتی ایک تو روزہ پھر گرمی اور سب سے بڑھ کر کچن کا سائز جو کہ اتنا بڑا نہیں تھا کہ وہ بہزاد کی موجودگی میں آرام سے کام کرتی اسی لیے غیر محسوس طریقے سے خود پیچھے ہٹ کر اماں کو آگے کردیا تھا اور اماں اپنے بھتیجے کے ساتھ خوشی سے لگی رہتیں۔

"ویسے قسم سے پھوپو میں تو کہتا ہوں روزے کے بعد سندھی بریانی، ڈرامہ نہ کرنے والی پھوپو اور فس کلاس ساس قسمت والوں کو ملتی ہے، مجھے صرف آخری چیز کا انتظار ہے بس۔" اور اماں بھی جہاندیدہ خاتون تھیں بڑے دل سے مسکرانے لگتیں ملکہ بات بات پر مسکرانے لگتیں لیکن کمیٹی ہاتھ آکر نکلنے کا جو صدمہ تھا وہ کم نہ ہوا اسی لیے ایک دن افطار کے بعد شمشاد سے پوچھ بیٹھیں کہ آخر اس نے کوئی حساب لگایا کہ نہیں جواباً شمشاد نے فارغ دانشوروں جیسا منہ بنا کر ایک ڈیگچی منگوائی اور سب کو اکٹھا کرلیا۔

"ویسے شمشاد تم کون سا علم جانتے ہو نوری یا ناری؟" ترنم چاچی نے منے کو گود سے اتار کر فرش پر چھوڑتے ہوئے پوچھا۔

"نوری اور ناری کو چھوڑیں آپ تو اتنی پیاری لگ رہی ہیں روزے رکھ رکھ کر دیکھ لیجیے گا عید پر میک اپ کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔" شمشاد نے بات کا رخ موڑا ویسے بھی خواتین کی تعریف کرکے ان کی توجہ دنیا جہاں کے مسائل سے ہٹائی جاسکتی ہے۔

"کیا واقعی میک اپ کی ضرورت نہیں پڑے گی؟" چاچی نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سابقہ نقوش کی موجودگی کی یقین دہانی کی اور ساتھ ہی ملکہ سے مزید تعریف...

سننے کی نیت سے پوچھا۔

"جی چاچی میک اپ کی نہیں پلاسٹک سرجری کی ضرورت پڑے گی آپ کو۔" ملکہ نے بغیر کسی لحاظ کے کہا۔ تو چاچی کو چند دن بعد آنے والی عید پر اپنا حسن خطرے میں محسوس ہوا۔ شمشاد مراقبے کے انداز میں آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا کہ ایک دم بولا۔

"شش..... آدھا عمل پورا ہوگیا ہے اب کسی کی آواز نہ آئے کیونکہ مجھے اس کا نام معلوم ہوگیا ہے۔ جس کی وجہ سے گھر آئی خوشیاں لوٹ گئیں، یہ دیکھو دیگچی میں۔" شمشاد نے دیگچی کے اندر اشارہ کرتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔

"دیگچی کے اندر تو کوئی بھی نہیں ہے میں سمجھی بہزاد بھائی کا چیتا بیٹھا روٹیاں پکا رہا ہوگا۔"

"ملکہ..... سنا نہیں تھا کہ شمشاد نے کہا تھا بولنا نہیں ہے کسی کی آواز نہ آئے۔" بہزاد نے کہا۔

"اوہو بہزاد بیٹا تم بھی بول پڑے ملکہ کو چھوڑو تم تو چپ رہتے ناں۔" بات کرتے ہی اماں نے خوف زدہ ہوکر منہ پر انگلی رکھی تو ملکہ نے بھی ایک جھٹکے سے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی بہزاد کو احساس ہوا تو اس نے اپنے دونوں ہونٹ دانتوں تلے دبا ڈالے۔

"دیکھا صرف میں ہی خاموش رہی باقی سب بول پڑے۔" چاچی نے بات کرنے کے ساتھ ہی بوکھلا کر اپنے ہونٹ پکڑ لیے۔

"اس کا مطلب ہے صرف مجھے دیگچی میں نظر آئے گا۔" نور جہاں خوشی سے چہکی تو شمشاد نے مایوسی سے گردن ہلائی۔

"اگر خاموش رہتیں تو لیکن اب چونکہ سب بول پڑے ہیں اس لیے سب نے دیگچی میں ایک ایک گلاس پانی ڈالنا ہے۔ آخر کار جس وقت میں ڈھکنا اٹھاؤں گا تو صرف اور صرف وہی پانی بچے گا جو اس بدشگون نے ڈالا ہوگا۔"

"مطلب باقیوں کا پانی برف بن جائے گا۔" ملکہ نے بے تابی سے پوچھا۔

"ڈھکن آخر میں تم اٹھاؤ گے تو کیا ہم بند ڈھکن کی دیگچی میں پانی ڈالتے رہیں گے۔" بہزاد نے بے چینی سے پوچھا۔

"جو بھی پانی ڈالے گا وہ میرے سامنے ڈالے گا اور میں خود ڈھکن اٹھاؤں گا۔" جواب دے کر وہ چاچی اور اماں کی طرف متوجہ ہوا۔

"ویسے آپ دونوں کے ستارے بہت گردش میں ہیں مجھے ڈر ہے کہ آپ دونوں میں سے ہی کسی کا نام نہ نکل آئے اس لیے اللہ سے تراویح میں خیر کی دعا مانگیں۔" ان سب کو حیران پریشان چھوڑ کر شمشاد دیگچی سمیت وہاں سے اٹھ گیا۔

یہ اس دیگچی کا ہی کرشمہ تھا کہ پورے رمضان گزر گئے تھے لیکن اس نے اپنی پسندیدہ ماش کی دال کی شکل نہیں دیکھی تھی ایک دن گوشت اور ٹینڈے ہوتے تو دوسرے دن کدو اور تیسرے دن ہی گوشت پالک کے ساتھ ملاپ کرتا ہوا پایا جاتا اور اگر چوتھے دن کوئی گوشت کو نظر انداز کرتا تو وہ خود جا کر دیگچی میں بیٹھ جاتا کہ مجھے بھول گئے تھے کیا آج؟

نور جہاں اور ملکہ بستر لگانے کے لیے اٹھ گئیں تو بہزاد بھی ان کی ہیلپ کرانے لگا لیکن اماں اور چاچی کی بے چینی کا تو عالم ہی کچھ اور تھا دونوں کو فکر تھی کہ اگر وہ بدشگون ثابت ہوگئیں تو کس قدر مسئلہ ہوجائے گا اور عین اس وقت جب دوسرے دن سارے اکٹھے بیٹھے عید کی شاپنگ پر جانے کا ارادہ کررہے تھے بہزاد نے نور جہاں کو کمرے سے نکلتے دیکھا تو چپکے سے پیچھے ہولیا۔

"نور جہاں ایک منٹ ذرا بات سننا۔" نور جہاں حیرت سے وہیں رک گئی۔

"پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم ہر اس جگہ سے بھاگنے کی کوشش کیوں کرتی ہو جہاں میرے رکنے کا چانس ہوتا ہے۔"

"نہیں ایسا تو بالکل بھی نہیں ہے اور بھلا میں آپ سے بھاگنے کی کوشش کیوں کروں گی؟" نور جہان نے بڑے اعتماد سے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا اور الماری سے اپنے عید کے ڈریس کے شاپر نکالے قمیص کو الٹا کرکے اس کے اندر سے تھوڑا سا کپڑا کاٹا اور پھر شاپر بند کرکے رکھ دیا۔

"ہاں ویسے سوچنے کی بات ہے کہ تم ایسا کیوں کروگی؟" بہزاد کو سمجھ نہیں آیا کہ اس نے کہنا کچھ اور تھا اور کہہ کچھ اور کیوں دیا بہزاد یوں ہی بات کو طول دینے کے لیے بولا۔

"ویسے تمہارے کپڑے بہت کم نہیں ہیں الماری میں۔"

"اس لیے کہ میں کپڑے جمع کرنے کی قائل نہیں ہوں جب نئے دو سوٹ لے کر آتی ہوں تو پہلے پہنے جانے والے دو سوٹ فوراً کسی مستحق کو دے دیتی ہوں اس لیے ہمیشہ الماری بغیر رش کے ہی رہتی ہے۔" پیار تو وہ یوں بھی نور جہاں سے کرنے لگا تھا لیکن اب تو وہ اس سے متاثر بھی ہوگیا تھا۔

"کاش آپ کی بھی کوئی بیگم ہوتی تو آپ سے کہتی قینچی کی

ناک والے جاتو، یوں منہ کھولے نہ کھڑے ہوا کریں عید کا سیزن ہے کوئی گزرتے ہوئے پکیو ہی نہ کر جائے۔" نور جہاں نے بمشکل ہنسی روکتے ہوئے جملہ پورا کیا اور شاپر سنبھالے کمرے سے نکل آئی، بہزاد کا تو اس وقت دل چاہ رہا تھا گرم پتیلے میں پڑے مکئی کے دانے کی طرح اچھلتا کہ آج پہلی مرتبہ نور جہاں نے اس سے یوں مسکرا کر بات کی تھی اور ابھی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اسے شادی کے بعد نور جہاں کا اتنا ہی خیال رکھے گا جتنا مرغی اپنے چوزے کا رکھتی ہے اور یہی نہیں بلکہ دل ہی دل میں وہ ملکہ کا بھی شکر گزار تھا جس کے کہنے پر اس نے گھر کے اتنے کام کیے کہ آخر کار نور جہاں نے اسے گھر والے کی پوسٹ پر ترقی کا سوچ لیا کم از کم نور جہاں کی مسکراہٹ تو وہ یہی سمجھا تھا۔

❖......❖❖......❖

"پھوپو باہر کوئی خاتون ہیں کہہ رہی ہیں زکوۃ لینے آئی ہوں۔" شمشاد نے دروازہ بجنے کی آواز سن کر دیکھا اور واپس آ کر اطلاع دی تو اماں نے منہ بسورا۔

"بیٹا، زکوۃ تمہارے پھوپا ہی دیتے ہیں وہ بھی اپنی دکان کی آمدن کے حوالے سے میں زکوۃ کہاں سے دوں۔"

"لیکن یہ جو آپ کے سونے کے زیورات ہیں ان پر بھی تو زکوۃ دی جائے گی ناں۔ کیوں کنی کترا رہی ہیں؟" وہ ان کے رویے سے حیران ہو رہا تھا۔

"میں اکیلی تھوڑی ہوں کتنے ہی لوگ نہیں دیتے اب یہ تم اپنی ترنم کی مثال لے لو مجھ سے زیادہ زیورات ہیں اس کے پاس مگر مجال ہے جو کبھی زکوۃ دی ہو بلکہ اس نے تو بینک میں بھی وہ پرچہ دے رکھا ہے وہ......!" اماں نے ماتھے پر ہاتھ مار کر یاد کرنے کی کوشش کی۔

"ارے وہی، جس پر لکھ کر دیتے ہیں کہ ہماری زکوۃ نہ کاٹنا تو بتاؤ نہ بینک میں رکھے زیورات پر زکوۃ دیتی ہے نہ دوسروں پر۔" اماں اپنا دامن صاف کرنے کے بجائے ترنم چاچی کا گریبان تھامنا چاہتی تھیں۔

"پھوپو اللہ کے آگے جا کر انہوں نے اپنا حساب دینا ہے آپ نے اپنا سب نے اپنی قبر میں جانا ہے آپ نے اپنی تو پھر آپ صرف اپنے بارے میں سوچیں ناں خود کو بہتر کریں اور دوسروں کو چھوڑیں ان کے معاملات کی وہ خود ذمہ دار ہیں۔" اسی دوران ترنم چاچی بازار جانے کے لیے تیار ہو کر آئیں بچوں کو پڑوسن کے حوالے کر آئی تھیں۔

"سچ پوچھو تو شمشاد اتنے پیسے ہوتے ہی نہیں ہیں یقین کرو آج مشکل سے یہ آٹھ دس ہزار روپے لیے ہیں منے کے ابا سے، اس کے علاوہ ایک پیسہ نہیں ہے یہ بھی بازار میں خرچ ہو جائیں گے۔"

"بالکل ترنم والا حال میرا بھی ہے پھر جوان بیٹیاں ہیں کہاں سے لاؤں زکوۃ دینے کے پیسے؟" اماں بھی چاچی کی تائید کرنے لگیں تو شمشاد نے دکھی دل سے سوچا کہ اگر زکوۃ دینے کے لیے آپ کے پاس پیسے نہیں تو اتنا زیور مال اکھٹا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جو آخرت میں آپ کے لیے دردناک عذاب کا باعث بنے پھر کچھ سوچ کر ان سب کو بتایا کہ چاند رات کو وہ اس گھر کا بدشگون ڈکلیئر کرنے والا ہے اور چاند رات میں دن ہی کتنے تھے۔

❖......❖❖......❖

ملکہ نور جہاں اماں کے ساتھ سینڈل پسند کرنے گئی تھیں، بہزاد نے ان کے آنے تک افطاری تیار کر دی تھی اب صرف آ کر آٹا گوندھنا اور روٹیاں پکانا تھیں بیرون ملک بھی وہ چار دوست اسی طرح مل جل کر کوکنگ کر لیا کرتے تھے اسی لیے وہ کھانا پکانے میں ماہر بھی ہو گیا تھا۔

"کیا کر رہے تھے اتنی دیر سے؟" شمشاد نے قرآن شریف بند کر کے چوما اور اٹھ کر الماری کے سب سے اوپری خانے میں رکھ دیا۔

"بس تو یہ سمجھ کہ نور جہاں کے دل میں اپنا گھر بنا رہا تھا۔" بہزاد پر جوش تھا لیکن آتے ہی پیڈسٹل فین کا رخ اپنی جانب کیا اور بستر پر ڈھے گیا۔

"نور جہاں کے دل میں گھر بنانے کی کوشش کرتے ہوئے کبھی اپنے اس گھر کے بارے میں بھی سوچا ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔" شمشاد کی بات پر بہزاد نے اسے نا سمجھی سے دیکھتے ہوئے اس کی طرف کروٹ لی۔

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ پہلے کے تمام روزوں میں جو گھر پر گزارے کبھی اٹھ کر بازار تک نہ جاتا تھا کہ مجھے روزہ لگتا ہے اور اس دفعہ تو ہر وقت ہر کام کرنے کے لیے تیار رہتا ہے یعنی جتنی محنت اور مشقت تو نور جہاں کو خوش کرنے کے لیے کرتا رہتا ہے، بہتر ہوتا کہ خدا کو خوش کرنے کے لیے کم از کم

اس سے آدھی ہی کر لیتا، لیکن تو نے تو یار کبھی ڈھنگ سے نماز بھی نہیں پڑھی۔" شمشاد نے تاسف سے کہا۔

"بس یار بہزاد میں سوچ ہی رہا تھا کہ کل سے قرآن پاک کی تلاوت شروع کردوں گا ٹھیک سے نماز پڑھوں گا لیکن پتا نہیں وہ کل ابھی تک آ ہی نہیں رہی۔" بہزاد شرمندہ تھا۔

"نور جہاں سے تیری شادی ہونا کوئی مسئلہ نہیں ہے اماں کی بھی خواہش ہے اور پھوپو کی بھی اس لیے تو فکر نہ کر لیکن کم از کم رمضان کے مہینوں میں اللہ اور اس کے احکامات پر توجہ دو ناں، جبکہ اس نے تمہارا دشمن شیطان بھی باندھ رکھا ہے۔"

"ویسے بھی کبھی سوچتا ہوں کہ اللہ نے شیطان تو باندھ دیا پھر بھی کیوں ہمارے اندر سے اس کی سکھائی ہوئی بری عادتیں ختم نہیں ہوتیں۔" بہزاد تکیہ گود میں لے کر بیٹھ گیا تھا۔ "ہم پھر بھی کیوں رمضان کے دنوں میں اس کے زیر اثر رہتے ہیں۔"

"وہ اس لیے میرے بھائی کہ گندگی اور غلاظت سے بھرا تھیلا کھلا ہوا آپ کے کمرے میں رکھا رہے اور پھر مہینے بعد آپ اسے اٹھا کر باہر پھینکیں تو اس غلاظت کی بدبو اور تعفن تو اتنی جلدی کمرے سے نہیں جائے گا ناں، اس کے اثرات رہیں گے یہی حال شیطان کا رمضان میں ہے۔"

"افسوس ہو رہا ہے یار پورا رمضان گزر گیا لیکن میں ایک مکمل قرآن پاک تو کیا مکمل سپارہ بھی پڑھ نہیں پایا لیکن اب بس کل سے میں نے باقاعدگی سے......!"

"پڑھنا ہے تو ابھی پڑھ لو، کیونکہ یہ کل کبھی نہیں آئے گی۔" بہزاد نے شمشاد کو تائیدی نظروں سے دیکھا اور بات کاٹنے پر بھی بدمزہ نہ ہوا بلکہ وضو کرنے کے لیے واش روم چلا گیا۔

❖......❖❖......❖

"شمشاد ایک بات کہنی تھی۔" ترنم چاچی جھجکتے ہوئے اس کے سامنے آ بیٹھیں تو وہ فوراً سیدھا ہوا۔

"وہ جو دیگچی میں پانی ڈالنے والا عمل تھا ناں میں اس کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"جی جی کیوں نہیں......ایک منٹ میں دیگچی اٹھا لاتا ہوں تاکہ آپ اس میں پانی ڈال دیں۔"

"ارے نہیں نہیں تم میری بات تو سنو۔" ترنم چاچی نے اسے بٹھا لیا اور ہاتھ میں پکڑے چھوٹے سے پرس سے پانچ ہزار روپے شمشاد کے ہاتھ میں پکڑا دیے۔

"ارے یہ کیا، اگر عیدی دینے کا ارادہ ہے تو عید آ لینے دیں اور اگر میرے پتلے اور مسکین منہ کو دیکھ کر زکوٰۃ دے رہی ہیں تو میں اس کا مستحق نہیں ہوں۔" وہ گھبرا گیا تھا۔

"ارے بھئی یہ تمہارے لیے ہیں چاہو تو ان سے عید کے لیے کپڑے خرید لو اور چاہو تو جوتے بس میرا نام بدشگونی میں نہ لینا۔"

"جی۔" وہ حیران رہ گیا۔

"دیکھو اگر میرا نام اس گھر کے لیے بدشگون نکلا تو یہ آپا وغیرہ تو میرا جینا دوبھر کردیں گے کتنی بھی اچھی کیوں نہ ہو آخر ہیں تو میری جٹھانی ہی ناں اس لیے یہ پیسے مٹھی میں دبا لو اور میری مدد کرو، تم لڑکے ہو اور ہو بھی غیر شادی شدہ تم کیا جانو جٹھانیوں کے عذاب۔" ترنم چاچی نے فرضی طور پر سسکی لیتے ہوئے دوپٹے کے پلو سے ناک مروڑی اور پھر وہی پلو گردن پر مل کر گردن پر آیا ہوا پسینہ صاف کیا۔

"آپ پلیز یہ پیسے رکھ لیں۔ عید پر کام آئیں گے۔"

"ارے نہیں تم رکھ لو، پیسے میرے پاس بہت ہیں یہ تو ویسے ذرا رشتے داروں کے سامنے رونا رونا پڑتا ہے ورنہ تو یہ لوگ پیسے مانگ مانگ کر ہی تنگ کردیں اسی لیے میں نے تو تقریباً سب رشتے داروں سے پیسے مانگے ہوئے ہیں کہ وہ ہم سے نہ مانگ لیں۔" ترنم چاچی بڑے فخر سے اپنا دفاعی طریقہ کار بیان کررہی تھیں۔

اور اس رات اماں بھی کم و بیش اسی طریقہ کار کو آزمانے شمشاد کے پاس جا پہنچیں دونوں ہی خواتین کو اپنی اپنی ساکھ کا مسئلہ درپیش تھا اسی لیے اماں نے بھی جھٹ سے عید سے پہلے عیدی تھما کر یقین دہانی چاہی کہ بدشگون انسان کے طور پر ان کا نام نہ لیا جائے لیکن شمشاد اتنے کم پیسوں میں راضی نہ ہوا اور باری باری دونوں سے رقم بڑھانے کا مطالبہ کیا جو جھٹ پٹ پورا کردیا گیا کیونکہ دونوں کا کہنا تھا کہ وہ بھرے خاندان میں خوار نہیں ہونا چاہتیں اور یہ ایسی بات تھی کہ اگر ایک کو بدشگون کہہ دیا جاتا تو دوسری خوشی خوشی باقی سب کو بتاتی اب یہ الگ بات تھی کہ ان دونوں سے رقم کا مطالبہ کرنے سے پہلے شمشاد نے ابا اور چچا دونوں کو اعتماد میں لے رکھا تھا لہٰذا دونوں خواتین نے وہ رقم جو اپنی اپنی الماریوں میں کپڑوں میں چھپا رکھی تھی لاکر شمشاد کے حوالے کی اور مطمئن ہوگئیں۔

❖......❖❖......❖

"کاش میری بھی کوئی بیگم ہوتی جو چاند رات پر پیارے

سے کبھی میرے کالے چوہارے جیسے جانو چوڑیاں پہنا لاؤں نا
ورنہ میں نے پہلے سے پہنی ہوئی چوڑیاں نصیبو لعل کے گانے
سنتے ہوئے توڑ دینی ہیں۔" بہزاد اپنی ہی رو میں بولتا ہوا اندر آیا
تو سامنے بیٹھے ابا اور چچا کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"آؤ بیٹا آؤ، یہاں بیٹھو۔" ابا نے ذرا سا سرک کر جگہ بنائی تو
وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گیا اور جب بیٹھ کر یہاں وہاں دیکھا تو
ماحول کی سنگینی کا اندازہ ہوا کہ کمرے میں شمشاد، ملکہ، نور جہاں
اماں اور چاچی بھی موجود تھیں۔

"بیٹھو بیٹا ابھی بدشگون کا نام پتا چلنے والا ہے۔" اماں
نہایت پرجوش تھیں اور ترنم چاچی ان سے بڑھ کر۔

"چلو شمشاد اب تم بتا ہی دو کہ کون ہے وہ بدشگون جس کی
وجہ سے ہمارے گھر سے جھگڑے ختم نہیں ہوتے آمدن میں
برکت نہیں اور خوشیاں گھر پر آتے آتے روٹھ جاتی ہیں۔" ترنم
چاچی نے تیکھی نظروں سے اماں کو دیکھا اور ان کی بات کے
دوران ہی بہزاد نے نور جہاں کو دیکھا تھا رائل بلو لان کے سوٹ
کے ساتھ سفید دوپٹہ سر پر لیے بہزاد کو اس کے چہرے پر بھی نور
محسوس ہوا وہ بھی اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر رہی تھی اس
لیے سر جھکا لیا۔ شمشاد نے گلا صاف کیا۔

"جہاں تک میں نے اپنے علم سے حساب لگایا ہے تو یہ
بدشگون اس گھر میں کوئی انسان نہیں بلکہ سب انسانوں کے
اعمال ہیں جو تمام تر خوشیوں، رحمتوں اور برکتوں کا رستہ روکے
رکھتے ہیں۔"

"نہیں بھئی شمشاد تم اس انسان کا نام لو جو بدشگونی کا باعث
ہے۔" اماں نے اصرار کیا۔

"ہاں بھئی میں تو اس کا نام سنوں گی۔" ترنم چاچی بھی مصر
نظر آئیں تو ابا بولے۔

"ضد تو تم دونوں ایسے کر رہی ہو جیسے اس بتائے جانے
والے نام پر تمہارے پیسے لگے ہیں۔" ابا نے فرداً فرداً دونوں کو
دیکھا تو دونوں ہی نظر چرا گئیں۔

"اعمال اچھے ہوں تو کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو اللہ کی طرف
سے آتی خوشیوں کو روک دیں۔ نماز، روزہ کرتی ہو ماشاء اللہ تو
زکوٰۃ کی رقم دینے میں کیا قباحت ہوتی ہے۔" منصوبے کے
برعکس ابا ڈائریکٹ ہی اس بات پر آ گئے تھے۔

"سربراہ آپ ہیں گھر کے زکوٰۃ دیں نہ دیں۔" اماں چڑ
گئیں تھیں۔

"جب میں یا ذلفی گھر کے خرچے یا بازار کے لیے پیسے
دینے میں تاخیر کریں تو کیسا طوفان اٹھاتی ہو دونوں منہ بناتی
ہو، اٹھتے بیٹھتے یاد دلواتی ہو کبھی اتنی ہی تاکید زکوٰۃ دینے کی بھی
کی، بلکہ ایک دو مرتبہ میں نے زکوٰۃ کے لیے پیسے دیے تو اپنے
میکے والوں میں بانٹ آئیں۔" ابا جذباتی ہو گئے تھے۔

"دیکھیں میرے میکے والوں کا نام مت لیجیے گا ورنہ......!"
اس سے پہلے کہ ماحول بگڑتا باہر گھنٹی کی آواز پر سب چونکے اماں
باہر نکلیں تو کمیٹی والی خاتون تھیں اماں کو روپوں کا لفافہ دیتے
ہوئے بولیں۔

"اس مرتبہ میری کمیٹی نکلی ہے لیکن فی الحال مجھے ضرورت
نہیں ہے گھر میں رکھے تو خرچ ہو جائیں گے اس لیے آپ یہ
رکھ لو میں آخر والی کمیٹی لے لوں گی۔" وہ جیسے جلدی میں تھیں
اسی طرح جلدی میں اماں کو حیران پریشان چھوڑ کر واپس چلی
گئیں اماں وہ رقم والا لفافہ دوپٹے میں لیے اندر داخل ہوئیں۔

"پھوپو دراصل میں نے وہ پیسے کسی علم کے لیے نہیں لیے
تھے بلکہ یہ احساس دلانے کے لیے تھے کہ وہ رقم جو آپ کے
پاس غربا کا حصہ دیا گیا ہے وہ حق داروں تک پہنچانے کا انتظام
ہونا چاہیے اتنے سنبھال کر رکھے پیسے کس کام کے اگلے ہی لمحے
دنیا چھوڑ کر ان پیسوں کا حساب دینا پڑے اور ان پیسوں پر
عیاشی دوسرے کر رہے ہوں اور حساب و عذاب میں ہم پڑے
رہیں۔"

"میں شرمندہ ہوں پتا نہیں کیوں اپنی قبر پر بوجھ لادے
بیٹھی حق داروں کا حق کھائی رہی تم نے مجھے جگا دیا ہے شمشاد
بیٹا۔" شمشاد سمیت سب نے سکون کا سانس لیا کہ اماں کے
دل میں بات اتر گئی ہے ویسے بھی اکثر لوگ بات سمجھ ہی جاتے
ہیں بس کسی سمجھانے والے کی کمی ہوتی ہے۔

"ملکہ کے ابا، چاند رات سے بڑھ کر کسی کو خوشی دینے کا اور
کون سا موقع ہوگا میں کتنے ہی گھرانوں کو جانتی ہوں جن کے
گھر عید منانے کے لیے گھر میں چاند کے سوا کچھ نہیں آپا چلیں
ہم ان کی عید کراتے ہیں۔" ابا تو چاہتے ہی یہ تھے فوراً اٹھ
کھڑے ہوئے۔

"آپا اکھٹے چلتے ہیں میں نے بھی اپنے بچوں کے نئے
کپڑے تو لیے لیکن وہ حویلی کے پاس بستی ہے ناں ان کے بچوں
کے پاس تو پہننے کو قمیص بھی نہیں ہوتی ملکہ نور جہاں تم لوگ اگر
بچے سنبھال لو تو ہم دونوں بھی چلے جائیں ساتھ ہی زکوٰۃ کی جو

رقم ہی وہ بھی ادا کر آ ئیں گے۔ سچ کہا شمشاد کہ عمر کا کیا بھروسہ کب ختم ہو جائے اور ہم اس رقم کا حساب وعذاب بھگتیں جسے ہم دنیا میں استعمال بھی نہیں کر پائے۔"

"جائیں چا چی جائیں بے فکر ہو کر جائیں اور بچوں کی فکر نہ کریں۔" ملکہ نے فراخ دلی دکھائی۔

"کاش میری بھی کوئی بیگم ہوتی جو کہتی شلجم کے ابا اپنے بچوں کو خود ہی پٹا ڈالو ہونہہ نہ بچے قابو ہوتے ہیں نہ برے خیالات۔" ابا کے کمرے سے نکلتے ہی بہزاد جواتنی دیر سے خموش تھا بولا ہی تھا کہ ابا فون سے کان لگائے پھر اندر آ گئے اور فون کا اسپیکر آن کر دیا۔ دوسری طرف ممانی تھیں۔

"بھئی آپا میں یہاں بیٹھی آپ سے ایک خواہش کرنا چاہتی ہوں انکار مت کرنا۔"

"ارے ایسی کیا جلدی ہے تم آ جاؤ ناں پہلے پھر بات کر لیں گے۔" اماں اس اچانک کال کے لیے ذہنی طور پر تیار نہ تھیں۔

"بھئی اگر آپ نور جہاں کے لیے میرے بہزاد کا رشتہ قبول کر لیں تو قسم سے یہ چاند رات یادگار ہو جائے گی، پاس ہوتی تو آپ کے پاؤں پکڑ لیتی لیکن منع مت کرنا آپا میں ابھی اسے انگوٹھی پہنانا چاہتی ہوں۔"

"ابھی انگوٹھی آئے ہائے کیوں ہتھیلی پر سرسوں جما رہی ہو؟" اماں نے بات کرنے کے دوران ہی نور جہاں کو دیکھا جو بہزاد کو دیکھ کر شرمار ہی تھی ملکہ اور شمشاد کی بھی خوشی دیدنی تھی۔

بلکہ بہزاد نے تو جیب سے انگوٹھی کی ڈبیا بھی نکال لی تھی اور منتظر تھا کہ اماں اقرار کریں اور اسے نور جہاں کا ہاتھ تھام کر انگوٹھی پہنانے کو کہا جائے۔

اور اماں ابا دونوں جانتے تھے کہ والدین کی دانش مندی یہ ہے کہ شادی بیاہ کے معاملات میں اولاد کی پسند کو ضرور نوٹ کریں اور اگر کوئی قباحت محسوس نہ ہو تو بے جا اعتراض کرنے کے بجائے اپنی اولاد کی پسند کو اپنی پسند کے طور پر ظاہر کر دیں اور پھر یہ خواہش تو خود اماں ابا کی بھی تھی لہٰذا آنکھوں ہی آنکھوں میں اسی وقت ایک دوسرے سے رائے لی۔

"اب تم اتنی اچھی اور مقدس جگہ پر بیٹھی ہو میں بھلا کیسے انکار کر سکتی ہوں بس آج سے نور جہاں تمہاری بیٹی اور بہزاد میرا بیٹا ہوا، کیوں بھئی کوئی اعتراض تو نہیں۔" خوشی کے مارے اماں نے نور جہاں کا ماتھا چوما تو وہ ابا کی موجودگی میں لجا کر اماں کے گلے لگ گئی۔

ہر طرف خوشی کا سماں تھا ایسی عید آج تک انہوں نے نہیں دیکھی تھی ترنم چاچی نے نور جہاں کو اماں کے گلے سے ہٹا کر سامنے کھڑا کیا تا کہ بہزاد کو بھی انگوٹھی پہنانے کا موقع ملے۔

ابا اور چچا نور جہاں کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دینے کے بعد مٹھائی لینے نکلے تا کہ آپس میں ایک دوسرے کا منہ میٹھا کرایا جائے۔

"اگر اجازت ہو تو میں بھی ملکہ کے لیے انگوٹھی لایا ہوں۔" شمشاد نے بہزاد کو نور جہاں کی انگلی میں انگوٹھی پہناتے دیکھا تو جیب سے اپنی ڈبیا بھی نکال لی۔

اماں اور ترنم چاچی اس کے سیدھے سادے انداز پر ہنسنے لگی تھیں۔

"شمشاد تم اماں سے مجھے انگوٹھی پہنانے کی اجازت مانگ رہے ہو یا دوسری مرتبہ سالن۔" ملکہ اس کی جھجک پر بولی اور خلاف توقع اماں نے بھی اسے کچھ نہ کہا۔ بہزاد اور نور جہاں ایک ساتھ کھڑے تھے اور بہت جچ رہے تھے۔ بہزاد کی سرگوشیوں کے جواب میں نور جہاں کا مسکرا کر سر جھکانا ایک الگ ہی منظر تھا اور جیسے ہی شمشاد ملکہ کو انگوٹھی پہنانے لگا بہزاد کو یاد آیا کہ تصویر تو بنائی ہی نہیں لہٰذا موبائل لے کر سب کی گروپ فوٹو بنانے لگا۔

"ملکہ گردن تو سیدھی کرو، جو لڑکیاں تصویر بناتے ہوئے گردن سیدھی نہیں رکھ سکتیں وہ شادی کے بعد شوہر کو کیسے سیدھا رکھیں گی۔"

"کچھ لڑکیاں تو تصویر بنواتے ہوئے گردن ٹیڑھی ہی اس لیے کرتی ہیں کہ فوٹو گرافر خود آ کر سیدھی کرے۔" شمشاد نے اشارتاً نور جہاں کی بھی گردن ٹیڑھی ہونے کا بتایا جسے نور جہاں نے فوراً سیدھا کر لیا اور اس کی اسی پھرتی نے سب کو ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ہر وقت "کاش میری بھی کوئی بیگم ہوتی" کی دعا مانگنے والے بہزاد کی دعا ایسے قبول ہوئی تھی کہ اس کی عید خوشیوں بھرا پیغام لے کر یادگار بن گئی۔ اللہ سب کی عید کو اس سے بڑھ کر خوش گوار اور خوشیوں سے بھرپور بنائے آمین۔ اماں ابا کے لبوں سے دعائیہ کلمات نکلے تھے۔

ضد کی محبت ہے
راحت وفا

قسط نمبر 24

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

میری وسعت کی طلب نے مجھے محدود کیا
میں وہ دریا ہوں جو موجوں سے بھی ساحل مانگے
سانس میری تھی مگر اسی سے طلب کی محسن
جیسے خیرات سخی سے کوئی سائل مانگے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شرمین زیبا کو تسلی دیتی ہے جبکہ زیبا کو اب اپنا بیٹا عبدالصمد یاد آ رہا ہوتا ہے وہ ان سے ملنا چاہتی ہے لیکن ابھی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوتی ہے۔ شرمین بھی اپنے گھر جانا چاہتی ہی جبکہ زیبا اسے عارض سے شادی کرنے کا کہتی ہے تب شرمین ہنس کر ٹال جاتی ہے۔ صفدر ڈھکے چھپے الفاظ میں جہاں آرا بیگم کو زیبا کو طلاق دینے کا بتاتا ہے جس پر وہ غصہ میں آ کر صفدر کو برا بھلا کہتی ہیں ساتھ ہی صفدر عبدالصمد کو بھی زیبا کو دینے کا کہتا ہے جس پر وہ انکاری ہو جاتی ہیں۔ صفدر عارض کا فون اٹینڈ کرتا ہے اور اسے جلد ملنے کا کہتا ہے۔ شرمین اپنے گھر جانا چاہتی ہے لیکن عارض ابھی اسے ہاتھ کے پلاسٹر کی وجہ سے مزید روکنا چاہتا تھا لیکن شرمین بضد تھی جس پر عارض خاموش ہو جاتا ہے اذان عارض سے شرمین کو منانے کو کہتا ہے۔ دوسری طرف ننھی کا شوہر اصغر اس سے شادی کے فنکشن میں زیبا کی غیر موجودگی کی وجہ پوچھتا ہے جس پر ننھی اس کے سسرال میں کوئی مسئلہ ہونے کا باعث بتا کر بات ٹال جاتی ہے لیکن اصغر ایک شکی آدمی ہوتا ہے اس کی بھی ننھی کے ساتھ دوسری شادی ہوتی ہے پہلی بیوی کو اصغر طلاق دے چکا ہوتا ہے۔ وہ ہر صورت زیبا کے سسرالی معاملات جاننا چاہتا ہے' ننھی کی ساس بھی روایتی ساس ہوتی ہیں وہ بھی اصغر کو اکساتی رہتی ہیں تب ہی اصغر' صفدر اور زیبا کی دعوت کرنے کا کہتا ہے جس پر ننھی پریشان ہو جاتی ہے اس کے نزدیک صفدر کو زیبا کو معاف کر دینا چاہیے تھا۔ اذان اسکول عارض کے ساتھ جانا چاہتا ہے' جس پر شرمین اذان کی ضد کے آگے مجبور ہو کر عارض کو فون کرتی ہے اور اسے اذان کو سمجھانے کا کہتی ہے۔ اذان اب اپنی پھوپو کشف کو بھی پسند کرنے لگا تھا' شرمین کے لیے یہ بات تشویش ناک ہوتی ہے' جس پر عارض اذان کو سمجھانے کی ہامی بھر لیتا ہے۔ صفدر عارض کو زیبا کا کچھ سامان اور حق مہر کی رقم دے کر اسے زیبا تک پہنچانے کا کہتا ہے جس پر عارض اور شرمین دونوں ہی صفدر کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اب صفدر رجوع نہیں کرنا چاہتا ہے اور ساتھ ہی عبدالصمد کو بھی بہت جلد زیبا کو دینے کا کہتا ہے جس پر شرمین اور عارض خاموش ہو جاتے ہیں۔

اب آگے پڑھیے

○......☆☆......○

دونوں کا امتحان تھا کچھ دیر کا سفر
ہم تھے ہوا مزاج وہ مخلص دھوپ تھا

بخار کی شدت اور حدت میں ذہن سے نکلنے والا دھواں آنکھوں کے راستے بہہ رہا تھا ننھی سیب کاٹ کر کب سے اس کے قریب بیٹھی اسے سیب کھلانے کی منتظر تھی مگر نہ اسے پکار سکتی تھی نہ مخل ہو سکتی تھی جبکہ وہ گہری ویران آنکھوں سے کمرے کی چھت گھور رہی تھی۔

"کیا گھور رہی ہو چھت میں۔" ننھی نے خاموشی توڑی۔

"اپنا ماضی، اپنی بربادی۔" بہت ہی آہستہ سے نقاہت بھری آواز میں اس کی طرف سے جواب آیا۔

"کیا فائدہ؟" اس نے سیب کی ایک قاش اس کے لبوں سے لگانی چاہی مگر اس نے برا سا منہ بنا کر منع کر دیا۔

"مجھے وہ الماری دیکھنے سے نفرت ہوتی ہے میرے کمرے سے اٹھوا دو۔" اس نے دائیں طرف دیوار کے ساتھ رکھی بڑی سی لوہے کی الماری کی طرف اشارہ کیا۔

"کیوں، الماری نے کیا بگاڑا ہے؟" منھی نے حیرت سے کہا۔

"یہی تو مجھے اکساتی رہی آصف کے خطوط کو چھپانے کے لیے مجھے اس کے وجود میں پناہ ملتی رہی۔ سب خط، سب دھوکے اسی میں چھپاتی رہی۔"

"چھوڑو پرانی باتیں اب آگے کے لیے ہمت سے سفر کرنا ہے، اپنی حالت دیکھو چارپائی سے لگ گئی ہو، ایسے کیسے کام چلے گا؟" منھی نے سمجھایا۔

"بس میں ہار گئی ہوں۔" وہ رو دی۔

"یعنی عبدالصمد کی ماں ہار گئی۔" منھی نے ضرب لگائی تو وہ پھڑ پھڑائی۔

"کہاں ہے میرا عبدالصمد میرا بچہ۔"

"آ جائے گا لیکن تم اسے کیسے سنبھالوں گی اس بیماری میں خالہ حاجرہ خود بے دم سی ہو گئی ہیں۔"

"منھی تم لے آؤ میرے بیٹے کو اصغر بھائی کے ساتھ چلی جاؤ۔" وہ بڑی بے تابی سے بولی۔

"چھوڑو اصغر کو جانے کو تو میں خود چلی جاؤں مگر ردعمل کیا ہوگا یہ سوچنا ضروری ہے۔" منھی نے اصغر کو بری طرح مسترد کر کے کچھ نرمی سے کہا۔

"نہیں اصغر بھائی کے ساتھ جاؤ گی تو......"

"دفع کرو اصغر کو۔"

"کیا ہوا؟"

"وہ اتنا مخلص شخص بھی نہیں تم اس کو کیا جانو۔" منھی نے کچھ سختی سے کہا تو زیبا حیران سی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"زیبا چھوٹے ذہن کے لوگ ہیں میرے سسرالی، اصغر بھی فطرتاً اچھا نہیں میں اسے تمہارے بارے میں سب کچھ نہیں بتانا چاہتی۔" منھی نے کچھ کھل کر بتایا۔

"مطلب؟"

"مطلب کچھ نہیں تم بس ٹھیک ہو جاؤ اٹھو کھاؤ، پیو یہ بخار تب بھاگے گا۔" منھی نے جواب دیا۔

"منھی میں بہت بری بیٹی ہوں بری ماں ہوں۔" وہ رو دی۔

"ایسا نہیں ہے۔"

"دیکھا نہیں اماں کی حالت کیسی ہے۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا اب ٹھیک ہونے میں کچھ وقت تو لگے گا۔"

"صفدر آسانی سے عبدالصمد کو نہیں دیں گے۔"

"وہم نہ کرو آ جائے گا عبدالصمد میں صفدر بھائی سے بات کروں گی۔" منھی نے تسلی دی تو وہ چپ ہو گئی اب تسلیوں میں ہی تو امید تھی اور تو کچھ بھی نہیں بچا تھا۔

"لو یہ تھوڑا سا سیب کھا لو پلیز۔"

"جی نہیں چاہ رہا۔"

"بیٹے کے لیے ہی اپنا خیال رکھ لو۔ ڈاکٹر نے کیا کہا تھا کہ کمزوری ہی بیماری ہے۔"

"ڈاکٹر کو کیا پتا؟"

"تم بس یہ کھاؤ اور میں نے کپڑے نکال کر واش روم میں لٹکا دیے ہیں۔ نہا دھو کر فریش محسوس کرو گی۔" نھی نے زبردستی سیب کھلانے کی کوشش میں کہا تو اسے منہ چلانا ہی پڑا اور ساتھ ہی وہ عبدالصمد کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔

○......☆☆......○

اندر کو دھنسی ہوئی آنکھیں، رخسار کی ابھری ہوئی ہڈیاں، مغموم سی مریضہ بنی وہ ان دونوں کے سامنے تھی عبدالصمد نے اس حالت میں بھی ماں کو پہچان لیا، بے قرار ہو کر اس کے سینے پر سر رکھ کے لیٹ گیا وہ سب کو نظر انداز کر کے اسے دیوانوں کی طرح چومنے لگی جہاں آرا بیگم کی آنکھیں بھر آئیں شرمین بھی افسردہ سی چارپائی پر بیٹھ گئی، جہاں آرا نے زیبا کو بانہوں میں بھر کے خوب پیار کیا۔

"میری بچی میں بہت شرمندہ ہوں تم سے نظریں ملانے کے قابل نہیں۔" وہ بولیں تو زیبا نے کچھ نہیں کہا نھی پانی لے کر اندر آرہی تھی اس نے جواب دیا۔

"خالہ آپ کا کیا قصور ہے، جو کیا صفدر بھائی نے کیا۔"

"میں اس ناخلف کی ماں ہوں، اس کو بہت برا بھلا کہا ہے مگر بیٹا میں بے بس ہوگئی۔"

"زیبا آپ نے کیا حالت بنالی ہے پہچانی نہیں جارہی۔" شرمین نے نہایت افسردگی سے کہا۔

"بس اب میرا بیٹا آ گیا ہے اب میں ٹھیک ہوں۔" زیبا نے عبدالصمد کو سختی سے بانہوں میں بھینچ کر کہا۔

"اذان بیٹا آپ باہر جا کر کھیلو۔" شرمین نے کچھ سوچ کر اذان کو باہر بھیج دیا جب وہ چلا گیا تو شرمین نے بڑے قرینے سے زیبا کو بتایا۔

"بھابی عبدالصمد آج آپ کو ملنے آیا ہے۔"

"کیا مطلب۔" نھی نے پوچھا۔

"زیبا سے ملانے کے لیے میں لے آئی۔"

"مگر صفدر بھائی نے عبدالصمد کو دینے کا وعدہ کیا تھا۔" نھی نے کہا اب کی بار جہاں آرا چونکیں۔

"نہ...... نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" زیبا کے لب کپکپائے۔

"دراصل، آج تو ہم آپ سے ملنے اور خیریت پوچھنے آئے تھے۔" شرمین عجیب صورت حال میں پھنس گئی نہ وضاحت کرسکتی تھی اور نہ خاموش رہ سکتی تھی۔

"آج ملنے سے کیا مراد ہے، میں عبدالصمد کے لیے تڑپ رہی ہوں، مجھے کوئی سامان، کوئی روپیہ پیسہ نہیں چاہیے۔ نھی سب کچھ دے دو انہیں مگر میرا عبدالصمد میرے پاس رہے گا۔" زیبا جذباتی ہوگئی۔

"زیبا عبدالصمد کو میں کیسے چھوڑ جاؤں۔" جہاں آرا پریشان ہوگئیں۔

"امی، خدا کے واسطے مجھے میرے بچے سے جدا نہ کریں آپ یہ ظلم نہیں کرسکتیں۔" زیبا نے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"زیبا اگر ایسا تھا تو بھی نبھا کرتے تم دونوں اب میں کیا کروں؟" جہاں آرا اپنی جگہ سچی تھیں انہیں نہ حقیقت معلوم تھی اور نہ اصل سچائی سے وہ واقف تھیں اپنے بیٹے کو مجرم اور قصوروار سمجھ کر برا بھلا کہہ رہی تھیں، مگر عبدالصمد کے معاملے میں تو کسی قسم کے سمجھوتے کی گنجائش نہیں تھی ان کے نزدیک۔

"زیبا صفدر بھائی نے جو کہا ہے وہ پورا کریں گے مگر آج تو ہم آپ کو ملنے آئے ہیں ابھی تو صفدر بھائی کے پاس مہلت ہے۔" شرمین نے زیبا کا ہاتھ تھام کر بہت نرمی سے سمجھایا۔

"کچھ بھی کہو آج عبدالصمد کو میرے پاس رہنے دو۔" زیبا نے جنونی انداز میں عبدالصمد کو بازوؤں میں قید کر رکھا تھا۔

"ہمارا بھی تو خیال کرو زیبا میرے پاس تو بڑھاپے کی خوشی عبدالصمد ہے۔" جہاں آرا بہت معصومیت سے بولیں۔

"آپا عبدالصمد آپ کو مبارک، آپ ہی اس کی اصل حق دار ہیں مائیں اولاد کی خاطر نبھا کرتی ہیں جب گھر برباد کرلیا تو بیٹے

کی محبت کیوں؟" حاجرہ بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا زیبا اور نھی نے ایک دوسرے کو دیکھا اور خاموش ہو گئیں، جبکہ شرمین اور جہاں آرا کو حیرت ہوئی انہیں ایسا لگا کہ سارا قصور زیبا کا ہی ہے ایک ماں نے اپنی بیٹی کے لیے یہ کہہ دیا کہ اس نے اپنا گھر خود چھوڑا ہے۔

"حاجرہ بہن میں بہت شرمندہ ہوں۔"

"کیوں، کیوں شرمندہ ہیں، یہ تو ہونا ہی تھا اپنی بیٹی کو میں نے بہت سمجھایا تھا" حاجرہ بیگم نے طنزیہ نظروں سے بیٹی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ چائے لیں گے یا ٹھنڈا لاؤں۔" نھی نے موضوع بدلا۔

"نہیں بس اب اجازت دیں۔" شرمین نے جلدی سے کہا۔

"عبدالصمد کو نہیں جانا شرمین۔" زیبا نے شرمین سے منت کی تو شرمین نے اس کے کان کے قریب جا کر سرگوشی کی۔

"بے فکر رہیں عبدالصمد آپ کے پاس ہی آئے گا مگر آج نہیں۔"

"پلیز۔"

"بھروسہ رکھیں۔"

"زیبا سمجھوتے کا سوچو، کوشش کرو عبدالصمد کو دے کر میں زندہ کیسے رہوں گی؟" جہاں آرا یہ کہہ کر آنکھوں میں نمی لیے ہوئے کمرے سے باہر نکلیں تو حاجرہ بیگم بھی آبدیدہ سی ان کے پیچھے ہی باہر آ گئیں۔

"میری بچی تو زندہ درگور ہو گئی، صفدر نے اچھا نہیں کیا۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔ مجھے افسوس اور پشیمانی ہے کہ صفدر میرا بیٹا ہے زیبا میری بیٹی ہے، طلاق بیٹی کی ہو تو ماں بھی مر جاتی ہے۔" انہوں نے دکھ سے جواب دیا۔

"چلیں خالہ۔" شرمین نے کہا تو جہاں آرا نے جلدی سے عبدالصمد کو گود میں اٹھا لیا۔

○......☆☆......○

شرمین نے تہیہ کر لیا تھا کہ صفدر بھائی سے بات کر کے جائے گی مگر وہ گھر پر نہیں تھا لہٰذا جہاں آرا بیگم اور عبدالصمد کو ڈراپ کر کے وہ گھر آ گئی، ڈرائیور اس کے ساتھ تھا عارض نے ڈرائیور کو ہدایت کی تھی کہ وہیں رہنا ہے اس لیے وہ وہیں رک گیا۔ اذان کا موڈ آف تھا۔

"کیا بات ہے اذان؟"

"ماما مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ کو عارض انکل سے دشمنی کیا ہے؟" اذان کی جھنجلاہٹ میں اپنی عمر سے بڑی بات تھی۔

"وٹ ڈو یو مین؟"

"آپ کا بازو ٹھیک نہیں پھر بھی آپ کو یہیں رہنا ہے۔" اصل بات زبان پر آ گئی وہ عارض کے پاس جانا چاہتا تھا۔

"یہ ہمارا گھر ہے اس لیے۔"

"یہ اچھا نہیں ہے۔" وہ غصے سے کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔ وہ سخت حیران ہوئی اذان کا یہ طرز تخاطب کیا تھا۔

"یا خدا، اس لڑکے کو کیا ہونے جا رہا ہے۔" وہ بڑبڑاتی باہر نکلی تو وہ منہ پھلائے لان میں کرسی پر بیٹھا تھا وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی اس کے پاس پہنچی تو وہاں سے اٹھ کر جانے لگا تب اس نے سختی سے اس کا بازو پکڑ کر زبردستی کرسی پر بٹھایا اور خود بھی دوسری کرسی قریب کر کے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"اذان...... کبھی کوئی اپنے گھر کو بھی برا کہتا ہے۔" وہ چپ رہا۔

"ہم شبانہ آنٹی سے گھر خالی کرا لیتے ہیں۔"

"پھر...... پھر کیا ہو گا؟" اس نے تڑک کر پوچھا۔

"ہمارا گھر بھی بڑا ہو جائے گا۔"

''اس میں عارض انکل آ جائیں گے؟'' ایک دم ہی سوال کیا۔
''عارض انکل کہاں سے درمیان میں آ گئے۔''
''ماما وہ بہت اچھے ہیں، میں نے ابھی ان کے پاس جانا ہے۔'' وہ جانے کیوں ضد پر اتر آیا۔
''یہ بے کار کی ضد بالکل بے وقت ہے خاموشی سے اندر چلو۔'' اسے غصہ آ گیا۔
''مجھے نہیں پتا، مجھے جانا ہے۔'' وہ چلایا شرمین کو جانے کیا ہوا کہ ہاتھ اٹھا اور اس کے رخسار پر نشان چھوڑ گیا ایک دم ہی یہ تھپڑ غیر متوقع تھا اذان کی بڑی بڑی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو ٹوٹے اور وہ دوڑ کر گال سہلاتا ہوا کمرے میں چلا گیا، اسے اگلے ہی لمحے احساس ہوا مگر اس کے پیچھے بھاگنے سے پہلے ہی اس نے خود کو واش روم میں بند کر لیا وہ پریشان ہو گئی۔
''اذان، اذان بیٹا، دروازہ کھولو۔'' اس نے دروازہ پیٹا مگر اندر سے کوئی حرکت نہ ہوئی خوف زدہ ہو کر چلائی۔
''اذان، اذان میری جان دروازہ کھولو پلیز۔'' مگر بے سود اس نے کسی قسم کی ہل جل نہیں کی تو وہ رونے لگی مگر اس پر اس کے آنسوؤں کا بھی بالکل اثر نہیں ہوا، تب بدحواس ہو کر اسے عارض کو ہی فون کرنا پڑا۔
''کیا ہوا؟''
''اذان نے واش روم میں خود کو لاک کر لیا ہے دروازہ نہیں کھول رہا۔''
''کیوں؟''
''مجھے نہیں پتا۔'' وہ رو دی۔
''یقیناً کوئی فرمائش کی ہوگی۔''
''غیر ضروری اور بے تکی فرمائش تو پوری نہیں کی جا سکتیں۔''
''میرے پاس آنے کی فرمائش بے تکی تو نہیں۔'' وہ بہت سنجیدگی سے بولا تو اسے چار سو چالیس کا جھٹکا لگا۔
''آپ کو کیسے پتا کہ اس نے یہی ضد کی۔'' اس کا انداز کھوجتا ہوا تھا۔
''تم ایک کٹھور ماں ہو، اپنے بیٹے کے جذبات بھی نہیں سمجھتیں۔''
''فار گاڈ سیک اذان کو ایموشنل کر کے ایسی حرکتیں مت کروائیں۔'' وہ دہاڑی۔
''بچے خود بہت حساس ہوتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ تم سمجھنا نہیں چاہتیں۔'' اس نے کہا تو وہ چڑ گئی۔
''اب لیکچر بند کرو اور بتاؤ۔''
''کیا؟''
''وہ واش روم میں بند ہے۔''
''اسے کہو کہ وہ عارض انکل کے پاس جا سکتا ہے۔''
''اس سے کیا ہوگا؟''
''وہ دروازہ کھول دے گا۔'' وہ وثوق سے بولا۔
''نہیں آج وہ بہت خفا ہے۔''
''کیوں؟''
''میں نے اسے تھپڑ لگا دیا ہے۔''
''وہاٹ تم مار بھی سکتی ہو۔'' اسے حیرت ہوئی۔
''ہاں اگر تم نے اسے کھلونا بنانا نہ چھوڑا تو۔''
''اوکے، میں آتا ہوں۔''
''تھینک یو۔'' اس نے فون بند کر دیا۔
''تو اذان عارض کے لیے اتنا غصہ کر سکتا ہے۔'' اس نے بیڈ کی پٹی پر ٹکتے ہوئے سوچا۔

عارض نے واش روم کے دروازے سے لگ کر فقط اتنا کہا۔
"یار میں آپ کو لینے آیا ہوں۔" اور دروازہ کھٹ سے کھل گیا آنسوؤں سے تر چہرہ، روٹھا روٹھا سا انداز، عارض نے سر پر چپت لگائی۔
"یار یہ تو برا طریقہ ہے آپ مجھے فون کر دیتے میں لینے آجاتا۔" وہ کچھ نہ بولا۔ واش روم سے باہر نکلا اور بیڈ پر الٹا لیٹ گیا۔
"ایسا کرتے ہیں ماما کے ساتھ۔" شرمین نے پیار سے بالوں میں انگلیاں پھیریں مگر اس نے ہاتھ جھٹک دیا۔
"آپ ہٹیں جی یہ عارض انکل کا کیس ہے۔"
"سب جائیں مجھے بات نہیں کرنی۔" اذان جھنجلا کر بولا۔
"اذان، یہ کیا حرکت ہے؟" شرمین نے ٹوکا۔
"جائیں آپ۔" اس نے پھر اسی طرح جواب دیا۔
"یار مسئلہ کیا ہے۔"
"مجھے نہیں پتا۔"
"اچھا اٹھو آؤ باہر چلتے ہیں ڈنر کریں گے۔" عارض نے کہا تو کوئی جواب نہ آیا بلکہ بہت خاموشی تھی عارض نے سر اٹھا کر دیکھا وہ سو گیا تھا۔
"یہ تو سو گیا۔" عارض نے تکیہ سر کے نیچے رکھ کر اسے سیدھا کیا وہ واقعی تھکن کے باعث سو چکا تھا اس نے چند لمحے سوچا اور پھر شرمین کی کلائی تھام کے باہر آ گیا لان میں اس وقت اچھا موسم تھا ہلکی روشنی بھی شرمین نے آہستگی سے ہاتھ چھڑایا۔
"شرمین تم نے کم عقلی کا ثبوت دیا ہے، اگر اذان مجھے پسند کرتا ہے تو تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ وہ اپنی پھوپو سے تو دور ہے اور میں اذان کو چھین کر کہیں نہیں لے جاؤں گا تمہارے پاس رکھوں گا۔"
"عارض پلیز مجھے تمہیں اذان کے پاس نہیں دیکھنا تم جا چکے ہو میری زندگی سے اذان کو میری خاطر چھوڑ دو۔"
"شرمین کیوں زہر کے بیج بو کر نفرت کی فصل اس معصوم کی زندگی میں بو رہی ہو، میں غیر تو نہیں وہ صبیح احمد کا بیٹا تھا اب میں اسے اپنا بیٹا کہتا ہوں۔"
"کوئی ضرورت نہیں۔" وہ بےزاری سے بولی۔
"اذان حساس اور سمجھدار ہے میرے لیے اگر وہ ضد کرتا ہے تو اس کے اندر کا جذبہ ہے تم کیوں خلیج کھڑی کرتی ہو اسے سانس لینے دو میں لے کے تو نہیں بھاگ جاؤں گا۔"
"اس کی پھوپو کو الزام تراشی کا موقع مل گیا ہے وہ جانے کیسی کیسی باتیں کر رہی ہیں، یہ بچہ متنازع مسئلہ بن گیا ہے میں الجھن کا شکار ہوں مگر آپ کو تو میرے لیے الجھنیں پیدا کرنے کا بہت شوق ہے۔"
"میرے جذبوں کی صداقت پر یقین کرو۔"
"بس، اب مجھے میرے بیٹے کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔"
"اور اگر تمہارا یہی رویہ رہا تو وہ تم سے دور ہو جائے گا آج بہت بڑا احتجاج کیا ہے اس نے۔"
"یہ سب آپ نے سکھایا تھا۔"
"نہیں، لیکن مجھے اندازہ ہے کہ وہ کمرے میں بند زندگی بسر کرتے کرتے تھک گیا ہے۔"
"تو تمہارے گھر آ جائے، ہے نا۔" اس نے طنز کیا۔
"کوئی مضائقہ نہیں، بس تمہیں بھی ساتھ لائے۔" وہ شوخ ہوا۔
"ممکن ہی نہیں۔"
"کتئیں بن ترے سانجھ سویرے

کیسے ممکن ہے ممکن ہی نہیں

جیون بن ترے ساتھی او میرے
کیسے ممکن ہے ممکن ہی نہیں۔"

عارض نے لہک لہک کر گایا تو اسے جانے کیوں اچھا لگا، کچھ نہ کہا اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

"گانا پسند نہیں آیا۔"

"پلیز۔"

"اچھا اب سوچو کیا کرنا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"ساتھ چلنے کی تیاری کرو، اذان کا سامان پیک کرو۔"

"کل میرا پلاسٹر کھلنا ہے فی الحال اور کچھ نہیں سوچنا۔"

"تو میں خود لے کر جاؤں گا۔"

"پلیز یہ ہمدردی چھوڑ دیں۔"

"دنیا چھوڑ سکتا ہوں تمہارا ساتھ نہیں۔"

"میں اذان کی وجہ سے پریشان ہوں۔"

"وہ ابھی ٹھیک ہو جائے گا تم تیار ہو جاؤ اسے باہر لے چلتے ہیں۔" عارض نے کہا تو اسے اذان کی خاطر راضی ہونا پڑا اسے ہر قیمت پر اذان کی خوشی چاہیے تھی۔

○......☆☆......○

اذان نے جانے ضد کیوں طاری کر لی تھی۔ عارض سر پٹخ کے چلا گیا شرمین سخت مضطرب اور افسردہ سی ہو کر صوفے پر ہی گر سی گئی، اذان بیڈ پر تکیے میں منہ دے کر سوتا بنا رہا نہ اس نے سر تکیے سے اٹھا کر دیکھا اور نہ کوئی بات کی، کچھ کھایا نہ پیا۔ وہ خود بھی بنا کھائے لیٹ گئی تھی، اس کے لیے اذان کا رویہ سمجھ سے باہر تھا کیسا احتجاج تھا، کیسا غصہ تھا پہلی بار اس طرح کا ردعمل کیونکر سامنے آیا اذان تو اس کا کلمہ پڑھتا تھا آج کیسے روٹھ کر انجان بنا ہوا تھا۔

"میں نے بھی تو زیادتی کی ہے تھپڑ کھینچ مارا معصوم کے دل پر کیا گزری ہوگی، آخر اس کا جرم ہی کیا تھا، صرف معصوم سی خواہش، جس پر اس طرح ناراض ہونے کی ضرورت کیا تھی؟ یہ سب عارض کا کیا دھرا ہے اس نے اذان کا مائنڈ سیٹ کیا ہے یہ جان کر کہ میں اذان کی وجہ سے اسے قبول کر لوں گی بھول جاؤں گی وہ سب جو عارض کر چکا ہے بھول جاؤں بھی تو کیا حاصل، میں نے اپنا آپ اب اذان کے لیے وقف کر دیا ہے مجھے اب نیا سفر شروع نہیں کرنا۔ یا اللہ میں کیا کروں۔" وہ کہتی ہوئی اٹھ بیٹھی اس کی نظر اذان پر پڑی تو وہ اسی انداز میں پچھلے تین گھنٹوں سے لیٹا تھا وہ اٹھ کر اس کے پاس آئی سر تکیے سے اٹھایا وہ سویا ہوا تھا مگر آنکھوں سے بہنے والے آنسو ابھی اپنی نمی ظاہر کر رہے تھے وہ تڑپ اٹھی اس کا چہرہ چومنے لگی وہ کسمسایا اور نیند میں بھی ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے اس سے الگ ہو گیا، اسی لمحے فون کی بیل بجی تو اس نے فون اٹھایا۔ اسکرین پر عارض کا نام آ رہا تھا شاید وہ بھی اذان کی وجہ سے اس وقت فون کر رہا تھا وہ فون لے کر کھڑکی کے قریب کھڑی ہو گئی۔

"جی۔"

"اذان کی سناؤ۔"

"سو رہا ہے۔"

"تو جگا نا تھا۔" وہ بولا۔

"کوشش کی تھی مگر......"

"مگر تمہاری انا اور ضد آڑے آ گئی شرمین معصوم بچے سے بھی میرے جیسا سلوک؟" وہ کچھ جذباتی ہو گیا اسے حیرت کے

ساتھ ایک دم غصہ آ گیا مگر او نچی آواز کر نہیں سکتی تھی۔

"کیسی انا، کیسی ضد؟"

"جو تمہارے میرے درمیان آ گئی ہے ارے وہ بچہ باپ کی محبت سے محروم ہے اسے خوشیوں کے لیے یوں تو نہ ترساؤ۔"

"چپ کرو تم یہ آگ تمہاری لگائی ہوئی ہے، ایسا کرنے سے میں تمہیں اچھا نہیں سمجھنے لگوں گی۔"

"ظاہر ہے میں ہوں ہی برا، زمانے میں سب سے برا، یہ بات اذان کو رٹا دو، مگر شرمین بیگ دل کے نہاں خانوں میں ذرا اتر کر ضرور دیکھ لینا کہ وہاں کیا ہے؟" یہ تیزی سے کہہ کر عارض نے فون لائن کاٹ دی وہ کچھ دیر کو ہونق سی اپنا فون دیکھتی رہی پھر اس کے ہر ہر لفظ کو یاد کرنے کے بعد بڑبڑائی۔

"کاش تم نے مجھے بے توقیر نہ کیا ہوتا مجھے نظروں سے نہ گرایا ہوتا نا کردہ گناہ کی سزا نہ دی ہوتی۔" مگر ان سب سوالوں کا کوئی جواب نہیں آیا صرف اتنا یاد آیا کہ کیا واقعی دل کے نہاں خانوں میں عارض ہی ہے، اسے کیوں یہ یقین ہے کہ وہ میرے دل کے اندر ہے میں نہیں جانتی وہ جانتا ہے صرف وہ باخبر ہے۔

"پگلی، تم بھی جانتی ہو، لیکن تم اعتراف نہیں کرتیں، اذان کو اپنی ضد کے باعث عارض سے دور کرنا چاہتی ہو، سچ کہا ہے عارض نے کہ اس کا غصہ اذان پر نکالا ہے، اذان تو معصوم ہے رشتوں کا ترسا ہوا اسے نہ حقیقی ماں کی ممتا ملی اور نہ باپ کی شفقت نہ پھوپوؤں نے سینے سے لگایا، اب اگر وہ عارض سے مانوس ہو گیا ہے تو کیا برا ہے عارض سے مل کر باتیں کر کے وہ کتنا خوش ہوتا ہے پھر میں کیوں اس پر ناخوش ہوں دراصل مجھے عارض سے تعلق نہیں نبھانا چاہ کر بھی میں اسے معاف نہیں کر پا رہی کر بھی نہیں سکتی اگر اس نے میری محبت کی توہین نہ کی ہوتی تو آج میری زندگی کی اور شکل ہوتی، اب لوگوں کو کیا بتاؤں کہ مجھے اس شخص کے ساتھ رہنا ہے جس نے مجھے بلاوجہ بھلا دیا تھا نہیں، اب دل نہیں مانتا، عارض بس بہت سا وقت گزر گیا ہے رہی بات اذان کی تو اذان تم سے ملتا رہے میں اب اسے دکھ نہیں دوں گی۔" کھڑکی سے باہر تاروں بھری رات سے نظریں ملائے وہ خود ہی سوال جواب کر رہی تھی۔

○.....☆☆.....○

گو کہ بیٹی گھر آ بیٹھی تھی حاجرہ بیگم کو شدید غصہ بھی تھا اور ناراض بھی مگر ماں کا کوئی نام نہیں ہوتا نہ حاجرہ بیگم اور نہ جہاں آرا ماں تو فقط ماں ہوتی ہے اولاد کی ہنستی بستی دنیا دیکھنے کی متلاشی اور اس کی بربادی پر آنسو بہانے والی زیبا کو مردوں کی مانند بیڈ پر پڑا دیکھ کے آخر کار وہ اسے بانہوں میں بھر کے سینے کی حرارت دیتے ہوئے تسلیاں دینے لگیں، وہ پھوٹ پھوٹ کے روئی تو رقت ان پر بھی طاری ہو گئی۔

"جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب زندگی ایسے تو بسر نہیں ہوگی ہمت سے کام لو۔"

"اماں..... اماں بس مجھے عبدالصمد لا دو میں اس کے لیے جیو گی اماں بس۔" وہ منت سماجت کرنے لگی۔

"بازار سے لانا ہوتا تو لے آتی، وہ صفدر کا بیٹا ہے اس سے کیسے لڑوں؟" وہ بولیں۔

"نہیں وہ صرف میرا بیٹا ہے، میں اپنے بیٹے کے بنا مر جاؤں گی، اماں کسی وکیل کے پاس لے چلو۔" اس میں بپھری ہوئی ماں جاگی۔

"ارے نہیں وہ لڑکا عارض کہہ رہا تھا کہ صفدر نے عبدالصمد کو دینے کا وعدہ کیا ہے۔" انہوں نے سمجھایا۔

"نہیں اماں۔"

"صبر اور حوصلے سے کام لو، اپنی صحت کا خیال کرو، زندہ رہو گی تو عبدالصمد کو رکھو گی۔" انہوں نے اس کے خشک الجھے ہوئے بالوں میں انگلیاں پھیرنے کی کوشش کی مگر بال بہت بری طرح الجھے ہوئے تھے بالکل اس کی ذات کی طرح۔

"میں ٹھیک ہو جاؤں گی، بس تم بات کرو، بات کرو اماں۔" وہ جانے کیسے ہمت کر کے اٹھ بیٹھی۔

"کیا بات کروں؟" وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"صفدر سے کہیں عبدالصمد کو بھیج دے۔"

''تجھے لگتا ہے اب کوئی بہتری نہیں ہو سکتی۔'' انہوں نے موہوم سی امید کو ہاتھ میں پکڑنے کی کوشش کی۔
''نہیں اماں، تین طلاقیں ہو چکیں اور نہ بھی ہوتیں تب بھی اس کا انجام یہی ہونا تھا۔'' وہ بولی۔
''تمہارے ذہن میں یہی تو سمایا تھا آگے پیچھے کچھ نہ سوچا۔''
''اماں صفدر کو فون کرو۔'' اس کی تو ایک ہی رٹ تھی۔
''اچھا بھئی کر لیتی ہوں لیکن ایک شرط پر۔''
''ہاں بولو۔''
''صفدر کچھ بھی کہے تم اپنا خیال کرو گی۔''
''اچھا۔''
''فون ملا دو، اچھا تو نہیں لگتا، میں تو ان سے شرمسار ہوں۔'' ان کے نزدیک تو زیبا طلاق کی قصوروار تھی۔
اس نے فون نمبر ملا کے انہیں تھما دیا۔ بیل جا رہی تھی حاجرہ بیگم منتظر تھیں کہ صفدر کب فون اٹھاتا ہے۔
''ہیلو۔'' فون اٹینڈ ہوتے ہی آواز آئی۔
''ہاں...... ہاں صفدر بیٹا۔'' وہ گڑبڑا سی گئیں۔ فوراً سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا بات کریں۔
''جی۔''
''بیٹا میری بچی تو برباد ہو گئی اس کے پاس کچھ نہیں عبدالصمد کو ہی دے دو۔'' حاجرہ بیگم بڑی بے چارگی سے بولیں انہیں لگ رہا تھا کہ وہ شاید بات نہ سنے اس لیے ایک سانس میں بول گئیں۔
''میں امی کو ذرا سمجھا بجھا لوں تو بھیج دوں گا۔'' اس نے ان کی سوچ سے بڑھ کر کہہ دیا تو وہ کھل اٹھیں۔
''بس بیٹا وہ چارپائی سے لگ گئی ہے عبدالصمد کے بنا مر جائے گی۔'' وہ رو دیں۔
''آپ فکر نہ کریں اور کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتائیے۔'' اس نے بڑے رسان سے پوچھا۔ حاجرہ بیگم کی سسکی سی نکل گئی۔
''بس بیٹا خوش رہو، اجڑی ہوئی بیٹی کی ماں اور کیا مانگ سکتی ہے۔''
''پھر بھی کوئی مسئلہ ہو تو مجھے فون کر لیجیے گا۔'' اس نے کہا۔
''جیتے رہو۔''
''اللہ حافظ۔'' دوسری طرف سے صفدر نے کہا اور فون بند کر دیا۔ حاجرہ بیگم نے آنکھیں صاف کیں اور خوش ہو کر بتایا۔
''ایک دو روز میں بھیج دے گا۔''
''سچ۔''
''ہاں، اب اس کی خاطر ہمت سے جیو۔'' حاجرہ بیگم نے اس کی پیشانی چومی۔

○......☆☆......○

''ہاں تو صفدر، اب اس ترک تعلق کی کڑوی گولی کیسے نگلو گے کیسے بیٹے کی جدائی برداشت کرو گے تم تو شاید سخت جان ہو کر ہی جی لو گے مگر امی کا کیا ہو گا وہ تو اس وقت بھی اسے سینے سے لگائے بیٹھی ہیں عبدالصمد کی دوری کا تو انہیں گمان بھی نہیں ہے، زیبا کے جانے کا صدمہ انہوں نے شاید اس لیے برداشت کر لیا کہ عبدالصمد تو ان کے پاس ہے لیکن اب عبدالصمد کی بات کرتی پڑے گی اور اس کے بعد کیا ہو گا، یہ سوچ کر وہ پریشان تھا، پریشانی میں سگریٹ سلگایا، دھواں فضا میں چھوڑ کر وہ کمرے سے باہر آیا تو ٹی وی لاؤنج میں کوئی نہیں تھا اس کا مطلب تھا کہ امی کمرے میں ہیں وہ ان کے کمرے میں آ گیا انہوں نے تسبیح پڑھتے ہوئے اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھا اور پھر منہ موڑ لیا، عبدالصمد قالین پر کھلونوں سے کھیل رہا تھا اس نے عبدالصمد کو اٹھانا چاہا تو انہوں نے جھڑکا۔
''چھوڑ دو اسے ہاتھ مت لگاؤ۔'' اس نے فوراً ہاتھ کھینچ لیا، وہ جب سے زیبا کے گھر سے آئی تھیں تب سے زیادہ مضطرب اور غصے میں تھیں۔

"امی اب تو یہ حقیقت تسلیم کرلیں کہ زیبا جاچکی اور اب عبدالصمد کو......" اس نے دانستہ جملہ روک دیا انہوں نے پلٹ کر ایسے گھورا کہ ایک لمحے کو صفدر سہم گیا۔

"آپ میری اچھی امی ہیں میری بات سمجھیں پلیز۔" وہ ان کے پاؤں دبانے لگا۔ انہوں نے پیر سکیڑ لیے۔

"چھوڑ دو اور ہاں تمہاری سب کچھ وہ چڑیل ہے اس کی بات کرو۔" وہ بولیں۔

"میرا سب کچھ آپ ہیں، بات سنیں میری۔"

"کیا سنوں، کسی غریب کی بیٹی بے آسرا کردی، وہ بستر پر پڑی ہے اسے مل کر آئی ہوں تو کلیجہ منہ کو آرہا ہے، وہ بچی بھی کسی کی بیٹی ہے مجھے سکون نہیں تم کیسے سگریٹ کے کش لگا رہے ہو، تمہیں ذرا سی بھی تکلیف نہیں ہوئی کیسے انسان ہو؟" وہ باقاعدہ رونے لگیں۔

"آپ عجیب ہیں رات دن طلاقیں ہوتی ہیں کوئی نیا کام ہوا ہے، اسلام کہتا ہے کہ اگر آپ ساتھ نہ رہ سکتے ہوں تو علیحدہ ہوجائیں۔"

"بڑی اسلام کی باتیں کرتے ہو، ناخلف کسی بیٹی کی طلاق پر آسمان بھی لرز اٹھتا ہے۔ اللہ نے حلال عمل کو بھی کرنے سے پہلے بہت سوچنے کی ہدایت کی ہے تم نے تو سنت نہیں لگائے ایسے تو جانور بھی کوئی گھر سے نہیں نکالتا۔"

"شادی کے پہلے دن سے طلاق کی گھڑی تک سوچنے میں ہی گزارا ہے۔" وہ بہت مدہم لہجے میں بولا۔

"تو پہلے دن ہی طلاق دے دیتے۔"

"امی پلیز اب آگے کی سنیں آپ چاہتی ہیں کہ زیبا خوش رہے تو ایک ہی طریقہ ہے۔"

"کیا؟"

"عبدالصمد کو اسے دینا ہوگا۔" وہ بہت تیزی سے کہہ گیا۔

"کیا میرے عبدالصمد پر بھی نگاہ رکھ لی تم نے۔" وہ شیرنی کی طرح غرائیں۔

"امی، میں نے وعدہ کیا تھا زیبا کا عبدالصمد پر حق ہے، میں نے اسے دینا ہے۔" وہ بڑی نرمی سے بولا۔

"تو پہلے ماں کے لیے زہر لے آؤ۔"

"وہ عبدالصمد کو آپ سے ملاتی رہیں گی آپ ملنے چلی جایا کرنا ابھی یہ چھوٹا ہے بڑا ہوگا تو آپ کے پاس آسکتا ہے۔"

"ہاں، میری قبر پر۔" وہ رونے لگیں۔

"اللہ خیر کرے امی آپ۔"

"چپ ہوجاؤ، اور چلے جاؤ یہاں سے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں، ابھی ایک دو روز میں بلقیس اس کی پیکنگ کرے گی بلکہ آپ خود ساتھ جانا۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہوا اور پھر یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا کیونکہ ان کا سامنا کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

○......☆☆......○

شرمین کا پلستر کھلتا تھا۔ عارض کا ڈرائیور آیا تھا مگر اس نے اپنے آفس کے ڈرائیور کو آرڈر کردیا تھا کہ وہ مستقل ڈیوٹی سرانجام دے گا اذان ساتھ تھا اسکول سے چھٹی کی تھی آفس میں اسٹاف نے اس کے بازو ٹھیک ہونے کی خوشی میں ٹی پارٹی ارینج کررکھی تھی، اذان تو اب گم سم رہنے لگا تھا ضد کرتا تھا نہ بحث، جیسا وہ کہتی وہ کرلیتا، اس دن سے اس نے عارض انکل کا نام بھی نہیں لیا تھا اور عارض بھی کچھ خفا خفا سا تھا اس سے ملنے اب تک نہیں آیا تھا بس ایک دو بار فون پر بات کی تھی تب بھی اذان نے بڑی سنجیدگی سے ہاں ناں میں بات کی شرمین نے واضح طور پر یہ محسوس کیا تھا مگر کچھ سوچ کر بات نہیں کی اب وہ اسٹاف کے درمیان پلیٹ اور چمچ سے کھیل رہا تھا۔

"اذان، بیٹا آپ کی پسند کا کیک ہے کھاؤ نا۔" اس نے کہا تو وہ پلیٹ چھوڑ کر اٹھا اور اس کے آفس میں چلا گیا وہ بددل سی ہوئی، کچھ دیر بعد سب کا شکریہ ادا کرکے آفس میں آئی تو وہ آفس میں رکھے کاؤچ پر سوگیا تھا۔ سیکرٹری نے اندر آنے کی اجازت

طلب کی، کئی روز میں بہت سی فائلیں جمع ہوگئی تھیں۔

''میم، یہ فائلیں دیکھ لیں اور یہ ڈاک ہے اور ہاں یہ ایک نوٹس ہے۔'' سیکرٹری نے سب کچھ اس کے سامنے رکھتے ہوئے بتایا، نوٹس کے نام پر وہ چونکی۔

''ٹھیک ہے آپ جاؤ۔'' اس نے کہا سیکرٹری گئی تو سب سے پہلے اس نے براؤن لفافے کو دیکھا جو دیکھنے سے ہی پتا چل رہا تھا کہ قانونی نوٹس ہے ایڈووکیٹ غلام رسول چٹھہ کی جانب سے آیا تھا اس نے اپنا نام پڑھ کر لفافہ چاک کیا تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی، کشف اور نگہت آپا نے اذان کی کسٹڈی کا نوٹس بھجوایا تھا۔ اس کا سر چکرا گیا، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے، بس کشف کا فون نمبر ملالیا دوسری طرف کشف تو جیسے اس کے فون کی منتظر تھی۔

''شرمین مجھے پتا تھا کہ تم فون کروگی۔''

''اس نوٹس کی ضرورت۔''

''گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے ڈیئر۔'' کشف کی آواز میں طنز تھا۔

''ایسی کیا بات ہوئی؟''

''دیکھو، شرمین ابھی پہلا نوٹس تمہیں ملا ہے اذان کی کسٹڈی کا اس کے بعد ہمارے بھائی کے روپے پیسے کا حساب والا نوٹس ملے گا اگر بہتری سمجھو تو سمجھداری کا ثبوت دو۔''

''لے لو اپنے بھائی کے سب روپے پیسے جو اذان کے اکاؤنٹ میں محفوظ ہیں میں نے اس کا ایک پیسہ نہیں لیا، مگر اذان میں تمہیں نہیں دے سکتی۔'' اس نے کہا۔

''کیوں؟''

''اگر صبیح احمد چاہتے تو خود تمہارے حوالے کرجاتے۔''

''چلو اب تم ہمیں ہمارا بھتیجا دے دو۔''

''یہ ممکن نہیں خود سوچو اذان پر کتنا برا اثر پڑے گا۔''

''ہم اذان کو سچ بتائیں گے تو وہ تمہیں بہت برا سمجھے گا۔'' کشف نے کہا تو اس نے فون بند کردیا مزید بات کرنے کا حوصلہ نہیں رہا تھا بس سر تھام کے رہ گئی۔

○......☆☆......○

اسے زیبا کی طرف سے آئے ہوئے دو تین روز ہوگئے تھے، اسی لیے وہ جانے کی غرض سے تیار ہو رہی تھی، اصغر کمرے میں آیا تو اسے تیار ہوتا دیکھ کر بولا۔

''کہاں کی تیاری ہے، اماں کے ساتھ تم بھی جارہی ہو۔''

''نہیں اماں کہاں جارہی ہیں۔''

''تمہاری طرف۔'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''میری طرف کیوں؟'' وہ ہکلائی۔

''ارے بھئی تمہاری سہیلی کی طلاق کا افسوس کرنے۔''

''کیا، کیسا افسوس، اس میں افسوس کی کیا بات ہے اور مجھے بتایا تک نہیں۔'' وہ حیران سی غصے میں آگئی۔

''نہ تمہیں بتانا ضروری تھا پتا تو چلے ایسا کیا کیا تمہاری سہیلی نے کہ طلاق مل گئی۔'' وہ بڑی بے رحمی سے بولا۔

''طلاق تو مجھے بھی ہوئی تھی تم نے بھی مجھ سے پہلے ایک بیوی کو طلاق دے رکھی ہے، پھر تم ہی بتادو کہ یہ کوئی گناہ ہے؟'' وہ شدید مشتعل ہوکر بولی۔

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم دوسری طلاق بھی نہ لے لو۔'' اصغر کی فطرت میں تو کمینگی کوٹ کوٹ کے بھری تھی۔

''ٹھیک کہہ رہے ہو، مجھ سے دوسری بار انتخاب میں غلطی ہوگئی۔''

"تو کوشش کرو کہ ایسا نہ ہو۔" اصغر نے دھمکی دی۔

"جو ہونا ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے۔"

"اچھا اب جاؤ، کہیں اماں اکیلی نہ چلی جائیں۔"

"نہیں وہاں کوئی نہیں جائے گا۔" وہ بولی۔

"میری اماں سے مت الجھنا۔"

"اصغر..... اصغر۔" اماں آوازیں لگاتیں وہیں آ گئیں۔

"جی اماں۔"

"ارے مجھے چھوڑ تو آ، بیوی کے گھٹنے سے لگ گیا ہے۔"

"اماں ایسا کر دو رکشے پر چلی جاؤ، منھی نے بھی جانا ہے۔"

"ہیں، کیوں زیادہ جا جا کر طلاقن سے ملنا ٹھیک نہیں اسی کو نہ بگاڑ دے۔" اماں نے اتنے برے انداز میں بات کی کہ منھی پھٹ پڑی۔

"ہوش سے کام لیں خبردار جو ایسی باتیں کیں اور وہاں کوئی نہیں جائے گا۔"

"ارے باؤلی ہوئی ہو۔"

"ہاں۔" وہ بولی۔

"ٹھیک ہے پھر اب تم بھی نہیں جاؤ گی۔" اصغر نے فیصلہ سنا دیا۔

"بھئی تم لوگوں کا مسئلہ کیا ہے، طلاق کوئی لڑکی خود نہیں لیتی، ایک تو اس کے ساتھ ستم ہوتا ہے اوپر سے لوگ جینا حرام کر دیں آخر کیوں؟" منھی افسوس سے بولی۔

"بس..... بس پہیلی کے پردے رکھو، پتا تو چل ہی جائے گا کہ کیوں طلاق کا کلنک لگا ہے۔"

"اف اللہ کی پناہ آپ لوگوں کو خدا کا خوف بھی نہیں۔" منھی غصے میں کہہ کر کمرے سے نکل گئی، ورنہ ان لوگوں کو سمجھانا اس کے بس میں نہیں تھا، بدنصیب منھی کی زندگی دوسری بار بھی جہنم میں ہی گزر رہی تھی اور اسے خوف ستانے لگا تھا کہ یہ شادی شاید ہی زیادہ دن چل سکے اس نے خالہ حاجرہ کے سمجھانے بجھانے پر ہاں کی تھی رشتہ کرانے والی نے اصغر کی خوب تعریفیں کی تھیں جو کہ سب کی سب غلط ثابت ہو رہی تھیں۔

O.....☆☆.....O

شرمین کو پریشان دیکھ کر صفدر کو کسی حد تک اندازہ تو ہو گیا کہ کوئی خاص بات ہی ہوگی ورنہ شرمین عام سی یا چھوٹی سی بات پر تو پریشان ہونے والی نہیں۔ اذان بھی خاموش خاموش سا تھا اس سے ہاتھ ملا کر اپنے کمپیوٹر میں محو ہو گیا، شرمین چائے بنا کر باہر لان میں لے آئی، انہیں بھی وہیں بلا لیا، اذان کے سامنے بات نہیں ہو سکتی تھی۔

مالی ذرا سا فاصلے پر کیاریوں میں کانٹ چھانٹ کا کام کر رہا تھا پانی آدھے لان کو پہلے دے چکا تھا جس کی وجہ سے ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا مٹی گیلی ہو کر مخصوص سا احساس دلا رہی تھی، اس کے پورشن والا لان زیادہ بڑا نہیں تھا زیادہ حصہ شبانہ یعنی کرائے داروں کی طرف تھا مگر مالی گھر میں ایک ہی تھا بڑی ایمان داری سے اور محنت سے لان کے پھولوں، پودوں اور درختوں کی دیکھ بھال کرتا تھا سبز گھاس کا ریشمی سا قالین اس کی محنت کا نتیجہ تھا چیکو، انگور، گریپ فروٹ، جامن اور کھجور کے ساتھ ٹماٹر، سبز مرچ اور دیسی لیموں کی موجودگی قابل ستائش تھی۔

"شرمین بہن لان بہت خوب صورت رکھا ہے آپ نے۔" صفدر نے بات کا آغاز کیا۔

"زیادہ خوب صورت تو کرائے داروں والا ہے۔" وہ بولی۔

"ہاں وہیں سے دیکھتا ہوا آیا ہوں مجھے بہت شوق ہے کہ یہ شغل اپناؤں مگر بس فرصت ہی نہیں ملتی۔"

"میرے ابو کو بڑے اور ہرے بھرے لان کا شوق تھا انہوں نے نایاب اور قیمتی پودوں سے لان سجا رکھا تھا بس وقت بدلا تو

پچھ سے کچھ ہو گیا۔" وہ ماضی پر نگاہ ڈالتے ہوئے اداس ہو گئی۔
"وقت کو تو بدلنا ہی ہوتا ہے۔" اس نے چائے کی آخری چسکی لی۔
"ہنہہ......اور بہت بے رحمی سے بدلتا ہے۔"
"خیریت ہے ایک دم سے یاد کیا۔" صفدر نے کہا۔
"بس کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' سوچا آپ سے ہی مشورہ کرنا چاہیے اس لیے آپ کو فون کیا۔" اس نے بتایا۔
"میری خوش نصیبی' جب چاہو بلا سکتی ہو۔"
"صفدر بھائی......اذان کی وجہ سے میں پریشان ہوں' یہ......یہ دیکھیں۔" اس نے خاکی لفافہ اٹھا کر انہیں دیا۔ اس نے جلدی سے لفافہ کھولا اور تہہ شدہ کاغذ کھول کر پڑھنے لگا۔
"کیا مطلب......یہ کیا ہے؟" وہ کچھ نہ سمجھا۔
"نوٹس' اذان کو حاصل کرنے کے لیے اس کی پھوپو نے بھجوایا ہے۔" وہ بولی۔
"مطلب' اذان ان کے پاس رہے۔"
"جی مگر ایسا کیسے کر سکتی ہوں' صبیح احمد نے خود اسے میرے پاس بھیجا' اب کیا کروں۔"
"ہنہہ......" وہ سوچ میں پڑ گیا۔
"کشف مجھے بلیک میل کر رہی ہے' آپ دیکھیں اذان تو اب میری زندگی کا مقصد ہے۔"
"کیوں......کیوں مقصد بنا لیا؟ اپنی زندگی کا یہ تو ویسے ہی غلط ہے۔ صبیح احمد کیا دے گیا؟ کچھ نہیں تو اس کا بیٹا اس کی بہن کو دے دلا کر اپنی زندگی جیو۔" صفدر مزاج کے مطابق بے باکی سے کہہ گیا جبکہ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔
"صفدر بھائی......اذان تو معصوم ہے وہ مجھے ماما کہتا ہے۔"
"ابھی کہتا ہے ناں' جب اسے اپنی ماں کا پتا چلے گا تو کچھ نہیں کہے گا۔ آپ بھی حساس نہ بنو' اسے سب بتا دو اور یہ مقدمے بازی کا چکر ٹھیک نہیں' آخر کب تک اپنی زندگی کو قربان کرو گی۔ عارض سے مشورہ کیا' اس سے معاملات طے کرو بس ختم کرو اب یہ جنگ۔" صفدر نے تو کچھ سے کچھ مشورہ دے دیا۔
"صفدر بھائی......عارض کہاں سے درمیان میں آ گیا؟"
"شرمین بہن......آپ کی زندگی اگر معمول پر آ جائے تو اذان کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا پھر اس کی پھوپو شوق سے پاس رکھے ویسے بھی پرائی اولاد کے لیے اتنے پاپڑ بیلنے کی کیا ضرورت ہے؟"
"صفدر بھائی......! اتنے بے رحم نہ بنیں' اذان کو دینا ہی تو نہیں چاہتی۔" وہ چڑ سی گئی۔
"اذان کو اپنے پاس رکھ کیسے سکتی ہو؟ اس سے کیا تعلق ہے؟ صبیح احمد جیسے بے وفا انسان کا بیٹا ہے' بدنامی کے سوا کیا ملے گا؟" صفدر اپنی بے باکی کے باعث مجبور تھا' اس کے ہونٹ سل گئے۔ "بہتر تو یہ ہے کہ اذان کے وکیل سے ملو اور اس کے مشورے سے سب کرو' کچھ فیصلے تلخ ہوتے ہیں مگر کرنے پڑتے ہیں۔ میں نے زیبا کے لیے ایسا فیصلہ کیا اور عبدالصمد کو دیا بہت مشکل تھا میرے لیے سو یہ کڑواہٹ گھونٹ پینا ہے۔" اس نے اپنے حوالے سے کہا اور دل کے درد کو سگریٹ کے دھوئیں کے ساتھ اڑانا چاہا تھا مگر وہ دل تھا کانچ کی کرچیوں کی طرح سینے میں چبھنے لگا تھا کچھ بھی تھا زیبا اب اسے اچھی بھی تو لگنے لگی تھی مگر جذبات میں آ کر واپسی کے دروازے کو بند کر لیا تھا۔
"یہ بھی بہت غلط ہی ہے۔"
"ہو سکتا ہے غلط ہو مگر اور کوئی راستہ نہیں تھا۔"
"عبدالصمد کے بنا؟"
"جینا تو ہے۔ اسی لیے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا۔"
"اذان کی وجہ سے میں پل پل مر رہی ہوں۔"

''دیکھو...... اذان کو اعتماد میں لے کر سب بتا دو اس پر فیصلہ چھوڑ دو اور دوسری بات وکیل سے بات کرو۔'' اس نے خاموشی اختیار کی۔

O......☆☆......O
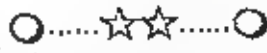
بلقیس نے عبدالصمد کا سارا سامان پیک کر دیا تھا۔ صفدر نے عارض کو بلایا تھا کہ وہ عبدالصمد کو زیبا کے پاس چھوڑ آئے' دونوں لاؤنج میں بیٹھے تھے جہاں آراء کی خاموش نگاہوں سے آنسو رواں تھے۔

''عارض...... بہتر ہے کہ اب جلد فیصلہ کر لو۔ اذان کی وجہ سے شرمین پریشان ہے۔'' صفدر نے خاموشی توڑی۔

''کیا مطلب؟''

''اس قانونی نوٹس کی وجہ سے۔''

''کون سا نوٹس......؟''

''شرمین نے نہیں بتایا۔''

''نہیں' وہ مجھ سے فاصلہ رکھے ہوئے ہے اور رکھنا چاہتی ہے۔'' اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

''اس کی مجبوریاں دیکھو' قربانیاں دیکھو' محبت اس کو کہتے ہیں۔''

''کیسی محبت؟''

''اذان کی پھوپو نے اذان کی کسٹڈی کا نوٹس بھیجا ہے' مجھے بلایا تھا میں نے پڑھا ہے وہ نوٹس۔''

''بن بلائے بندہ اللہ کے گھر نہیں جاتا' میں خود کچھ نہیں پوچھوں گا۔'' عارض نے کہا۔

''صاحب جی...... بڑی بیگم صاحبہ عارض صاحب کو بلا رہی ہیں۔'' بلقیس نے آ کر کہا تو عارض کو صفدر نے ملنے کا اشارہ کیا وہ فوراً اٹھا۔

''سنو...... انہیں تسلی دینا کہ عبدالصمد کو تم ملواتے رہو گے۔''

''جی اور زیبا بے شک ملنے نہ دیں' ہیں نا۔''

''زیبا ملنے دے گی' اس وقت امی کو سمجھانا ضروری ہے۔''

''برا ہوا ہے' برا ہونے جا رہا ہے۔''

''ہاں شاید......''

''یقیناً تم پچھتاؤ گے۔''

''اب جاؤ امی کے پاس۔'' صفدر نے ٹالا وہ دوست پر اپنا پچھتاوا ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''تم جانتے تھے کہ وہ بے غیرت آصف قریب الرگ ہے' دھوکہ اس نے دیا' اب کون سا زیبا بھابی اس کے عشق میں پاگل تھیں پھر بھی......''

''یار چیپٹر کلوز ہو چکا ہے' بس میرا ظرف اتنا کشادہ نہیں تھا' نہ ہے۔''

''امی کا ہی خیال کر لیتے۔''

''اب جاؤ' ان سب باتوں سے اب کیا حاصل؟'' وہ چڑ کر بولا۔

''ٹھیک ہے' میں سمجھاتا ہوں اگر وہ سمجھیں گی تو......'' عارض یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا اور وہ اس سامان کو دیکھنے لگا جو عبدالصمد کا تھا۔ عبدالصمد ہمیشہ کے لیے یہاں سے جا رہا تھا' آج کے بعد اس کی قلقاریاں سنائی نہیں دینی تھیں۔ اس کے بغیر تو وہ جی نہیں سکتا تھا۔ اچھا ہوا یا برا لیکن یہ سچ تھا کہ عبدالصمد کی محبت اس کے دل میں جڑیں پکڑ چکی تھی۔ اس کو دیکھے بغیر وہ کیسے جیے گا؟ یہ سوچ اسے بھی بے چین کیے ہوئے تھی مگر ہو کیا سکتا تھا؟ کچھ بھی نہیں بس عبدالصمد کو جانا تھا اور اسے اپنے ساتھ امی کو بھی بہلانا تھا۔

O......☆☆......O

زیبا کے تن مردہ میں جیسے کسی نے روح پھونک دی۔ عبدالصمد کا وجود اس کی بے ثمر ہستی کو سرسبز بنا گیا' وہ بستر علالت سے اٹھ بیٹھی۔ روتے روتے' ہنستے ہنستے صرف اسے چوم رہی تھی' عبدالصمد کی دوری ہی اس کی اصل بیماری تھی۔ حاجرہ بیگم نے اس کا سارا سامان زیبا کے کمرے میں رکھ دیا اور خود عارض اور شرمین کے لیے چائے بنانے چلی گئیں۔ عارض شرمین کو بطور خاص اپنے ساتھ اسی مقصد کے لیے لایا تھا تاکہ وہ زیبا کو جہاں آرا کی رائے سے آگاہ کر سکے۔

''آپ سے ایک بات کہنا تھی جہاں آرا آنٹی کی طرف سے۔'' شرمین نے تنہائی کا فائدہ اٹھاتے بات کی۔

''جی بولیں' وہ ٹھیک تو نہیں ہوں گی۔'' وہ جانتی تھی کہ عبدالصمد کے بغیر ان کا کیا حال ہوگا۔

''بس آپ خود اندازہ لگالیں' صفدر بھائی نے اس عمر میں انہیں برا صدمہ پہنچایا ہے۔'' شرمین کے لہجے میں دکھ تھا۔

''میں..... میں شرمندہ ہوں ان سے مگر میرے پاس بھی میرا بیٹا ہی ہے۔'' وہ نادم سی ہو کر بولی۔

''ظاہر سی بات ہے۔''

''آپ کیا بات کرنا چاہتی ہیں؟''

''بات عجیب سی ہے مگر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والا مسئلہ ہے۔''

''آپ بتائیں تو سہی۔''

''خالہ جان کا خیال ہے کہ آپ عدت پوری ہوتے ہی کہیں شادی کرلیں اور پھر اس سے طلاق ہوجائے تو وہ صفدر کو شادی پر راضی کریں گی۔'' شرمین نے ہکلاتے ہوئے کہا تو وہ واقعی حیران رہ گئی۔

''کیا..... امی نے ایسا کہا؟''

''پریشان نہ ہوں' دراصل ہر ممکن اپنے بیٹے' پوتے کا خیال ہے انہیں۔'' اس نے نرمی سے سمجھایا۔

''یہ بہت فضول بات ہے۔''

''معمول سے ہٹ کر ہے مگر وہ بزرگ ہیں' پوتے سے محبت ہے سو.....''

''انہیں کہیے گا آپ کا بیٹا پہلے ہی میری زندگی جہنم بنا چکا ہے مجھے کس جرم کی سزا دینا چاہتی ہیں۔''

''تم برہم نہ ہو کوئی مسئلہ نہیں ہے' بس ذہن میں رکھنے سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''ایسا کسی طور جائز نہیں' ایسے طلاقیں لے لے کر دوبارہ شادیاں کرنے کا کوئی حکم نہیں۔ میں اب کسی طور بھی اپنی شادی کا سوچ نہیں سکتی' میری زندگی کا مقصد عبدالصمد ہے۔'' اسے کچھ غصہ سا آ گیا۔

''تو ایشو میں جانتی ہوں اس طرح شرائط پر طلاق نہیں ہوتی مگر وہ اس وقت دکھی ہیں۔'' شرمین نے صفدر کی طرف سے وکالت کی۔

''آپ تو جانتی ہیں' صفدر نے مجھے معاف نہیں کیا اور میں اتنا بڑا جوا پھر کھیلوں ان کے لیے؟''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں' صفدر بھائی نے کسی طرح بھی اچھا نہیں کیا ان میں اب برداشت کا حوصلہ نہیں تھا۔ برداشت کا اسکیل ہر آدمی میں مختلف ہوتا ہے' آپ کے مجرم آصف کو تو اس کے گناہ کی سزا مل گئی' عارض بتا رہے تھے کہ وہ شدید بیمار ہے سرکاری ہسپتال میں لاوارثوں کی طرح پڑا ہے۔''

''اس کا ذکر بھی نہ کریں' میں نے ایک لفظ محبت کی بہت بڑی قیمت ادا کی ہے۔'' وہ سسک اٹھی۔

''اوکے ریلیکس۔''

''آپ کا بہت شکریہ۔''

''پلیز..... عبدالصمد کو ملنے کے لیے کوئی پابندی نہ لگایئے گا۔''

''ٹھیک ہے۔''

''اب اجازت دیں اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو میرا فون نمبر ہی آپ کے پاس۔''

''امی سے کہیے گا کہ میں آپ کا یہ حکم نہیں مان سکتی وہ جب چاہیں ملنے آ جائیں۔'' وہ بولی۔

''لو بیٹا چائے پیو۔'' حاجرہ بیگم اسی وقت کمرے میں داخل ہوئیں۔
''جی شکریہ۔'' شرمین نے کپ تھامتے ہوئے کہا۔
''بیٹا آتے جاتے رہنا۔'' انہوں نے باہر نکلتے عارض کو دیکھ کر کہا۔
''جی ضرور۔'' عارض نے جواب دیا۔

○......☆☆......○

اذان آخری سبجیکٹ میتھس کا کام کررہا تھا۔ بڑی بے دلی اور بے زاری کے ساتھ' شرمین نوٹ کررہی تھی کہ وہ بنا سوچے سمجھے سوال پہ سوال کررہا تھا' اس سے مدد لیتا تھا مگر اب جیسے کوئی بات کرنا ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ شرمین نے بھی بات نہیں کی' رات کا کھانا پکانے کی غرض سے ملازمہ بلائی ہوئی تھی۔ ہاتھ کا پلستر کھل جانے کے بعد بھی ڈاکٹر نے احتیاط کا کہا تھا سو اس نے شبانہ کی ملازمہ کو کچھ کاموں کے لیے رکھ لیا تھا۔
''اذان...... اذان......'' عارض ایک دم ہی آوازیں دیتا اندر آ گیا' اذان نے سر اٹھا کر دیکھا پھر کام میں مگن ہوگیا۔ وہ پاس بیٹھ کر کاپی پر نگاہ ڈالنے لگا تو چلا اٹھا۔
''یار اذان...... یہ سارے سوال رانگ ہیں۔'' اذان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔
''اذان...... میں آپ سے کہہ رہا ہوں یہ سارے سوال غلط ہیں۔'' عارض نے پھر کہا تو وہ چڑ لا۔
''سو واٹ......؟''
''کیا ہوگیا ہے آپ کو؟'' وہ بولا۔
''ماما...... کچن میں ہیں اور آپ ان کے پاس جائیں۔'' وہ بڑی بے رخی سے بولا۔
''آپ کے پاس سے جاؤں۔''
''ہممم......''
''دیکھو میں نے تو لانگ ڈرائیو کا پروگرام بنایا تھا۔''
''کیوں...... آپ کون ہوتے ہیں؟'' وہ بڑی بدتمیزی سے کہہ کر کاپی بند کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔
''اذان۔'' وہ بولا۔
''جانے دیں اسے یہ اتنا بدتمیز ہو چکا ہے۔'' شرمین نے آتے ہوئے کہا۔
''تم نے...... تم نے ایسا کیا ہے؟ مجھ سے دور کرنے کے لیے اسے خود سے بھی دور کررہی ہو۔'' عارض افسردگی سے بولا۔
''خیر' کیسے آنا ہوا؟'' وہ اس اجنبی سوال پر صرف اسے دیکھتا رہا۔ میرون شلوار سوٹ میں بالوں کی پونی ٹیل بنائے' بالکل سادہ سی صورت لیے بھی بلاشبہ بہت دلکش لگ رہی تھی۔
''کیا دیکھ رہے ہو؟'' وہ اس کی نظروں سے گھبرا کر بولی۔
''میں حسن کی معصوم ادا دیکھ رہا ہوں۔''
''پلیز......''
''ایسا کرو باہر چلتے ہیں اذان کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔''
''کیا بات؟''
''صفدر نے بتایا ہے دیکھو ابھی وقت ہے قانونی جھگڑے کی ذلت کے بعد بھی تو اذان کو دینا ہی پڑے گا بہتر ہے ہم اس کے بچاؤ کا حل نکال سکیں۔''
''عارض...... میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔''
''سمجھنے کی کوشش جو نہیں کررہیں۔''
''پتا نہیں اذان کے ذہن میں کیا چل رہا ہے؟''

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-
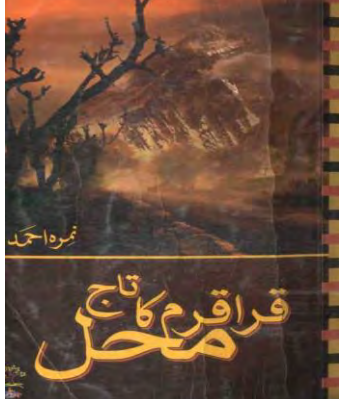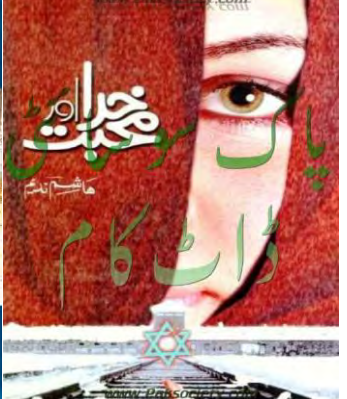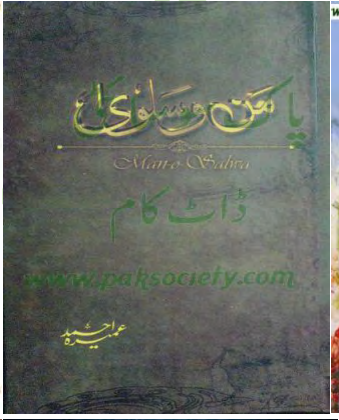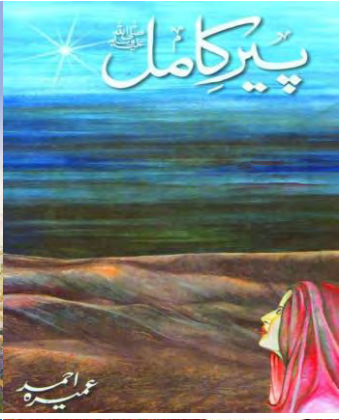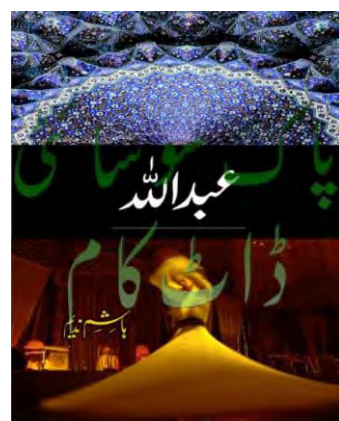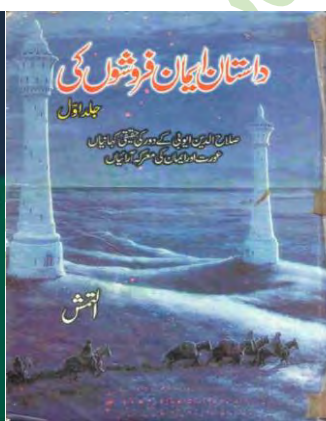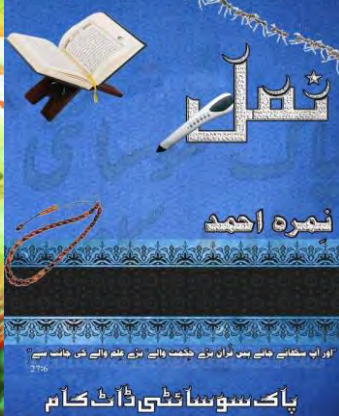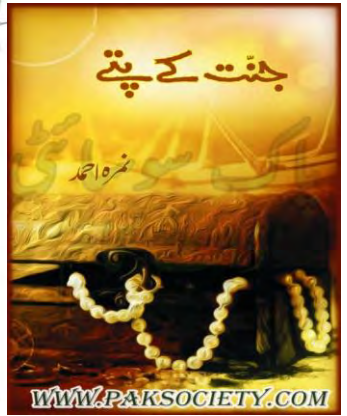
"لوگ پوچھتے ہیں اس سے اس کو حقیقت بتاتے ہیں۔"

"مگر اس طرح اذان ہرٹ ہوگا۔"

"فار گاڈ سیک! اپنے لیے بھی سوچو صبیح احمد کی دولت کا اکیلا حق دار ہے اسے کوئی مسئلہ نہیں، تم اپنے لیے سوچو۔"

"تمہاری طرح خود غرض نہیں ہوں میں۔"

"ہاں، مجھ میں تو بہت کیڑے ہیں۔"

"بس میں وکیل سے مشورہ کروں گی۔"

"یعنی میرے مشورے کی اہمیت نہیں۔"

"ایک مرتے ہوئے شخص نے مجھے اذان سونپا ہے، میں اسے کیسے نظر انداز کروں۔"

"تو پھر اسے میرے حوالے کر دو۔"

"مطلب؟"

"میں اسے بیٹا تسلیم کرتا ہوں۔" وہ یک دم کہہ گیا تو وہ حیران رہ گئی۔

○......☆☆......○

سلیپنگ سوٹ میں ابھی وہ بیڈ پر لیٹا ہوا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک سی ہوئی۔

"کون......؟"

"ارے یار......دروازہ کھول۔" صفدر نے جھنجلا کر کہا تو عارض نے چھلانگ لگا کر دروازہ جھٹ سے کھول دیا۔

"خیریت اس وقت؟"

"کیا کروں؟ امی تو مجھے سولی پر چڑھا دیں گی۔" وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"اچھی بات ہے تم نے کام ہی ایسا کیا ہے؟" عارض نے جواب دیا۔

"کھانا، کھانا ہے بہت بھوک لگی ہے۔" وہ بیڈ پر گرتے ہوئے بولا۔

"اچھا۔" عارض یہ کہہ کر کمرے سے باہر گیا اور پھر حاکم چاچا کو کھانے کا کہہ کر کمرے میں آ گیا۔ وہ خراٹے لے رہا تھا۔ عارض کو اس پر پیار آیا، اپنے ہاتھوں سے اس کے جوتوں کے تسمے کھولے اور جوتے اتارے وہ ہلا تک نہیں، شاید بہت تھکا ہوا تھا۔

"صفدر......صفدر یار......ابھی تو بھوک لگی تھی اور ابھی کے ابھی سو گئے۔" اس نے کندھا ہلایا۔

"ہمہہ......ہاں۔"

"اٹھو۔"

"کھا......کھانا۔" اس سے پہلے کہ عارض کچھ کہتا، دروازے پر دستک ہوئی اور حاکم چاچا ٹرے لیے اندر آ گئے۔

"کھانا آ چکا ہے اٹھو۔" عارض نے کہا تو وہ بڑبڑا کے اٹھا، واش روم میں گیا۔ ہاتھ دھوئے اور آ کر میز پر رکھی ٹرے کو غور سے دیکھا، کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"بہت مضطر اور تھکا ہوا ہوں۔"

"ہاں لگ رہا ہے اسی لیے تو بیوی کی طرح جوتے بھی مجھ سے اتروائے۔" عارض نے ٹکڑا لگایا۔

"کیا، واقعی؟" صفدر نے نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے اپنے پیروں کی طرف دیکھا۔

"کیا افتاد آن پڑی؟"

"بس عبدالصمد کی جدائی اور میری شامت۔"

"یہ نیچرل ہے، ان کا کوئی قصور نہیں، یہ تمہیں سوچنا تھا۔" عارض نے کہا۔

"میں بھی تو عبدالصمد کو بہت مس کر رہا ہوں۔"

"تو اس میں تمہارا اپنا ہاتھ ہے، تم نے سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا تھا۔"

''عارض...... گنجائش ہوتی تو ضرور ایسا کرتا مگر میں جھوٹ پر محبت کی بنیاد نہیں رکھ سکتا۔''

''تو پھر بھگتو۔''

''ہمم ...... بس امی کا مسئلہ ہے‘ میں کوشش کررہا ہوں کہ وہ سیٹ ہوجائیں اگر نہ ہوئیں تو پھر کچھ اور سوچوں گا۔''

''ہاں‘ پھر انہیں چٹکی بھر زہر دے دینا۔''

''بکومت۔''

''یار اس عمر میں یہ بڑا صدمہ ہے ان کے لیے‘ وہ جانے کیا کیا سوچ رہی ہیں؟'' عارض بے خیالی میں یہ جملہ بول گیا۔

''کیا؟'' صفدر نے کریدا۔

''مطلب...... ان کے ذہن میں خیالات آرہے ہوں گے۔'' وہ ٹال گیا۔

''یار...... تم امی سے عبدالصمد کو ملوادیا کرنا۔''

''جی‘ میرا آج کل یہی کام ہے دوست اور محبوب دونوں کے بیٹوں کا مسئلہ درپیش ہے مجھے۔''

''کیا مطلب؟''

''کچھ نہیں‘ اذلان کی بات کررہا ہوں۔''

''ہاں یار شرمین بہن کے لیے بھی کوئی حل نکالو۔''

''سیدھا سا حل ہے میرے پاس آجائے اور بس۔''

''ایسے کیسے آجائے؟'' صفدر نے کھانا ختم کرنے کے بعد ایک گھونٹ پانی پی کر ٹشو پیپر سے ہونٹ صاف کیے اور ہاتھ دھونے واش روم میں گیا۔

''سرخ لباس میں وہ نک اوڑھے ماہتاب کی صورت‘ پھولوں کی پالکی میں بیٹھ کر میرے دل کے بستر پر اترے‘ میں اس کے جلووں کو اپنے اندر سمولوں وہ سب غم بھول جائے‘ اسے محبت کا امرت پلا کر ہمیشہ کے لیے امر کرلوں۔'' وہ صرف آنکھیں بند کرکے خود سے باتیں کررہا تھا۔

O......☆☆......O

آفس سے کچھ وقت نکال کے وہ صبیح احمد کے وکیل سے ملنے کے لیے گاڑی لے کر نکلی راستے میں عارض کی کال آئی مگر اس نے دیکھ کر کاٹ دی۔ دوبارہ فون آیا اور اس نے دونوں مرتبہ کال کاٹ دی۔ وہ وکیل صاحب کے چیمبر کے قریب پہنچ چکی تھی‘ وکیل صاحب کے چیمبر میں خاصا رش تھا اسے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا جو پہلے سے لوگ موجود تھے اخلاقی اور اصولی طور پر پہلا حق ان کا تھا وہ آنکھیں موند کر صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر بیٹھ گئی۔

''شرمین!'' ایک دم سے مانوس آواز آئی تو اس نے جھٹ آنکھیں کھول دیں‘ نوازش صاحب بڑی خستہ سی حالت میں سامنے تھے۔

''سر آپ!'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کیسی ہو؟''

''اللہ پاک کا شکر ہے آپ ٹھیک ہیں‘ یہاں خیریت سے؟'' اس نے مروتاً کہا۔

''بس بیٹی کی طلاق کا کیس ہے؟''

''کیا......''

''ہاں بہت عیاش اور برا لڑکا نکلا خلع کا کیس دائر کرنا ہے۔'' وہ بہت مدھم لہجے میں بولے۔

''اوہ آپ نے چھان بین نہیں کی تھی کیا؟''

''بس بدکردار کی کیا چھان بین؟''

''برا ہوا۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''مجھے تمہارے بہت سے جملے یاد آتے ہیں' میرا کردار بھی تو داغدار ہی تھا' سچ پوچھو تو میں نے آپ کو بہت ستایا۔''

''ارے نہیں سر...... میں حساب برابر کر لیتی تھی۔''

''پھر بھی' مجھے معاف کرو' اچھا ہوا آج ملاقات ہو گئی۔'' وہ بڑی ہی پشیمانی سے بولے تو وہ اللہ کی انصاف پسندی پر عش عش کر اٹھی اس نے تکلیف تو بہت اٹھائی تھی ان کی وجہ سے مگر ہمیشہ دل صاف رکھتی تھی۔

''آپ بشر ہیں' میں بھی انسان ہوں۔ہم ایک دوسرے کو معاف کرنے کی غرض سے بنائے گئے ہیں تو پھر میں آپ کو معاف کیوں نہیں کرتی؟''

''میری بچی کو بربادی کا رستہ دیکھنا پڑا۔''

''اللہ کرم کرنے والا ہے۔'' اس نے مسکرا کر ان کی کلفتوں کو کسی حد تک کم کر دیا۔وہ کچھ اور کہتے اسے وکیل صاحب کے اسسٹنٹ نے اندر بھیج دیا تو وہ انہیں وہیں چھوڑ کر اندر آفس میں چلی گئی۔یہ سچ تھا کہ اس نے کبھی انہیں بددعا نہیں دی تھی' اس کا دل تو بہت اجلا اور پاک تھا۔

☆☆

اس کی پوری بات تفصیل سے سن کر اور کشف کی طرف سے بھیجے گئے نوٹس کو پڑھ کر وکیل صاحب نے بڑے اطمینان سے کہا۔

''اس ساری صورت حال میں آپ کے فیور میں مشکلات ہیں۔آپ صبیح احمد مرحوم کی بیوی نہیں ہیں مگر وصیت کے مطابق اذان آپ کو سونپا گیا ہے' اس فیصلے پر عدالت کو راضی کرنے کے لیے تادیر جنگ لڑنی پڑے گی۔دوسری صورت میں محترمہ کشف اور ان کی بہنوں کو خونی رشتے کی وجہ سے فائدہ ہوگا۔''

''وہ لالچی ہیں' انہیں اذان سے نہیں اس کی دولت سے مطلب ہے جبکہ میں نے اب تک اس کی ہر امانت کی حفاظت کی ہے' اذان مجھے ماما سمجھتا ہے' وہ کتنا ہرٹ ہوگا۔'' اس نے کہا۔

''مس شرمین فاطمہ! یہ صاف ظاہر ہے کہ لالچ ہے مگر سچ تو یہی ہے کہ آپ مسز صبیح احمد نہیں۔اذان ہی اس فیصلے کو سہل بنا سکتا ہے اگر وہ آپ کو ترجیح دے۔''

''وکیل صاحب! دولت بے شک انہیں دے دیں' بس میں اذان کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔''

''یہ آپ کا غلط فیصلہ ہے' کوئی دانش مندی نہیں' آپ اپنی زندگی خراب نہ کریں۔''

''تو کیا اذان کو تباہ ہونے دوں؟''

''تو کیا آپ اپنی تباہی چاہتی ہیں۔''

''بس میں چاہتی ہوں کہ اذان میرے پاس رہے۔''

''اگر اذان ایسا کہے تو۔''

''اور اس وصیت کی کوئی اہمیت نہیں۔''

''ہے مگر مقدمہ دائر کرنے والے خرابی کے سب عناصر اکٹھے کر کے مقدمہ کرتے ہیں۔وہ آپ کے کردار کو نشانہ بنائیں گے' آپ کو اپنے مرحوم بھائی کی وصیت کے حوالے سے رسوا کریں گے اور بھی بہت کچھ ہوگا' بہتر تو یہ ہے کہ آپ اذان کو فوری طور پر اپنے باپ کی وفات کا بتائیں' بالکل سچ اور اپنی پوزیشن کلیئر کریں۔سب سیاق و سباق بتائیں پھر اسے بہتر فیصلہ کرنے دیں جب وہ فیصلہ سنائے تو اسے مجھ سے ملوائیں۔''

''اور یہ نوٹس؟''

''فی الحال اس کا جواب نہیں دیتے' ابھی گنجائش موجود ہے۔''

''مگر اذان مجھ سے نفرت کرنے لگے گا۔''

''ضروری تو نہیں۔''

''وہ مجھے حقیقی ماں سمجھتا ہے۔''

''کوئی اور ہے جو اس کے قریب ہو۔''

''ہممم......''

''تو پھر انہیں اذان کی ذمہ داری سونپیں' وہ بات کریں۔''

''اس کے بابا کی وفات کا میں بتادوں' باقی اس کا رویہ دیکھ کر بتائیں گے۔''

''ہاں پریشان نہ ہوں' کیس تو ہم جیت سکتے ہیں۔''

''مگر کشف ہار نہیں مانے گی۔''

''ویسے ایک حل یہ بھی ہے کہ آپ کچھ آفر دے کر ان کا منہ بند کردیں۔''

''مگر منہ کھلتا رہے گا۔''

''چلیں خیر آپ فکر نہ کریں ہم کیس پر محنت کریں گے مگر پہلے اذان کو حقیقت سے آشنا کرائیں۔''

''شکریہ۔'' وہ بڑی مفصل بات چیت کے بعد واپس آئی۔

○......☆☆......○

بڑی دیر سے وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔ آفس کی کچھ فائلیں' کچھ اسائنمنٹ اور کچھ رپورٹس اس کی توجہ کی منتظر تھیں۔ چائے کا کپ پڑا پڑا ٹھنڈا ہوگیا تھا' کام کرتے ہوئے بھی اگر کسی طرف دھیان جا رہا تھا تو وہ شرمین تھی۔ جس پر اسے بہت غصہ تھا کال کاٹتی رہی اس کی بات نہیں سنی حالانکہ اس نے بہت ضروری بات کرنی تھی۔ اسے حاکم الدین چاچا نے آغا جی کی الماری کی صفائی کے دوران خفیہ خانے سے ایک خاکی لفافہ لاکر دیا جو حیرت انگیز تھا اس بند لفافے پر شرمین لکھا تھا۔ اس نے الٹ پلٹ کرکئی مرتبہ غور سے دیکھا مگر آغا جی کی لکھائی میں اوپر شرمین اور نیچے دائیں طرف آغا جی نے اپنا نام لکھا تھا اس نے حاکم چاچا کو اور حاکم چاچا نے پرتجسس نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر وہ فقط یہ بڑبڑا سکا۔

''یہ کیا ہے...... بابا نے خفیہ رکھا کیوں؟''

''آپ بی بی کو لفافہ دیں' وہ خود کھولیں جواب مل جائے گا۔''

''مطلب آپ کو پتا ہے اس میں کیا ہے؟''

''نہیں' میں نے تو خفیہ خانہ ہی پہلی مرتبہ دیکھا ہے۔''

''حیرت ہے۔''

''چلیں پھر شرمین کو دینا ہوگا۔'' اس نے یہ کہہ کر لفافہ رکھ لیا تھا۔ وہ فون پر رابطہ کرتا رہا مگر شرمین نے کال کاٹ دی' اسے غصہ بہت آیا مگر کیا کرتا۔ حاکم چاچا نے مارکیٹ جانا تھا' وہ بتانے کے لیے اس کے کمرے میں آئے تو چائے کا ٹھنڈا کپ دیکھ کر بولے۔

''یہ چائے ٹھنڈی کردی۔''

''ہممم' ہاں' بس کام میں پتا نہیں چلا۔''

''آپ بی بی کو اب تک راضی نہیں کرسکے۔'' حاکم چاچا نے کہا۔

''اس کا راضی ہونا مشکل لگنے لگا ہے۔'' وہ سنجیدہ سا ہوگیا۔

''اچھا' یہ لفافہ دیں شاید اس میں آغا جی نے کچھ خاص بات لکھی ہو۔''

''شاید لیکن حیرت ضرور ہے کہ آغا جی نے اتنا خاص اور خفیہ رکھا یقیناً اس میں خاص بات ہوگی۔''

''ابھی تو وہ زیورات میری بڑی ذمہ داری بنے ہوئے ہیں جو خان جی نے شرمین بی بی کے لیے خرید کر رکھوائے۔''

''آغا جی کو تو ہر بات کی جلدی رہتی تھی۔''

''آپ اب کھل کر بات کرلیں۔''

''چاچا وہ اب ایسی کوئی بات سننا ہی نہیں چاہتی اپنے بیٹے کے لیے زندگی وقف کردی ہے اس نے۔''
''مگر بیٹا تو......'' حاکم چاچا رک گئے۔
''اس کا نہیں ہے مگر اس نے بنالیا ہے۔''
''تو آپ کو اس پر تو کوئی اعتراض نہیں۔''
''نہیں وہ تو بہت پیارا بچہ ہے مگر شرمین مجھے قبول کرنے کو تیار نہیں۔'' اس نے کمپیوٹر ورک مکمل کرکے کہا۔
''وہ بھی تو اکیلی ہیں مسئلے بہت ہیں آپ نے انہیں یقین دلانا تھا کہ آپ کے پاس مسئلوں کے حل ہیں۔''
''ہاہاہا...... چاچا آپ بھی کمال کرتے ہیں وہ سب جانتی ہے مگر پھر بھی میری خطا کی کوئی معافی نہیں۔'' اس نے کہا اور اٹھ کر فوراً کمر سیدھی کرنے کے لیے بیڈ پر دراز ہوگیا۔
''بہرحال...... آپ یہ لفافہ جلدی دے دیں۔'' حاکم چاچا کہہ کر چلے گئے۔
''آپ کو کیا بتاؤں وہ مجھے سوچتی تو ہے مگر یاد نہیں رکھنا چاہتی۔ مجھے جیسے جانتی تو ہے مگر بھولنا چاہتی ہے۔'' وہ تنہائی میں بڑبڑایا۔

O......☆☆......O

ترک تعلقات پر رویا نہ تو نہ میں
لیکن یہ کیا کہ چین سے سویا نہ تو نہ میں
گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ایف ایم کے کسی اسٹیشن سے درد میں ڈوبا گیت اس کے جذبات کی ترجمانی کرنے لگا۔
ترک الفت کا صلہ پا ہی لیا میں نے
اب تو آجا کہ تجھے یاد کیا ہے میں نے
آس آئی تیری جدائی نہ کبھی راس مجھے
تجھ سے بچھڑے کہ ہونے لگا احساس مجھے
غم الفت کا زہر پی ہی لیا ہے میں نے
اب تو آجا کہ......
اس نے ہاتھ بڑھا کر بٹن دبادیا' آواز غائب ہوگئی مگر اندر کی آوازیں اتنی زیادہ تھیں کہ وہ باہر نکل کر جن' بھوت کی صورت ناچنے لگیں۔ گاڑی پورچ میں کھڑی کی' بلقیس منہ بند کیے کام کاج میں مشغول تھی اس نے بے دھیانی میں پوچھ لیا۔
''عبدالصمد' کیا کررہا ہے؟''
''جی۔'' بلقیس چونکی تو وہ شرمندہ سا ہوکر اپنے کمرے کی طرف آگیا۔ بلقیس کی حیرت بجا تھی' اپنے ہاتھوں بھیج کر خود ہی اس کا پتا پوچھنا حیرت کی بات ہی تھی' گھر میں وہ تھا ہی نہیں۔
''صاحب جی۔'' بلقیس کمرے میں آکر بولی۔
''ہنہہ......''
''بڑی بیگم صاحبہ کو بخار ہے' بار بار عبدالصمد کو پکار رہی ہیں۔'' بلقیس نے بتایا تو وہ چڑ گیا۔
''تو کیا کروں میں؟ چھوٹی سی بچی بنی ہوئی ہیں۔ کیا میں افسردہ نہیں ہوں' وہ میرا بھی بیٹا ہے مگر اب اس کی جدائی برداشت کرنی ہے۔''
''تھوڑی دیر کے لیے لے آئیں۔''
''بلقیس...... ابھی ایسا ممکن نہیں' جاؤ' جاکر ایک کپ چائے لاؤ۔'' اس نے کافی سختی سے کہا وہ چلی گئی تو وہ سر تھام کے بیٹھ گیا۔ یہ ایسا گمبھیر مسئلہ بن گیا تھا کہ اس کا حل ممکن نہیں تھا۔ اس نے ای کا سامنا کرنا چھوڑ دیا تھا وہ گھر میں ہوکر بھی ایسے ہوتا جیسے گھر میں نہیں۔ زیبا کی کبھی شدت سے یاد نہیں آئی تھی مگر اب ایسا لگنے لگا تھا کہ وہ تو سایہ بن کر اس سے لپٹی ہے۔

"یااللہ...... مجھے معاف کردے میرا ذہن صاف کردے۔ وہ میرے لیے اب نامحرم ہے اس کا خیال مجھ سے دور کردے۔"
اس نے صدق دل سے دعا کی بلقیس چائے بنالائی اور پھر ایک بڑی جسارت بھی کرلی۔
"صاحب جی اگر آپ چاہتے ہیں کہ بڑی بیگم صاحب ٹھیک ہوجائیں اور اس گھر میں پھر خوشیاں آئیں تو آپ شادی کرلیں۔ ان سے ہی کرلیں جنہیں آپ پسند کرتے ہیں اور بچہ آجائے گا تو......"
"بلقیس یہ ہتھیلی پر سرسوں جمانا ای نے سکھایا ہے جاؤ شاباش۔" اس نے سنجیدگی سے کہا اور چائے کی چسکی لی۔ آخری چسکی تک اسے بلقیس کی بات معقول لگنے لگی تھی مگر یہ مشکل کام تھا کوئی پسند اس کی زندگی میں تھی نہیں لہٰذا یہ بھی نہیں ہوسکتا تھا مگر عبدالصمد کا کوئی نعم البدل تو ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ یہ بات وہ کیسے برداشت کرسکتی تھیں کہ عبدالصمد کو بھولنے کا کہا جائے۔ وہ بڑی دیر سگریٹ کے دھوئیں میں اپنے آپ کو دھواں دھواں کرتا رہا۔ دھوئیں کے باہر ویرانی اور سناٹا تھا گھر تو خالی ہوگیا تھا اسے یہ ویرانی بہت تکلیف دے رہی تھی۔

O......☆☆......O

زیبا کو ہنستا مسکراتا دیکھ کر نھی کی جان میں جان آئی۔ وہ پورے دس دن کے بعد آئی تھی وہ بھی ایک پل صراط طے کرکے اصغر نے خوب تیر ونشتر چلائے تھے مگر وہ گونگی بہری بنی رہی چھوڑ تو وہ گیا تھا۔ مگر کڑی شرائط کے ساتھ کہ آئندہ اتنی جلدی ملنے نہیں آؤ گی اور زیبا سے دور رہوگی اپنے گھر کی کوئی بات نہیں بتاؤ گی وغیرہ وغیرہ۔
"کیا بات ہے نھی تم بجھی بجھی سی ہو۔" حاجرہ بیگم نے اس کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں وہ نہیں بس زیبا کے لیے سوچ رہی تھی بیٹے کے آنے سے بہل گئی ہے۔"
"ہاں مگر اسے بہلنا ہی کہو۔" حاجرہ بیگم نے سرد آہ بھری۔
"کیا مطلب؟"
"پہاڑ سی زندگی ہے جوانی کا پتھریلا راستہ کیسے کٹے گا؟"
"ہمم...... مجھے اپنا وقت یاد آگیا۔"
"جانے کیسا دور آگیا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھر ٹوٹ جاتے ہیں صفدر نے ذرا سا وقت تو دیا ہوتا۔" حاجرہ بیگم کی آواز بھیگ گئی۔
"اب ملال سے فائدہ جو ہونا تھا ہوگیا۔"
"آگے کیا ہوگا؟"
"بس آگے کا کچھ نہ سوچیں کم از کم دوسری شادی کا بالکل نہ سوچیں۔" وہ اپنے تلخ حالات کے پیش نظر بولی۔
"مجھے یہی تو پریشانی ہے اس کا تو بیٹا بھی ہے کون اپنائے گا۔"
"کوئی نہیں مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔" زیبا اس کی طرف آئی تو سن کر بولی۔
"پاگل ہو کیسے تنہا رہوگی؟"
"عبدالصمد ہے میرے پاس۔" وہ یہ کہہ کر واپس چلی گئی تو نھی بولی۔
"خالہ فی الحال اس سے اس موضوع پر بات نہ کریں عبدالصمد کو جو اپنا سکے ایسا کوئی آدمی دیکھنا ہوگا۔"
"ہاں مگر میری زندگی کتنی ہے اور میں کب تک اس کے ساتھ رہوں گی۔"
"خالہ یہ تو کسی کو نہیں معلوم کہ آگے کیا ہوگا؟ فی الحال زیبا کو سیٹ ہونے دیں کوئی تو اللہ سبب بنائے گا۔ جو اسے اور عبدالصمد کو خوشیاں دے۔" نھی نے کہا۔
"صفدر واپس تو نہیں لے لے گا عبدالصمد کو؟"
"نہیں وہ قول کے پکے ہیں۔"
"بس دل کو دھڑکا سا ہے۔"

"نہ پریشان ہوں۔"

"عبدالصمد کو ملانے کے لیے صفدر کا دوست آیا کرے گا۔"

"عارض......"

"ہنہہ ......اچھا لڑکا ہے۔"

"جی۔"

"اور کچھ جانتی ہو اس کے بارے میں۔"

"کچھ زیادہ نہیں' بزنس مین ہے' صفدر بھائی کا گہرا دوست ہے۔"

"اچھا خیر اللہ بہتر کرے۔" حاجرہ بیگم کچھ سوچ کر بولیں۔

O......☆☆......O

بہت سوچنے' سمجھنے اور غور کرنے کے بعد بھی' کچھ سمجھ میں نہ آیا تو وہ خود عارض کے دفتر آ گئی۔ عارض اسے اچانک سامنے دیکھ کر متحیر رہ گیا' وہ اس کا سامنا کرتے ہوئے جھجک رہی تھی لیکن وہ خوشی سے چہکا تو بیٹھ گئی۔

"آج سورج کس طرف سے نکلا؟"

"ضروری مشورہ کرنا پڑا۔" وہ کچھ روکھے پن سے بولی۔

"مشورہ ہی سہی ہماری خوش بختی۔" وہ کھل اٹھا۔

"یہاں بات کرنا مناسب لگی تو......"

"ٹھیک ہے لیکن مجھے تمہیں گھر لے کر جانا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"آغا جی نے ایک بند لفافہ تمہارے نام سے اپنی الماری میں رکھا تھا وہ ملا ہے۔" اس نے بتایا۔

"لفافہ......!"

"ہاں گھر چلو تو دے سکتا ہوں۔"

"کیا ہوگا؟" وہ بڑبڑائی۔

"اللہ جانے۔"

"پھر کیا؟"

"وہ پھر دیکھ لوں گی۔"

"مطلب' یہیں بات کرنی ہے۔"

"ہاں اسے میری مجبوری سمجھو ورنہ میں یہاں کبھی نہ آتی؟" وہ بولی۔

"ایک بات تو بتاؤ' ادھر دیکھو میری آنکھوں میں پلیز۔" وہ اس کی ٹھوڑی دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اوپر کی طرف کر کے سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا وہ پتھر کی مورت بن گئی۔ اس کی آنکھوں میں کیسا فسوں تھا' کہ ہل ہی نہ سکی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ محبت کی ہر حد سے گزر کر کوئی شرارت کر جائے مگر اس کی اجازت شرمین نے اسے کب دی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

اس عہد میں الٰہی محبت کو کیا ہوا
چھوڑا وفا کو اس نے مروت کو کیا ہوا
امیدوار وعدہ دیدار مر چلے
آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا

"مجھے دال میں کالا نظر آرہا ہے تم ماں ہو تم نے بھی تو کچھ تبدیلی محسوس کی ہوگی۔" امجد خان نے فکر مندانہ لہجے میں پوچھا۔

"کالا نظر آرہا ہے...... تبدیلی...... یہ پہیلیاں میری سمجھ سے بالاتر ہیں پلیز جان! سیدھے طریقے سے بات کریں۔ آپ کو علم بھی ہے کہ مجھے آپ کی گول مول ٹیڑھی میڑھی باتیں قطعاً پسند نہیں ویسے آپس کی بات ہے یہ دیہاتی چاہے کتنا ہی پڑھ لکھ جائیں ان کا ماحول اور رہن سہن کے طریقے بدل جائیں لیکن وہ اپنی پہچان کو تاحیات اپنے سنگ ہی رکھتے ہیں۔ بھئی ہمیں گھما پھرا کر بات کرنی نہیں آتی ہم تو ناک کی سیدھ پر چلنے والے سیدھے سادے لوگ ہیں۔" سمیعہ ہنستے ہوئے شوہر کو بہت کچھ سنا گئی تھی تو وہ اس کی طرف طنزیہ انداز میں دیکھنے لگے۔

"جناب میں سب مانتا ہوں ہمیں اپنی پہچان پر فخر ہے اور جو آپ جیسی شہری ہوتی ہیں ناں انہیں اپنی پہچان سے سبکی ہوتی ہے۔ یہی تبدیلی میں نے بیٹی میں محسوس کی ہے کہ اس کے طور اطوار قطعاً قابل قبول نہیں رہے۔" وہ تنک کر بولے۔

"طور اطوار...... میں نہیں سمجھی۔" وہ انجان بنتے ہوئے بولی۔

"جب پانی سر سے گزر جائے گیا تو پھر تمہاری آنکھیں کھلیں گی لیکن یاد رکھو کہ تب بہت دیر ہو چکی ہوگی اور ہم عمر بھر پچھتاوے کا شکار رہیں گے۔"

"میں یہ بھی نہیں سمجھی کھل کر بات کیجیے بہت نوازش ہوگی۔" وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔

"عقل مند عورت کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے کچھ مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ ڈھکے چھپے ہی حل ہوجائیں تو بہتر ہوتا ہے۔ سمیعہ...... ہم مسائل کی دلدل میں گر چکے ہیں ان سے تم ہی نکال سکتی ہو۔" وہ تاسف بھرے لہجے میں بولے۔

"میں نکال سکتی ہوں کون سے مسائل......؟" تبھی لاؤنج کا دروازہ کھلا اور مہرین اندر داخل ہوئی۔ باپ نے ایک بھرپور نگاہ اس پر ڈالی اور ذرا نرمی سے بولے۔

"مہرو بیٹا...... ادھر میرے پاس بیٹھو جو کام تمہاری ماں

کے فرائض کے زمرے میں آتا ہے وہ مجبوراً مجھے کرنا پڑے گا۔" مہرین اپنے بابا کے سامنے کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئی۔ ٹائٹس اور شارٹ شرٹ میں اس کی جوانی اور حسن امڈ رہا تھا۔ والد نے نگاہیں جھکا کر نہایت ملائمت سے کہا۔

"بیٹا...... شرم وحیا عورت کا حسن اور زیور ہوتا ہے اور لباس ہی اس کی شناخت کرتا ہے۔ اپنی ممی کو دیکھو کہ باپردہ لباس پہننے کے باوجود گاؤن بھی پہنتی ہیں جبکہ اس کی ضرورت نہیں۔ تم بھی اسی ماں کی بہت اچھی بیٹی ہوناں۔"

"بابا...... شاید آپ یہ مقولہ بھول گئے ہیں کہ کھاؤ من بھاتا، پہنو جگ بھاتا۔ ممی کو دس پردے کرنا زیب دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے جیسے ماحول میں اٹھتی بیٹھتی ہیں۔" وہ قدرے الجھ کر بولی تو امجد حیران وپریشاں ماں بیٹی کو تکنے لگے۔

"ہاں امجد...... میری اپنی چوائس ہے، مہرو کی اپنی لائف ہے۔ مہرو ٹھیک کہتی ہے آپ کا اور میرا وقت اور تھا۔ وہ بہت پیچھے رہ گیا، ہم آگے بڑھ کر بھی ابھی تک ماضی کو سینے سے لگائے اسی کے خواب دیکھتے رہتے ہیں۔ زمانہ بدل گیا ہے، قدریں بدل گئیں، لوگ بدل گئے۔ اگر ہم خود کو نہیں بدلیں گے تو اولاد بہت آگے نکل جائے گی اور ہم تنہائی کا شکار ہو جائیں گے۔ اٹھو بیٹا...... یہاں سے جاؤ، اپنا کام کرو ہم بڈھوں کی باتیں سنو گی تو نہ ماضی کو سمجھ پاؤ گی نہ ہی حال کو۔ کنفیوژ ہو جاؤ گی۔" ماں نے بیٹی کو مکمل طور پر سپورٹ کیا تو امجد خان غصے میں وہاں سے اٹھے اور کمرے میں چلے گئے۔ مہرو بھی غصے میں پاؤں پٹختی ہوئی وہاں چلی گئی۔

"ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے، مہرو کے لباس میں انہیں عریانی کہاں سے نظر آ گئی۔ اب برقعہ اوڑھنے سے تو رہی میری طرح، جب میری عمر کو پہنچے گی تو اس کا فیصلہ بھی خود ہی کرے گی۔ ابھی معصوم بچی ہی تو ہے اس کے بے فکری اور انجوائے کرنے کے دن ہیں جب شادی ہو گئی تو پھر اس کے ساتھ وہی ہو گا جو سب لڑکیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔" وہ خود کلامی کرتی ہوئی لان میں نکل کر چہل قدمی کرنے لگی۔

"مہرو ابھی تک واپس نہیں آئی، اس کا موبائل بھی بند ہے۔ سمعیہ میری بات یاد رکھو تمہاری حوصلہ افزائی اسے کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔ اس کا لباس دیکھ کر میں شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں، کتنے افسوس کا مقام ہے کہ میری ہیرے جیسی بچی کو دو ٹکے کے لوگ جن نظروں سے دیکھتے ہیں اگر تمہیں اس کا اندازہ ہو تو اسے گھر سے باہر قدم تک نہ نکالنے دو۔ تم ان جوان لڑکوں کی سوچ کو نہیں پڑھ سکتیں، میں اس اسٹیج سے گزرا ہوں میں جانتا ہوں کہ باپ بیٹے کو تو قابو کر سکتا ہے بیٹی کی ذہنیت کو ماں ہی سمجھتی ہے۔ وہ ہی اسے راہ راست پر لا سکتی ہے۔" وہ پژمردگی سے بولے۔

"یہ طریقہ اسے ہی آتا ہے، تم کوئی رستہ نکالو۔"

"آپ ہی بتا دیجیے کہ میں کیا کروں؟" وہ الجھ کر بولی۔

"میں کچھ نہیں جانتی جبکہ مہرو میں کوئی نقص ہی نہیں۔"

"کیا کروں...... اگر اس کا جواب مجھے ہی دینا تھا تو تم کس مرض کی دوا ہو۔ برائی کی جڑ کو پکڑو ورنہ مجھے جڑ کو اکھاڑنا آتا ہے۔" وہ غصے سے بولے۔ "غور سے سن لو آخری بار سمجھا رہا ہوں یہ گروپ اسٹڈی کس بکواس سبجیکٹ کا نام ہے جو یونیورسٹی میں ہر ایک کو لازماً پڑھنا پڑھتا ہے۔ ہم نے بھی یونیورسٹی سے ہی ماسٹرز کیا تھا، یہ تماشا تو اس وقت نہیں تھا۔ اب تو لڑکیوں اور لڑکوں کو کھلم کھلا اجازت مل گئی ہے ایک دوسرے کے قریب آنے کی۔ لعنت ہے ایسی پڑھائی پر۔"

"آپ ٹھیک فرما رہے ہیں لیکن ہم مجبور ہیں۔ اگر ہم زمانے کا ساتھ نہیں دیں گے تو ہماری تعلیم کا کیا فائدہ ہوا، تعلیم ہمیں لچک کا درس دیتی ہے۔ مہرو پر یقین رکھیے، ہے تو ہماری ہی بیٹی جس نے گھر کی فضا میں سوائے عبادت و ریاضت کے کچھ نہیں دیکھا۔" وہ ایک دم نرم پڑ گئیں۔ "کل کی معصوم بچی ہے، اس کے انجوائے کرنے کے دن ہیں، کچھ بھی بگڑنے والا نہیں۔"

"وہ کیسے ذرا سمجھاؤ۔" وہ تن کر بولے۔ "زمانے کا ساتھ کیسے دوں؟ بے غیرت بن جاؤں، آنکھیں اور کان

بند کرلوں' یہ نہیں ہوسکتا۔"

"میں مثال دیتی ہوں کہ اب بچیوں کے ڈریسز کے اسٹائل بدل گئے ہیں وہ یونیورسٹی میں شلوار قمیص اور دستر خوان نما دوپٹہ تو اوڑھنے سے رہی۔ آپ نے گھر میں کام والی ماسی کی بیٹیوں کو غور سے نہیں دیکھا' ان کا پہناوا بھی بدل گیا ہے۔" وہ تحمل سے بولی۔ "ہماری بیٹی تو یونیورسٹی اسٹوڈنٹ ہے فیشن اور رواج کے مطابق ہی پہنے گی۔"

"ان کا پہناوا بدلنے والے ہم ہی ہیں' مہرو کی اترن پہننا ان کی مجبوری ہے اور تم نے ماسی کو غور سے دیکھا ہے۔ کئی بار مجھے اسے دیکھ کر تمہارا گمان ہوا ہے' اب تو بیگم اور ملازمہ کا فرق بھی بیگمات نے مٹا دیا ہے۔ تم نے خود ہی تو مجھے کئی اسکینڈلز سنائے ہیں کہ فلاں نے ملازمہ سے نکاح کرلیا' فلاں ملازمہ کو دن دہاڑے کھانے کے لیے لے جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس دیدہ دلیری اور بے باکی کی جڑ ہی ہمارا لباس ہے' ڈیزائنر نے عورتوں اور بچیوں کا دماغ خراب کردیا ہے۔ انہیں کوئی چیک کرنے والا نہیں' آخر ہمارا ملک اسلام کے فروغ کے لیے وجود میں آیا تھا' اب تو مجھے یہاں اپنے دین کی ہلکی سی رمق تک نظر نہیں آتی۔ ہم تباہی کی طرف جارہے ہیں پلیز اپنے گھر کو تو تباہی سے بچالو۔ اس پر تو تمہارا اختیار ہے۔" وہ ہاتھ جوڑ کر بولے۔ "مجھے یہ گروپ اسٹڈی کا ڈرامہ سراسر بے حیائی لگتی ہے اور طرہ یہ کہ لباس دیکھو؟"

"کیا بچی کو گھر بٹھالوں' میری جیسی ہی حسرت زدہ زندگی ہوگی اس کی' خدارا اس پر رحم کیجیے اور اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے دیجیے۔" وہ بھی ہاتھ جوڑ کر فکر مندی سے بولی۔ "آج کے ماڈرن دور میں وہ دادی کے طور واطوار نہیں اپنا سکتی۔"

"اسلام کے قوانین کو نظر انداز کرنے سے اس کی زندگی سنور جائے گی اور مستقبل تابناک ہوجائے گا' یہ خوب رہی۔ دراصل ہوا یہ ہے کہ تم اندھی اور بہری ہوگئی ہو بیٹی کے پیار نے تمہیں جہالت کی طرف دھکیل دیا ہے' لگتا ہے تمہاری سماعت و بصارت کی تمام قوت تمہاری زبان نے چھین لی ہے۔ فضول قسم کے بے ہودہ دلائل پیش کے علاوہ تمہارے پاس اور کچھ نہیں رہا۔" وہ چیخ کر بولے۔ "ذرا اپنا اور بیٹی کا موازنہ تو کرو جسے پردہ کرنے کی اشد ضرورت ہے وہ ننگے سر لڑکوں کے ساتھ گھومتی ہوئی نظر آتی ہے اور جس کے لیے حجاب ضروری نہیں زیادہ گہرے پردوں میں ہے عجیب ہی زمانہ ہے۔" وہ غضب سے بولے۔

"اللہ تعالیٰ کے احکامات بھول گئی ہو' جوان لڑکے اور لڑکی کی دوستی یاری کا کہیں پر بھی ذکر ہے تو مجھے دکھاؤ' اللہ کی قسم کبھی اعتراض نہیں کروں گا۔" وہ قرآن اٹھا کر اس کی طرف بڑھا کر بولے۔ "اپنی زندگی کو مشکلات میں مت ڈالو جسے تم ماڈرن دور کہہ رہی ہو ایسا ہرگز نہیں۔ ہم تو زمانہ جہالیت کی طرف بغیر سوچے سمجھے منہ اٹھائے بھاگے جارہے ہیں۔ تم جانتی ہو میں ایک براڈ مائنڈڈ شوہر اور باپ ہوں' میں نے تم دونوں پر کبھی کھانے اوڑھنے اور گھومنے کی پابندی نہیں لگائی لیکن یہ میری ڈیمانڈ ہے کہ اسلامی حدود کے اندر رہ کر سب کرو چاہے سونے کا نوالہ کھاؤ' مخملیں زرق برق لباس پہنو اور حصول تعلیم کے لیے دنیا بھر کی سیر وسیاحت کرو مجھے سب منظور ہے۔"

"دراصل آپ میری بات ہی سمجھنا نہیں چاہتے اس لیے آپ سے بات کرنا گویا پہاڑ سے سر ٹکرانے کے مترادف ہے۔" وہ زچ ہوکر بولی اور وہاں سے اٹھ کر کچن میں بے مقصد ہی جاکر برتنوں کو آگے پیچھے کرنے لگی۔

"حیران و پریشان ہوں کہ ماں اپنے ہاتھوں سے اپنی اولاد کی زندگی کیسے داغ دار کرسکتی ہے؟ کیا یہ ماتا کا پیار ہے کہ اس کی تمام عقل و سمجھ گھاس چرنے چلی جاتی ہے جبکہ خود درس و تدریس اور پردے کی اس قدر پابند ہے کہ گھر میں میل سرونٹ رکھنے کے خلاف ہے۔ بیٹی گروپ اسٹڈی کا جھانسہ دے کر آدھی رات غائب رہتی ہے' اسے نظر کیوں نہیں آتا؟ میں نے مہرو سے بات کرکے منہ پر طمانچہ تو کھا ہی لیا ہے لیکن میں اب اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا' جن بچیوں کی مائیں کمزور ہوتی ہیں' پیار کے ہاتھوں لاغر ہوجاتی ہیں تو اس صورت میں باپ کو ماں کے

روں کو بھی اپنا لینا چاہیے۔"

❁ ❁ ❁

سردیوں کی طویل یخ بستہ رات گزرنے کا نام نہ لے رہی تھی امجد خان کا وجود کروٹیں بدل بدل کر ٹوٹ گیا تھا۔ سمیعہ کو ان کی بے چینی کی خبر تو ہوگئی تھی لیکن اس نے ظاہر کرنے کے بجائے خود پر مصنوعی نیند طاری کرنے میں ہی مصلحت جانی۔

آخر امجد خان اسی بے تابی کے عالم میں چپکے سے کمرے سے باہر نکل کر لاؤنج میں لائٹ آن کیے بغیر ہی صوفے پر نیم دراز ہوگئے اور تہہ شدہ نرم اور ہلکا پھلکا کمبل کھول کر ٹانگوں پر ڈال کر اپنی سوچوں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگے کہ اچانک مہرو کے کمرے سے اس کے قہقہے ان کے کانوں میں زہر انڈیلنے لگے۔ رات کے ڈھائی بجے مہرو موبائل پر کس سے بات کر رہی ہے اور وہ بھی اس قدر شگفتہ موڈ میں' اس ٹیکنالوجی کے غلط استعمال پر حیف ہے نہ وقت کا احساس نہ لحاظ۔ ان کا دل چاہا کہ بھاگ کر اس کے کمرے میں جا کر آناً فاناً اس کے موبائل پر حملہ کر دیں لیکن ایک باپ ہونے کے ناطے انہیں یہ حرکت نازیبا لگی تھی۔ ایسی حرکتیں صرف ماں کو ہی زیب دیتی ہیں کیونکہ ماں اور بیٹی میں پردے کی دیوار نہیں ہوتی اگر اولاد دیوار چن بھی دے تو ماں ہی واحد ہستی ہے جو دیوار پھلانگنے کی جرأت بھی کر سکتی ہے اور اسے مسمار کرنے کی ہمت بھی رکھتی ہے۔

"کاش بیگم تمہیں اپنی طاقت کا اندازہ ہوتا تو آج میں جس صورت حال سے گزر رہا ہوں اس کی نوبت ہرگز نہ آتی۔" وہ دل ہی دل میں سرگوشیاں کرتے ہوئے اپنے اندر ہی اندر آنسو گراتے رہے۔

گزرتے وقت نے دل کے خدشات اور وسوسوں پر ہلکا سا مرہم لگایا تو وہ سردی کے باوجود ہلکی سی غنودگی میں چلے گئے۔ طویل توقف کے بعد سمیعہ کمرے سے دبے پاؤں باہر نکلی اور باہر سے آنے والی لائٹ کی مدھم روشنی میں اس نے خاوند کو صوفے پر ہی ہلکے ہلکے خراٹے لیتے ہوئے دیکھا تو اسے ان پر بے پناہ ترس و پیار آیا اس وقت انہیں جگا کر اپنے کمرے میں لے جانا مناسب نہ لگا اس نے بیڈ سے کمفرٹ اٹھایا اور ان پر ڈال کر بجلی کا بلو آن کر دیا اور خود بھی ٹو سیٹر صوفے پر کمبل لپیٹ کر گٹھڑی بن کر بیٹھی اس مسئلے کے بارے میں سوچنے لگی لیکن صبح طلوع ہونے تک وہ حل تلاش نہ کر سکی۔ ماتا ہر دلیل و ثبوت پر غالب ہو کر مہرو کو ہر لحاظ سے درست قرار دیتی رہی لیکن ساتھ ہی اس کے کردار پر مکمل بھروسہ اور اس کے مستقبل کی فکر بھی دامن گیر رہی اور شوہر کو پیرانائیڈ کا نام دے کر وہ بیٹی کے لیے مضطرب اور شوہر کے اس سلوک و رویے پر سیخ پا ہو کر رہ گئی۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد امجد خان تیار ہو کر آفس چلے گئے اور سمیعہ ماسی کے ساتھ گھر کی صفائی ستھرائی میں مصروف ہوگئی۔ گیارہ بجے مہرو نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا' وہ کسلمندی کی کیفیت میں مبتلا انگڑائیاں اور جمائیاں لیتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ کوکنگ کرنے والی ماسی کو اس نے تحکمانہ انداز میں فرنچ ٹوسٹ بنانے کا آرڈر دیا اور واپس اپنے کمرے میں آ کر یونیورسٹی جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔ تیار ہوتے ہوئے ہیڈ فونز پر وہ قہقہے لگاتے ہوئے مسلسل باتیں کر رہی تھی۔ ماں حسب معمول بے حد نارمل تھی پھر ناشتے کی ٹیبل پر بھی ہیڈ فونز کا استعمال جاری و ساری رہا۔ حتیٰ کہ گاڑی میں بیٹھنے اور یونیورسٹی پہنچنے تک بے حد گہری گفتگو ہوتی رہی جو غالباً کسی کولیگ لڑکے سے تھی۔ لڑکیوں سے نہ تو اتنی طویل گفتگو کرنا اسے گوارا تھا نہ ہی اتنی خوش مزاجی کی ضرورت محسوس ہوا کرتی تھی۔

آج یونیورسٹی میں صرف ایک ہی لیکچر تھا جو ڈھائی بجے ختم ہوا اور انہوں نے گروپ اسٹڈی کے لیے ماہم کے گھر کا انتخاب کیا جو پنڈی کے پرانے علاقے کی پشتوں سے رہائشی تھی۔ یہ گروپ تین لڑکے اور تین لڑکیوں پر مشتمل تھا۔ احمر نے لنچ کو ہسار مارکیٹ میں کرنے کا آئیڈیا دیا جو سب کو بے حد پسند آیا ان چھ کولیگز میں سے

گاڑی کی سہولت صرف مہرو کے نصیب میں تھی جو سب کی ضرورت کے علاوہ عیاشی کا سامان بھی بنتی تھی۔ گاڑی میں جگہ پانچ لوگوں کی تھی جبکہ ضرورت چھ لوگوں کی تھی حسب معمول سب ایک دوسرے کے اوپر گرتے پڑتے گاتے بجاتے، قہقہے بکھیرتے اور سگریٹ کے کش پر کش لگاتے ہوئے سینٹورس پہنچ گئے جبکہ پروگرام کوہسار مارکیٹ جانے کا تھا لیکن نشے میں کسی کو بھی خبر نہ ہوئی۔ احمر ہمیشہ مہرو کے ساتھ نہایت آرام وسکون سے بیٹھا کرتا تھا کیونکہ گروپ اسٹڈی میں یہی لڑکا اس کا پارٹنر بھی تھا اور اس کی مہرو سے دوستی یونیورسٹی میں اکٹھے چار سال گزارنے سے کافی گہری اور اٹوٹ بھی ہو چکی تھی۔ یہی حال ماہم اور زرین کا تھا۔

یہ دو عدد صاحبزادیاں بھی اپنا ساتھی منتخب کرکے مکمل طور پر مطمئن تھیں کیونکہ یہی کولیگز انہیں شادی کا جھانسہ دے کر ان کی قربت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ اس لیے ان کا اس قدر قریب بیٹھنا لڑکیوں کو ناگوار گزرنے کے بجائے بہت محظوظ رکھتا تھا۔ والدین بھی ان کے رشتے ڈھونڈنے سے فارغ البال تھے اس لیے ان کی طرف سے بھی مکمل چھوٹ تھی۔ دوسری طرف مہرو احمر سے شادی کرنا چاہتی تھی حالانکہ اس کے گھر میں اس کی شادی مسئلہ نہ تھی، بیسیوں رشتے اس کی تعلیم مکمل ہونے کے انتظار میں تھے لیکن مہرو دل کا کیا کرتی جو احمر کے عشق میں بری طرح گھائل ہو گیا تھا اور وہ دیوانگی کی حدوں کو چھوتی ہوئی اس سے شادی کی خواہش کا اظہار کرنے لگی تھی وہ کبھی ہاں میں ہاں ملاتا تو کبھی ٹال جاتا، اب وہ اس حد تک آ گے بڑھ چکی تھی کہ وہ کسی اور لڑکے سے شادی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ مہرو اور دوسرے کولیگز نے بھی احمر کو پریشرائز کرنا شروع کر دیا۔ مہرو کے گھر میں جب بھی ہنگامہ کھڑا ہوتا تھا تو وہ احمر کو تمام حالات سنا کر اس کی منت سماجت کرتی اور اسے تڑپ تڑپ کر سمجھاتی کہ اپنے والدین کو رشتہ کے لیے ہمارے گھر بھیجو تاکہ ہر روز کی قل قل ختم ہو اور تم پر میرے گھر کے دروازے کھل سکیں لیکن وہ ہر بار ایک نیا بہانہ اور مجبوری اس کے سامنے رکھ دیتا اور آج لنچ کے دوران اس نے سب کے سامنے پھر اپنا بنیادی مسئلہ رکھا تو احمر نے نہایت معصومیت سے خود کو مظلوم ثابت کرکے پژمردگی سے بولنا شروع کیا۔

"ماں نے بہت زیادتی کی ہے، مجھ سے مشورہ کیے بغیر ہی اپنی بیوہ بہن کی بیٹی سے زبانی کلامی ہی بات پکی کر دی ہے۔ انہوں نے میری تابعداری کا مجھے یہ صلہ دیا ہے، وہ جانتی ہیں کہ میں ماں سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ انکار کرنے کا گناہ عظیم نہیں کر سکتا کیونکہ میری ماں کی زندگی دکھوں کی آماجگاہ میں گزری ہے۔ باپ نے بہت جلد ہی ماں سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور ماں نے چار بچوں کو اسی بیوہ پن کے سہارے اور اسی کی مددگاری، ہمدردی اور توجہ سے پالا تھا۔ اس لیے یہ میری بہت مجبوری ہے کہ ان حالات میں جبکہ میں اپنی فیملی کی ذمہ داریاں اٹھانے کے قابل ہونے والا ہوں، انہیں یہ المناک خبر سنا دوں کہ مجھے اپنی کولیگز سے محبت ہو گئی ہے اور میں اسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ گھسے پٹے ڈائیلاگ کا دور گزر چکا ہے ڈارلنگ...... اب تو وقت ہے اپنی زندگی کو انجوائے کرنے کا۔ شادی تو اس قدر حسین دوستی کے لیے زہر ہے، سنکھیا ہے ویسے بھی بیوی اور گرل فرینڈ کے رشتے میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ بیوی نسل کی پرداخت کرتی ہے اور گرل فرینڈ دل کے جذبات کی ملکہ ہوتی ہے۔" وہ تیزی سے سب کے سامنے بولے جا رہا تھا اور مہرو کو احساس ہوا جیسے وہ زمین کے اندر دھنستی جا رہی ہو اور اسے بچانے والا کوئی مددگار اس روئے زمین پر پیدا ہی نہیں ہوا ہو۔ اس نے تو مجھے محبت کا سرسبز باغ دکھا کر اب ایک بے ہودہ گالی سے منسوب کر دیا۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے احمر...... یہ زیادتی ہے۔ لڑکی کی عزت ایک بار اسے الوداع کہہ دے تو پھر واپس آنا اختیار میں نہیں رہتا۔ مہرو تم پر دل وجان سے فریفتہ ہے اور تم اس کے وہ سچے عاشق ہو جو اس دنیا میں کبھی کبھار ہی پیدا ہوتے ہیں۔" زرین نے تڑپ کر کہا اور اپنے ساتھی کی طرف سراسیمگی سے دیکھا وہ بھی گہری سوچ میں تھا۔ جیسے

احمر کی باتوں پر رضامند ہو۔
"عاشق تو مرتے دم تک رہوں گا' میں بھی تو ایک عجیب سی کشمکش اور بے کلی میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ زرین...... مہرو کو رشتوں کی کمی نہیں ہوگی یہ تو بہت جلد مجھے بھول جائے گی۔ کیا میں ماں کے فیصلے پر خوش ہوں' ہرگز نہیں۔ میں اسے تاحیات فراموش نہیں کرسکتا لیکن میں اس بارے میں مجبور و بے بس ہوں۔ کچھ معاملات ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر انسان کا اختیار نہیں ہوتا اس سچویشن کو ہم جتنی جلدی تسلیم کریں گے ہم سب کے لیے بہتر ہوگا۔" احمر نے خود اعتمادی سے کہا تو ماہم شریر انداز میں گویا ہوئی۔

"وقت کو منصف کا نام دیا جائے تو وہی ہوگا جو ہمارے لیے بہتر ہوگا۔ اس مسئلے کو کل پر چھوڑتے ہیں فی الحال بل منگوایئے اور اپنی پاکٹ میں ہاتھ ڈالیے۔" احمر نے فوراً مہرو کی طرف دیکھا جو پہلے دن سے اس کا بل ادا کررہی تھی اس کی بے وفائی پر آنسو بہاتی ہوئی اس کی برتھ ڈے تک سے لے کر ویلن ٹائن ڈے اسے ہمیشہ قیمتی برینڈڈ شرٹس جینز' ڈاکرز اور پینٹس' ڈریس شرٹس اور بوٹ و جرابوں کے تحفوں سے نوازا کرتی تھی تاکہ وہ اپنے گروپ میں کسی سے کمتر نہ لگے۔ اس کی ان مہربانیوں اور عنایتوں سے احمر مردانہ وجاہت کا شکار لگنے لگا تھا اور یونیورسٹی کی لڑکیاں اس سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈا کرتی تھیں جس کی خبر مہرو کو بھی تھی لیکن اسے اس پر کبھی کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہوا تھا۔ اعتماد اور بھروسہ کا پیمانہ اس قدر گہرا اور ہمہ گیر تھا کہ وہ اسے بیسیوں لڑکیوں کے جھرمٹ میں دیکھ کر بھی خود کو آکاش کا چمکتا ہوا ستارہ سمجھتی تھی۔

سینٹورس کے فورتھ فلور سے کھانے سے فارغ ہوکر سب پارکنگ کی طرف نکل آئے جونہی سب گاڑی کی طرف بڑھے تو مہرو کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر سب نے فکر مندانہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور احمر کو اشارہ کیا تو وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ مہرو کو زرین نے اپنے ساتھ لگا کر تسلی و تشفی دینے کی کوشش کی لیکن مہرو تو سسکنے کے عالم میں خالی الذہنی کیفیت میں سب کو دیکھتے ہوئے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی اور اگلی سیٹ پر ماہم احمر کے ساتھ بیٹھ کر بولی۔

"آج سب اپنے اپنے گھر چلتے ہیں' اسٹڈی نہیں ہوسکتی۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔" احمر منمنایا۔

"ہمیں یونیورسٹی کے گیٹ پر اتار دو ہم ہمیشہ کی طرح یونیورسٹی بس سے گھروں کو سدھار جائیں گے اور احمر تم مہرو کو اس کے گھر کے آخری موڑ تک لے جاؤ' اس کی حالت درست نہیں ہے۔ کیوں مہرو گھر تک ایک میٹر کا فاصلہ تو طے کرلوگی ناں؟" بلال نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا' اس نے کوئی جواب نہ دیا تو ماہم نے رسماً آہستگی سے کہا۔

"احمر ہماری دوست کے ساتھ تم نے اچھا نہیں کیا' خدا کے لیے اپنے الفاظ واپس لے لو کہہ دو کہ تم نے مذاق کیا تھا۔"

"چلو جی ماہ بدولت نے اپنے تمام الفاظ واپس لے لیے لیکن ماہم جو حقیقت ہے وہ تو اٹل ہے۔ اسے قبول کرنا پڑے گا' یہ مذاق نہیں تھا سو فیصد سچ تھا۔ آپ سب مہرو کو سمجھانے کی کوشش کرنا مت بھولیے گا۔ مہرو بہت سمجھ دار ہے' میری مجبوری کو سمجھ جائے گی۔" وہ التجائیہ انداز میں بولا۔

"وہ بعد میں دیکھا جائے گا یار...... تم سا سچا' کھرا اور بے وقوف میں نے آج تک نہیں دیکھا۔" بلال نے اسے آنکھ مار کر کہا تو ماہم نے فوراً اس کے ارادوں کو بھی بھانپ لیا۔ وہ بے ساختگی سے زہر خند لہجے میں بولی۔

"بلال کیا تمہاری اور میری محبت کا بھی یہی انجام ہوگا۔ میری بات کان کھول کر سن لو مجھے تمہاری جان کی قسم میں تمہیں شوٹ کردوں گی۔ میں مہرو نہیں ہوں کہ زبان کو مقفل کرکے سسکتے میں چلی جاؤں گی اور اس سانحے سے نکلنے کے بجائے دکھ و کرب سے ہی مرجاؤں گی۔ میں ماہم ہوں جس نے زندگی میں سروائیو کرنا سیکھا ہے۔"

"نان سینس...... ہم سب نے اپنی دوستی کے وقت کو

مل کرا انجوائے کیا ہے صرف ہمیں ہی قصوروار مت ٹھہرانا۔ احمر مجبور ہے بے چارا ممکنات میں سے ہے کہ میرے گھر والے پنڈی کے محلے سے بھولانے کی مخالفت کریں آخر خاندان والوں کا بھی تو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گروپ اسٹڈی ایک پڑھنے کا طریقہ تھا اس میں دوستی کے لیے ہاتھ دونوں طرف سے بڑھا تھا۔ لڑکی مضبوط کردار کی ہو تو وہ چورا ہے پر بھی محفوظ رہتی ہے اور ایسی ہی لڑکی بیوی بنانے کے قابل سمجھی جاتی ہے آخر ہم ہیں تو اسی معاشرے کے پروردہ جوان اور غیرت مند مرد۔'' بلال نے تمسخرانہ ہنسی میں لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے کہا۔

''تم بھی مذاق کررہے ہو؟'' ماہم نے آہ دباتے ہوئے کہا۔

''جہاں زیب تم کیوں چپ ہو؟ زرین..... ہم دونوں کا فیصلہ ہوچکا اب تمہاری عشقیہ داستان بھی اختتام پر پہنچنے والی ہے کیونکہ جہان بھی سوچ و بچار کررہا ہے کہ چند دنوں بعد یونیورسٹی تو ہمیں فارغ کردے گی پھر پرانی یاری نبھانے کا کیا فائدہ۔'' ماہم نے آنسو پیتے ہوئے کہا تو جہان نے نظریں جھکالیں۔ زرین نے اسی لمحے اس کا گریبان پکڑ کر کہا۔

''جہان چپ کیوں ہو؟ جواب دو کہو کہ ہماری محبت کی کہانی کسی ہیر رانجھے کی سرگزشت نہیں ہے جس کی ٹریجڈی دکھ کرب اور حسرتوں آہوں سے بھرپور داستان کو آج ہمارا معاشرہ چسکے لے کر دہراتا ہے۔ شومئی قسمت کہ جب یہ معاشرہ نئی ہیر اور سسی کو جنم دیتا ہے تو پھر ہر پرانی داستان کا انجام دھمکی کے طور پر عاشقوں کے گوش گزارا جاتا ہے اور سب محبت کے قاتل بن جاتے ہیں۔ کون کہتا ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے لوگ بدل گئے لڑکیوں کو بھی آزادی مل گئی۔ انہیں حقوق سے روشناس کرنے کے لیے تعلیم دی گئی۔ جب ہمیں فریب اور دھوکے بازی پر محبت اور لگاوٹ کا ملمع چڑھا کر لوٹ لیا جاتا ہے تو پھر ایسے نامراد جھوٹے عاشقوں کو معاشرہ سزا کیوں نہیں دیتا۔ جہان میں خود تو برباد ہو ہی گئی ہوں تمہیں کورٹ تک لے جاؤں گی۔ ذلیل و رسوا نہ کیا تو میرا نام زرین نہیں۔'' بے حد جذباتی تقریر۔

''تالیاں...... تالیاں.....'' احمر نے گاڑی چلاتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا تو گاڑی ڈگمگائی اور سب کی چیخیں گاڑی کی چھت کو پھاڑنے لگیں۔

''احمر تم ہوش و حواس میں نہیں ہو تم نے بہت چڑھالی ہے رک جاؤ یار!'' جہان اس کی منتیں کرنے لگا۔ اسی شور شرابے اور ہنگامے میں مہرو اچنبھے سے سب کی طرف دیکھنے لگی گاڑی زگ زیگ بناتی ہوئی سنبھل چکی تھی۔ مہرو نے گردوپیش کا جائزہ لیا گاڑی میں سگریٹ کے دھوئیں کے مرغولے اٹھ رہے تھے۔ اس نے احمر کی طرف دیکھا جو ایک شیطان کی مانند لگ رہا تھا۔

''احمر گاڑی روکو فوراً...... ابھی اور اسی وقت......'' احمر نے اس کی طرف پیچھے مڑ کر حیران کن نظروں سے دیکھا۔

''نشے سے نکل آئی ہو بہت ڈھیٹ ہو۔ دراصل پرانی کھلاڑی ہو ناں۔''

''آگے دیکھو یار! لگتا ہے آج چرس کا سوٹا ہمیں جہنم رسید کرکے چھوڑے گا۔'' بلال نے خوف و نفرت سے کہا۔

''ویسے ہو تم کافی کمزور انسان بھڑکیاں سنو تو تم سے بڑا کوئی غنڈہ اور بدمعاش پیدا ہی نہیں ہوا۔''

''آج سچ اگل دینے کا دن ہے یارو...... تم دونوں بھی حقیقت سے پردہ کشائی کرکے دیکھو کتنا مزہ ہے اس ذائقے میں۔ آزادی ہی آزادی تتلی جیسی حسین مہرو کو بھی اور بھنورہ پنچھی اور ایک بے فکرا ہر پابندی سے عاری انسان احمر کو بھی...... واہ واہ......'' احمر نے گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی کرکے ڈھٹائی اور بے پروائی سے کہا تو ماہم نے ہلکے سے نشے میں جھومتے ہوئے کہا۔

''میں بھی سچ کو سلیوٹ کرنا چاہتی ہوں۔'' اس نے سڑک پر ہی کھڑے ہوکر سب کو سلیوٹ کیا اور ایک ٹیکسی کو روک کر اس میں بیٹھ گئی۔ احمر نے بھی دوسری سائیڈ کا دروازہ کھولا اور ٹیکسی میں اس کے ساتھ چپک کر بیٹھ گیا اور مہرو کی طرف دیکھ کر بائے بائے کرنے لگا۔ مہرو نے نفرت

بھری نظروں سے سب کی طرف دیکھا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔

"لگتا ہے آج کچھ زیادہ ہی ہوگئی۔" وہ سر پکڑ کر بڑبڑائی۔ وہ اسٹیئرنگ پر سر رکھ کر بیٹھ گئی اور سوچ میں ڈوب گئی کہ اس نے ایک بھیانک اور ڈراؤنا خواب تھوڑی دیر پہلے ہی تو دیکھا ہے۔ بلال زرین کی طرف بڑھا تو زرین نے اس کے منہ پر زوردار طمانچہ مارا اور اسے دھمکی دی۔

"خبردار جو ایک قدم بھی آگے بڑھے' ابھی پولیس بلالوں گی۔ جہان! تم تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرو۔ میں تمہاری تھی لیکن تم...... مجھے درندوں کے سامنے پھینک کر تماشائی بن گئے۔"

"پولیس...... میرا کیا بگاڑ لے گی' تیری پولیس کی قیمت چند کڑکتے ہوئے نوٹ ہیں۔" بلال نے مکروہ مسکراہٹ کے ہمراہ اس کے چہرے پر دھوئیں کا مرغولہ پھینکا اور لڑکھڑاتا ہوا مخالف سمت چل پڑا۔ زرین پشیمان سر جھکائے وہیں کھڑی رہی۔ جہان اس کے قریب آگیا۔

"چلو تمہیں گھر تک چھوڑ دوں' اگر الوداع ہی کہنا ہے تو اس کا بھی سلیقہ اور طریقہ رنگ وڈھنگ محبت کی گہرائی کے مطابق ہونا چاہیے آئی لو یو سویٹ ہارٹ۔"

"میری شادی ضرور ہو اس پر میرا حق ہے اور وہ شادی صرف اور صرف تم سے ہوگی۔" مہرو کے کانوں میں جیسے کسی نے سیسہ انڈیل دیا ہو۔ جہان جس کا سب نے نام رکھا ہوا تھا گھنا فریبی' وہ ہی سچا عاشق نکلا۔ مہرو نے خود کلامی کی' وہ وہاں سے جلد از جلد روپوش ہونا چاہتی تھی کیونکہ اس میں ان سچے عاشقوں کی محبت بھری باتیں سننے کی ہمت ہی نہ تھی۔

❀......❀......❀
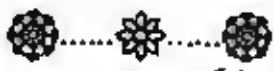
"میں اس منحوس کو گولی سے اڑا دوں گا۔ آج میں نے اپنی آنکھوں سے جو بھیانک منظر دیکھے ہیں' کوئی غیرت مند باپ ان کو نظر انداز کرے ایسی بدکار' بدچلن' بدمعاش اور حرام خور کو سینے سے نہیں لگا سکتا۔" امجد خان نے چیختے ہوئے کہا۔

"بیٹی کے لیے باپ کے منہ سے ایسے القاب زیب نہیں دیتے' توبہ کیجیے امجد...... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" سمیعہ خوف سے لرزتے ہوئے بولی۔

"تم نے ایک لفظ بھی بولا تو تمہیں اسی چہیتی لاڈلی اور پاک باز بیٹی کے ساتھ ہی رخصت کردوں گا' فقط ایک لفظ کو تین بار کہنے کی ضرورت ہے۔ اگر تم میری بات مان جاتیں تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ ان دو ٹکے کے چھوکروں کی یہ جرأت نہ ہوتی' کیا مجال کہ انہوں نے ان لڑکیوں کی عزت وتحریم کی پاسداری کی ہو۔ سڑک کے کنارے سب کے سامنے منہ کالا کرنے میں جو معمولی سی شرم وہتکی محسوس ہوئی ہو۔ میں ان تین جوڑوں کی کہانی سمجھ گیا ہوں یہ مل کر کوکین اور چرس کا نشہ بھی کرتے رہے اور یہ جنہیں بھی عصمت دری اور جنہیں ایک عام فعل اور بے حد معمولی بھی سمجھتے رہے۔ تیری بیٹی نے بھی مجھے زمانے بھر میں رسوا اور بدنام کردیا ہے۔ تم کہتی ہو کہ زمانہ بدل گیا ہے' لوگ بدل گئے ہیں تو جاؤ اپنی ماڈرن بیٹی کے تمام کارنامے خاندان والوں کو فخر سے سناؤ۔ تمہیں اس کا جواب مل جائے گا کہ زمانہ اور لوگ کس حد تک بدلے ہیں۔" وہ غیظ وغضب سے چیخ رہے تھے ان کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔ اسی لمحے مہرو گھر کے اندر داخل ہوئی اور صورت حال کو سمجھے بغیر ہی سیدھی کمرے میں پہنچ کر دروازہ لاک کرلیا۔

امجد خان دکھ کے مارے سینے پر ہاتھ رکھے صوفے پر ہی لیٹ گئے اور بیگم کمرے میں فرش پر ہی سجدے میں گر کر دعا میں مانگنے لگی۔

اگلی صبح گھر میں کہرام مچ گیا' مہرو نے خودکشی کرلی کیونکہ دکھ درد اور کرب و پچھتاوے کا پلڑا محبت کی شدت کے مطابق ہی ہلکا اور بھاری ہوتا ہے۔

سانسوں کی مالا پہ
اقرأ صغیر احمد

خطا کسی کی ہو یہ سزا کسی کو ملے
یہ بات جبر نے چھوڑی ہے ہر صدی کے لیے
وہ مجھ کو چھوڑ گیا تو مجھے یقین آیا
کوئی بھی شخص ضروری نہیں کسی کے لیے

اس نے ہاتھ کو شال میں لپیٹا ہوا تھا۔ سارا رستہ درد برداشت کرتی آئی تھی کمرے میں آتے ہی ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے تھے وہ شدت سے رو دی۔

''بہت اسٹوپڈ ہو تم۔'' ابوبکر اس کے پیچھے چلا آیا اور وہ اسے دیکھ کر گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

''دکھاؤ' کہاں لگی ہے؟'' جنت نے شال ہٹائی ہاتھ سے جو خون سے سرخ ہو رہا تھا خون ابھی بھی تیزی سے نکل رہا تھا۔

''بیٹا...... فرسٹ ایڈ بوکس۔'' رمضان بابا دستک دیتے اندر آئے۔

''یہاں رکھ دیجیے اور سنئے' نانی جان کو کچھ مت بتائیے گا۔ بہت معمولی سی چوٹ ہے جو ان محترمہ کی بے وقوفی کی وجہ سے ہی لگی ہے نامعلوم کیوں ان لڑکیوں کو ایسی چیپ حرکتیں کر کے دوسروں کی ہمدردیاں سمیٹنے کا شوق ہوتا ہے۔'' بابا گردن ہلاتے ہوئے چلے گئے اور وہ بوکس سے کاٹن اور ڈیٹول نکال کر اس کا ہاتھ صاف کرنے لگا۔ وہ ہونٹوں کو بھینچے خاموش بیٹھی تکلیف برداشت کر رہی تھی ہاتھ بری طرح سے زخمی ہوا تھا۔ درمیانی انگلی کا ناخن ذرا سا اٹکا ہوا تھا' خون وہیں سے تیزی سے نکل رہا تھا۔ اس نے کوئی دوا لگائی تھی جس سے خون کا اخراج بند ہو گیا تھا۔

''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں ہاتھ گاڑی کے دروازے میں دب گیا ہے؟''

''مجھے آپ سے ڈر لگ رہا تھا۔'' وہ بمشکل گویا ہوئی۔

''مجھ سے ڈر لگ رہا تھا......! میں کوئی بھوت پریت ہوں؟ ڈریکولا ہوں جو تمہارا خون پی جاؤں گا۔'' اس نے کہتے کہتے ناخن جھٹکا دے کر علیحدہ کر دیا' شدت سے وہ بلبلا اٹھی' بے اختیار نکلنے والی چیخ سے کمرہ گونج اٹھا تھا۔

''ٹیک اٹ ایزی' اگر یہ ناخن اسی طرح لٹکا رہتا تو اس سے زیادہ درد ہوتا' بار بار درد برداشت کرنے سے بہتر ہے ایک بار ہی برداشت کر لیا جائے۔'' اتنی شدت تکلیف وہ کوشش کے باوجود برداشت نہ کر سکی اور رونے لگی اس کے رونے پر بے ساختہ اس نے اس کی طرف دیکھا۔

''جو لوگ وقت پر عقل استعمال نہیں کرتے' ان کو پھر رونا پڑتا ہے۔'' وہ اس کی بھیگی آنکھیں اور آنسوؤں سے تر چہرہ دیکھ کر تمسخرانہ انداز میں بولا پھر اس کا درد کی شدت سے کانپتا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر ڈریسنگ کرنے لگا انداز میں بے رحمی تھی۔

❀......❀......❀

رباب کچھ دنوں سے دیکھ رہی تھی دردہ زیادہ وقت ہارون کے ساتھ گزارنے لگی ہے۔ انہیں اس کا اس طرح وہاں بھاگ بھاگ کر جانا پسند نہ تھا پھر آج کل ہارون ذہنی و دماغی طور پر الجھا ہوا تھا مستزاد یہ اس کے ساتھ رہنے کو تیار نہ تھی۔ کئی ہفتے سے وہ میکے میں تھی' وہ ہارون کے تشدد اور عجیب و غریب رویہ سے خوف زدہ تھی۔ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ دردہ کو ہارون سے دور رہنے کا کہیں گی اور ان کو موقع مل گیا تھا' وہ کھانے کے بعد اپنے کمرے میں گئی تو وہ بھی اس کے پیچھے ہی آ گئی تھیں' وہ انہیں دیکھ کر پریشانی سے گویا ہوئی۔

''کیا ہوا آپو...... بہت سیریس لگ رہی ہیں آپ؟''

''بات ہی کچھ ایسی ہے جو مجھے سنجیدہ ہونا پڑا۔''

''ایسی کیا بات ہے آپو؟'' وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''دردہ...... تم جانتی ہو نا میں تم سے کس قدر پیار کرتی ہوں' کس قدر فکر رہتی ہے مجھے تمہاری' رات و دن میرے اسی سوچ میں گزرتے ہیں کہ جلد از جلد تم بھی اپنے گھر کی ہو جاؤ۔ عمر برف کی مانند ہوتی ہے لمحہ لمحہ پگھلتی جاتی ہے۔'' وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر بولیں۔

"اس میں کوئی شک نہیں آپ مجھ سے بے حد محبت کرتی ہیں۔ ممی ڈیڈی کے بعد آپ نے مجھے بہت کچھ پیار دیا۔ بھائی نے بھی کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے بھائیوں سے بڑھ کر ہیں وہ۔" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے جتانے والے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"سب جانتے بوجھتے پھر ہارون سے تعلقات کس نوعیت پر بڑھا رہی ہو؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ ہارون سے تعلقات کی نوعیت...... کیا مطلب ہوا اس سوال کا؟" وہ ان کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا کر بولی۔

"تم کم عمر نہیں ہو درہ...... جو تمہیں ایک ایک بات سمجھانی پڑے تم اچھی طرح جانتی ہو ہارون ایک شادی شدہ مرد ہے اور اس کی بیوی بھی یہاں موجود نہیں...... پھر ایسے میں تمہارا وقت بے وقت وہاں جانا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"آپ یہ بات اچھی طرح جانتی ہیں ہارون سے میری پرانی دوستی ہے اور آپ بہن ہو کر اس دوستی کو غلط رنگ دے رہی ہیں کمال ہے۔" وہ شانے اچکاتے ہوئے خفگی سے بولی۔

"کوئی دوسرا غلط رنگ نہ دے اس لیے میں تمہیں سمجھا رہی ہوں اپنے بڑھتے قدموں کو روک لو قبل اس کے کہ...... واپسی کا کوئی راستہ نہ رہے۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

❀....❀....❀

بہت سے خواب
دیکھے تھے......
بہت سی خواہشیں
کی تھیں......
مگر......
ہر خواہش ادھوری رہی
ہر خواب حسرتوں میں بدل گیا
پھر......
جانے کیوں
تجھے پانے کی
خواہش کی
تیرے ساتھ کا
خواب دیکھا......

وہ اس کی ڈریسنگ کر کے اپنے بیڈ روم کے برابر والے روم میں چلا آیا تھا دل پر ایک ان دیکھا بوجھ آن پڑا تھا۔ اس کی بے پروائی کی وجہ سے اس لڑکی کا بہت سا خون ضائع ہوا اور وہ جس صبر سے بے انتہا تکلیف تمام راستے بالکل خاموشی سے برداشت کرتی آئی تھی۔ گہری شرمندگی کے ساتھ ساتھ ناچاہتے ہوئے بھی وہ اس کی برداشت واستقامت کا معترف ہو گیا تھا کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ اس کی جگہ کوئی دوسری لڑکی ہوتی تو قطعی طور پر اتنی تکلیف برداشت نہ کر پاتی۔ کہ جو وہ بہت خاموشی سے سہہ گئی تھی اور اف تک نہ کیا تھا۔ رات کے آخری پہر وہ بوجھل بوجھل احساسات کے ساتھ نیند کی وادی میں اترا تو برخلاف عادت صبح دیر سے بیدار ہوا تھا۔ وال کلاک کی سوئیاں گیارہ پر براجمان تھیں پردے ہٹا کر ونڈو اوپن کی تو سامنے دور پہاڑوں پر دھوپ چمک رہی تھی وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

"اماں بی اور جنت بیٹی ناشتا کر چکی ہیں۔" رمضان بابا نے ناشتا سرو کرتے ہوئے اطلاع دی۔

"ایک عرصے بعد اتنی گہری نیند سویا ہوں میں۔" وہ بوائلڈ ایگ پر کالی مرچیں چھڑکتا ہوا گویا ہوا۔

"چلیں اچھا ہے بیٹا...... آپ کی نیند پوری ہوئی صبح کے نکلے آپ رات کو ہی گھر آتے ہیں۔ آپ کے لیے آرام بے حد ضروری ہے اتنی محنت کرتے ہیں آپ۔" بوڑھے ملازم کے لہجے میں ان کے لیے اپنائیت و شفقت تھی۔ وہ ناشتے کے بعد اماں بی کے کمرے میں چلا آیا سلام کرتے ہوئے وہ چونکا۔

جنت ان کے بیڈ پر بے سدھ سو رہی تھی وہ ایزی چیئر پر بیٹھیں ہاتھ میں تسبیح پکڑے کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اس کے سلام کا جواب انہوں نے بڑی سنجیدگی سے دیا تھا۔ ابوبکر کو کسی سنگین گڑبڑ ہونے کا احساس ہوا تھا۔

"آج میں اتنی دیر تک سوتا رہا نانی جان...... آپ نے مجھے بیدار بھی نہیں کروایا اور میرے بغیر ناشتا بھی کر لیا؟" وہ صوفے پر بیٹھتا ہوا خفگی سے بولا۔

"رات اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے تم نے بیٹا...... نیند تو تمہیں کھل کر آنی تھی۔" انہوں نے اپنے انداز میں ایک زبانی وار کیا تھا جو بھرپور تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا...... کیا کارنامہ انجام دیا ہے میں نے؟" وہ چونک کر بولا۔

"کار کے دروازے میں اس کا ہاتھ بری طرح کچل کر رکھ دیا ہے تم نے۔"

"کیا.....؟" بے ساختہ جنت کی طرف دیکھتا ہوا وہ کہہ اٹھا۔

"اس بے قصور لڑکی کو گھورنے کی ضرورت نہیں۔"

"پھر آپ کو الہام ہوا ہے نانی جان؟" وہ بری طرح تپا۔

"جو باتیں چہروں پر لکھی نظر آجائیں تو الہام کی ضرورت نہیں پڑتی ہے' جنت نے تمہاری حمایت میں یہی بتایا ہے کہ اس کی غلطی کی وجہ سے ہاتھ دروازے میں آیا ہے مگر میں جانتی ہوں تمہاری غلطی کی وجہ سے یہ ہوا ہے بلکہ میں کہوں گی تم نے جان بوجھ کر بچی کو تکلیف دی ہے۔" ان کی انتہا کی بدگمانی نے اسے شدید شاک پہنچایا تھا وہ متحیر رہ گیا۔

"آپ سمجھتی ہیں' میں ایسا کرسکتا ہوں؟"

"ہاں بالکل کرسکتے ہو تم نے ایسا کیا ہے کیونکہ تم پہلے تو اسے لانے سے ہی منع کررہے تھے پھر گئے بھی تو اتنے بگڑے تیوروں سے کہ میں تو پچھتائی تھی تمہیں بھیج کر۔ خاصی دیر انتظار کیا مگر برا ہو ان دواؤں کا جن کے نشے میں سونے کے بعد صبح ہی میری آنکھ کھلی تھی۔ صبح خاصا دن چڑھنے کے بعد جب میرے کمرے میں جنت نہ آئی تو مجھے عجیب سی بے چینی نے آن گھیرا میں بولائی ہوئی تمہارے کمرے میں گئی' دستک کے لیے دروازے پر گئی تو دروازہ جو پہلے ہی کھلا ہوا تھا' ہاتھ لگانے سے کھلتا چلا گیا' مجھے شک ہوا تم وہاں نہیں ہو۔" وہ شعلہ جوالہ بنی ہوئی تھیں۔

"اوہ..... چوری پکڑی گئی۔" اس نے بددلی سے سوچا ان کے غصے کی وجہ بھی سمجھ آئی۔

"اندر جاکر دیکھا وہ بیڈ پر تنہا تھی اور بخار میں آگ کی طرح دہک رہی تھی' پورا ہاتھ اوپر تک سوجھ رہا تھا' ڈاکٹر کو بلاکر چیک اپ کروایا بہت درد ہے ہاتھ میں' اپنے ساتھ یہاں لے آئی تھی کہ یہاں میں دیکھ بھال تو کرلوں گی' وہاں لاوارثوں کی طرح پڑی تو نہ رہے گی۔"

"نانی جان.....! آپ میری نانی ہیں یا اس کی؟" وہ بے ساختہ مسکرادیا۔

"جنت پہلے ہی مجھے عزیز تھی اور اب تو قدرت نے اس سے میرا رشتہ بھی بنادیا ہے لہٰذا میں اس کی بھی نانی ہوں۔" ان کی خفگی کم نہ ہوئی تھی۔

"میں محسوس کررہا ہوں اس کی نانی بننے کے بعد آپ میری جانی دشمن بن گئی ہیں۔"

"ہاں..... ہاں اور بھی کچھ کہنا چاہو وہ بھی کہہ دو اپنی غلطی پر شرمندہ نہ ہو' دوسروں کو ہی مورد الزام ٹھہراؤ' یہ تربیت کی ہے میں نے تمہاری ابوبکر..... کتنی شرم کی بات ہے اتنی تکلیف میں جنت تنہا تڑپتی رہی اور تم مزے سے دوسرے کمرے میں سوتے رہے' میرے بچے..... تم ایسے تو نہ تھے' تم تو زخمی پرندوں کی بھی مرہم پٹی کردیا کرتے تھے۔" وہ آبدیدہ ہوگئیں۔

"آپ کی لاڈلی کی مرہم پٹی کی تو تھی میں نے' ایسے نہیں چھوڑا تھا۔"

"رات وہاں رکنے میں کیا حرج تھا' آخرکار تمہاری بیوی ہے یہ۔"

"دیکھیے نانی جان....." وہ ان کی نم آنکھیں صاف کرتا نرمی سے گویا ہوا۔ "میں گستاخی نہیں کررہا ہوں' آپ نے کہا جنت سے شادی کرلو' میں نے شادی کرلی۔ آپ نے کہا اسے اپنے روم میں جگہ دوں' میں نے پورا روم دے دیا۔"

"مگر تم کہاں ہو' خالی کمرے کا وہ اچار ڈالے گی؟" وہ اس کی بات قطع کرکے ناگواری سے گویا ہوئیں' ان کی تکرار میں جنت بیدار ہوگئی تھی۔

"یہی تو میں آپ کو بتانا چاہ رہا ہوں' وہ میری زندگی میں آگئی ہے میرے دل میں نہیں۔ محبت کا تعلق دل کے رشتوں سے ہوتا ہے بنا محبت رشتہ نبھانا میں منافقت سمجھتا ہوں۔" اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"کیا تم دریا کے کناروں کی مانند ساتھ ساتھ چلتے رہو گے اور ملو گے نہیں؟" وہ یاسیت بھرے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"آپ کی خوشی کے لیے یہ کافی ہے کہ ہم ساتھ ہیں۔"

"مجھے اپنی دعاؤں پر پورا یقین ہے دیکھنا ایک دن تم دونوں ایک ہوجاؤ گے اور میں یہ دعا کرتی رہوں گی۔"

"آمین ثم آمین۔" جنت کے دل سے صدا نکلی۔

❀.....❀.....❀

گرمی کی دوپہر تھی سب اے سی کی ٹھنڈک میں کمرے بند کیے خوابوں کی وادیوں میں گم تھے۔ وردہ نے اپنے کمرے سے نکل کر محتاط انداز میں رباب کے کمرے کا جائزہ لیا اور وہاں پھیلا ہوا سناٹا بتارہا تھا کہ وہ سورہی ہیں پھر بھی دل کی تسلی کے لیے وہ چند منٹ کھڑی وہاں سن گن لیتی رہی اور جب یقین ہوگیا کہ وہ سورہی ہیں تو اس نے اطمینان سے ہارون کے کمرے کی طرف قدم بڑھادیے تھے' وہ بڑے بے زار انداز

میں بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔

"خاصا بورنگ اسٹائل ہے تمہارا' کیا ادینہ فون ریسیو نہیں کررہی؟" اسے دیکھ کر بھی اس کے انداز میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی تو وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پاس رکھے موبائل کو دیکھ کر گویا ہوئی۔

"ایک ہفتے سے اس کا موبائل آف جارہا ہے اس نے سم چینج کرلی ہے۔"

"اوہ...... تم اس سے ملنے نہیں جارہے؟"

"دو تین بار گیا ہوں لیکن اس سے مل نہیں پایا' چوکیدار دروازے سے ہی واپس لوٹا دیتا ہے۔" اس کے لہجے میں خجالت داشتعال پنہاں تھا وہ بار بار بالوں کو ہاتھوں میں جکڑتا پھر چھوڑ دیتا تھا۔

"تم اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے ہو بلاوجہ نخرے دیکھ رہے ہو۔" اس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہمدردی سے کہا۔

"میں نے اسے حاصل کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا' بہت مشکلات فیس کی' بے شمار جھوٹ بولے' بے حساب چالیں چلی ہیں جب جاکر وہ میری دسترس میں آئی تھی۔" وہ جذباتی ہورہا تھا۔

"آئی تھی اور آکر جاچکی ہے اور اب وہ واپسی کا ارادہ بھی نہیں رکھتی' تم سے علیحدگی چاہ رہی ہے یہ یاد نہیں ہے تمہیں؟"

"دردہ جاؤ یہاں سے۔" وہ ایک دم کھڑا ہوکر دھاڑا۔

"کیوں آجاتی ہو روز تم یہاں مجھے ادینہ کے خلاف بھڑکانے کے لیے' کتنی بار کہا ہے پیچھا چھوڑ دو میرا' آخر تم چاہتی کیا ہو؟"

"میں چاہتی کیا ہوں...... ہوں...... تم ابھی تک سمجھے نہیں ہو؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی ذومعنی لہجے میں گویا ہوئی۔

"نہیں سمجھا تم سمجھاؤ تو شاید سمجھ جاؤں۔"

"میری آنکھوں میں دیکھو تمہیں ان میں چاہت دکھائی نہیں دیتی؟ میں تمہاری محبت کی آگ میں کب سے جل رہی ہوں اور تم ہو کہ......"

"کیا کیا...... یہ کیا کہہ رہی ہو تم' ہوش میں ہو دردہ؟" اس کی اظہار محبت پر وہ حیران و پریشان ہوگیا تھا۔

"تمہیں معلوم ہے میں ادینہ سے محبت کرتا ہوں۔"

"لیکن وہ تم سے محبت نہیں کرتی' اس نے ابوبکر سے محبت کی اور ابھی بھی وہ اسی سے محبت کرتی ہے۔" وہ بلا کی پُراعتماد تھی۔

"جھوٹ بولتی ہو تم' اس نے کل بھی مجھ سے محبت کی تھی اور آج بھی وہ مجھ سے ہی محبت کرتی ہے۔" اس کے لہجے میں تلخیاں گھلی ہوئی تھیں۔

"اچھا پھر تم تنہا کیوں ہو؟ وہ تم سے علیحدہ ہونا کیوں چاہتی ہے ہارون...... تم سچائی سے نظریں کیوں چرارہے ہو؟" وہ اس کے قریب چلی آئی۔ "ادینہ صرف ایک سراب ہے تم کب تک اس کے پیچھے بھاگو گے؟"

"وہ مجھے چھوڑ دے گی' یہ اس کی خوش فہمی ہے اور تم مجھے پالوگی یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ بہتر یہی ہے تم اس خیال کو دل سے نکال دو۔" وہ لفظ جما جما کر بولتا ہوا آگے بڑھنے لگا تھا۔

"میں نے تمہاری خاطر کیا کچھ کیا ہے یہ تم فراموش کرچکے ہو میں نہیں۔ اگر میں نے زبان کھول دی تو تم کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہو گے۔" وہ کہہ کر چلی گئی۔

❁......❁......❁

اس کے ہاتھ کا زخم بھر چکا تھا اس دوران اماں بی نے اس کو آنکھ کا تارا بنا کر رکھا ہوا تھا وہ حتی المقدور ابوبکر کی بیگانگی و بے التفاقی کی کمی دور کرنے کی سعی میں مگن رہتی تھیں وہ جس نے اتنی بے لوث محبت وچاہت پانے کا تصور بھی نہ کیا تھا وہ سرشار تھی ان کی شفقتوں کی چھاؤں میں اور کوشش کرتی تھی کہ ان کو اس سے کوئی شکایت نہ ہو' زیادہ سے زیادہ ان کی خدمت میں جتی رہتی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے خوش اور مطمئن تھیں اور ان کی خوشی واطمینان کا گھر میں واحد دشمن ابوبکر تھا' وہ محسوس کررہا تھا۔ دن بہ دن نانی جان اس سے دور ہورہی ہیں اور جنت سے قریب۔ یہ اسے کسی صورت گوارا نہ تھا' شعور کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی جس ہستی کو اس نے خود سے قریب و مخلص دیکھا تھا وہ فقط نانی جان تھیں یا بڑے ماموں احسان تھے جو باپ کی طرح اسے گائیڈ کرتے آئے تھے۔ گزرے حالات نے ان کو اس سے دُور کردیا تھا وہ بہت کم اس سے ملتے تھے اور لگتا تھا نانی جان کو جنت اس سے چھین رہی ہے۔ فقط نانی جان کے علاوہ وہ کسی کو خاطر میں لانے والا بھی نہ تھا' کوئی نہ ملے اسے پروانہ بھی مگر نانی اس سے دور ہوجائیں یہ اس کے لیے موت کی مانند تھا۔

"آپ نے مجھے بلایا؟" وہ ناک کرکے اندر آکر گویا ہوئی۔

"ہاں بلایا ہے میں نے' بیٹھو۔" وہ بیڈ پر نیم دراز تھا۔
"کافی لاؤں آپ کے لیے؟" حسب توقع وہ بری طرح ڈری سہمی ہوئی تھی۔
"کافی لانے کا آرڈر میں رمضان بابا کو دے سکتا تھا' تم بیٹھو مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" بلو ٹراؤزر' وائٹ لوز ٹی شرٹ میں ملبوس اس کے وجیہہ چہرے کی سرخیاں خاصی نمایاں تھیں' وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ وہ تیز ہوتی دھڑکن کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی وہ اٹھا اور دروازہ کھول کر محتاط انداز میں باہر جھانک کر دیکھا پھر دروازہ لاکڈ کر کے اس کی طرف بڑھنے لگا تھا اس کی حرکات و سکنات خاصی مشکوک تھیں۔
وہ کیا کرنے والا تھا اس کے ارادے کیا تھے؟ جنت جو اس کا جائزہ لے رہی تھی اپنی طرف اس کو آتے دیکھ کر گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔
"بیٹھ جاؤ' میں نے تم کو ہڑپ کرنے کی نیت سے نہیں بلایا۔" وہ بے تکلفی سے اس کے قریب ہی بیٹھ کر بولا۔
"ہاتھ دکھاؤ اب بھی کوئی زخم باقی ہے کیا؟"
"نہیں بالکل ٹھیک ہوگیا ہے میرا ہاتھ۔" وہ کنفیوز تھی۔ اس نے بڑے اعتماد سے اس کا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھاما اور گلابی مائل سی لمبی انگلیوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہنے لگا۔
"اس فنگر کا ناخن ابھی نہیں آیا؟" وہ اس کی انگلی دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا جس کا ناخن اس نے کھینچ کر نکالا تھا وہاں زخم ٹھیک ہوگیا تھا اور ابھی ہلکی گلابی اسکن اس پر موجود تھی اور ہلکی سی تکلیف ابھی بھی موجود تھی۔
"تکلیف ہوتی ہے اس میں؟" اس نے آہستہ سے انگلی دبائی تھی' درد ہونے کے باوجود وہ خاموش رہی تو اس کے چہرے پر کوئی رنگ ابھر کر غائب ہوا تھا۔
"میں نے تم سے کہا تھا' ہماری شادی مشروط طور پر قائم رہ سکتی ہے۔ تم کو وہ کرنا ہوگا جو میں کہوں گا' کرو گی نا؟" بہت حکمیہ انداز تھا اس کا۔
"جی...... جی...... جو آپ کہیں گے وہ کروں گی۔"
"نانی جان کا حکم ماننا چھوڑ دو۔" بلا کا پرسکون لہجہ تھا۔
"جی...... یہ...... آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" وہ بھونچکا رہ گئی۔ اس کی ہرنی کی مانند خوف زدہ نگاہیں اس کی نگاہوں سے ٹکرائی تھیں۔ صحراؤں جیسی ویرانی' کنوؤں کی مانند گہرائی تھی ان آنکھوں میں اور ان گہرائیوں میں ایک سکوت تھا۔ ایسا پر ہول سکوت جو مقابل کو بھی دہشت زدہ کردے۔
"میں ایسا کیسے کرسکتی ہوں کہ...... اماں بی کا حکم نہ مانوں۔"
"میں کہہ رہا ہوں تم اس لیے ایسا کرو گی۔" اس کا ہاتھ وہ دانستہ اپنے ہاتھوں میں دبائے بیٹھا تھا اس کے انکار پر گھائل انگلی کو دباتے ہوئے غرایا۔
"کہو کرو گی نا...... نانی جان کی ہر بات کی نفی کرو گی نا؟"
"میں ایسا کیسے کرسکتی ہوں؟" درد سے وہ بلبلا اٹھی۔
"جس طرح بھی ہو تم کو ان کی ہر بات سے انکار کرنا ہے۔ ان کو اس حد تک بے زار کردینا کہ وہ تمہارا چہرہ دیکھنا پسند نہ کریں۔" وہ اطمینان سے اس کی انگلی دبائے کہہ رہا تھا اور درد کی شدت سے وہ بے آواز رونے لگی تھی اس کے بہتے آنسو بھی اس کٹھور کو نرم نہ کرسکے تھے۔
"میں ایسا نہیں کروں گی' ہرگز نہیں کروں گی۔" درد کی شدت نے اس کے اندر عجیب سی بے خوفی بھر دی تھی۔
"چٹاخ......" اس نے غصے سے بپھرتے ہوئے پوری شدت سے اس کے رخسار پر تھپڑ جڑا تھا۔ وہ جو پہلے ہی درد سے بے حال تھی بھرپور تھپڑ کی تکلیف بالکل سہہ نہیں پائی ہوش و خرد سے بیگانہ ہوکر اس کے ہاتھوں پر ہی گر گئی۔
"اوہ یہ کیا مصیبت ہے؟" اس نے اسے اٹھا کر بیڈ پر ڈالا۔ اس کی بے ہوشی نے اس پر اتنا اثر نہ ڈالا تھا' جتنا وہ اس کے صاف وشفاف رخسار پر فوراً ابھر آنے والے اس کی مضبوط انگلیوں کے نشان تھے جو سرخی کی صورت میں ابھر آئے تھے اور بے حد واضح تھے۔
"نجانے یہ کیا ہو رہا ہے میں سیدھی چال چلتا ہوں اور خود بخود سب کچھ الٹ ہوتا چلا جاتا ہے۔ نانی جان پہلے ہی مجھ سے خفا ہیں اب اگر انہوں نے اس کے چہرے پر یہ نشان دیکھ لیا تو سمجھ جائیں گی' مارا ہے میں نے اور پھر نا معلوم کس انداز میں خفا ہوں گی۔" جنت بیڈ پر بے سدھ پڑی تھی اس کا چہرہ ابھی آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا' بائیں رخسار پر انگلیوں کا نشان نمایاں تھا۔ ابوبکر دونوں ہاتھوں میں سر تھامے پریشان کھڑا تھا بہت عرصے بعد اس کے چہرے کی سنگلاخ سنجیدگی برف کی طرح پگھلی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا ایسا کیا طریقہ ہو کہ اس کے رخسار پر موجود تھپڑ کا نشان نانی جان کی نگاہوں میں نہ آئے کیونکہ وہ جانتا تھا اسے ڈرا دھمکا کر نانی سے شکایت کرنے سے

بازرکھ سکتا تھا۔

جنت کو ہوش میں لانے کی سعی اس نے قطعی نہ کی تھی اگر فکر تھی تو صرف نانی کی ناراضگی و خفگی کی' وہ ساری دنیا کی خفگی برداشت کرسکتا تھا' پوری دنیا کے لوگوں کی اسے ضرورت نہ تھی' ضرورت تھی تو فقط نانی کی' پروا تھی تو تنہا نانی کی اور سوچتے سوچتے دماغ شل ہو گیا تھا نہ کوئی ترکیب ذہن میں آئی تھی نہ آئی وہ ٹہل ٹہل کر تھک گیا تھا پھر اسے خیال آیا جنت کو یہاں آئے خاصا وقت گزر گیا ہے۔ نانی کو کسی چیز کی ضرورت نہ ہو اس خیال کے آتے ہی وہ وہاں سے نکل کر ان کے روم میں آیا تھا۔ وہ بستر پر دراز بے خبر سو رہی تھیں وہ کچھ دیر کھڑا وہاں ان کو دیکھتا رہا پھر بے آواز چال چلتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

رات کے کسی پہر جنت کی آنکھ کھلی اور آنکھ کھلتے ہی حواس بیدار ہو گئے تھے۔ انگلی میں اٹھتی ٹیسیں اور بائیں رخسار کا بھاری پن ایک لمحے کے لیے اس کی یادداشت سے وہ لمحے محو نہ ہونے پائے تھے جن لمحوں میں اس ظالم شخص نے اپنی بربریت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کے بارے میں سنا تھا وہ ظالم تھا' وہ حیوان تھا وہ لٹیرا تھا۔ صرف ایک گواہی اس کے خلاف جاتی تھی' وہ سب تھا مگر عصمت کا دشمن نہ تھا۔ جان کا دشمن تھا' کسی کو اذیت دینے میں اسے ذرا جھجک نہ آتی تھی جس طرح سے اس نے اس پر اپنی منوانے کے لیے ٹارچر کیا تھا اور پلٹ کر دیکھا بھی نہ تھا' یہ خیال آتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

کمرے میں نائٹ بلب روشن تھا۔ جس کی نیلگوں روشنی میں طمانیت آمیز ٹھنڈک ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ وہ کاؤچ پر دراز کسی میگزین کے مطالعہ میں مصروف تھا آہٹ پر مڑ کر دیکھا اور اسے بیدار دیکھ کر میگزین ٹیبل پر رکھ کر اس کے قریب چلا آیا۔

"امید ہے ہوش ٹھکانے آگئے ہوں گے۔" وہ گردن جھکائے بیٹھی رہی۔

"آئی نو تم اب پلاننگ کر رہی ہوگی کہ نانی جان سے میری شکایت لگانے کی تاکہ تمہیں مزید ریلیف مل جائے اور تم ان کو مجھ سے زیادہ دور کرسکو۔" وہ اپنے رویہ پر شرمندہ ہونے کے بجائے الٹا اسے الزام دے رہا تھا۔ "یاد رکھنا تم نے نانی جان کو ایک لفظ بھی بتایا تو وہ تمہارا اس گھر میں آخری دن ہوگا ایک لمحے میں تمہیں نکال باہر کروں گا۔"

"یہ کیسی محبت کرتے ہیں آپ اماں بی سے ایک طرف ان کی حکم عدولی کرنے کا مجھے کہتے ہیں اور پھر مجھے ہی......"

"شٹ اپ! میں کوئی بکواس برداشت نہیں کروں گا نانی جان میرے لیے کیا ہیں اور میں کیا چاہتا ہوں یہ ان کا اور میرا معاملہ ہے۔" غصے سے جتایا۔

"پھر آپ کیوں چاہتے ہیں میں اماں بی کی حکم عدولی کروں؟ کیا آپ یہ بات برداشت کریں گے کہ ان کی بات رد کی جائے۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"دراصل بات یہ ہے کہ نانی جان تمہیں لے کر میرے معاملے میں بے حد حساس ہو رہی ہیں۔ ان کا خیال ہے میں تمہارے ساتھ زیادتی کر رہا ہوں' تمہیں تمہارا حق نہیں دے رہا' وغیرہ وغیرہ اس سارے معاملے کو ایشو بنا کر وہ مجھ سے دن بہ دن دور ہوتی جا رہی ہیں۔ ان کا یہ رویہ مجھے اپ سیٹ کیے ہوئے ہے۔ میں نے کبھی وہ کام نہیں کیا جس پر میرا دل راضی نہ ہو' میں سمجھتا ہوں جسموں کے ملاپ سے زیادہ دلوں کا ملاپ ضروری ہے ورنہ ہوس و حق میں رتی برابر فرق نہیں رہتا ہے۔ حق سرخرو کرتا ہے' ہوس رسوا کردیتی ہے۔" اس کے لہجے میں نرمی در آئی تھی رسانیت سے بول رہا تھا۔

"میں تم سے محبت نہیں کرتا اور نہ ہی اب محبت مجھے کسی سے ہوگی' محبت کے لیے جو دروازہ کبھی وا ہوا تھا وہ اب ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے اور اس دروازے میں لگی چابی گم ہو چکی ہے۔ تم جس طرح میری زندگی میں آئی ہو اسی طرح خاموشی سے واپس بھی چلی جاؤ۔" وہ بڑی سفاکی سے اس کی انا و خودداری پر وار پر وار کر رہا تھا وہ ہونٹ کاٹتی خود کو دلاسہ دے رہی تھی۔ اندر کی بیدار ہوتی عورت کو تھپک رہی تھی کیونکہ اماں بی نے نصیحت کی تھی سب کچھ کرنا مگر کبھی بھی اندر کی سوئی عورت کو جاگنے نہ دینا۔ وہ ایک بار بیدار ہوگئی تو ہمیشہ کے لیے رشتہ تہس نہس ہو جائے گا پھر کہاں کا صبر' کیسی برداشت' سب مٹی میں رل جائے گا۔

"آپ بے فکر رہیں' میری طرف سے کبھی کوئی ڈیمانڈ نہیں ہوگی۔"

"لیکن...... یہاں نانی جان مداخلت کرتی ہیں۔" وہ زچ ہوا۔

"میں سنبھال کرلوں گی انہیں آئی پرامس یو۔"

"اچھا......" وہ وہاں بیٹھا تو وہ دور کھسک گئی تھی۔

"یہ جو تمہارے چہرے پر نشان آیا ہے اس نشان کو کس

طرح چھپاؤ گی؟"
"چھپالوں گی یہ میرا ہیڈک ہے۔" اس کا لہجہ پُراعتماد تھا۔
"ہوں..... آل رائٹ جیسا کہا ہے ویسا ہی کرنا۔ دوسری صورت میں میں کیا کرسکتا ہوں' اپنا انجام جانتی ہو تم۔" وہ دھمکی دیتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

❀.....❀.....❀

جو کام محض نفس کی تسکین اور انا کی بقا کے لیے کیا جائے وہ چند دنوں کی خوشی کا باعث ضرور بنتا ہے مگر ایسی خوشی کی عمر بے حد مختصر ہوتی ہے اور اس کے ساتھ جڑے ہوئے دکھ و پچھتاوؤں کا سلسلہ بہت طویل ہوتا ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوتا ہے پھر حاوی ہوتا چلا جاتا ہے اور انسان سوچتا ہے۔ کاش جو اس نے کیا وہ نہ کیا ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا' ایسے ہی ملال و پچھتاوؤں میں ان دنوں ہارون گھرا ہوا تھا۔ بلاوجہ ابوبکر کے ساتھ انا کی جنگ شروع کی اور جس کو جیتنے کے لیے ضمیر کا سودا کیا تھا۔ مکاریوں' چالاکیاں' جھوٹ و بہتان کو ہتھیار بنا کر وہ خودساختہ جنگ جیت کر اکڑ اکڑ کر چلنے لگا تھا۔

ادینہ کو جیت کر گویا دنیا فتح کرچکا تھا لیکن وہ فتح کا سرور' محبت کا گھمنڈ اتنی ہی زندگی لے کر نمودار ہوا تھا جتنا پانی میں پیدا ہونے والے بلبلے کی ہوتی ہے ادینہ کو پانے کی ساری تدبیریں' تمام سازشیں سانپ بن کر گلے سے چمٹ گئی تھیں اور اسے ہر لحہ ڈسنے لگی تھیں۔ اسے معلوم تھا وردہ ابوبکر کو پسند کرتی ہے اس کی خواہش پر ہی رباب نے ابوبکر کو پرپوز کیا تھا جس کا ردعمل اس کی طرف سے منفی آیا تھا تب سے ہی وردہ کے دل میں انتقام کی آگ سلگنے لگی تھی۔ اس نے جب سے ابوبکر کے موبائل میں ادینہ کی سیلفیز دیکھی تھیں اور اس کی خوب صورتی پر دل ہار بیٹھا تھا کیونکہ ابوبکر سے دوستی کا وہ دعوے دار ضرور تھا مگر وہ اس کی دولت وجاہت و اسمارٹنس سے جلتا تھا۔ جب دو انسان کسی کی تباہی کا منصوبہ بنالیں تو قسمت سے ہی شکار ہونے والا شخص بچ سکتا ہے اور اس وقت اس کی تقدیر نے یاوری نہیں کی تھی وہ اس سے اور وردہ سے شکست کھا گیا تھا اور اس کے ساتھ وہی ہوا تھا جیسا انہوں نے چاہا تھا۔

آج کا دوست کل کا دشمن ثابت ہوتا ہے اسی لیے اپنے رازوں کی حفاظت دوستوں سے بھی کرنے کا بتایا گیا ہے۔ کل وردہ اس کی بہترین دوست تھی' اکلوتی راز داں تھی' ابوبکر کے ساتھ کیے گئے ڈرامے کا اسکرپٹ اس نے ہی لکھا اور اداکاری بھی خود ہی کی تھی اور لاجواب پرفارمنس دی تھی۔ آج بدلتے وقت کے ساتھ وہ بدترین دشمن تھی وہ اس کو متعدد بار شادی کی آفر کرچکی تھی اور اس نے ہر بار انکار کردیا تھا۔ وہ جانتا تھا وردہ آزاد خیال و بے باک لڑکی ہے لڑکوں سے اس کی دوستیاں تھیں۔ رباب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر وہ ٹورز پر جایا کرتی تھی۔ ایک طرف وہ ادینہ کی ہٹ دھرمی سے پریشان تھا جو میکے جا کر آنے کا نام نہیں لے رہی تھی تو دوسری طرف وردہ شادی نہ کرنے کی صورت میں بلیک میل کررہی تھی کہ اس کا سارا کچا چٹھا گھر والوں کے اور ادینہ کے سامنے کھول دے گی' دونوں صورتیں ہی ناقابل برداشت تھیں۔

گھر والوں کو علم ہوگیا تو پھر وہ تاحیات ان سے نگاہیں ملانے کا اہل نہ رہے گا اور ڈیڈی جنہوں نے ہمیشہ ابوبکر کو اس پر فوقیت دی تھی۔ وہ کبھی بھی اسے معاف نہیں کریں گے اور ادینہ..... وہ بھی پلٹ کر نہیں آئے گی۔ سوچوں کے صحرا میں ننگے پاؤں تپتی ریت پر وہ سرگرداں تھا۔ کوئی ایسا نہ تھا جسے وہ اپنے جلتے دل کا حال سنائے' بچپن سے اس نے اپنی ماں سے گائیڈ لائن حاصل کی تھی اور اسے اب سمجھ آئی تھی کہ ماں کی تربیت میں کمی تھی۔ ماں کو صرف ماں ہونا چاہیے صرف اپنی بچوں کی ماں نہیں بننا چاہیے' ماں کی شان کو یکسانیت و برابری زیب دیتی ہے جو خوبیاں جو اچھائیاں و خیر خواہی وہ اپنے بچوں کے لیے چاہتی ہے بالکل ایسی ہی سوچیں دوسرے بچوں کے لیے رکھنی چاہئیں۔ اس کی ماں نے ان کی خاطر ہر خواہش بغیر کہے پوری کی تھی۔ وہ بہن بھائیوں میں بڑا تھا' اسے محبت بھی زیادہ ملتی اور چاہتیں بھی ابوبکر والدین کے سایئے سے محروم تھا۔ دادی جان اس کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں اور یہ نہ اس کی ماں کو پسند تھا نہ رباب آنٹی کو وہ سب کی موجودگی میں ابوبکر کو دکھاوے کا پیار کرلیا کرتی تھیں اور تنہائی میں یہی شکوے کرتی دکھائی دیتیں کہ وہ لڑکا ان کے بچوں کے حصے کی محبتیں ہڑپ کررہا ہے اور یہیں سے اس کی دل میں اس کے لیے بغض پیدا ہوا اور وہ بھی مانگ کر کبھی چرا کر اور کبھی چھین کر اس کی پسندیدہ و ضروری چیزیں لینے لگا تھا۔ اس چھینا جھپٹی میں ہمیشہ ماں کا تعاون حاصل رہا' انہوں نے ہر بار یہی کہا "یہ تمہارا حق ہے"' اگر وہ اس کی پہلی حرکت پر ہی تھپڑ لگا دیتیں یا سرزنش کردیتیں کہ یہ برا کام ہے آئندہ نہیں کرنا وہ کبھی نہ کرتا لیکن وہ صرف اس کی ماں تھیں ابوبکر کے لیے

صرف ایک حاسد و کم ظرف عورت۔ آج اس خود غرض ماں اور کم ظرف عورت کو بھی سزا مل رہی تھی۔ کچن میں فرش پر کانچ کا ڈنر سیٹ ٹوٹ کر بکھرا پڑا تھا۔ نفیسہ دوپٹے میں منہ چھپائے رو رہی تھیں' رباب قریب کھڑی ان کو دلاسے دیتی ساتھ بکھرے ڈنر سیٹ کو بھی تاسف سے دیکھ رہی تھیں۔

''بھابی..... آپ کیوں اس قدر رو کر خود کو ہلکان کر رہی ہیں' آپ کو معلوم ہے ہارون کی ذہنی حالت درست نہیں۔ اللہ جانے کیا ہوگیا ہے اسے؟ بالکل بدل کر رہ گیا ہے وہ۔'' رباب نفیسہ کو پانی کا گلاس دیتی گویا ہوئی۔

''کسی کی نظر لگ گئی ہمارے خوشیوں بھرے گھر کو' سمجھ نہیں آتا ایسا کیا ہوا ہے کن بلاؤں نے ہمارا گھر دیکھ لیا ہے؟ ہارون کی حالت ابوبکر جیسی ہوگئی ہے جیسے وہ گھر سے نکالے جانے کے بعد ہنسنا' مسکرانا بھول کر گم صم ہوگیا تھا۔''

''ارے آپ ہارون کو کہاں اس بدمعاش سے ملا رہی ہیں' اس نے گناہ کیا تھا' قصوروار ہے وہ۔'' وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر کچن سے باہر لے آئی تھیں۔

''یہی میں سوچ رہی ہوں' ایسے قبیح فعل کو انجام دینے کے بعد بھی ابوبکر کی حالت میں ایسی دیوانگی نہیں آئی ہے جو ہارون کے مزاج میں در آئی ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہیں نہ کہیں کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔'' وہ صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔

''کیسی گڑبڑ بھابی؟'' وہ بھی چونک کر گویا ہوئیں۔

''یہ مجھے خود بھی معلوم نہیں ہے لیکن ہارون کا تیزی سے بگڑتا ہوا مزاج بات بے بات غصہ کرنا' معمولی باتوں پر توڑ پھوڑ کرنا اس کے پیچھے کوئی بڑی وجہ ہے' کوئی انجانا سچ چھپا ہے اس سب کے پیچھے۔''

❀.....❀.....❀
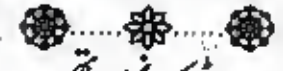
اماں بی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ جنت کی وجہ سے میڈیسن ان کو ٹائم پر ملتی تھی وہ اپنی بساط سے بڑھ کر ان کا خیال رکھا کرتی تھی مگر وہ پرہیز کو فوقیت نہ دیا کرتی تھیں۔ بیماری کوئی بھی ہو دوا سے زیادہ پرہیز فائدہ پہنچاتا ہے۔ پرہیز کے معاملے میں وہ کسی سے بھی کمپرومائز کرنے کو تیار نہ تھیں اور یہی وجہ تھی کہ ان کو مسلسل شوگر' بلڈ پریشر اور سلو ہارٹ بیٹ کی شکایت عموماً رہنے لگی تھی پھر وہ ہسپتال جانے سے بھی کتراتی تھیں۔

''نانی جان..... نہ آپ ہسپتال جانے کو تیار ہیں اور نہ پرہیز کرنے کو راضی ہیں' آپ ہی بتائیے اس طرح آپ تندرست کس طرح ہوں گی؟'' جھنجھلاہٹ سے وہ بہت نقاہت محسوس کررہی تھیں۔ ابوبکر نے بہت چاہا وہ چیک اپ کروالیں مگر وہ کسی صورت ہسپتال جانے کو راضی نہ ہوئیں تو اسے کال کر کے ڈاکٹر کو گھر پر ہی بلوانا پڑا اور چیک اپ کے بعد جو رپورٹ وہ دے کر گیا تھا وہ بالکل بھی اچھی نہیں تھی۔

''میں ٹھیک ہوں بیٹا..... تم پریشان ہرگز مت ہوا کرو۔''

''کیسے نہ ہوا کروں؟ آپ کے علاوہ میرا ہے کون' آپ کو میرا ہی خیال نہیں۔'' وہ ان کے سر کا دوپٹہ درست کرتا ہوا فکر مندی سے بولا' جنت بھی پریشان سی بیڈ کے قریب کھڑی تھی۔

''ایک عرصہ تمہارا خیال رکھا ہے ابوبکر..... اب مجھے تم اس ذمہ داری سے آزاد کردو۔'' وہ آنکھیں بند کرتی ہوئیں کمزور لہجے میں گویا ہوئیں۔

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں نانی جان..... ! مجھ سے آپ ناراض ہیں' کوئی غلطی ہوگئی ہے مجھ سے؟'' وہ تڑپ اٹھا۔

''نہیں نہیں..... میری جتنی بھی تم سے ناراضگی تھی' شکوے و شکایات تھیں وہ سب تم نے جنت سے شادی کر کے ختم کردی ہیں اب مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں بس ایک التجا ہے اگر مانو تو۔''

''التجا نہیں نانی جان..... حکم دیجیے آپ۔'' وہ ان کا ہاتھ چومتا ہوا بولا۔

''جنت کو کبھی کوئی دکھ مت دینا' خواہ میں زندہ رہوں یا نہ رہوں۔ میں نے جنت کے مرتے ہوئے باپ سے وعدہ کیا تھا' جنت کو خوش رکھنے کا میرا وعدہ تمہیں نبھانا ہے میرے قول کو سچ ثابت کرنا ہے۔'' وہ حسب عادت جنت جنت کا راگ الاپ رہی تھیں پھر اس سے عہد و پیمان کر کے وہ دواؤں کے زیر اثر سو گئی تھیں۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ نانی جان سے کوئی بات نہ کرنا پھر بھی تم نے ان کو سب کچھ بتا دیا' کیوں کیا تم نے ایسا بتاؤ؟'' اماں بی کے سونے کے بعد وہ اس کا بازو پکڑ کر گھسیٹتا ہوا کمرے میں لے کر آیا اور کارپٹ پر پھینکتا ہوا دھاڑا۔

''میں نے انہیں کچھ نہیں بتایا۔'' وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے گویا ہوئی۔

''جھوٹ مت بولو' نانی جان جس انداز میں بات کررہی تھیں' اس سے صاف ظاہر تھا تم ان کو ایک ایک

جولائی 2016ء 125

بات جتا چکی ہو۔"
"میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ میں نے اماں بی کو کچھ نہیں بتایا۔" وہ اس کی شرربار نگاہیں خود پر شدت سے محسوس کررہی تھی۔
"جنت جنت کی گردان وہ ایسے ہی نہیں کرنے لگی ہیں' ضرور تمہاری کوئی چال ہے۔ تم ان کو میرے خلاف کرنے میں کامیاب ہوگئی ہو۔"
"آپ کے خلاف...... میں ایسا کیوں کروں گی؟ آپ نے مجھے دل سے قبول نہیں کیا یہ آپ کی مرضی لیکن میری زندگی میں آنے والے آپ پہلے اور آخری مرد ہیں زندگی کی آخری سانس تک آپ کا نام میرے نام کے ساتھ لگا رہے گا۔ آپ کو میرا ساتھ ایک لمحے کے لیے بھی گوارا نہیں مگر میں نے آپ کا ساتھ اس دنیا تک سوچا ہے جہاں ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔" وہ کہہ کر وہاں سے نکل گئی اور ابوبکر ششدر رہ گیا تھا۔

جنت نے جذبات میں آکر دل کی بات کہہ دی تھی اور جیسے ہی اپنے کہے گئے لفظوں کا احساس ہوا تھا وہ پھر ایک لمحہ بھی وہاں ٹھہر نہ سکی تھی تقریباً وہاں سے بھاگتی ہوئی وہ ٹیرس پر آ گئی اور گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ باہر ہر سو سبزہ ہی سبزہ تھا۔ خوب صورت ہریالی تھی' بلند و بالا پہاڑوں کی کوکھ سے گرتے جھرنے روح پرور مناظر پیش کررہے تھے۔ وہ کافی دیر تک آنکھیں بند کیے ناہموار سانسوں کو ہموار کرنے کی سعی میں مگن رہی تھی بلاشبہ جو اس نے کہا وہ ایک ایک لفظ سچا تھا' نامعلوم نکاح کے مقدس بندھن کی تاثیر تھی یا اس کی مردانہ وجاہت کی کشش وہ اس کی محبت میں خود کو فراموش کر بیٹھی تھی' بہت عجیب محبت تھی اس کی۔ وہ اس سے خوف زدہ بھی رہتی تھی اور محبت بھی کرتی تھی اور یہاں اس کے جذبوں کو خود اعتمادی دینے میں' چاہت کو ابھارنے میں اماں بی کا ہاتھ تھا۔ وہ موقع ملتے ہی اسے اس کے قریب جانے کی' اپنی طرف راغب کرنے کی ترغیب دیا کرتی تھیں۔ ابھی وہ اپنے دل کو سنبھال ہی پائی تھی کہ رمضان بابا نے وہاں آکر شریفہ کے فون آنے کی اطلاع دی وہ ان کے پیچھے لاؤنج میں چلی آئی تھی۔

"جنت...... تم تو اپنے ٹھاٹ باٹ میں وہاں جا کر ایسی مست ہوگئی ہو کہ ہم غریبوں کا تمہیں خیال بھی نہیں آرہا ہے کہ ہم کس حال میں جی رہے ہیں؟" فون پر اس کی آواز سنتے ہی وہ اپنے مخصوص انداز میں شروع ہوگئی تھیں۔
"کیا ہوا چھوٹی ماں...... کیوں اتنے غصے میں ہو؟ دو دن پہلے تو بات کی ہے تم سے اور صدف سے اب روز روز فون کرنا مناسب نہیں ہے۔" وہ لجاجت سے بولی۔
"دل پر ہاتھ رکھ کر کہو تم اپنی سگی ماں سے بھی یہی کہتیں کہ روز روز بات نہیں کرسکتی؟ ہم سوتیلے ہیں اس لیے ہماری تمہیں بالکل فکر ہے نہ پروا۔"
"تم بار بار سوتیلے پن کو کیوں درمیان میں لاتی ہو ماں؟"
"تم مجبور کرتی ہو مجھے درمیان میں لانے کے لیے' اگر تم نے ہمیں سگا سمجھا ہوتا تو آج ہم بھی کسی شاندار کوٹھی میں بیٹھ کر تیری طرح مزے کررہے ہوتے' نہ کہ اس دو کمرے کے بوسیدہ کوارٹر میں پڑے ہر وقت اپنے نصیبوں کو رو رہے ہوتے۔" اس کی رونے کی بھونڈی آواز ریسیور سے گونجنے لگی۔
"پلیز چھوٹی ماں...... روؤ تو نہیں۔" وہ پریشان ہونے لگی۔
"کیوں نہ روؤں جب مقدر میں رونا لکھا ہے' تم نے ابھی تک بہروز کی نوکری کی بات بھی نہیں کی۔ تم چاہتی ہی نہیں ہو ہمارے دن بدلیں' ہم بھی زندگی کا سکھ دیکھیں۔ یہ بھی اوپر والے کا کام ہے کسی کو چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے اور ہم جیسوں کو صرف چھپڑ ہی دیتا ہے۔" اس کے لہجے میں صرف حسد و ناشکری تھی۔
"ایسا مت کہو چھوٹی ماں...... میں بہت جلد بہروز بھائی کی نوکری کی بات کروں گی۔ مجھے موقع کی تلاش ہے اور جیسے ہی موقع ملا میں ضرور بات کروں گی' تم بالکل بھی پریشان مت ہو سب ٹھیک ہوجائے گا۔"
"تمہاری ان جھوٹی تسلیوں پر مجھے اعتماد نہیں ہے مگر کیا کروں مجبوراً اعتبار کرنا پڑے گا۔ بس آج کل میں بہروز کی کسی اچھی سی جگہ نوکری لگواؤ اپنے خاوند سے کہہ کر۔" عجب دھونس بھرا لہجہ تھا۔
"میں کوشش کروں گی' چھوٹی کیسی ہے اب تو کئی ماہ کی ہوگئی ہوگی' اس نے بیٹھنا سیکھا ہے یا نہیں؟" بھانجی کے لیے اس کے لہجے میں محبت ہی محبت تھی۔
"ارے ابھی کہاں بیٹھنا سیکھنا ہے کمزور بچی ہے وہ ہی بات ہے غربت کی ماری وہ ننھی سی جان بھی جھیل رہی ہے۔ اب تم ہی ہو جو ہم سب کے دن بدل سکتی ہو۔" اس کی وہی مرغ کی

ایک ٹانگ تھی۔

"توبہ ماں...... کیسی فضول بات کر رہی ہو دن بدلنے والی صرف اللہ کی ذات ہے اس کے ہی حکم سے سب بدلتا ہے۔ ایسی باتیں کر کے مجھے کیوں گناہ گار کر رہی ہو ایسی باتیں اچھی نہیں ہوتیں۔" وہ جاہل ان پڑھ عورت تھی اللہ کی حکمتوں کو نہ جاننے والی جنت اس کی بات پر تھرا کر رہ گئی اور اسے سمجھانے لگی تھی جواباً وہ اپنی ہی کہنے میں مصروف رہی تھی۔

جنت کی خوشیاں اسے ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھیں اگر اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ اس سے چھین کر صدف کے مقدر میں ڈال دیتی۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے ہم کسی سے ملتے ہیں تو بعد میں پچھتاوا ہوتا ہے کاش! ہم ان سے نہ ملے ہوتے اور کسی سے بات کر کے لگتا ہے کہ ان سے بات ہی نہ کی ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔ شریفہ بھی ایسے ہی لوگوں میں شامل تھی جس سے ملنے بات کرنے کے بعد وہ کئی دنوں تک ملال کا شکار رہا کرتی تھی۔

اب وہ اسے کیا بتاتی کہ صرف اماں بی کے دم سے وہ اس گھر میں موجود ہے اور جس کے نام سے وہ یہاں آئی ہے وہ بے حس شخص تو ہر لمحہ اسے یہاں سے نکالنے کی خواہش میں جیتا ہے۔

❀......❀......❀

جنت سے بات کرنے کے بعد وہ اسے کوس رہی تھی قریب بیٹھی صدف اپنی بیٹی کو سری لیک کھلا رہی تھی۔ بچی خاصی صحت مند و گول مٹول سی تھی اور بیٹھنا سیکھ چکی تھی صدف نے منہ بنا کر کہا۔

"اماں...... تمہیں فاطمہ کے بارے میں جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"پیسہ ایسے ہی نہیں بٹورا جاتا بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اب میں اسے کیا بتاتی کہ تمہاری بیٹی موٹی تازی ہو رہی ہے پھر کر لیتا تھا اس نے خیال۔"

"چربی تو تم پر بھی خوب چڑھ رہی ہے اور لگتا ہے دماغ پر بھی زیادہ چڑھ گئی ہے جب ہی جھوٹ بولتے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ جنت نے یہاں آ کر دیکھا تو سارا جھوٹ دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔"

"ارے یہ بھی خوب ہے بھئی میں یہ سب تمہارے اور فاطمہ کی خاطر کر رہی ہوں مجھے اپنی فکر نہیں ہے تم لوگوں کی فکر ہے اور رہی بات جنت کے یہاں آنے کی تو وہ جب یہاں آئے گی دیکھا جائے گا۔" ابھی وہ بحث میں مصروف ہی تھیں کہ بہروز عجلت میں اندر آیا۔

"اماں...... وہ صاحب آئے ہیں۔" وہ بہت حیران و پریشان تھا۔

"کون صاحب آئے ہیں کس کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ...... ابوبکر صاحب...... جنت بہن کا شوہر۔" ابوبکر کا نام سنتے ہی وہ دونوں بھی بوکھلاہٹ کے ساتھ گھبرا کر کھڑی ہوئی تھیں۔

"وہ بن بلائے کیسے آ گئے؟ وہ تو بلانے سے بھی آنا پسند نہیں کرتے۔" صدف بچی کو اٹھا کر اندر چلی گئی تھی تاکہ حلیہ درست کر سکے اور شریفہ نے جلدی سے ہاتھ سے بال درست کیے اور شال اوڑھی تھی۔ بہروز جو اطلاع دے کر الٹے پاؤں واپس گیا تھا چند لمحوں بعد ابوبکر کے ہمراہ اندر آیا تھا۔ لائٹ کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس اس کی وجیہہ شخصیت اس چھوٹے سے صحن میں خوب نمایاں لگ رہی تھی سارا ماحول اس کے لباس سے پھوٹتی خوشبوؤں کے حصار میں مہک اٹھا تھا۔

"سلام صاحب! آپ ہمارے گھر آئے ہیں ہمارے تو نصیب جاگ گئے ہیں آیئے تشریف رکھیے۔" شریفہ کے منہ سے پھول جھڑ رہے تھے وہ تابعداری میں بچھے جا رہی تھی اور اسے کچھ دیر قبل جنت سے کی جانے والی اس کی خود غرض ہو حاکمیت سے بھری گفتگو یاد آ رہی تھی۔ اس مکار اور لالچی عورت پر اسے پہلے دن سے بھروسہ نہ تھا پھر جیسے ہی رمضان بابا نے فون کی اطلاع دی تھی اس نے خاموشی سے ایکسٹینشن پر ساری گفتگو سنی تھی اور ایک فیصلہ کر کے یہاں چلا آیا تھا۔

"یہ جگہ آپ کے شایان شان تو نہیں ہے مگر......" شریفہ اسے ہنوز کھڑا دیکھ کر سامنے رکھے صوفوں کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہی تھی اور اس نے کھڑے کھڑے گھر کا جائزہ لیا تھا۔ گھر چھوٹا ضرور تھا لیکن ضرورت زندگی کی آسائشات سے بھرا ہوا تھا ایک ملازمہ کچن میں مصروف تھی گھر ہر طرح سے آسودہ حالی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

"میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا ہوں۔" اس کے اصرار پر وہ سخت لہجے میں بولا۔ "اس بیگ میں اتنا روپیہ ہے جس سے تم کوئی من پسند کاروبار کرنے کے ساتھ ساتھ کوئی بہترین گھر بھی خرید سکتے ہو۔" اس نے ہاتھ میں تھاما ہوا بیگ بہروز کو دیتے ہوئے کہا۔ "اب آپ کو جنت کو فون کر کے پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ شریفہ کی طرف دیکھ کر سرد لہجے میں کہہ

قرآنی آیات کی عام فہم تفاسیر جنہیں

مشتاق احمد قریشی

نے مستند تفاسیر اور حوالوں سے آراستہ کیا ہے

کتاب کا نام	
تفسیر سورۃ اخلاص	تفسیر آیات ربنا اتنا
تفسیر معاذ اللہ	تفسیر سورۃ النصر
تفسیر سورۃ العصر	تفسیر سورۃ الہب
تفسیر سورۃ الکفرون	تفسیر آیات اللہ ذوالجلال
تفسیر سورۃ الفاتحہ	تفسیر سورۃ الشمس
تفسیر سورۃ کلمہ طیبہ	تفسیر سورۃ القریش
تفسیر سورۃ معوذتین	لقد خلقنا الانسان
تفسیر سورۃ الکوثر	تفسیر سورۃ القدر
تفسیر آیات السلام علیکم	آسمانی صحیفے اور قرآن
تفسیر آیات یاایھا الذین امنو	تفسیر سورۃ الماعون
امام اعظم حیات وفقہی کارنامے	

ملنے کا پتا: نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز۔ 7 فرید چیمبر عبداللہ ہارون روڈ کراچی

اسلامی کتب خانہ۔ فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار، لاہور

رہا تھا۔ شریفہ نے لپک کر بہروز کے ہاتھوں سے بیگ جھپٹا تھا اور زپ کھول کر اندر لال لال نوٹوں کی گڈیاں دیکھتے ہوئے خوشی سے تھرتھراتی آواز میں گویا ہوئی۔

"نہیں نہیں..... اب تو وہ خواب میں بھی میری آواز نہیں سنے گی۔"

"اگر تم نے بھول کر بھی جنت سے دوبارہ پیسہ مانگنے کے لیے رابطہ کیا تو سوچ لینا تمہاری زندگی پھر آخری سانس تک جیل میں گزرے گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں' میں جنت کو اب کبھی تنگ نہیں کروں گی۔" شریفہ نے بیگ کی زپ بند کر کے سینے سے لگا لیا تھا۔

"صاحب ٹھنڈا گرم کچھ تو لیں آپ ہمارا گھر میں پہلی دفعہ آیا ہے۔" خاموش کھڑے بہروز نے پہلی بار زبان کھولی تھی۔

"نہیں شکریہ..... میں چلتا ہوں۔" وہ کہہ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔ ڈرائیور کو بھی ہدایت کر دی تھی کہ آئندہ جنت کو یہاں نہ لائے۔ ابوبکر کے جاتے ہی شریفہ نے ملازمہ کو چھٹی دی اور دروازہ بند کر کے صدف کے کمرے میں آ گئی تھی جو بچی کو کپڑے بدلا رہی تھی۔ شریفہ نے بیگ بیڈ پر الٹ دیا تھا نوٹوں کی گڈیوں کا ڈھیر دیکھ کر ماں بیٹی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"اُف اتنا روپیہ..... یہ لاکھوں کی تعداد میں ہے۔" صدف نے دونوں رخساروں پر ہاتھ رکھتے ہوئے حیرانی سے کہا۔

"بہروز..... اندر آؤ میں نے ایک بات سوچی ہے جس پر ابھی سے عمل کرنا ضروری ہے۔" شریفہ نے سنجیدگی سے بہروز کو آواز دی۔ شریفہ رقم دیکھ کر یہ ڈر رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ابوبکر کا ارادہ بدل جائے اور وہ رقم واپس لے جائے۔ اس خوف سے شریفہ گھر چھوڑ کر آزاد کشمیر چلی گئیں تھیں اور وہیں بہروز کو کاروبار کروا دیا تھا۔

❀.....❀.....❀

ابوبکر نے شریفہ کو رقم دے کر آنے کا ذکر نہ اماں بی سے کیا تھا نہ جنت سے' کیونکہ وہ رقم جنت کی محبت میں ہرگز دے کر نہ آیا تھا بلکہ وہ شریفہ کی نیچر سمجھ گیا تھا کہ وہ لالچی اور ظالم عورت ہے جس کا دین وایمان صرف پیسہ ہے اور ایسے لوگ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔ خالد ماموں لمبے عرصے کے لیے بزنس کے لیے جرمنی جانے کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے وہ کال کر کے اماں بی کو کئی بار کراچی واپس آنے کا کہہ چکے تھے اور احسان ماموں کے دل سے بھی خفگی و بے گانگی کی برف پگھلنے لگی تھی۔ وہ اماں بی کے علاوہ ابوبکر سے بھی کراچی آنے کا کہہ چکے تھے گو کہ ان کے لہجے میں پہلے جیسی بے تکلفی و شگفتگی نہ رہی تھی۔

جب رشتوں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں پھر لہجوں میں تکلف دے گانگی جگہ بنا لیتی ہے اور اپنے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وہ نانی ہونے کے ساتھ ایک ماں بھی تھیں' اولاد کے بے سروپا باتوں دگستاخانہ رویوں نے ان کا دل ان کی طرف سے کدورت سے بھر دیا تھا اور ابوبکر کے ساتھ یہاں چلی آئی تھیں اور ان کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھا تھا کیونکہ انہوں نے بھی کوئی رابطہ نہ کیا تھا' ان کا غصہ وقتی تھا۔ ہر ماں کا غصہ و خفگی وقتی ہوتی ہے کوئی ماں اپنی اولاد سے لمبا عرصہ ناراض نہیں رہ سکتی۔ ان کا غصہ بھی آہستہ آہستہ از خود اترتا گیا اور ان کی سماعتیں منتظر رہا کرتی تھیں' بچوں کی طرف سے آنے والی کالز کی' اب وہاں سے فون آنے لگے تھے اور ان کا دل یہاں سے اچاٹ ہونے لگا تھا مگر ابوبکر سے نہیں کہہ پا رہی تھیں۔ پھر اچانک ہی اللہ نے ان کی سن لی' ابوبکر کو بزنس کے سلسلے میں کراچی جانا پڑ گیا تھا ساتھ انہیں اور جنت کو بھی لے جا رہا تھا۔

"نانی جان..... وہاں جانے کا جب سے آپ نے سنا ہے آپ کے چہرے کی خوشی بتا رہی ہے آپ کتنا خوش ہیں۔" کافی دنوں بعد ان کے چہرے کو خوشی سے چمکتے دیکھ کر وہ سنجیدگی سے بولا۔ "آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ آپ ان کو یاد کر رہی ہیں' میں آپ کو وہاں چھوڑ آتا۔ کس قدر گلٹی فیل کر رہا ہوں میں یہ سوچ کر کہ آپ میری خاطر خود سے لڑتی رہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے بچے..... تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں' جتنی محبت تم مجھ سے کرتے ہو میرا خیال رکھتے ہو ایسی محبت اور ایسا خیال وہ سب مل کر بھی نہیں کر سکتے جتنے تم تنہا کرتے ہو۔ دراصل بڑی بہو نے جب سے ہارون کی طبیعت کے بارے میں بتایا ہے میرا دل نہیں لگ رہا' اللہ جانے ایسا کیا ہوا ہے جو وہ ذہنی مریض بن گیا ہے۔" ہارون کے ذکر پر اس کا چہرہ سپاٹ ہو گیا تھا۔

"ہٹ دھری و ضدی وہ شروع سے تھا' نفیسہ کو لاکھ دفعہ سمجھایا کہ اس کی ہٹ دھری نہیں مانا کرو' بے جا ضدیں پوری

نہ کیا کرو۔ اس طرح بچے کو اپنی منوانے کی عادت پڑ جاتی ہے جو بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ پختہ ہوتی جاتی ہے لیکن نصیحت کرنے والے لوگ ہمیشہ ہی کانٹوں کی طرح سے چبھتے ہیں۔ نفیسہ بھی مجھے اپنا اور ہارون کا دشمن سمجھنے لگی تھی‘ وہ سمجھتی تھی میں صرف تم سے محبت کرتی ہوں ہارون یا کسی اور بچے سے مجھے محبت نہیں اور یہی خیال اکثر رباب بھی ظاہر کیا کرتی تھی‘ خیر وہ اپنی کرنی کا پھل کاٹ رہی ہیں۔ میں نے کل بھی اپنے بچوں سے محبت کی تھی اور آج بھی کرتی ہوں۔ کوئی بدنصیب عورت ہی ہوگی جو اپنے خون کی اپنی نسل کی دشمن ہوگی۔“ وہ تاسف زدہ لہجے میں بولیں۔

”آپ شاہ پیلس میں رہیں گی؟“ معاذ وہ چونک کر استفسار کرنے لگا۔

”تم وہاں نہیں رہو گے کیا؟ میں نے تمہاری انیکسی بھی ڈیکوریٹ کروادی ہے۔“

”سوری نانی جان! میں وہاں رہنا نہیں چاہتا اور آپ بھی ان سے مل کر آیئے گا‘ رہیں گی آپ میرے ساتھ کلفٹن والے اپارٹمنٹ میں۔“

”تم وہاں کیوں رہنا نہیں چاہتے؟“ وہ پریشان ہونے لگیں۔

”پلیز...... اب کیا بتاؤں آپ کو سب معلوم ہے۔“ وہ آہستگی سے گویا ہوا۔

”سچ صرف اللہ کو معلوم ہے اور وہی حق پر فیصلہ کرے گا‘ اگر وہاں تم رہنا نہیں چاہتے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی‘ تم جنت کے ساتھ جہاں چاہے رہ سکتے ہو۔“

”وہ میرے ساتھ نہیں آپ کے ساتھ رہے گی۔“

”وہ نکاح میں تمہارے آئی ہے میرے نہیں‘ تم اسے اپنے ساتھ ہی رکھو گے۔“

”وہاں آپ کا خیال کون رکھے گا؟“ وہ جز بز ہو رہا تھا۔

”رمضان ہے میرے ساتھ پھر وہاں پرانی ملازمائیں ہیں وہ اچھے سے میرا خیال رکھ سکتی ہیں۔ تم بالکل بھی جنت کو میرے پاس چھوڑنے کی حماقت نہیں کرنا‘ میں نہیں چاہتی تمہاری ناکام ازدواجی زندگی کا تماشہ وہ لوگ بھی دیکھیں جو تمہاری ناکامیوں کی دعائیں کرتے ہیں وہ خوش ہو جائیں گے۔“ ان کی آخری بات اس کے دل کو لگی تھی وہاں ایسے لوگ تھے اس کی خوشی سے جلنے والے اس کے دکھ پر خوش ہونے والے۔

”سامان سارا جنت نے رمضان کے ساتھ مل کر پیک کروالیا ہے‘ کل کی فلائٹ ہے۔ میں چاہتی ہوں جنت کو اس کی ماں کے پاس بھیج دوں‘ آج سارا دن وہ ماں اور بہن کے ساتھ گزارے پھر نا معلوم کب ملنا ہو ان کا۔“

”جو آپ کی مرضی مجھے ذرا کچھ کام نمٹانے ہیں دیر ہو جائے گی مجھے واپسی میں۔“ وہ رسٹ واچ دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”آپ ڈنر کر لیجیے گا‘ میرا انتظار مت کیجیے گا آپ کو میڈیسن لینی ہوتی ہیں۔“

”ٹھیک ہے فکر مت کرو‘ میرا خیال رکھنے کے لیے جنت موجود ہے اس بچی کو نیند میں بھی میرا خیال اور میری فکر ہوتی ہے‘ ایک لمحہ غافل نہیں ہوتی۔“

”ماشاء اللہ‘ آپ کی اور اس کی محبت نے لیلیٰ مجنوں کی داستان کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ مجنوں کی زبان پر بھی لیلیٰ کا اتنا نام نہ رہا ہوگا‘ جتنا آپ کے لبوں پر جنت جنت رہتا ہے۔ صبح و شام‘ دن و رات‘ سوتے جاگتے بس ایک ہی نام پکارتے ہوئے آپ قطعی بور نہیں ہوتی۔“ اس کا لہجہ شکایتی انداز لیے ہوئے تھا۔

”جب محبت غرض و طمع سے پاک ہوتی ہے تو دل کے ہی نہیں روح کے رشتے بھی آپس میں مربوط ہو جاتے ہیں اور پھر دل سے از خود صدا نکلتی ہے محبت کسی کو اپنا بنا لیتی ہے یا کسی کی ہو جاتی ہے اب تم اس کو لیلیٰ مجنوں اور شیریں فرہاد کی محبت سمجھو یا کچھ بھی‘ اصل جیت کسی کو اپنا بنا کر ملتی ہے نہ کہ بلاوجہ کسی پر تنقید کر کے دل جلا کر منفی جذبے ہمیشہ انسان کو بے چین و بے سکون رکھتے ہیں۔“ انہوں نے شکوہ جواب شکوہ کر دیا تھا۔

”مجھے چڑ ہے اس بات سے کہ آپ میرے علاوہ اس کو امپورٹنس دیں‘ میرا آپ کے سوا کون ہے اگر آپ کی محبت بھی تقسیم ہوگی تو میرے لیے کیا رہ جاتا ہے؟“

”یہ کیسی باتیں کر رہے ہو بیٹا...... محبت سمندر کی مانند وسیع و کشادہ ہے پھر یہ بھی سوچو جنت کا بھی میرے سوا ہے کون؟ اور اس میں چڑنے کی کیا بات ہے وہ کوئی دشمن نہیں ہے تمہاری بیوی ہے۔ کراچی جانے سے پہلے پہلے اپنا رویہ بدل لو کیوں دوسروں کو خود پر ہنسنے کا موقع دینا چاہتے ہو۔“

”او کے نانی جان...... جو حکم آپ کا اب اجازت دیجیے۔“ اس نے خندہ پیشانی سے بحث کو سمیٹتے ہوئے ان کے آگے سر خم کیا اور انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعاؤں

سے نوازا تھا۔

❀……❀……❀

ہارون نے جب سے سنا تھا ابوبکر کی واپسی کا تب سے ہی وہ ایک ہنگامہ مچائے ہوئے تھا بات بے بات ہر کسی سے الجھنا اس کا وطیرہ بن گیا تھا اور اب جبکہ وہ لوگ صبح کی فلائٹ سے آرہے تھے وہ ان کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ احسان صاحب نے جب یہ باتیں سنیں تو وہ اسے سمجھانے لگے۔

”ہارون...... ابوبکر اس گھر میں نہ آئے تمہاری یہ ضد بے کار نا قابل قبول ہے یہاں جتنا حق تمہارا ہے اتنا ہی ابوبکر کا بھی ہے۔“

”میری شادی شدہ زندگی اس کی وجہ سے برباد ہو رہی ہے' ادینہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے اور میں اسے یہاں شادی کی خوشیاں منانے دوں گا نو نیور۔“

”اپنی شادی شدہ زندگی تم خود برباد کر رہے ہو' ادینہ تمہارے برے سلوک کی وجہ سے تمہیں چھوڑ کر گئی ہے' ذرا اپنے رویوں پر بھی غور کرو تم۔“

”میرا رویہ برا نہیں ہے نہ میں نے کچھ غلط کیا ہے' میں نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں' ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ ادینہ سے شادی کی' اس کو اپنی عزت بنایا۔“

”میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرو' کہیں ایسا نہ ہو آج کی خوشی کل کا پچھتاوا نہ بن جائے لیکن اس وقت تم نے میری ایک نہ سنی اور کل کی خوشی آج کا پچھتاوا بن گئی ہے۔ ادینہ تمہارے گلے میں پھنسی وہ ہڈی بن گئی ہے جو نہ نگل پا رہے ہو نہ اُگل رہے ہو۔“

”یہ سب ابوبکر کی وجہ سے ہو رہا ہے وہ جب تک زندہ رہے گا یہ سب ہوتا رہے گا۔ وہ مر جائے گا تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا اور میں اسے مار دوں گا۔“ اس کے انداز میں عجیب سی وحشت تھی' وہاں موجود نفیسہ نے پریشان نظروں سے شوہر کی طرف دیکھا جن کے چہرے پر غصہ چھانے لگا تھا۔

”ہارون......! کچھ نہ کچھ غلط ہوا ہے تم سے' جب ہم کچھ غلط کرتے ہیں تب ہی ہمارے ساتھ بھی غلط ہوتا ہے۔ تم اپنے ضمیر کو ٹٹولو یاد کرو تم نے کوئی برا کام تو نہیں کیا؟ انجانے میں ہی سہی کسی کے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کر بیٹھے ہو؟“ ان کے الفاظ اس کو اپنے منہ پر طمانچوں کی مانند لگے تھے۔ آن واحد میں اسے وہ سب یاد آتا چلا گیا جو ادینہ کو حاصل کرنے کے لیے اس نے کیا تھا اور وردہ کے ساتھ مل کر اس کے خلاف جو کھیل کھیلا تھا' اسے ساری حدیں یاد آ گئی تھیں۔

”نہیں...... نہیں میں نے کوئی زیادتی نہیں کی اس کے ساتھ' کوئی کھیل نہیں کھیلا۔ میں نے کچھ نہیں کیا...... کچھ نہیں کیا۔“ وہ ان جملوں کو دہراتا ہوا وہاں سے چلا گیا' وہ دونوں کھڑے رہ گئے۔

❀……❀……❀

صبح ان کی روانگی تھی' ساری پیکنگ وہ کر چکی تھی۔ اماں بی نے شام میں ڈرائیور کے ہمراہ اسے چھوٹی ماں سے ملنے جانے کا کہا تھا تب ہی ڈرائیور نے بتایا کہ وہ لوگ وہاں سے گھر بیچ کر جا چکے ہیں اور کہاں گئے ہیں یہ کسی کو بھی بتا کر نہیں گئے۔ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ ملال و رنج سے اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

”ایسے سنگدل اور بے حس لوگوں کے لیے یہ انمول موتی لٹانا اچھا نہیں ہے مت روؤ ان لوگوں کے لیے یوں رونا تمہارے آنسوؤں کی توہین ہے۔“ وہ اسے روتے ہوئے دیکھ کر سینے سے لگاتی ہوئی رسانیت سے گویا ہوئیں۔

”وہ کہاں گئیں اور کیوں گئیں مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا؟“

”بھاڑ میں جائے کم بخت عورت! دغا بازی و مکاری تو اس کی رگ رگ میں بھری تھی۔ کوئی سازش ہی ہوگی اس کے ذہن میں جبھی چوروں کی طرح بھاگی ہے' بیٹی اور داماد کو لے کر' تم پروا مت کرو میں ہوں تمہارے ساتھ۔“ اماں بی کی محبت کا کوئی ثانی نہ تھا مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتی جس نے سوتیلے رشتوں کو سوتیلا کبھی نہ سمجھا تھا پھر وہ بوجھل دل کے ساتھ ان سے چھپ کر روتی رہی تھی۔ رات کھانے پر ابوبکر موجود تھا وہ خلاف توقع اپنا کام نبٹا کر آ گیا تھا۔ اس کی گریہ زاری سے سوجی آنکھیں اور سرخ چہرہ دیکھ کر وہ اس کے رونے کا سبب بے ساختہ اماں بی سے پوچھ بیٹھا تھا۔

”وہ لوگ نا معلوم کیوں گھر فروخت کر کے کہیں چلے گئے ہیں اور کہاں گئے ہیں' یہ بھی کسی کو معلوم نہیں اور جب سے سنا ہے بچی روئے جا رہی ہے اسے ان لوگوں نے سگا کبھی نہیں سمجھا لیکن جنت نے انہیں ماں اور بہن سمجھا' جبھی اسے قرار نہیں آ رہا۔“ جنت وہاں موجود نہیں تھی وہ ڈنر کے بعد ان کے ساتھ کمرے میں آ گیا تھا۔

''اوہ..... یہ بات ہے میں سمجھا پتہ نہیں کیا ہوگیا۔'' اس نے کہا اور یہ ہرگز نہیں بتایا کہ وہ ان کو ایک بڑی رقم دے کر آیا تھا۔ ایئر پورٹ پر احسان صاحب انہیں ریسیو کرنے آئے تھے وہ اس سے اور اماں بی سے محبت سے ملے تھے، جنت کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعاؤں سے نوازا تھا۔

''پہلے مجھے ہارون کی طبیعت کے بارے میں بتاؤ وہ کہاں ہے؟'' ان کے لہجے میں بڑی بے تابی تھی۔

''ٹھیک ہے۔'' ان کے لہجے میں عجیب ہی تھکن تھی۔

''بیٹا..... کیوں مجھے بہلا رہے ہو، تمہارا اترا ہوا چہرہ اور بجھا ہوا لہجہ بتا رہا ہے ہارون کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے نہ جانے کیا ہوا ہے میرے بچے کو؟''

''گھر جا کر آپ خود دیکھ لیجیے گا، آئیں چلیں۔'' وہ سب ساتھ ایئر پورٹ سے نکل کر پارکنگ میں آئے تھے جہاں احسان کے ڈرائیور کے علاوہ ابوبکر کا ڈرائیور بھی گاڑی کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے ابوبکر کا سامان ڈگی میں رکھنا شروع کردیا تھا۔

''آپ ہمارے ساتھ نہیں چل رہے ہیں؟'' احسان صاحب تعجب سے گویا ہوئے۔

''نہیں ماموں جان..... ہم اپارٹمنٹ جارہے ہیں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''نئی نویلی بہو ہے ہماری ابھی گھر والوں سے ان کا تعارف بھی نہیں ہوا، کچھ عرصہ ہمارے ساتھ رہ لیں پھر بے شک آپ علیحدہ رہیے گا۔''

''ان کو علیحدہ رکھنے کا میرا فیصلہ ہے، دانشمندی یہی ہے یہ دونوں گھر سے دور رہیں، میں جب چاہوں گی ان کو بلوالوں گی۔'' انہوں نے خاموش کھڑی جنت کو گلے سے لگا کر پیار کیا، ابوبکر کی پیشانی چومی اور کار میں بیٹھ گئی تھیں۔ آنکھوں میں نمی آنے کے باعث باہر کا منظر دھندلا گیا تھا۔ ابوبکر اور جنت ان کی کار اوجھل ہونے تک وہیں کھڑے تھے۔

❁ ❁ ❁
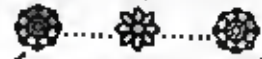
وردہ کے باپ کی ڈیتھ اس وقت ہوئی جب وہ بارہ سال کی تھی، اس کی ماں بھی آزاد خیال لبرل عورت تھی جس نے کبھی بھی اس پر نظر نہیں رکھی تھی اور چھوٹی عمر میں ہی اس کی لڑکوں سے دوستی کو برا نہیں سمجھا تھا۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ وہ اس کھیل میں ماہر ہوتی چلی گئی تھی۔ رباب سے اس کی ساری سرگرمیاں اوجھل اس لیے رہی کہ وہ لاہور میں رہائش پذیر تھیں اور وہ کم ہی بچوں کے باعث لاہور جاتی تھیں تو چند دنوں کے لیے اور وہ ان کی موجودگی میں تمام دوستیاں سائیڈ پر کردیا کرتی تھی۔ چند سال قبل ماں کے مرنے کے بعد وہ رباب کے پاس آ گئی تھی یہاں وہ ابوبکر کو دیکھتے ہی اس پر فدا ہوگئی تھی مگر ابوبکر نے اسے ذرا لفٹ نہ دی تھی جس کا انتقام وہ ہارون کے ساتھ مل کر بھیانک انداز میں لے چکی تھی پھر اس کا دل ہارون پر آ گیا ادینہ کی غیر موجودگی نے اس کے حوصلوں کو اور زیادہ موقعے فراہم کیے مگر ہارون نے بھی اس کی حوصلہ افزائی نہ کی۔ بار بار راز افشا کرنے کی دھمکیوں کے باوجود بھی جب وہ شادی کے لیے نہیں مانا تو اس نے ادینہ کو جا کر ان کی جھوٹ وغلط بیانیوں کی ساری سچائی بتادی تھی۔ ادینہ کو پہلے یقین ہی نہیں آیا تھا اور جب یقین آیا تو اس نے اسے اپنے گھر سے بے عزت کرکے نکال دیا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی وہاں سے نکل آئی تھی کیونکہ جو اس نے کرنا چاہا تھا اس میں کامیاب ہوگئی تھی۔ انتقام لینے کے جنون میں اس نے اپنی عزت و رسوائی کا بھی خیال نہیں کیا تھا۔ گھر آئی تو اس کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے رباب تیزی سے اس کی طرف بڑھی تھیں۔

''تم کہہ رہی تھیں شاپنگ پر جارہی ہو، کب سے کال کررہی ہوں، تمہارا فون بھی آف جارہا تھا۔ اب خالی ہاتھ آرہی ہو اندر احسان کے دوست کی بیوی اپنے بیٹے اور بیٹی کے ہمراہ آئی ہیں، تمہارا پرپوزل لے کر جلدی سے تیار ہوکر آؤ۔'' وہ جتنی تیزی سے آئی تھیں اسی تیزی سے واپس گئی تھیں۔

وہ خوشی خوشی تیار ہوتے ہوئے ہارون اور ادینہ کے درمیان نہ ختم ہونے والے فاصلے دیکھ رہی تھی۔ ہر عورت کا ظرف اتنا بلند و اعلیٰ نہیں ہوتا کہ وہ اگنور کیا جانا، ٹھکرائے جانا برداشت کرکے صبر کے گھونٹ پی لے۔ کچھ عورتیں وردہ جیسی بھی ہوتی ہیں جن کو معاف کرنا نہیں آتا وہ صرف بدلہ لینا جانتی ہیں اور اپنی انتقامی حس کی تسکین کے لیے حد سے گزر جاتی ہیں۔

رباب نے مہمانوں کے لیے پرتکلف اہتمام کیا ہوا تھا ایک تو وہ احسان کے دوست کی فیملی تھی اور دوسرا اعزاز یہ حاصل تھا کہ وہ وردہ کا رشتہ لائی تھیں۔ احسان کے علاوہ خالد و نفیسہ بھی وہاں موجود تھے دل میں بھری کدورت کے باعث رباب نے اماں بی کو مدعو نہ کیا تھا۔ لڑکے اور اس کی ماں کی نگاہوں میں وردہ کے لیے پسندیدگی جھلک رہی تھی لیکن اس کی بہن وردہ کو دیکھ کر کچھ

چونک سی گئی تھی اور بار بار اسے دیکھتے ہوئے کچھ یاد کرنے کی سعی میں لگی ہوئی تھی وردہ سے استفسار کیا۔

"آپ کبھی لاہور گئی تھیں؟"

"میرے والدین لاہور کے ہی رہائشی تھے' میں شادی کے بعد یہاں آئی ہوں اور وردہ کی ایجوکیشن لائف لاہور میں ہی گزری ہے۔ مما کی ڈیتھ کے بعد ہم نے اسے یہاں بلوایا تھا کہ وہاں وردہ تنہا رہ گئی تھی۔'' وردہ کی جگہ رباب نے جواب دیا تھا۔

لڑکے کی بہن کے چہرے پر عجیب سا رنگ آیا تھا اس نے جھک کر اپنی ممی سے کچھ کہا تھا۔ اس عورت نے حیرت سے وردہ کی طرف دیکھا اور معذرت کرتے ہوئے اٹھ گئے تھے لڑکے کی ماں نے غصے سے رباب سے کہا تھا۔

"ہم تو آپ کو عزت دار لوگ سمجھ کر اپنے بیٹے کا پرپوزل لائے تھے۔"

"جی...... یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' خالد ہکا بکا سے گویا ہوئے تھے۔

"اچھا ہوا میں اپنی بیٹی تزئین کو ساتھ لے آئی یہ لاہور میں رہتی ہیں اور ڈاکٹر ہیں آپ کی بہن اس سے ابارشن کروا کر آئی ہے اپنے شوہر کی کوئی جھوٹی کہانی سنا کر اور آپ......'' وہ مزید کچھ کہے بغیر خاموش ہو گئیں تھیں۔ وردہ کی اٹھی ہوئی گردن جھکتی چلی گئی تھی اور ان لوگوں کو گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔ رباب بھی ان کی طرف دیکھ رہی تھیں کبھی وردہ کی طرف۔

"یہ چند سال پرانی بات ہے اور مجھے اس لیے ان کا چہرہ یاد رہا کہ ان کے جانے کے بعد مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ شاید مجھ سے ناجائز کام ہو گیا ہے۔" جھوٹ بولنے والے سچ کا سامنا کرتے ہوئے مفلوج ہو جاتے ہیں' وہ کچھ دیر قبل کسی کے لیے گڑھا کھود کر آئی تھی اور قدرت نے اس کے لیے یہ گڑھا تیار کر دیا تھا۔ گھر میں موت کا سناٹا چھا گیا تھا' اس کی دراز رسی کھینچی جا چکی تھی۔ دوسرے کے خلاف بے تکان بولنے والی آج اپنے دفاع میں ایک لفظ نہ بول سکی تھی۔ احسان نے رباب کو کبھی تیز نگاہوں سے نہ دیکھا تھا اور اب وہ انہیں ایک لمحہ گھر میں رکھنے کو تیار نہ تھے' گھر میں ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

❁......❁......❁

یہاں آئے ایک ہفتہ ہو گیا تھا' اپارٹمنٹ بہت خوب صورت اور ضروریات زندگی کی ہر سہولیات سے مزین تھا۔ وہ ملازمائیں آتی تھیں اور سارا کام کر جاتی تھیں' اس نے خود کام کرنا چاہا تو ابوبکر نے جھڑک دیا تھا' وہ صرف تھوڑا بہت کچن کا کام کرتی تھی یا ابوبکر کے کام زیادہ تر اپنے ہاتھ سے کیا کرتی دو ایک بار اس نے اعتراض بھی کیا مگر پھر خاموش ہو گیا تھا کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا اماں بی کی غیر موجودگی میں وہ بولائی بولائی رہا کرتی تھی۔ کچھ کچھ ڈری سہمی سی اس کی خدمت میں سرگرم عمل بے اعتنائی و لاتعلقی کے باوجود اس کی بے حد پروا کرتی تھی' ہر دم خیال رکھتی تھی۔ چپکے چپکے اسے روتے ہوئے دیکھ چکا تھا وہ اماں بی کو یاد کر رہی تھی ان سے روز فون پر رابطہ ہو رہا تھا وہ ابھی یہاں آنے پر راضی نہ ہو رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف راغب ہونے لگا تھا' اس کا ایثار و خاموش تابعداری اس کے دل کے بند دروازے پر دستک دینے لگی تھی۔ وہ جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا اور اسی دوران اس کے پاس ادینہ کی کال آ گئی تھی۔

ایک عرصے بعد اس کی آواز سن کر اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ رو رہی تھی اس سے معافی مانگ رہی تھی' بہت شرمندہ و دلگیر تھی۔ وردہ اسے ساری سچائی بتا کر آئی تھی' اس کی بے گناہی کی قسم کھا کر آئی تھی۔ وہ اس سے ملنے کے لیے بے تاب تھی' بے کل ہو رہی تھی پھر وہ اس سے ملنے آفس چلی آئی تھی اور پہلی بار آتے ہی اس کے گلے لگ گئی تھی' وہ شاکڈ رہ گیا تھا پھر وہ روز ہی اس سے ملنے آنے لگی تھی اور ہارون کے ذکر پر اس نے نفرت سے کہا تھا وہ اس جیسے جھوٹے اور مکار آدمی سے خلع لے لے گی۔

جنت کی نگاہوں سے بھی ان کی دوستی چھپی نہ رہ سکی تھی اور نہ ہی اس نے چھپانے کی سعی کی تھی۔ جنت کو دکھ تو بے حد ہوا تھا کہ وہ اس سے محبت کرنے لگی تھی لیکن محبت کرنا اور محبت کروانا دونوں ہی بے اختیاری عمل ہیں لیکن یہ اس کی محبت کا عجیب رشتہ تھا کہ وہ اس سے جتنا دور ہو رہا تھا وہ اتنی ہی اس کے دل کے قریب ہونے کی لگن میں مبتلا ہوتی جا رہی تھی۔ سنڈے والے دن وہ لیٹ اٹھا تھا اور ابھی ناشتے سے فارغ ہی ہوا تھا کہ ادینہ وہاں آ گئی تھی' اسے دیکھ کر وہ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گیا تھا۔

"کیسا لگا میرا سرپرائز؟'' وہ کھلکھلاتی ہوئی اس کے گلے سے لگ گئی تھی' وہاں ناشتے کے برتن سمیٹتی ہوئی جنت یہ منظر دیکھ کر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ ابوبکر کا چہرہ اس کی طرف تھا ادینہ

اس کے سینے سے لگی کھڑی تھی اور اس نے جنت کے چہرے پر تیزی سے پھیلتے سمٹتے رنگوں کو بغور دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کرب آمیز بے یقینی تھی وہ پھر تیزی سے وہاں سے نکل گئی تھی اس کی نگاہوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا' بہت عجیب لمحہ تھا۔

محبت سینے سے لگی کھڑی تھی اور سینے میں دھڑکتا دل کسی اور کے لیے دھڑک رہا تھا۔ وہ ایک انجان سی کیفیت کا شکار تھا' بہت آہستگی سے ادینہ کو علیحدہ کیا۔

"کیا ہوا؟ میں فیل کر رہی ہوں' میں جتنا تمہارے قریب آتی ہوں تم اتنا ہی مجھ سے دور ہوجاتے ہو' کیا ابھی تک خفا ہو مجھ سے؟" وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتی ہوئی پریشانی سے گویا ہوئی۔

"ابھی تم ہارون کے نکاح میں ہو اور رشتوں کو استحصال میں نے کبھی گوارا نہیں کیا ہے۔"

"میں اس سے خلع لے رہی ہوں' پاپا کے وکیل کراچی سے باہر گئے ہیں وہ دو تین ہفتے بعد واپس آئیں گے تو خلع کا نوٹس ہارون کو بھجوادوں گی۔ پھر ہماری راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوگی' ہم ایک ہوجائیں گے ہمیشہ کے لیے۔"

"اچھا کیا لوگی ٹھنڈا یا گرم؟" وہ عجلت میں رسٹ واچ دیکھتا ہوا بولا۔

"ٹھنڈا نہ گرم...... میں لنچ کروں گی یہ لنچ کا ٹائم ہے۔" وہ خاصی بلند آواز میں بات کر رہی تھی شاید جنت کو سنانا مقصود تھا۔ اس کی نظریں بار بار اس طرف ہی بھٹک رہی تھیں جہاں وہ ٹرالی لے کر گئی تھی۔ ابوبکر سے بے تکلفی سے ملنے کا مطلب یہی اس کا باور کرانا تھا کہ وہ اب اس کی زندگی سے نکل جائے۔

"میں ابھی ناشتے سے فارغ ہوا ہوں لنچ ہرگز نہیں کروں گا۔"

"لیکن میں کروں گی' پزا آرڈر کرو' میرا باہر جانے کا موڈ نہیں ہے۔" وہ ایزی ہو کر صوفے پر بیٹھی تھی۔

"سوری یار...... مجھے جانا ہے ایک پارٹی سے میٹنگ ہے ٹائم دیا ہوا ہے۔"

"ارے آج تو سنڈے ہے اور سنڈے کو بھی میٹنگ ہے ایک دن بھی آف نہیں؟"

"سنڈے تو آف ہی ہوتا ہے آج ہی کام کی وجہ سے ارجنٹ میٹنگ رکھی ہے۔"

"اوہ پھر کب تک فری ہوگے؟" وہ سخت بے مزہ ہوئی۔

"لیٹ نائٹ میٹنگ کے بعد ڈنر کا بھی پروگرام ہے۔"

"تم نے تو میرا موڈ ہی خراب کر کے رکھ دیا ہے' اب سارا دن میرا بور گزرے گا۔ میں یہ سوچ کر آئی تھی آج رات تک تمہارے ساتھ رہوں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے معذرت کی اور اس کے ساتھ باہر نکل گیا تھا لیکن اس کی الجھی ہوئی نگاہیں کچن کے دروازے پر مرکوز رہی تھیں۔

❁......❁......❁

اللہ ظالم کو صرف ایک حد تک ڈھیل دیتا ہے اور ظالم سمجھتے ہیں دنیا کی بادشاہت انہیں میسر آگئی ہے' ان پر کوئی گرفت کوئی پکڑ نہیں ہے اور بے شک اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے جب اس کی پکڑ آتی ہے سارے راستے مسدود ہوجاتے ہیں۔ کوئی راہ فرار باقی نہیں رہتی ہے۔ چٹر پٹر چلنے والی زبان پتھر ہوجاتی ہے پھر صرف ضمیر بولتا ہے اور دل گواہی دیتا ہے۔ ایک پردہ اٹھا تھا اور پھر ہر پردہ اٹھتا چلا گیا تھا' وردہ نے خود کو رباب سے بھی چھپا کر رکھا ہوا تھا اور جب اس کا محاسبہ ہوا تو سب کے سامنے ہر راز عیاں ہوگیا تھا۔ رباب کا رو رو کر برا حال تھا احسان ان کو گھر میں رکھنے پر تیار نہ تھے کہ ان کی برسوں کی ساکھ لمحوں میں مٹی ہوگئی تھی وہ بھی ان کے کولیگ کی فیملی کے روبرو پھر رسوائی آگ کی مانند پھیلتی ہے اور سب کچھ جلا کر راکھ کردیتی ہے۔ خالد صاحب کو ویسے بھی زعم تھا' وہ عزت و بے عزتی کو زیادہ اہمیت دیتے تھے وردہ کے واویلا کرنے پر ابوبکر کو گھر سے دھکے دے کر نکالنے میں وہ ہی پیش پیش تھے گھر میں نہ آنے کی پابندی بھی انہوں نے ہی لگائی تھی۔

ہارون نے بھی اماں بی کی گود میں سر رکھ کر ابوبکر سے کی گئی زیادتیوں کا اعتراف کرلیا تھا۔ گھر میں ایک بھونچال آیا تھا کوئی کسی سے نگاہیں ملانے کی جرأت نہیں کر رہا تھا۔ ابوبکر کو کیا کچھ نہیں کہا گیا تھا ہر طریقے سے اس کی تذلیل واہانت کی گئی تھی۔ جو برسوں ان کے ساتھ رہا تھا اس کی کسی نے ایک نہ سنی تھی اور ایک لڑکی جس سے خون کا رشتہ تھا نہ وہ وہاں کی رہائشی تھی۔ اس کی بات کو سچ مان لیا گیا تھا' نہ کوئی گواہی طلب کی گئی تھی نہ تحقیق ہوئی تھی۔ انہوں نے چاند پر تھوکا تھا اور وہ ہی تھوک ان کے چہروں پر آن گرا تھا۔ اماں بی ابوبکر کی بے گناہی ثابت ہونے پر سجدہ شکر بجالائی تھیں تو ایک طرف وہ ہارون اور وردہ کی ان گھٹیا وفضول بہتان تراشی پر ان سے خفا بھی ہوئی تھیں مگر ان کی

دگرگوں حالت کے پیشِ نظر ان کی ڈھال بھی ان کو ہی بننا پڑا تھا۔ احسان اور خالد انہیں گھر میں رکھنے کو راضی نہ تھے بلکہ احسان تو اس حد تک دلبرداشتہ و مشتعل ہوئے تھے کہ رباب کو طلاق دینے پر آمادہ تھے یہاں اماں بی کے جاہ وجلال نے ان کو قابو کیا تھا۔

رباب نے وردہ کا چہرہ تھپڑوں سے لال کر دیا تھا اور وہ بے بس پر کٹے پرندے کی مانند پٹتی رہی تھی۔ ہر سو طوفان گزرنے کے بعد کی خاموشی نے ڈیرے جمائے ہوئے تھے۔ اماں بی نے ان سب کو اپنے کمرے میں بلایا تھا۔ ان میں وردہ موجود نہیں تھی ذلت ورسوائی کی کالک نے اسے اپنے کمرے تک ہی محدود کر کے رکھ دیا تھا۔ اب کوئی دوسرا کیوں اس کی پروا کرتا جب اس کی سگی بہن نے ہی اس کی پروا نہ کی تھی۔ رباب خود برباد ہوتے ہوئے اماں بی کی وجہ سے بچی تھیں حالانکہ ان کے خلاف محاذ کھولنے میں وہ ہی سب سے پہلے سرگرم عمل ہوئی تھیں اور اب شرمسار ہو کر معافی مانگنے میں پہل انہوں نے ہی کی تھی پھر نفیسہ اور خالد نے بھی ان کی تقلید کی تھی۔

''میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے میں نے اپنے ابوبکر کا فیصلہ اپنے اللہ کی عدالت میں دائر کیا تھا۔ بے شک اللہ سے بڑھ کر گناہ و بے گناہی کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ آج میرا بچہ بے گناہ ثابت ہوگیا ہے مجھے کسی سے کوئی شکوہ نہیں ہے تم سب میرے اپنے ہو ہارون...... تم نے یہ کیسے سوچ لیا تھا کہ میں تم سے محبت نہیں کرتی...... تم مجھے عزیز نہیں ہو؟'' انہوں نے قریب بیٹھے ہارون کے سر پر ہاتھ رکھ کر شفقت سے کہا تھا۔

''خالد سے زیادہ میں تم سے محبت کرتی ہوں، اولاد سے زیادہ اولاد کی اولاد سے محبت ہوتی ہے البتہ ابوبکر سے زیادہ لگاؤ میرا یوں ہے میرے بچے! وہ بن ماں باپ کی اولاد ہے اور عام بچوں سے زیادہ حساس و سمجھ دار جب وہ دوسرے بچوں کو والدین کے ساتھ دیکھتا تھا پھر مجھ سے سوال کرتا تھا میرے پاپا مما کہاں ہیں؟ بس اسے احساس کمتری سے بچانے کے لیے میری توجہ اسی کی طرف زیادہ ہوگئی تھی۔ چلو اب جو ہوا سو ہوا ہماری بدگمانیوں کے دن ختم ہوئے محبت و یگانگت کے رشتوں میں پھر سے بندھ گئے ہیں۔ میری یہ بات یاد رکھنا ہمیشہ منزل ان کو ملتی ہے جو اپنے پاؤں سے چل کر راستہ عبور کرتے ہیں جو دوسروں کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر چلتے ہیں وہ کبھی منزل پر نہیں پہنچ پاتے۔''

''بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں اماں بی آپ یہ بتایئے ابوبکر کے ساتھ جو ہم سب نے زیادتی کی ہے اس کا ازالہ کس طرح ہوگا میں تو اس کے آگے کبھی نظریں نہ اٹھا پاؤں گا۔ اسے گھر سے دھکے میں نے ہی دیئے تھے۔'' احسان سخت رنجیدہ تھے۔

''میرا بھی یہی حال ہے اماں بی! اب اس کا حل بھی آپ کو ہی نکالنا ہوگا' ہم چاہتے ہیں ابوبکر اپنی بیوی کے ہمراہ یہاں آ کر رہے اور ہم لوگوں سے اس کا دل صاف ہوجائے وہ ہم کو معاف کردے۔'' رباب کی بات کی تائید نفیسہ بیگم نے بھی کی تھی' وہ سب ہی اس آگ میں تیل ڈالنے کے قصوروار تھے۔

''میں جانتی ہوں' ابوبکر بہت بڑے ظرف کا مالک ہے وہ کبھی بھی یہ نہیں چاہے گا کہ اس کے بڑے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوں اس کو منانا کوئی مشکل کام نہیں ہے اور میں ابھی کچھ عرصہ کے لیے ابوبکر کو کچھ بھی نہیں بتاؤں گی یہاں سے لاعلم ہی رکھوں گی۔'' وہ عینک درست کرتی ہوئی بولیں۔

''کیوں...... ابھی بھی کوئی خفگی باقی رہ گئی ہے کیا؟'' رباب نے چونک کر کہا' وہ مسکرا کر گویا ہوئی تھیں۔

''نہیں نہیں' زیادتیوں کا اعتراف سچائی سے کرلیا جائے تو بھی کوئی خفگی و کدورت باقی نہیں رہتی ہے۔ سب سے اہم کام ادینہ بہو کو گھر لانا ہے' میں نہیں چاہتی ایک بچے کا گھر آباد ہو اور دوسرے کا اجڑے۔''

''اماں بی...... ہم تو ادینہ کو واپس لانے کی ہر کوشش کر کے ہار گئے ہیں' وہ یہاں آ کر کیا کرے گی جب وہ ہارون کے ساتھ رہنے کو ہی تیار نہیں۔''

''پیا ٹھیک کہتے ہیں دادو...... وہ میرے ساتھ رہنے کو تیار نہیں ہے اور میں اعتراف کرتا ہوں وہ اپنی جگہ درست ہے میں نے بھی اسے پانے کے لیے حد سے تجاوز کیا تھا' جھوٹ و فریب' مکاری و حرص کیا کیا نہ کیا تھا۔ ابوبکر کی دوستی محبت و خلوص کو کند چھری سے ذبح کیا تھا۔ میرے ساتھ جتنا برا ہوا اتنا کم ہے۔'' وہ بچوں کی مانند رونے لگا تھا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

''دادو...... ابوبکر سے کہیں وہ مجھے کوئی بھیانک سزا دے ایسی سزا جو مکاریوں سے بڑھ کر ہو وہ مجھے معاف نہ کرے یہ سزا ہر سزا سے بڑھ کر ہے۔''

❀......❀......❀

ان کے جانے کے بعد وہ کچن سے باہر نکل آئی تھی' لاؤنج میں بیٹھ کر جو آنسو خاموشی سے بہہ رہے تھے ان کو زبان مل گئی

تھی۔ اسے وہ منظر نہیں بھول رہا تھا جب ادینہ بے تکلفی سے ابوبکر سے لپٹی تھی اس کے دل پر کسی نے انگارے بچھا دیئے تھے وہ اس سے محبت کرنے لگی تھی پھر اس کا رویہ یہاں آ کر بہت بدل گیا تھا۔ وہ بنا کہے اس کا خیال رکھنے لگا تھا اور آج جو کچھ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اسے لگا تھا وہ اس سے بچھڑنے والا ہے اس کی محبت اس کی چاہت اسے مل گئی تھی۔ اب وہ اس کی زندگی میں کہاں تھی؟ اگر وہ اس کا خیال رکھ رہا تھا تو یہ محبت نہیں تھی یہ ہمدردی تھی یا وہ محبت تھی جو گھر میں موجود پالتو جانور سے بھی ہو جاتی ہے۔ جن سے محبت کی جاتی ہے ان کو چھوڑنے کا خیال ہی سوہان روح ہوتا ہے۔ وہ دور ہو جائے گا اس کو چھوڑ دے گا یہ خیال ہی جان نکالے دے رہا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر اپنی محبت کے لاشے سے لپٹ کر روتی رہی تھی نجانے کتنا وقت گزرا تھا۔ روتے روتے وہ نڈھال ہو کر گر گئی تھی۔

ابوبکر سنجیدگی سے ڈرائیو کر رہا تھا اس کے چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی دیکھ کر ادینہ نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر استفسار کیا۔

''کیا تم ٹھیک ہو ابوبکر...... کوئی بات ہی نہیں کر رہے ہو کیا ہوا؟''

''تمہیں جنت کے سامنے میرے قریب نہیں آنا چاہیے تھا۔'' اس کی نگاہوں سے جنت کا دھواں دھواں چہرہ ہٹ نہیں رہا تھا۔

''سو واٹ...... وہ کون ہوتی ہے جس سے میں ڈروں؟''

''آفٹر آل وہ میری بیوی ہے۔''

''اور میں...... میں کیا ہوں؟'' وہ ششدر رہ گئی۔

''اب کچھ نہیں ہو۔'' اس نے کار کی اسپیڈ کم کی اور اس کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹا دیا تھا سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا۔

''کیا تم مجھ سے محبت نہیں کرتے...... کیا تم مجھے پانا نہیں چاہتے تھے؟''

''محبت کرتا تھا...... شادی بھی کرنا چاہتا تھا لیکن تمہاری جلد بازی تمہاری بے اعتباری نے سب کچھ ختم کر دیا سب مٹی کر دیا۔''

''میں نے کہا نہ تم سے معافی بھی مانگی تھی اور بتایا تھا۔ میں ہارون کے فریب میں آ گئی تھی اس نے مجھے ٹریپ کیا تھا اور پھر وہ...... وہ وردہ نے بھی سب کچھ اس طرح بتایا تھا کہ میں......'' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنا دفاع کر رہی تھی۔

''اس موڑ پر بھی محبت کا امتحان ہوتا ہے یہیں سے محبت کی سچائی و گہرائی جانچی جاتی ہے تم کو ان کا فریب و جھوٹ سچ لگا تھا اور میری حقیقت تم نے جاننے کی سعی نہ کی تھی۔''

''میں مانتی ہوں ابوبکر...... مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی نا قابل تلافی بھول ہوئی تھی اس کی سزا بھگت رہی ہوں تم مجھے معاف کر دو پلیز۔'' وہ رونے لگی اس کی بھیگی نگاہیں اس کے وجیہہ چہرے پر تھیں۔

''میں نے معاف کر دیا ہے تمہیں اور تم مجھے بھی معاف کر دینا۔ ہم ایک دوسرے کے لیے نہیں بنے وقت نے ثابت کر دیا ہے میری محبت کمزور تھی۔ ہارون کی محبت زور آور تھی تب ہی تو وہ فراڈ کر کے بھی تمہیں حاصل کر بیٹھا تم سے بچھڑ کر وہ آج پاگل ہو رہا ہے۔''

''یہ جھوٹ ہے بکواس ہے میں اس آدمی کی اب صورت بھی دیکھنا پسند نہیں کرتی میں اس سے طلاق لے رہی ہوں۔'' وہ زور زور سے گردن ہلاتی ہوئی چیخ کر گویا ہوئی۔

''کس کے لیے لو گی طلاق...... کیا کرو گی؟'' وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

''ہم شادی کریں گے تم کچھ بھی کہو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

''میں پہلے سے شادی شدہ ہوں اور میں اپنے بھائی کا گھر خراب نہیں کر سکتا۔''

''بھائی...... ہونہہ...... وہ بھائی جس نے سانپ بن کر ڈسا تم کو۔''

''یہ اپنی اپنی فطرت ہے کوئی زخم لگاتا ہے کوئی مرہم میں جانتا ہوں وہ دماغی مریض نہیں ہے وہ جو دماغی مریض بن گیا ہے دراصل وہ ضمیر کی سزا بھگت رہا ہے اور ایسا ان لوگوں کے ساتھ ہی ہوتا ہے جن میں کچھ اچھائی کی رمق موجود ہوتی ہے جو اپنا محاسبہ کرنا جانتے ہیں۔''

''تم کچھ بھی کہو میں تمہیں نہیں چھوڑنے والی تم جنت کو چھوڑ دو بس۔'' اس کے انداز میں ہٹ دھرمی خود پسندی تھی۔

''میں جنت کو چھوڑ دوں...... کیوں چھوڑ دوں؟ تم پھر جلد بازی سے کام لے رہی ہو۔''

''تمہیں کس طرح بتاؤں میں ہارون سے محبت نہیں کرتی

اور میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی اگر تم مجھے نہیں ملے تو میں مرجاؤں گی۔" وہ اس کو منانے کی ہرممکن سعی میں مصروف تھی۔

"میں تمہارے بغیر زندہ رہا نہ تم بھی زندہ رہوگی۔ میں نے جنت سے شادی نانی جان کے دباؤ میں کی تھی۔ شروع شروع میں مجھے اس کی آہٹ سے بھی نفرت تھی کیونکہ تمہاری بے وفائی و بے اعتباری نے تمہاری صنف نازک سے ہی مجھے نفرت ولادی تھی میں اس کا بڑا دشمن تھا......"

"اور اب کیا ہے محبت کرنے لگے ہو اس سے؟" اس نے بات کاٹ کر پوچھا۔

"محبت شاید اب بھی نہیں کرتا لیکن عادی ہوگیا ہوں اس کے وجود کا' اس کی خدمتوں وخلوص کا۔ نانی جان نے اسے میرے بارے میں سب بتایا اور سب جان کر مجھے چھوڑنے کے بجائے پہلے سے زیادہ مجھ پر اعتبار کرنے لگی ہے میرا خیال رکھنے لگی ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"اس کے عادی ہوگئے ہو تو محبت بھی کرنے لگے ہوگے۔" اوینہ کے منہ سے انگارے نکلنے لگے۔

"شاید محبت کی پہلی منزل عادی ہو جانا ہوتا ہے پھر محبت بھی ہو جاتی ہوگی۔" اس نے کار ادینہ کے گھر کی طرف موڑ دی تھی۔

"وہ مجھ سے زیادہ خوب صورت ہرگز نہیں ہے۔"

"حسن سے میں نے متاثر ہونا چھوڑ دیا ہے حسین چہروں کے پیچھے دل بڑے بدصورت ہوتے ہیں۔" وہ اس کے گھر کے آگے کار روکتا ہوا سچائی سے آئینہ دکھا گیا تھا۔

❁......❁......❁

نہ جانے وہ کب تک نڈھال پڑی رہتی کہ اماں بی کی کال پر تڑپ اٹھی دل جو پہلے ہی زخمی تھا۔ ایک ہمدرد وغمگسار کی آواز پر وہ بھرے بادلوں کی طرح برسی تھی۔

"ارے ارے جنت...... میری بچی...... خیر تو ہے کیا ہوا' اس قدر کیوں رو رہی ہو طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" اس کی بری طرح رونے کی آواز اماں بی کو سخت پریشان کر گئی تھی وہ بے چین ہوگئی تھیں۔

"اماں بی آپ آجائیں' مجھے آپ کی بہت یاد آرہی ہے......"

"ہاں ہاں میں آجاؤں گی میری بچی...... لیکن سچ سچ بتاؤ ہوا کیا ہے؟"

بشریٰ اسحاق رانا ایڈالی

السلام علیکم! مجھے تو آپ سب یاد ہیں لیکن پتا نہیں آپ نے یاد رکھا ہوگا یا نہیں۔ میرا بہت دل چاہ رہا تھا کہ اپنی خوشی آپ سب کے ساتھ شیئر کروں۔ خوشی یہ ہے کہ ہمارے کالج کی ٹیم نے سرگودھا بورڈ میں کرکٹ کے میچ میں پہلی پوزیشن لی ہے۔ زیادہ خوشی کی بات تو یہ ہے کہ ہم نے پندرہ سال کا ریکارڈ توڑا ہے اور میں اپنی ٹیم کی وکٹ کیپر ہوں۔ اب ہم نے کھیلنے کے لیے لاہور جانا ہے دعا کیجیے گا کہ ہم جیت جائے۔ سب سے اہم بات کہ ہم نے فائنل میں سرگودھا کے پنجاب کالج کو بری طرح ہرایا ہے آپ کی دعاؤں کی منتظر۔

"کچھ بھی نہیں ہوا' بس آپ آجائیں۔" اس کی سسکیاں ابھریں۔

"یقیناً ابوبکر نے کچھ کہا ہے' بلاؤ اسے کہاں ہے وہ؟"

"نہ...... نہیں انہوں نے کچھ نہیں کہا۔" وہ بری طرح گھبرا گئی۔

"میں نہیں مان سکتی کہ اس نے کچھ نہ کہا ہو اور تم اس طرح خوانخواہ میں تو نہیں رو سکتی ہو بلاؤ اس بدبخت کو ابھی خبر لیتی ہوں۔"

"وہ گھر میں نہیں ہیں اور انہوں نے کچھ نہیں کہا۔" وہ سنبھل کر بولی۔

"میرا دل کہہ رہا ہے کوئی نہ کوئی بات ہے تم کچھ چھپا رہی ہو مجھ سے؟"

وہ اس کی ماں نہیں تھیں لیکن ماؤں جیسی تڑپ وممتا ان کے اندر درجہ اتم موجود تھی۔ وہ اس کے لیے تڑپ اٹھی تھیں اس کو احساس ہوا کہ اسے اپنے آنسوؤں پر اختیار رکھنا چاہیے۔ وہ ان کو ابوبکر اور ادینہ کے متعلق نہیں بتا سکتی تھی' کسی کو رسوا کرنا اس کی سرشت میں نہ تھا۔ اماں بی کو مشکل سے یقین دلایا تھا کہ ابوبکر نے اسے کچھ نہیں کہا ہے اور پھر انہوں نے جلد آنے کا کہہ کر اسے تسلیاں دی تھیں۔

❁......❁......❁

گھر کے بڑوں کے دم سے ہی گھر میں رونق رہتی ہے ان کے دم سے ہی رشتوں کو دوام ملتا ہے۔ کل تک دونوں بہوئیں خود بھی اماں بی کے وجود سے بے زار تھیں اور کان بھر

کر شوہروں نے بچوں کو بھی ان سے دور کر دیا تھا۔ آج وہ سب سے زیادہ ان کی گرویدہ تھیں ان کی محبت کا دم بھرتی تھیں۔

اماں بی نے بھی ان کی مشکلات کی کڑی دھوپ اپنی سایہ شجر میں چھپالی تھی۔ ہارون ان کی سنگت میں زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا' حالات کی کروٹوں نے جوان کے درمیان فاصلے پیدا کر دیئے تھے وہ سمٹ چکے تھے۔ وردہ کے لیے اماں بی نے اپنی ایک جاننے والی کے بیٹے کا انتخاب کیا تھا' وہ فرجاد نامی شخص چند ماہ کے جڑواں بچوں کا باپ تھا۔ اس کی بیوی زچگی میں فوت ہو چکی تھی' وہ مسقط میں مقیم تھا' ان دنوں کراچی آیا ہوا تھا۔ وردہ کی رضامندی سے یہ رشتہ قبول کیا گیا تھا اور آج سادگی سے اس کی رخصتی تھی۔ شادی کا یہ چھوٹا سا فنکشن بنگلے کے ہال روم میں ہی رکھا گیا تھا کیونکہ دلہا کی طرف سے بھی چند لوگوں نے ہی شرکت کرنی تھی اور اماں بی نے اپنے کسی رشتے دار کو مدعو نہیں کیا تھا۔ صرف گھر کے لوگ ہی موجود تھے مصلحتاً ابوبکر کو بھی نہیں بلایا تھا۔

بارات آنے ہی والی تھی جب جنت کا فون آیا تھا۔ اس کا ٹوٹا بکھرا لہجہ بتا رہا تھا وہ بہت درد میں ہے اس کے دل کو ٹھیس لگی ہے اور یہ درد دینے والا ابوبکر کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ وہ جانتی تھی جنت کبھی اس کا نام نہیں لے گی خواہ گھٹ گھٹ کر مر جائے۔ انہوں نے کال کر کے ابوبکر کو خوب صلواتیں سنائی تھیں ڈانٹا تھا۔

''ایم سوری نانی جان...... میں دوپہر سے گھر سے نکلا ہوا ہوں۔'' وہ ان کو یاد دلا رہا تھا لیکن دل گواہی دے رہا تھا وہ ہی ہوا تھا جس کا ڈر تھا۔

''سب سمجھتی ہوں میں تمہاری قسموں' آج وردہ کا نکاح و رخصتی نہ ہوتی تو میں وہیں آ کر جنت کے سامنے تمہارے کان کھینچتی خیر یہاں سے فارغ ہو کر میں ادینہ بہو کو لینے جاؤں گی۔ ہارون اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہے وہ ساتھ جائے گا' یہاں سے جا جاؤں پھر تمہارے پاس آتی ہوں میں خبر لینے۔''

''[illegible] گاڈ...... چلئے میری مرمت کرنے ہی سہی' آپ گھر تو آئیں گی۔'' وہ گھر واپسی کے لیے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

''حد ہوتی ہے ابھی بھی تم اسے رلانے سے باز نہیں آ رہے ہو اب اپنے اندر سنجیدگی پیدا کر لو۔ یہاں بھی کایا پلٹ گئی ہے میرے بچے...... دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو چکا ہے تمہیں ہر طرح سے سرخروئی حاصل ہو گئی ہے۔'' وہ اتنی خوش تھیں کہ اسے ہر بات بتاتی چلی گئیں۔

کچھ دیر بعد رباب اور نفیسہ انہیں لے کر ہال روم کی طرف چلی گئی تھیں جہاں بارات آ چکی تھی۔

❀......❀......❀

گرد آلود ہوا کا ایک طوفان تھا جو تیزی سے پھیلا تھا۔ کار پارکنگ شیڈ میں کھڑی کرنے کے بعد دیکھا تو ہر سو گرد ہی گرد اڑ رہی تھی۔ وہ تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا' اپارٹمنٹ میں داخل ہوا تو وہ پریشان کھڑی تھی' پیچھے ونڈو گلاس سے گرد آلود منظر واضح تھا۔

''کیا ہوا کیوں پریشان ہو؟'' وہ عین اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا تھا' سینے پر بازو لپیٹے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا' آنکھیں سوجی تھیں۔

''میری بچی روئی ہے' بہت روئی ہے' اس کی آواز بتا رہی تھی۔ اس کا دل ٹوٹا ہے' وہ بہت دکھی ہے میں جانتی ہوں اس کے آنسوؤں کا سبب تم ہو۔'' نانی جان کی غصیلی آواز اس کی سماعتوں میں گونجی تھی۔

''آپ گھر میں نہیں تھے باہر طوفان آیا ہوا ہے۔''

''اور یہاں کون سا طوفان آیا تھا' سمندری طوفان۔'' اس نے آگے بڑھ کر شہادت کی انگلی اس کی گھنیری پلکوں پر پھیرتے ہوئے کہا۔ ایک گھٹیا ترین الزام کے بوجھ سے اس کی روح برسوں بعد آزاد ہوئی تھی اسے لگا وہ کسی پنچھی کی مانند آزاد فضاؤں میں پرواز کرنے لگا تھا۔ دنیا ایک دم سے خوب صورت ہو گئی تھی' سب کچھ خوب صورت و نیا نیا لگ رہا تھا۔

جنت اس کی جسارت پر شپٹا کر رہ گئی تھی' نامعلوم کیا کرشمہ ہوا تھا ساری کرختگی و سنجیدگی ہوا بن کر تحلیل ہو گئی تھی۔ وہ ایک بالکل نئے روپ میں تھا' شوخ مسکراہٹ' چہرے پر گداز اور آنکھوں میں عجیب سی چمک لیے۔ اس سے وہاں کھڑا رہنا دشوار ہو رہا تھا وہ منظر سے غائب ہونا ہی چاہتی تھی کہ اس کی آنکھوں سے نکلتی روشنی کا وہ سامنا نہ کر سکی۔

''کہاں بھاگ رہی ہو؟'' اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے خود سے قریب تر کر لیا۔ ''پہلے یہ بتاؤ' نانی جان سے میری شکایت کیوں لگائی تھی؟'' وہ گویا خوشبوؤں کے حصار میں مقید ہو گئی تھی' دل کی دنیا زیر و زبر تھی۔ ''میں نے کب رلایا تمہیں جو تم نے میری شکایت نانی جان سے کی؟''

''میں نے...... کوئی شکایت نہیں کی اماں بی سے۔'' اس کے بازوؤں میں وہ بے جان سی ہونے لگی تھی۔ دل تھا کہ دھڑکے جارہا تھا جبکہ وہ اس اعتماد سے اس کو تھامے کھڑا تھا گویا صدیوں سے ساتھ رہا ہو۔

''اچھا یہ بتاؤ روئی کیوں تھیں؟ ادینہ کو میرے ساتھ دیکھ کر جیلسی فیل کررہی تھیں نا...... ہوں بولو...... یہی بات تھی نا؟'' وہ اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتا ہوا بولا۔

وہ کچھ نہیں کہہ سکی فقط آنسو اس کی زبان بن گئے تھے پھر وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر روتی چلی گئی۔ ابوبکر کے لبوں کی مسکراہٹ غائب ہوگئی تھی۔ وہ سنجیدہ ہوگیا چند لمحے اسے روتے ہوئے دیکھتا رہا پھر اٹھ کر کھڑکی کھول کر باہر دیکھنے لگا تھا۔ طوفان تھم چکا تھا' چھاجوں مینا برسنے لگا تھا۔ تمام دھول پانی میں بہہ گئی تھی' درختوں کے پتے دھل کر صاف ہوچکے تھے۔ دور دور عمارتوں سے پانی پرنالوں سے گر رہا تھا' ہر سمت جل تھل تھی۔

''آپ ناراض ہوگئے ہیں؟'' کچھ دیر تک وہ نہ پلٹا تو جنت رونا بھول کر گھبرائی ہوئی اس کی قریب آ کر گویا ہوئی۔

''تمہارا کیا خیال ہے مجھے خوش ہونا چاہیے؟ اماں بی مجھ سے خفا ہیں' ان کے خیال میں میں نے تمہیں ایسے دکھ دیے ہیں جس سے تم ڈس ہارٹ ہوئی ہو۔ میں نے کیا کیا ہے کمپرومائز کررہا ہوں' یہی سچی ہوتی ہے۔ میری نانی جان کی غیر موجودگی میں تم سے اچھا ایٹی ٹیوڈ رکھوں' تم میری کسی بات سے ہرٹ نہ ہو۔'' وہ کھڑکی بند کرکے پردے برابر کرتا ہوا بولا۔

''ایک بات بتائیں گے آپ؟'' اس نے بھی ہمت کرکے فیصلہ کرلیا تھا۔ اس سے سیدھی وکھری بات کرنے کا سوخاصے اعتماد سے بولی تھی۔

''ہزار باتیں پوچھ سکتی ہو مگر ایک شرط پر۔''

''کیسی شرط؟'' اس نے چونک کر کہا۔

''رو رو کر مت کہنا۔'' وہ مسکرا کر گویا ہوا اور کشنز صوفے پر رکھ کر نیم دراز ہوگیا تھا اسے مسکراتے دیکھ کر اس کا حوصلہ بڑھا تھا۔

''میں آپ کی زندگی میں کہاں ہوں؟''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''ادینہ آپ کی طرف پلٹ آئی ہے' وہ آپ کی چاہت ہے' آپ ادینہ سے شادی کرلیں گے؟'' آنکھیں چھلکنے کو پھر بے

ایک نکتے پر جلد آ جاؤ
سیدھے رستے پر کیوں نہیں چلتے
سیدھے رستے پر چل کے دیکھو تو
سب مصائب خود ختم ہوں گے
منزل پر پہنچنے کے لیے
دائروں میں کیوں بھٹکتے ہو
آ گہی کی اکائی سمجھو تو
ایک نکتے پر جلد آ جاؤ
اس نکتے کے ہزار رستے ہیں
ایک رستے پر تم بھی چل نکلو
نیک رستے پر
ہر اک قدم پر
رنگ روشنی خوشبو جیسی
سب آوازیں کہتی ہیں
راستے اب بھی سے سجتے ہیں
ہم رہرو
ہر آنکھ کو جچتے ہیں
منزل کو پانے کے لیے
ظریف احسن کو پڑھتے ہیں
روز و شب سنورتے ہیں

ظریف احسن...... کراچی

قرار ہوئیں۔

''آف کورس' یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔'' اس نے مسکراہٹ ضبط کی۔

''پھر...... کیا آپ مجھے چھوڑ دیں گے؟''

''یہ تمہارا میٹر ہے تم بتاؤ ہمارے ساتھ رہنا پسند کرو گی؟''

امید کا آخری گھڑا بھی ڈوب گیا تھا۔ کچھ دیر قبل جو اس کے خوشگوار رویے نے آس کی ڈور تھمائی تھی وہ ایک دم ہی چھوٹ گئی تھی۔ چند سکے اپنائیت کے جو اس کی جھولی میں ڈالے گئے تھے وہ بھی گویا محبت کی خیرات ڈالی گئی تھی۔

''آپ ساتھ رکھیں گے مجھے؟'' اس کا لہجہ بھکاریوں جیسا ہو گیا تھا۔

''اگر تم ساتھ رہنا چاہو تو...... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' بولو

جینز اور ملٹی کلر لائنز والی شرٹ میں وہ بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ کل تک جو لب مسکراہٹ سے ناآشنا تھے آج ان پر دبی دبی مسکان تھی' انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ ادینہ کے ملاپ سے اس پر بہار آ گئی تھی وہ سرتاپا بدل کر رہ گیا تھا۔

''کیا دیکھ رہی ہو نظر لگاؤ گی کیا؟'' وہ اس کی چوری پکڑ چکا تھا۔ اس کا دل چاہا بھاگ کر اس کے قدموں سے لپٹ جائے اور ہاتھ جوڑ کر کہے

''مجھے مرتے دم تک ان قدموں سے جدا نہ کرنا۔''

''ارے کیا ہو گیا جنت...... جنت......'' وہ اسے شاکڈ دیکھ کر بیٹھتا ہوا حیرانی سے پکارنے لگا۔ وہ ایک دم آگے بڑھی اور اس کے پیروں سے لپٹ کر بولی۔

''میں آپ کی اور ادینہ کی خدمت کروں گی' آپ دونوں کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی بس آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ کبھی مجھے خود سے جدا نہیں کریں گے آپ سے دور رہ کر میں مر جاؤں گی۔'' وہ کارپٹ پر بیٹھی اس کی ٹانگوں سے لپٹی ہذیانی انداز میں کہہ رہی تھی اس نے جھک کر اسے بازوؤں سے تھاما اور اپنے قریب کر لیا۔

''تم سیریس ہو گئی ہو تو میں بتا رہا ہوں' وہ سب محض مذاق تھا۔ ادینہ میری زندگی میں سے اسی وقت نکل گئی تھی جب اس نے میرے آگے ہارون کے جھوٹ کو سچ سمجھا تھا اور جب کوئی دل سے ایک بار نکل جائے تو ہمیشہ کے لیے نکل جاتا ہے۔''

''پھر آج وہ آپ سے جس انداز میں ملی تھی اس کا مطلب کیا تھا؟'' اس کا لہجہ عام روایتی بیوی والے شک سے بھرپور تھا۔

''وہ شاید مجھے یہ باور کرانا چاہ رہی تھی کہ اسے مجھ پر کس قدر اعتماد ہے وہ مجھ پر کتنا بھروسہ کرتی ہے لیکن وقت گزرنے کے بعد ہر تدبیر الٹ جاتی ہے وہ میرے پاس آئی اور میں نے اسے آنے دیا تاکہ وہ اپنے دل کی بات مجھ سے کر سکے کیونکہ اس نے مجھے موقع نہیں دیا تھا' ڈائریکٹ سزا سنا دی تھی۔ میں نے اسے موقع دیا دل کی بات کہنے کا اور آج اسے بتا دیا ہے۔'' وہ اس کے بھیگے بھیگے چہرے کو دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔ ''اس کے اور میرے راستے جدا ہیں' میں وہ بے غیرت بھائی نہیں ہوں جو بھائی کا گھر اجاڑ کر اپنا گھر بسا لے۔ میں جانتا ہوں ہارون کی طرف سے میرے دل میں کبیدگی ضرور ہے لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اپنی انا کی خاطر کسی کو بیچ چوراہے پر ذلیل کریں۔ میں انتقام لینے سے زیادہ معاف کرنے کو پسند کرتا ہوں۔''

''آپ ہارون بھائی کو بھی معاف کر دیں نا۔''

''ابھی نہیں' ابھی کچھ وقت لگے گا میں اسے معاف ضرور کروں گا مگر کچھ وقت کے بعد تاکہ وہ پھر کسی کے ساتھ ایسا نہ کر سکے۔'' ان کے درمیان گمبھیر خاموشی طاری ہو گئی تھی۔

''میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔'' وہ اس کو جاتے ہوئے دیکھتا سوچ رہا تھا کہ کتنی آسانی سے وہ مان گئی اور کتنی اٹوٹ محبت کرتی ہے اس سے جو ادینہ کو سوکن کے روپ میں بھی برداشت کرنے کو تیار تھی۔ اس نے سنا تھا عورت سب کچھ برداشت کر لیتی ہے مگر دوسری عورت برداشت نہیں کرتی۔

''تم نے پوچھا تھا تم میری زندگی میں کہاں ہو؟'' وہ اس کے پاس کچن میں چلا آیا۔ وہ نگٹس فرائی کرتے ہوئے چونکی۔

''پہلے تم مجھے بتاؤ میں تمہاری زندگی میں کہاں ہوں؟'' شرم کی گہری سرخی اس کے چہرے پر پھیل گئی تھی' دھیمی شرمگیں مسکراہٹ اس کے گلابی لبوں کا احاطہ کرنے لگی تھی۔

''دیکھو اس طرح نظریں چرانے سے کام نہیں چلے گا' پہلے تمہیں بتانا ہوگا کہ میں تمہاری زندگی میں کہاں ہوں' ہوں بھی یا نہیں؟''

''آہ...... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' وہ گویا تڑپ کر مڑی۔

''آپ میری زندگی میں کیسے نہیں ہیں' میری زندگی آپ سے شروع ہو کر آپ پر ہی ختم ہوتی ہے ابوبکر!'' وہ اس سے اگلوانے میں کامیاب ہو گیا تھا پھر اس کا خفت سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر سنجیدگی سے بولا۔

''میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں کہ یہ جھوٹ ہوگا' ہاں یہ ضرور کہوں گا میں اب تمہارے بغیر رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں تمہارا عادی ہو گیا ہوں' یہ عادت محبت میں کب بدل جائے معلوم نہیں۔'' اس نے مسکرا کر کہتے ہوئے جنت کے ہاتھ تھام کر اسے اپنائیت کا مان دیا تھا۔

ختم شد

ہماری محبت بھی تم ہو

نائلہ طارق

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

مجھ کو اک خواب پریشان سا لگا عید کا چاند
میری نظروں میں ذرا بھی نہ جچا عید کا چاند
آنکھ نم کر گیا بچھڑے ہوئے لوگوں کا خیال
دردِ دل دے کے ہمیں ڈوب گیا عید کا چاند

آج سارا دن آسمان پر بادل چھائے رہے تھے، بارش کی ہلکی ہلکی کن من صبح سے جاری تھی، شام تک موسم بے حد خوش گوار ہوگیا تھا مگر پھر موسم کے تیور گھن گھرج کے ساتھ بگڑتے چلے گئے تھے۔ کافی کے دو مگ لیے وہ لاؤنج سے گزرتے ہوئے ایک پل کو رکا تھا۔

"بہادر...... جاتے ہوئے گیٹ اچھی طرح بند کر کے جانا اور لائٹس آف کر دینا۔" ٹی وی دیکھتے گھر کے ملازم کو تاکید کرتا وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھا تھا۔

کتاب سے نظر ہٹاتے حیدر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ جو ہلکی سی دستک کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"آج بہادر کی ذمہ داری تم نے سنبھال لی۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔

"جی ہاں، اس کی فیورٹ ایکشن مووی کا کلائمکس چل رہا تھا۔ تو میں نے ڈسٹرب نہیں کیا۔" کافی کا مگ حیدر کے حوالے کر کے وہ اپنا مگ تھامے بیڈ کے قریب ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کافی زبردست بنائی ہے تم نے۔" حیدر کی تعریف پر وہ ہلکا سا مسکرا کر گلاس ونڈو کی طرف متوجہ ہوا۔ جہاں وقتاً فوقتاً کڑکتی بجلی کے جھماکے روشن ہو رہے تھے۔

"لگتا ہے آج ساری رات بادل برستے رہیں گے۔" حیدر کی آواز پر وہ چونک کر انہیں دیکھتا تائیدی انداز میں سر ہلاتا خاموش رہا۔ "آج خاور نے مجھے کال کی تھی۔"

"وہ تو اکثر ہی کال کرتے ہیں۔ آج کوئی خاص بات تھی۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"تہام...... تم جانتے ہو خاور ہماری فیکٹری کے منیجر ہی نہیں بلکہ میرے بہت عزیز اور قریبی دوست بھی ہیں۔ تمہیں اپنے بیٹوں کی طرح چاہتے ہیں......"

"جی پاپا...... اس میں تو کوئی شک نہیں، کیا میرے بارے میں انہوں نے کوئی بات کی ہے؟" اسے تشویش نے آ گھیرا۔

"ہاں...... دراصل آج انہوں نے کچھ پریشان ہو کر مجھے فون کیا...... وہ کچھ دن سے دیکھ رہے ہیں کہ تم فیکٹری کے معاملات کو لے کر بہت ہائپر رہنے لگے ہو۔ فیکٹری میں اس سے پہلے بھی بڑے بڑے آرڈرز آئے ہیں۔ جن کو پورا کروانے کے لیے ورکرز کے ساتھ تم بھی اپنے دن رات ایک کرتے رہے ہو، میں جانتا ہوں تم اپنے ماتحت کام کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ خوش اسلوبی اور نرمی سے پیش آتے ہو، ان کی غلطیوں پر بھی۔ مگر اب...... بقول خاور، تم ذرا ذرا سی بات پر غصے کا اظہار کرنے لگے ہو، ان کو تم کافی ڈسٹرب نظر آرہے ہو، انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ دن رات کی محنت کے بعد تھکن کی وجہ سے تمہیں کچھ دن کی چھٹیاں لے کر آرام کرنا چاہیے۔"

"پاپا...... خاور انکل کی بات کچھ غلط بھی نہیں ہے۔ مگر مجھے ڈسٹرب کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کی صحت خراب ہوگئی ہے۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا رہتا ہوں کہ مسئلہ بہت سنگین حد تک نہیں پہنچا...... آپ کو پتہ ہے کہ میری سب سے اہم سپورٹ آپ ہی ہیں، آپ ہی میری ہمت ہیں اور آپ کو کمزور پڑتا میں دیکھ نہیں سکتا۔"

"یہ کیسے سوچ لیا تم نے کہ میں کمزور بھی پڑ سکتا ہوں......؟ جس کے پاس تم جیسا محنتی اور فرماں بردار بیٹا ہو، وہ بھی کمزور نہیں پڑ سکتا...... انسان کے ساتھ دکھ، بیماری، مسئلے مسائل تو زندگی بھر چلتے رہتے ہیں۔ میں نہیں چاہوں گا کہ کبھی ان چیزوں کو تم خود پر حاوی کرو، اب اگر یہ بات ہے کہ میں گھر میں آرام کرتا اچھا نہیں لگ رہا تمہیں تو کہو۔" آخر میں حیدر کچھ ناراضگی سے بولے۔

"میں چاہتا ہوں کہ آپ زیادہ آرام کریں۔ فیکٹری کے معاملات کو خود پر سوار نہ کریں۔ میں آپ کو مکمل صحت یاب دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"بالکل اسی طرح میں بھی ہمیشہ تمہیں مضبوط دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں تو کوئی طاقت تمہیں نہیں توڑ سکتی اور جب میرا اتنا خیال رکھنے والا بیٹا میرے ساتھ ہے تو میری صحت کا کچھ نہیں بگڑ سکتا...... ٹھیک ہو جاؤں گا کچھ ہی دن میں...... ویسے تمہاری پریشانی کی وجہ صرف میں ہی تھا یا کوئی اور وجہ بھی ہے؟" بغور اسے دیکھتے ہوئے حیدر نے پوچھا۔

"اور کیا وجہ ہو سکتی ہے پاپا......! میں کوشش کروں گا کہ میری طرف سے اب آپ کو اور خاور انکل کو کوئی شکایت نہ ہو۔"

"اچھی بات ہے۔"

"بھائی صاحب کا فون آیا تھا آج...... وہ چاہتے تھے کہ میں سمن کی منگنی کی رسم میں شریک ہو جاؤں...... لیکن وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر ڈاکٹر نے مجھے سفر کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو بھی میں شریک نہ ہوتا۔"

"پاپا...... وہ آپ کے بڑے بھائی ہیں۔ ان کی خوشی کے موقع پر آپ کو گزری باتوں کو بھول جانا چاہیے۔ آپ ہی تو کہتے ہیں کہ رشتوں کو نبھانے کے لیے درگزر سے کام لینا چاہیے اور ان کو برقرار رکھنے کے لیے جھکنا بھی پڑے تو گریز نہیں کرنا چاہیے۔" تہام نے انہیں یاد دلایا تھا۔

"تم جانتے ہو کہ یہ سب میں صرف کہتا نہیں ہوں۔ اس سب پر عمل بھی کرتا ہوں مگر جب ان رشتوں کی زد میں اولاد آجائے تو اصولوں پر قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جس گھر میں میرے بیٹے کو ذلت کے تحفے دیئے گئے اس گھر میں کیا عزت مجھے دی جائے گی۔" حیدر کے گہرے سنجیدہ لہجے پر وہ خاموش رہا۔

"پہلے مجھے اندازہ نہیں تھا مگر اب یقین ہے کہ میری وجہ سے بھی تمہیں وہ عزت، وہ مقام کبھی نہیں دیا گیا جو تمہیں دینا چاہیے تھا۔ میری آنکھوں پر میرے اپنوں کی محبت کی پٹی بندھی تھی۔ جو میں کھلے سچ کو بھی نہیں دیکھ پایا، اپنی اور اپنے بھائیوں کی اولاد میں پھیلے فرق کو دیکھ نہیں پایا کبھی۔" حیدر کے لہجے میں شدید تاسف تھا۔

"پاپا...... اب آپ مزید اس بارے میں نہ سوچیں، میرے لیے آپ اہم ہیں اور آج بھی میرے دل میں آپ سے جڑے ہر رشتے کی عزت اور قدر موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ جو ہوا سو ہوا مگر اب اس کی وجہ سے آپ تایا ابو اور باقی سب سے کوئی رنجش یا گلہ دل میں نہ رکھیے، میں آپ کو خود سے جدا نہیں دیکھ سکتا۔ تو ان سب سے بھی آپ کو الگ نہیں دیکھ سکتا۔" وہ کچھ التجائیہ لہجے میں بولا۔

"مجھے تم سے امید تھی کہ تم یہی کہو گے۔ مجھے اپنی تربیت سے بڑھ کر تم پر فخر ہے۔" حیدر کے لہجے میں بھی تفاخر ٹھہرا۔

"کافی وقت ہو گیا ہے پاپا، اب آپ مطالعہ نہیں کریں گے، سو جائیں...... آپ کو پتہ ہے کہ ہلکی سی بھی روشنی ہو تو مجھے نیند نہیں آتی۔" کتاب ان سے لیتا وہ قطعی لہجے میں بولا۔

"کیا مطلب...... تم آج بھی میرے کمرے میں سوؤ گے......؟ میں تو اب بالکل ٹھیک ہوں۔"

"جب تک آپ بیڈ ریسٹ پر ہیں۔ مجھے یہیں سونا پڑے گا۔ ورنہ آپ مطالعہ کرتے کرتے صبح کر دیں گے۔" وہ فوراً بولا۔

کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد حیدر تو سو گئے تھے۔ مگر نیند اس پر اتنی جلدی مہربان ہونے والی نہیں تھی۔ یہ سچ تھا کہ حیدر کے دل کے عارضے میں مبتلا ہو جانے کے خدشات بس خدشات ہی تھے۔ مگر پھر بھی ان کی بگڑ جانے والی صحت نے تہام کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ تہام کے لیے اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ حیدر جیسے زندہ دل اور مضبوط انسان کو کن باتوں نے اندر ہی اندر ٹوٹ پھوٹ کا شکار کیا ہے۔ زبان سے لگائے گئے زخم کو کوئی مرہم نہیں بھر سکتا، زبان بھی وہ جو کسی بہت اپنے کی ہو، ان منتشر حالات کی بنیادی وجہ وہ خود کو ہی سمجھتا تھا۔ کہیں نہ کہیں یہ سچ خود کو منوا بھی چکا تھا اور یہی چیز اس کے لیے تکلیف کا باعث تھی۔

حیدر ایک بے حد شفیق اور ذمہ دار باپ کی طرح اپنے فرائض پورے کرتے رہے تھے۔ وہ اتنے سادہ، ملنسار اور خوش اخلاق تھے کہ سامنے والے کے ماتھے کے بل بھی ان کو دکھائی نہیں دیتے تھے۔ ایسے بہت سے مواقع آئے جس میں تہام ان سے کہنا چاہتا تھا کہ ضروری نہیں کہ آپ کے سامنے موجود شخص بھی آپ کی طرح وسیع ظرف رکھتا ہو۔ مگر وہ کبھی ان کو یہ بات وضاحت کے ساتھ سمجھانے کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔ سیل فون پر آتی کال نے اسے چونکا دیا۔ حیدر ڈسٹرب نہ ہو اس لیے سوچے سمجھے بنا ہی وہ کال ریسیو کر گیا تھا۔

"انکل......! اب طبیعت کیسی ہے آپ کی؟" سلام

کے ساتھ ہی کیے جانے والے سوال پر وہ چند لمحے چپ سا ہوگیا تھا۔

''وہ ٹھیک ہیں اور سو چکے ہیں۔'' اس کے جواباً سرد لہجے پر دوسری جانب ایک پل کو خاموشی چھا گئی۔

''شاید عجلت میں تم نے غلطی سے میری کال ریسیو کرلی۔'' مدھم آواز ابھری۔

''عجلت میں میری یہ غلط فہمی دور ہوگئی کہ کال میرے فون پر آئی ہے۔'' وہ اسی سرد لہجے میں بولا۔

''تم نے منع کردیا تھا کہ میں تمہیں کبھی کال نہ کروں۔'' وہ یاد دلا رہی تھی۔

''ظاہر ہے، آپ جیسے بلند مرتبہ لوگوں کا مجھ جیسے پست انسان سے رابطہ کرنا معیوب لگتا ہے۔'' اس کے طنزیہ لہجے پر وہ چپ سی ہوگئی۔

''تم کل پاپا سے بات کرلینا......''

''سنو......'' اس سے پہلے کہ تہام لائن منقطع کردیتا وہ بول اٹھی۔

''فون بند مت کرنا۔'' اس کے لہجے میں التجا تھی۔

''ہاں، جانتا ہوں آپ جیسی اعلیٰ عزت دار شخصیات کی بات سننے بغیر فون بند کردیا جائے تو عزت نفس مجروح ہوتی ہے۔ لیکن ان پر دل کے دروازے بند کردیے جائیں تو انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''تم یہ کہہ سکتے ہو تم اس سے بھی زیادہ کہہ سکتے ہو......''

''میں صرف سچ کہتا ہوں۔'' اس کی بات کاٹتا وہ بمشکل ضبط کیے بھینچے لہجے میں بولا تھا اور لائن ڈسکنیکٹ کردی تھی۔ اس کی کنپٹیوں کی رگیں پھڑپھڑانے لگی۔ جب آنکھیں بند کرنے پر وہی چہرہ معمول کی طرح سامنے آیا تھا۔ وہی آواز سماعتوں میں گونج رہی تھی۔ جسے آج غلطی سے وہ سن چکا تھا۔ مگر کبھی سننا نہیں چاہتا تھا۔

❀......❀......❀......❀

روشنیوں سے جگمگاتے وسیع وعریض لان میں منعقد تقریب عروج پر تھی، فوٹو سیشن جاری تھا، گہرے سبز رنگ کے لباس میں وہ بہت سادہ اور سوگوار سی اس بھرپور ماحول کا حصہ ہی نہیں لگ رہی تھی، دیگر رشتے داروں کو غور کرنے کا موقع نہیں ملا ورنہ کئی سوال اٹھتے، اس کی اور سمن کی مثال یک جان دو قالب جیسی مشہور تھی۔ خاندان میں اس کا لیا دیا انداز اور سمن کی لاتعلقی گھر کے افراد کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ دور سے ہی وہ بس دیکھ رہی تھی، سمن سج سنور کر اپنے منگیتر کے ساتھ بیٹھی بہت خوش باش دکھائی دے رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہوئے وہ کوئی چیز اپنے دل و دماغ میں مسلسل چبھتی محسوس کررہی تھی۔

''ساریقہ......'' اپنے نام کی پکار پر وہ چونک کر قریب آتیں صنوبر کی طرف متوجہ ہوئی۔

''جی بھابی......کوئی کام تھا؟'' وہ بولی۔

''نہیں، اب تو بس گھر کی طرف نکلنا ہے اور امی نے کہلوایا ہے کہ گھر پہنچنے کے بعد تم بچوں کے ساتھ نیچے ہی رہنا، اوپر تایا جان کی طرف آنے کی ضرورت نہیں۔'' صنوبر کی تاکید پر اس نے بس اثبات میں سر ہلایا۔

''سب کو پتہ ہے تمہاری طبیعت خراب ہے۔ مگر پھر بھی تم یہاں تک آئی ہو۔ سمن کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ اپنے ساتھ ایک فوٹو بنوانے کے لیے ہی تمہارا پوچھ لیتی۔'' صنوبر کے شدید ناگوار لہجے پر اس نے ایک بار پھر تیز روشنیوں اور کھلکھلاتے چہروں کے درمیان دمکتی سمن کو دیکھا۔

''اپنی تسکین اور انا کی سربلندی کے لیے ناکردہ گناہوں کی سیاہی کسی کے دامن پر لگا کر کوئی مگر کیسے سکتا ہے؟ خوش کیسے ہوسکتا ہے؟ پرسکون کیسے رہ سکتا ہے؟'' ذہن میں گردش کرتے ان سوالوں کا صرف ایک ہی جواب مجسم سمن کی صورت اس کی نظروں کے سامنے تھا۔

اس کا پہلے سے بوجھل دل اس ماحول میں اب گھبرانے لگا تھا۔ اس لیے وہ شدت سے رونا چاہتی تھی۔ دل ہلکا کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس کی شکل تک دیکھنے کا روادار نہ تھا...... گھٹتی سانسوں کے ساتھ اس نے حیدر کو کال کی۔

''بولو بیٹا...... طبیعت کیسی ہے تمہاری؟ خوشی کا موقع ضرور ہے مگر کھانے پینے میں بد پرہیزی مت کرنا......'' اس کی کیفیت سے انجان حیدر بولے تھے۔

''آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' اس کے بدلے لہجے نے حیدر کو چونکا دیا۔

''ساریقہ......! تمہاری آواز کو کیا ہوا......؟ کسی نے کچھ کہا ہے تمہیں تو بتاؤ ابھی اس کی خبر لیتا ہوں۔''

''نہیں انکل...... بس آپ کی یاد آرہی تھی، مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا، اس خوشی کے موقع پر آپ اور تہام یہاں نہیں ورنہ...... اور کچھ نہیں ہوا، کچھ بھی تو نہیں ہوا......'' رندھے لہجے

میں بولتی وہ اپنی سسکیاں نہیں روک سکی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

ملازمت کے سلسلے میں حیدر کو اپنے دونوں بھائیوں سے دور دوسرے شہر میں رہائش اختیار کرنی پڑی تھی۔ جہاں ان کی ازدواجی زندگی کے پندرہ سال بہت کامیاب گزرے۔ اولاد کی کمی کے بغیر بھی..... مگر جب بہت اچانک موت کا شکنجہ ان کی شریک حیات کو ان سے جدا کر گیا تو پہلی بار وہ بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئے تھے۔ دکھ سکھ کی وفادار ساتھی کا ہمیشہ کے لیے بچھڑ جانے کا غم گھن کی طرح انہیں چاٹ رہا تھا۔ حالت کے پیش نظر ان کے بھائی حطیم انہیں اپنے ساتھ گھر لے جانے کے لیے بضد ہوگئے۔ بڑے بھائی کے سامنے حیدر اپنے انکار پر قائم نہیں رہ سکتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی ٹھہرے غم سے گزرتے ہوئے یا گزرنے کے بعد مداوے کی کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آتی ہے تاکہ خالق اور مخلوق کی درمیان تعلق کو مایوسی کی دیمک کمزور نہ کردے۔ ایسا ہی کچھ حیدر کے ساتھ ہوا تھا۔ جس رات وہ اپنے بھائی کے ساتھ جارہے تھے وہ سفر ان کی زندگی کو ایک نیا رخ دے گیا تھا۔ بہت اچانک ایک چھوٹا سا نحیف ونزار سا وجود ان کی گاڑی کے نیچے آتے آتے بچا تھا۔ دس، بارہ سال کے اس بچے کے معصوم آنسوؤں سے تر چہرے پر پھیلے خوف کے سائے اور چوٹ کے نشانوں نے حیدر کے دل کو ایسا پسیجا کہ وہ اس کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہوگئے۔ حیدر کے مہربان پُرشفقت لہجے نے اس بچے کے ڈر کو کچھ کم کردیا تھا۔ ہچکیوں کے درمیان اس نے جو کچھ بتایا وہ حیدر کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گیا تھا۔

حطیم نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ اس بچے کو اسی ادارے تک پہنچادیتے ہیں جہاں سے وہ فرار ہوا ہے۔ مگر حیدر متفق نہیں ہوئے تھے۔ بے نام ونشان لاوارث بچوں کو پناہ دینے کے بہانے بہت سے ایسے ادارے بھی ہیں جن کا مقصد صرف فنڈز حاصل کرنا ہوتا ہے، جہاں اپنے مفاد کے لیے ایسے بچوں کو خوب استعمال کیا جاتا ہے اور پس پردہ ان بچوں کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا جاتا ہے کہ یا تو ان کی شخصیت بالکل تباہ ہوجاتی ہے۔ یا پھر وہ فرار ہوکر ایسے گرداب میں پھنس جاتے ہیں جو معاشرے کے لیے ناسور بن جاتے ہیں۔ بہرحال حیدر اس بچے کو اپنے ساتھ گھر لے آئے، کچھ دن تک تو ان کی یہی کوشش رہی تھی کہ بچے سے اس کے بارے میں مزید کچھ معلوم ہوجائے مگر کامیابی نہیں ملی۔ اس بچے کو یہ تک معلوم نہ تھا کہ وہ جس ادارے میں تھا وہاں تک کیسے پہنچا۔

حیدر کے سب سے بڑے بھائی حنان اس چیز کے سخت مخالف ہوئے کہ ایک انجان، بے نام ونشان بچے کو گھر میں رکھا جائے، ان کو یہ خدشہ تھا کہ کل کہیں یہ بچہ ان سب کے لیے مصیبت کا سبب نہ بن جائے مگر مخالفت کے باوجود حیدر نے چند دنوں میں ہی جو فیصلہ کرلیا تھا اس کے بعد وہ پیچھے نہیں ہٹے تھے۔ اپنے دونوں بھائیوں کا وہ بے حد احترام کرتے تھے مگر اس معاملے میں وہ اپنے دل کو نہیں سمجھا سکے تھے۔ جس میں اس معصوم بچے کی محبت جڑ پکڑ چکی تھی۔ ایک پدرانہ شفقت اور ہڑک وہ دل میں اس کے لیے محسوس کرتے تھے۔ اس بچے کو بھی حیدر سے ایسی انسیت ہوگئی تھی کہ جہاں وہ آنکھوں سے اوجھل ہوتے تو ہراساں ہونے لگتا۔ حطیم اس معاملے میں خاموش رہے تھے، نہ تو انہوں نے حیدر کی حمایت کی نہ بڑے بھائی کی مخالفت میں ان کا ساتھ دیا، ان کے لیے یہ بہت تھا کہ ایک سانحے سے گزرنے کے بعد حیدر نارمل زندگی کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ حیدر واپس ایبٹ آباد جاکر اب ملازمت کے بجائے اپنا کاروبار شروع کرنا چاہتے تھے۔ تب تک تہام کو حطیم کی فیملی کے ساتھ ہی رہنا تھا تہام مکمل طور پر اس گھر کے ماحول میں ایڈجسٹ نہیں ہوسکا تھا۔ مگر حیدر کے بہت سمجھانے پر وہ چند ماہ کے لیے ان سے دور رہنے پر رضامند ہوگیا تھا۔

تہام کے لیے اس گھر میں سب کچھ انوکھا اور اجنبی تھا۔ یہاں اسے رشتے نظر آئے تھے، ماں باپ، اولاد، بہن بھائی، کزنز، دوست، ایک گھر اور اس میں رہنے والے افراد کے درمیان تعلق، ان کے جذبات واحساسات، پیار، غصہ، لڑائی، یگانگت..... یہ سب کچھ اس کے لیے نیا اور حیرت انگیز تھا۔ حیدر کے جانے کے بعد ان کے بڑے بھائی حطیم پر خوب برسے تھے۔ ان کے خیال میں حطیم کی سپورٹ کی وجہ سے حیدر نے وہی کیا جو نہیں کرنا چاہیے تھا۔ حطیم نے ان کو سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ تہام کی موجودگی گھر کے بچوں پر کوئی اثر نہیں ڈالے گی۔ مگر حنان قطعی قائل ہونے کے لیے تیار نہ تھے اور نہ ہی وہ قائل ہوئے۔ دوسری جانب تمام تلخیوں اور بحث وتکرار سے یکسر انجان تہام اپنے اردگرد کی دنیا کو سمجھنے کی کوشش کررہا تھا، اس کوشش میں سیاریقہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ جو حطیم کی سب سے چھوٹی اولاد تھی۔ سائے کی طرح وہ تہام کے ساتھ ساتھ

رہتی تھی۔ اس خدشے کے پیش نظر کہ اس کے بڑے بہن بھائی تمام کو تنہا دیکھ کر تنگ نہ کریں یا پھر تمام کو نے کھدروں میں چھپ کر رونا نہ شروع کردے۔ اسے بالکل سمجھ نہیں آتا تھا کہ تمام بلاوجہ روتا کیوں ہے۔ حالانکہ وہ دیکھتی تھی کہ اس کے ماں باپ تمام کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ وہ خود ہر ممکن اس کو خوش رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔ اس کے ساتھ پڑھنا، اسے کھیل میں شامل رکھنا، اسے اسٹوری بکس پڑھ کر سنانا، اس سے باتیں کرنا۔ کیونکہ اس نے حیدر سے وعدہ کیا تھا کہ تمام کو بالکل اداس نہیں ہونے دے گی اور اسے اپنا بیسٹ فرینڈ بھی بنائے گی۔

حلیم اور ان کی بیوی بچوں کی محبت اور اپنائیت کا ہی ردعمل تھا کہ تمام کو ان سب سے انسیت ہونے لگی تھی۔ رہ گئے حنان تو انہوں نے پہلے ہی یہ فیصلہ سنا دیا تھا کہ جب تک تمام اس گھر میں ہے، ان کے گھر کا کوئی فرد حلیم کے پورشن میں نہیں آئے گا۔ تقریباً پانچ ماہ بعد حیدر واپس آگئے تھے تمام کو اپنے ساتھ لے جانے، ان پانچ ماہ میں وہ مسلسل تمام سے فون پر رابطے میں رہے تھے، اپنی مصروفیات میں بھی وہ ایک دن بھی اس سے غافل نہیں رہے تھے۔ حیدر کے لیے یہ فی الحال بہت تھا کہ ان کے ایک بھائی کی فیملی نے تمام کو قبول کرلیا ہے۔ واپس جانے سے پہلے وہ حنان سے بھی ملے تھے۔ ان کا رویہ اکھڑا ہوا ہی تھا۔ حیدر نے دوبارہ انہیں کنوینس کرنے کی کوشش نہیں کی، وہ پُرامید ضرور تھے کہ آنے والے وقت میں تمام کی اہمیت کو ان کی زندگی میں حنان بھی قبول کرلیں گے۔

❀......❀......❀......❀
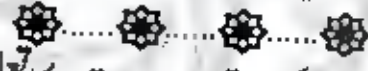
گزرتے وقت کے ساتھ حیدر اور تمام کا تعلق گہرا اور مضبوط ہوتا چلا گیا تھا۔ حیدر مطمئن تھے کہ انہوں نے بروقت ایک صحیح فیصلہ کیا تھا، ان کے زیر سایہ ایک نئی زندگی کا آغاز کرلینے کے بعد تمام، حلیم کی فیملی کے ساتھ گزرے وہ چند ماہ نہیں بھولا تھا اور خاص طور پر ساریقہ کو۔

اپنے کاروبار اور تمام کی اسٹڈیز کی وجہ سے حیدر ایبٹ آباد کے ہی ہوکر رہ گئے تھے۔ بس دونوں بھائیوں کے بچوں کی شادی کے موقع پر ہی وہ گھر آتے تھے۔ البتہ چھٹیوں یا ویک اینڈ پر تمام کو حلیم اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آجاتے تھے۔ کالج میں آجانے کے بعد تمام کو یہ چند گھنٹوں کا سفر طے کرنا مشکل نہیں لگتا تھا۔

اس سب کے درمیان بہت چپکے سے، بہت خاموشی سے ایک خوب صورت جذبہ بھی جانے کب اور کیسے پنپتا چلا گیا...... وہ جذبہ جس کی کشش تمام کو حلیم کے گھر کی طرف کھینچ لاتی تھی، پہلے تو وہ انجان تھا۔ مگر پھر پھلتا پھولتا یہ جذبہ اپنی خوشبو سے اسے بے خبر نہیں رکھ سکا تھا۔ محبت کے خوب صورت احساسات سے روشناس ہونے کے بعد وہ تشویش میں بھی مبتلا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اپنے دائرے سے نکل کر، حیثیت سے بڑھ کر چاہ رہا ہے۔ ساریقہ اس کے جس قدر قریب تھی۔ اس سے زیادہ دور ہوسکتی تھی۔ وہ حیدر کی نظروں میں بے اعتبار بھی ہوسکتا تھا۔ اور یہ بے اعتباری اس کے لیے موت ہوتی، خاموش رہتا تو نارسائی کا عذاب روز مارتا اور روز زندہ کرتا...... مگر ایک امید ضرور تھی کہ شاید سب کچھ ویسا نہ ہو جیسے اندیشے اسے لاحق تھے۔ عجیب کشمکش تھی کہ وہ ساریقہ سے بھی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ورنہ ایک ساریقہ ہی تھی جس سے وہ ہر مسئلہ شیئر کرتا تھا اور اس کے ہر مشورے پر آنکھیں بند کرکے عمل کرتا تھا۔ اتنا یقین اور بھروسہ اسے ساریقہ پر تھا۔ یہی یقین اسے ہمت دیتا تھا کہ اسے دل کی بات نہیں چھپانی چاہیے۔ مگر عین وقت پر ہمت جواب دے جاتی، ایسے میں اس کا لہجہ اکھڑ جاتا، مزاج میں جھنجھلاہٹ آجاتی، ذرا ذرا سی بات پر وہ بحث پر اتر آتا تھا۔ اس دن بھی فون پر بات کرتے ہوئے ساریقہ کو اندازہ ہوگیا تھا کہ ضرور وہ کسی پریشانی کا شکار ہے۔

''مجھ سے الجھنے یا بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، آخر تم قبول کیوں نہیں کرلیتے کہ پیار، محبت کا خبط ہوچکا ہے تمہیں...... لڑکی کا معاملہ ہے تو صاف صاف بتادو، یہ کوئی انوکھا کام تو ہے نہیں جو تم نے کیا ہوگا اور قبول کرنے سے ہچکچا رہے ہو۔'' ساریقہ کے کوفت زدہ لہجے پر وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہوگیا تھا۔

''تو اور کیا کروں...... اگر اس نے انکار کردیا تو......؟'' وہ خفت سے بولا۔

''تو کیا ہوا تمہارے لیے لڑکیاں بہت۔''

''فضول بات نہ کرو، تمہیں پتہ بھی ہے کہ نہ کبھی میرا کوئی افیئر رہا ہے اور نہ ہی میں فلرٹ کررہا ہوں......''

''ہاں پتہ ہے، تمہاری زبان سے افیئر اور فلرٹ کا سن کر ہی مجھے ہنسی آرہی ہے، خیر اگر یقیناً تم انٹرسٹڈ ہو تو سیریس بھی ہوگے...... مگر پہلے اچھی طرح جانچ پڑتال کرلینا، تمہیں تو کوئی تجربہ بھی نہیں ہے، ناکوں چنے چبوادیتی ہیں، یہ آج کل کی

لڑکیاں بہت تیز ہوتی ہیں......"

"تم تو جیسے قبل مسیح کی ہو۔" تہام کے فوراً کہنے پر وہ کھلکھلائی۔

"تم مجھے طعنہ مت دو اور خبردار جو تم نے میرا مقابلہ کسی سے کیا، اس کی فکر کرو جس سے اظہار کی ہمت نہیں کر پا رہے۔"

"جب تم میری فطرت جانتی ہو تو سیدھی طرح کوئی مشورہ دے دو۔" وہ بیزارگی سے بولا۔

"ایسا کرو، اس سے تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں، زمانہ ہوا کے پروں پر دوڑ رہا ہے، ڈائریکٹ انگوٹھی تحفے میں دے دو۔"

"اس سے کیا ہوگا؟" اس کے ہونق لہجے نے ساریقہ کو دنگ کیا تھا۔

"انگوٹھی دینا کوئی معمولی بات نہیں۔"

"اب مجھے کیا پتہ، موویز دیکھنے کا وقت تمہارے پاس ہے میرے پاس نہیں۔" وہ خجالت سے بولا۔

"تم بھی تھوڑا ٹائم دے دیتے تو مجھ سے مشورہ نہ مانگ رہے ہوتے۔" وہ خشمگین لہجے میں بولی۔

"اچھا، اب آگے بولو...... انگوٹھی کوئی مسئلہ نہ کھڑا کردے......؟"

"سارے مسئلے ہی حل ہوجائیں گے۔" انگوٹھی تمہاری جذبات کی عکاسی کرے گی اور تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی...... بس یہ دعا کرنا کہ وہ انگوٹھی قبول کرلے، واپس کرکے تمہارے ارمانوں کو ٹھنڈا نہ کردے۔"

"ایسا مت کہو، میں اتنا پک چکا ہوں کہ اسے ہی ٹھنڈا کردوں گا۔"

"اچھا...... بس...... اب ان ہیروز کی طرح بننے کی کوشش مت کرو جن میں آدھے سے زیادہ جرائم ولن کے پائے جاتے ہیں۔ یہ حقیقی زندگی ہے۔ اس میں تم ہیرو بن سکتے ہو یا پھر زیرو...... ولن والا شعبہ تمہارے لیے بنا ہی نہیں......"

"کتنا بے جا بولتی ہو، میرا سر درد کرنے لگا ہے۔" وہ بے زاری سے بولتا اسے بھڑکا گیا تھا۔

"تو پھر جاؤ جہنم میں۔" تلملا کر بولتی وہ لائن ڈسکنیکٹ کر گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

"ساریقہ......" اسے پکارتی سمن کچن میں آئی۔

"تمہارا پارسل اور جینے کی وجہ آ گئی ہے...... کچھ خدا کا خوف کرو، ایک ماہ میں ہی تم ساری کاسمیٹکس پروڈکٹس کھا گئی ہو جو پھر منگوالی۔" پیکٹ ٹیبل پر رکھتی وہ اسے گھرک رہی تھی جو برتن دھوتی ڈھٹائی سے ہنسی۔

"تم بھول رہی ہو...... میری دو عدد بھابیاں بھی ہیں اس گھر میں۔"

"ہاں یہ تو ہے...... ویسے پاپا نے ریسیو کیا تھا یہ پارسل۔" سمن کی اطلاع نے اسے چونکایا۔

"کچھ کہا تو نہیں تایا جان نے؟"

"پوچھ رہے تھے کہ یہ تہام نے کیا بھیجا ہے، کیوں بھیجا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب تفصیل بتانے کا وقت نہیں۔ مجھے کام ہے۔ تم فارغ ہوجاؤ تو آجانا اوپر......" اس کی سنے بغیر سمن عجلت میں بولتی کچن سے نکل گئی۔

رات تک اسے فراغت ہی نہیں ملی، اس کی دونوں بڑی بہنیں بچوں کے ساتھ گھر آگئی تھیں۔ پھر تو کچھ یاد ہی نہیں رہا۔ رات گئے جب وہ کمرے میں آئی تو پارسل پر نظر پڑی جسے اس نے کھولا بھی نہیں تھا۔

فیشل سے لے کر پیڈی کیور تک استعمال ہونے والی پروڈکٹس وہ بہت شوق سے خرید کر خود بھی استعمال کرتی تھی اور اس کی وجہ سے گھر کی باقی خواتین بھی مستفید ہوتی تھیں۔ غلطی یہ ہوئی کہ ہمیشہ کی طرح ایک پروڈکٹ اسے اچھی لگی سو خریدلی۔ کوالٹی کو پرکھے بغیر، نتیجہ یہ نکلا کہ اسکن الرجی ہوگئی، اپنے بھائیوں سے بہت ڈانٹ پڑی، ہول اسے تب اٹھے جب اس کے کاسمیٹکس خریدنے پر بھی پابندی لگ گئی، اتفاق سے ان دنوں میں تہام گھر آیا ہوا تھا۔ اسے یہ تو پتہ ہی تھا کہ ساریقہ کا کاسمیٹکس کے بغیر گزارا نہیں سو تہام نے اس کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے یہ تسلی دی کہ اس کا ایک دوست ایک بہت نامور کاسمیٹکس کمپنی میں جاب کرتا ہے، اس کے ذریعے اسے ون کوالٹی کی پروڈکٹس حاصل ہوجائیں گی۔ ساریقہ کو اور کیا چاہیے تھا فوراً لسٹ بنا کر اسے تھمادی تھی اور تہام بڑی خوش اسلوبی سے یہ ذمہ داری نبھا رہا تھا۔ پیکٹ کھولتے ہی اس کی آنکھیں مسکرا اٹھی تھیں، لبوں پر پھول کھل گئے تھے، دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے مخملی کیس کھولا تھا، جگمگاتی خوب صورت نازک سی انگوٹھی لبوں سے لگاتے ہوئے اس کی آنکھیں جھلملا اٹھی تھیں۔

"تمہیں کسی اظہار کی ضرورت نہیں تھی تہام...... جو کچھ تم کہہ نہیں سکتے وہ تمہاری آنکھیں بول دیتی ہیں مجھ سے...... تمہاری آنکھیں ہی پڑھنے میں تو مہارت حاصل کرسکی ہوں ورنہ مجھے تو چہرے پڑھنا بھی نہیں آتے۔" ایک ٹک انگوٹھی کو دیکھتی وہ اس سے مخاطب تھی۔ جو نجانے کتنی بے چینی سے اس کے اس ردعمل کا انتظار کررہا ہوگا۔

"میں اور تم تو ایک دوسرے کے غم گسار...... مزاج آشنا ہیں، ہمارا سفر ایک دوسرے سے شروع ہوکر ایک دوجے تک ہی آکر مکمل ہوتا ہے...... کیسے کوئی ہمارے درمیان آسکتا تھا...... جو ہورہا ہے وہ ہمیں ازبر تھا، جو ہوگا اسے ہم نے ہی تخلیق کرنا ہے، کسی مصور کی طرح...... جس میں محبت کے سب رنگ ہوں گے، زندگی کے خوب صورت راستے ہوں گے اور ہم ہوں گے۔" فون کی چنگھاڑ نے اس کے حسین خواب توڑا تھا۔ کال ریسیو کرتے ہوئے اس کے لبوں پر بھرپور مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"پارسل ملا تمہیں؟" اس کی خاموشی نے تہام کا اعتماد ڈانوڈول کیا تھا۔ مگر بات تو کرنی ہی تھی۔

"ہاں مل گیا۔" اس نے لہجے کو سپاٹ رکھا۔

"اب میں کچھ نہیں بولوں گا، جو کہنا ہے تم کہوگی۔" ایک پل کی خاموشی کے بعد وہ مدھم لہجے میں بولا۔

"میں کیا کہوں؟"

"رنگ کیسی لگی......؟"

"اچھی ہے۔"

"پہنا اسے؟"

"کیوں؟"

"پتہ نہیں...... کبھی سوچا نہیں اس بارے میں، اب اچانک سے......"

"اچانک کی بات مت کرو...... کیا تم نے ایک بار بھی کبھی میرے بارے میں اس طرح نہیں سوچا جیسے......"

"تہام......" وہ درمیان میں اسے روک گئی۔

"مجھے واقعی یہ سب عجیب لگ رہا ہے، کچھ سمجھ نہیں آرہا یہ کیا ہورہا ہے۔" وہ بمشکل خود کو سنجیدہ اور پریشان ظاہر کرتی بولی۔

"ساریقہ...... انجان مت بنو...... میرے دل کی خبر تمہیں نہ ہو، یہ نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں......" وہ جذباتی ہوا۔

"شاید...... مجھے وقت چاہیے......"

"تمہاری زندگی میں میری اہمیت کس حد تک ہے، یہ سوچنے کے لیے تمہیں وقت چاہیے......؟" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"تم بات کو سمجھنے کی کوشش کیا کرو پہلے۔" وہ بولی۔

"سمجھ میں ہی تو آرہا ہے ساریقہ...... ایک تاریک سیاہ ماضی رکھنے والے شخص کو اپنا کردینا کا سامنا کرنا معمولی بات نہیں ہے۔" تہام کا لہجہ تلخ ہوا۔

"تم یہ بتاؤ ارسل بھائی کی منگنی میں شرکت کرنے کب تک پہنچ رہے ہو گھر......؟ سمن بھی پوچھ رہی تھی۔" سنجیدگی سے بولتی وہ موضوع بدل گئی۔

جواباً حسب توقع لائن ڈسکنیکٹ کرگیا تھا۔ اس کا اتنا ناراض چہرہ تصور میں لاتی وہ ڈھیر سے ہنسی تھی۔

"دل کی بات لبوں تک لانے میں اتنا وقت لگایا اب تھوڑا تم بھی خوار ہو...... ویسے بھی وہ محبت ہی کیا جس میں محبوب کے ہاتھوں دل آزاری نہ ہو۔" زیرلب اسے مخاطب کرتی وہ دوبارہ جگمگ کرتی انگوٹھی کو تکنے لگی تھی۔

❁......❁......❁......❁

دوپہر ڈھل چکی تھی جب وہ سفید آہنی گیٹ کے سامنے ٹیکسی سے اترا تھا۔ گیٹ کھلا ہی تھا کہ اندر داخل ہوتے ہی پہلا ٹکراؤ حنان سے ہوا۔ ان کے سامنے ہمیشہ ہی وہ کچھ بوکھلا سا جاتا تھا۔ ہچکچاہٹ کے ساتھ اس نے سلام کیا۔

"حیدر کہاں ہے......؟ کیا بار بار یاد دلانا ہوگا اسے کہ میرے بیٹے کی منگنی ہے کل۔" اس کے سلام کا جواب دیئے بغیر وہ ناگوار لہجے میں بولے۔

"پاپا کل شام تک یہاں پہنچ جائیں گے۔" وہ بمشکل جواب دے سکا۔

"ظاہر ہے اسے آنا تو پڑے گا، کسی عمل سے تو ظاہر ہو کہ ہم تین بھائی ہیں، خاندانی اور حسب نسب والے لوگ ہیں...... ورنہ حیدر کو تو شوق ہے پیر کی مٹی سر پر ڈالنے کا۔" ان کے کرخت تضحیک آمیز لہجے پر تہام کے چہرے کا رنگ سرخ ہوا۔ ذلت کے شدید احساس کے تحت وہ وہیں ساکت لب بھینچے حنان کو گیٹ سے باہر نکلتا دیکھتا رہا۔ تب ہی شانے پر ہاتھ کا دباؤ محسوس کرتا وہ پلٹا تھا۔ ذہنی انتشار کے باعث وہ فوری طور پر حطیم سے کچھ بول نہیں سکا تھا۔

"بھائی صاحب جو نہ کہیں وہ کم ہے تم اپنا دل برا مت کرو، آجاؤ....." اس کا شانہ تھپتھپاتے حطیم اسے ساتھ ہی لے کر گھر کے اندر آ گئے۔

"اب اتنے سنجیدہ کیوں بیٹھے ہو......؟" تایا جان کی باتوں کو اہمیت دینے لگے تو ہم تو تمہارا چہرا دیکھنے کے لیے ہی ترس جائیں گے، اب موڈ ٹھیک کرو اور یہ سینڈوچ کھاؤ۔" صنوبر نے اسے ڈپٹتے ہوئے پلیٹ سامنے کی۔

"میں کہاں کچھ کہہ رہا ہوں بھابی، کچھ نہیں ہوا میرے موڈ کو بس ذرا تھک گیا ہوں......" گہری سانس لے کر وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولا۔

"یہ تو تمہارا ظرف ہے کہ تم کبھی پلٹ کر جواب نہیں دیتے۔" ساحر اور سمیر کو پتہ چل گیا کہ بھائی صاحب نے تمہارے گھر آتے ہی اس قسم کی بات کی ہے تو طیش میں آجائیں گے...... ہمیشہ ہی بھائی صاحب نہ موقع محل کا خیال رکھتے ہیں نہ بڑے چھوٹے کا لحاظ......" ساریقہ کی ماں کشور کو ہمیشہ ہی جیٹھ کے اکھڑے مزاج کی شکایت رہی تھی۔ اب تو ان کے سامنے کہہ بھی نہیں سکتی تھیں مگر حطیم کے سامنے بھڑاس ضرور نکالتی تھیں۔

"اچھا اب اس ذکر کو ختم کرو، میں حیدر کو اور تاکید کردوں گا کہ کل وقت سے پہلے پہنچ جائے ورنہ بھائی صاحب آسمان سر پر اٹھالیں گے۔" حطیم بولے۔

"تو یہ کام کیا وہ پہلی بار کریں گے۔" کشور کے جل کر کہنے پر صنوبر نے بے ساختہ ہنستے ہوئے تہام کو دیکھا تھا جو خود بھی مسکرا رہا تھا۔

سامنا ہونے پر ساریقہ کا بالکل نارمل انداز اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اس سے ایسے ہی بات کررہی تھی جیسے ان دونوں کے درمیان کوئی بڑی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ تہام اپنے غصے کو ضبط کیے بہت بے دلی سے اس کی باتوں کے جواب میں بس ہوں، ہاں کرتا رہا تھا، تہام کو اس سے ایسی بے نیازی اور بے حسی کی توقع نہیں تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے جذبوں کی توہین کرچکا ہے، دوسری جانب ساریقہ کی نظروں سے اس کا کھنچا کھنچا رویہ اور حد درجہ سنجیدگی چھپی نہیں رہی، دل ہی دل میں وہ خوب لطف اندوز بھی ہورہی تھی۔ ناراضگی اور غصے کے باوجود وہ ساریقہ سے کھل کر بات کرنا چاہتا تھا مگر اسے کوئی موقع ملتا نظر نہیں آرہا تھا، اکتاہٹ اور بے زاری محسوس کرتا وہ بائیک لے کر نکل گیا تھا۔ بائیک چلانے کا موقع اسے یہیں آکر ملتا تھا۔ سو بلا مقصد سڑکوں پر بائیک دوڑاتا رہا، اس دوران ساریقہ کی کالز بھی آئیں جو کہ اس نے اگنور کردیں مگر جب حطیم نے کال پر اسے واپس گھر آنے کی تاکید کی تو اسے عمل کرنا پڑا تھا۔

اس وقت وہ بائیک ایک طرف کھڑی کررہا تھا جب یک دم عقب سے ابھرتی چیخ پر وہ ہڑبڑا کر پلٹا اور پھر دوڑتا ہوا سیڑھیوں کی جانب آیا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" سمن کا ہاتھ پکڑ کر اٹھنے میں مدد دیتا وہ تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

"پتہ نہیں کیسے پیر پھسل گیا، بری طرح مڑا ہے پیر۔" خجل سی مسکراہٹ کے باوجود سمن کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔

"یہاں سے اترو، چیک کرو پیر میں زیادہ تکلیف تو نہیں......" تہام کے فکرمند لہجے پر وہ کچھ بول نہیں سکی مگر اس کے چہرے سے نگاہ بھی نہیں ہٹا سکی تھی۔ جب کہ تہام کی ساری توجہ اس کے پیر پر تھی، اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتی وہ کافی سنبھل کر بقیہ اسٹیپس اتر رہی تھی۔ جب ایک سخت آواز نے اس کی محویت کو توڑا تھا، تہام سرعت سے اس کا ہاتھ چھوڑتا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"پاپا...... میرا پیر پھسل گیا تھا، تہام بروقت آ گیا ورنہ فریکچر ہی ہوجانا تھا آج۔"

"تو یہاں کیوں رکی ہو، جاؤ جا کر لگاؤ کچھ چوٹ پر۔" ان کے حکم دینے پر سمن سے پہلے تہام سرعت سے وہاں سے نکلا تھا۔ مگر اوپر جاتی سمن کی چور نگاؤں نے اس کی چوڑی پشت کا تعاقب ضرور کیا تھا۔

❁......❁......❁......❁

سمن کے پیر کا حال احوال پوچھ کر وہ سیڑھیوں کی طرف آئی تو نیچے کے اسٹیپس پر اسے تہام اور سمن کا بھائی ارسل باتوں میں مگن نظر آئے تھے۔

"ارسل بھائی...... کل کون سی والی سے منگنی کررہے ہیں؟" سیڑھیاں اترتے وہ شرارت سے پوچھ رہی تھی۔

"قسم سے آخری والی سے اپنے نصیب پھوڑ رہا ہوں۔" ارسل کے خوش دلی سے جواب دینے پر وہ بے ساختہ ہنستی ایک پل کو اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو نظر اٹھائے بغیر ایک طرف

سرکتا اسے گزرنے کا راستہ دے گیا۔
لہراتا آنچل تہام کے چہرے کو مس کرتا پھسلتا چلا گیا تھا۔ اس مہکتے ریشمی لمس سے اس نے چہرہ بچانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اپنے پورشن کی جانب بڑھتے ہوئے اچانک کچھ یاد آنے پر وہ رخ بدلتی پچھلے صحن کی طرف چلی آئی تھی۔ سرخ اینٹوں والے وسیع وعریض صحن کی کیاریوں میں کھلے رات کی رانی کے سفید نازک پھولوں کی سحر انگیز خوشبو ہوا کے نرم جھونکوں کے ساتھ بکھر رہی تھی، کیاریوں کے قریب ہی رسی پر اسے اپنی شال ہوا سے لہراتی نظر آرہی تھی جسے وہ لینے آئی تھی۔ صحن کے وسط میں رک کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا تو جہاں بے تحاشہ ٹمٹماتے ستاروں کے درمیان روشن پورے چاند کی تیز ٹھنڈی روشنی آنکھوں کو خیرہ کررہی تھی۔ چاند کے گرد بنے دودھیا ہالے کو دیکھتی وہ دم بخود سی تھی کہ اچانک قدموں کی آہٹ نے اسے بری طرح چونکا دیا۔

"ڈرا دیا تم نے۔" وہ خشمگین لہجے میں بول کر اپنی شال کی طرف بڑھنا چاہتی تھی کہ یک دم تہام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس اپنے سامنے کیا، حیران ہوکر ساریقہ نے اس کے ہاتھ کی گرفت میں اپنے ہاتھ کو دیکھا اور پھر اسے جو گہری سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہا تھا۔

"یہ بے نیازی تم پر نہیں جچ رہی ساریقہ..... کیوں یہ سب کررہی ہو؟" اس کے گھمبیر لہجے پر وہ نگاہ نہیں چرا سکی۔

"کیا کررہی ہوں میں.....؟" اس کے لڑکھڑاتے لہجے پر تہام نے اس کا دوسرا ہاتھ تھام کر اپنے سامنے کیا۔

"وہ انگوٹھی مجھے تمہارے ہاتھ میں کیوں نظر نہیں آرہی؟"

"پتہ نہیں..... میں تم سے کہہ چکی ہوں۔ میں نے اس بارے میں ابھی کچھ سوچا نہیں۔" خفت سے بولتی وہ اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے نکال گئی۔

"مجھے اس طرح تنگ کرکے جانے تمہیں کیا حاصل ہورہا ہے۔ ورنہ سچ کیا ہے یہ میں اچھی طرح جان گیا ہوں۔" اس کے گہرے لہجے نے ایک پل کو ساریقہ کو کمزور کیا مگر اگلے ہی پل وہ سنبھل گئی۔

"تم کس سچ کی بات کررہے ہو؟"

"وہی جو میں نے تمہاری آنکھوں میں دیکھا ہے اور دیکھ رہا ہوں..... اپنا چہرہ۔" اس کے مدھم لہجے میں جانے کیا کچھ تھا، ساریقہ کے لیے ناممکن ہوگیا تھا اس کی آنکھوں کے علاوہ کہیں اور دیکھنا۔ "میں جانتا ہوں راستہ کٹھن ہے لیکن مجھے خود سے بڑھ کر تم پر بھروسہ ہے..... میں نے پہروں اگر کسی کو سوچا ہے تو وہ تم ہو، کسی کو شدت سے پانے کی چاہت کی ہے تو وہ صرف تم ہو، زمین سے آسمان تک میری نظروں نے کسی چہرے کو ڈھونڈا ہے تو وہ چہرا تمہارا ہے..... تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ محبت تم سے نہ ہوتی، یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں خبر نہ ہوتی؟" اس کے وزدیدہ لہجے کو سنتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ساریقہ نے چاہا تھا کہ ساری رات یونہی گزر جائے، اس کی آنکھوں میں جھانکتا وہ بولتا رہے۔ "تم تو وہ ہو جو شاید ازل سے مجھے جانتی ہو، مجھے مجھ سے زیادہ پہچانتی ہو..... کیا اس سب کے بعد بھی سوچنے سمجھنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"پتہ نہیں....." نگاہ چرائی وہ یقیناً نکل بھاگتی مگر تہام کا ضبط ختم ہوگیا تھا، ایک جھٹکے سے اسے اپنے مقابل لاتا وہ بھڑک اٹھا۔

"یہ تم نے کیا ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے.....؟" بازو پر اس کی سخت گرفت اور مشتعل لہجے نے ساریقہ کو سن کردیا تھا۔ "ایک بات غور سے سن لو، میں جانتا ہوں تمہارے دل میں صرف میں ہوں تم اقرار کرو یا نہ کرو، میں تمہیں دامن چھڑانے نہیں دوں گا..... فیصلہ کرکے ہی یہاں سے جاؤں گا، سنا تم نے....."

بھڑکتے لہجے میں بات ختم کرکے وہ اسے پرے ہٹاتا جانے کے لیے پلٹ گیا تھا۔ ہک دک نظروں سے اس کے جارحانہ انداز کو دیکھتی ساریقہ بے ساختہ مسکرا اٹھی تھی، اپنے اردگرد اسے آسمان سے کئی ستارے اترتے دکھائی دے رہے تھے۔

❁ ❁ ❁ ❁
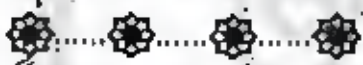
نیچے آتے ہوئے سمن کی نگاہیں اس پر جم گئی تھیں۔ جو گاڑی کے کھلے ڈور پر بازو ٹکائے سیل فون پر کسی سے باتوں میں مگن تھا۔ ہلکی ہلکی دھوپ میں اس کے نفاست سے سنوارے سیاہ بال چمک رہے تھے، بلیک جینز اور لائٹ پنک شرٹ میں اس کا نمایاں ہوتا دراز قد قابل رشک تھا۔ بے اختیار وہ اس کی سمت بڑھتی چلی گئی۔ کال سے فارغ ہوتا وہ چونک کر سمن کی طرف متوجہ ہوا۔

"کہیں جارہے ہو؟"

"ہاں..... ایئرپورٹ۔ پاپا کو آج آنا تھا، بھول گئیں؟"

"جس بات کا تعلق تم سے ہو کیسے بھول سکتی ہوں۔" بغور اسے دیکھتی وہ بے ساختہ بولی۔ جب کہ تہام نے کچھ چونک کر

ابھی نظروں سے اسے دیکھا۔
''مطلب...... حیدر انکل کو آج آنا ہے۔ یہ بات کیسے بھول سکتی ہوں۔'' سمن کے فوراً کہنے پر وہ کچھ عجیب سا محسوس کرتا بس رسماً مسکرا دیا۔ ''کل فرنیچر سے بچانے کے لیے تمہارا بہت شکریہ۔'' سمن مسکراتے ہوئے بولی۔
''سوری...... میں پوچھنا بھول گیا، پیر تو ٹھیک ہے ناں اب، ارجنٹ تو دوسرا ملے گا بھی نہیں رات کی تقریب کے لیے۔'' تہام کے غیر سنجیدہ انداز پر وہ بے ساختہ ہنسی۔
''تمہارے ساتھ اور کون جارہا ہے؟'' سمن نے پوچھا۔
''وہ دونوں حضرات۔'' جواباً تہام نے باہر آتے عظیم اور ان کے بڑے بیٹے کی طرف اشارہ کیا۔
''ساریقہ ساتھ چلی جاتی تو میں بھی چلتی۔'' وہ بولی مگر یہ نہ ہوسکا۔ آنکھوں پر سن گلاسز لگاتا وہ مسکرا دیا۔ جب کہ سمن اس کی دلکش مسکراہٹ کو آنکھوں میں جذب کرگئی تھی۔ جو ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔

❀......❀......❀......❀

ڈریسنگ کے سامنے کھڑی وہ عجلت میں ایرنگز پہن رہی تھی جب دستک پر اس کو متوجہ ہونا پڑا۔ ایک پل تو ساریقہ کی آنکھوں میں چمک لہرائی تھی، گرے کلر شیروانی سوٹ زیب تن کیے وہ بہت خوبرو اور تروتازہ دکھائی دے رہا تھا، اس کی مسکراتی نظروں پر وہ خود پر سنجیدگی طاری کرتی بیڈ پر پڑے اپنے دوپٹے کی جانب بڑھی مگر اس وقت ٹھٹک کر رہ گئی جب تہام اس سے پہلے ہی دوپٹہ اپنے قبضے میں لیتا پیچھے ہٹ گیا۔
''یہ حرکت کرنے پر مجھے تم نے مجبور کیا ہے...... ویسے بھی شرافت کا زمانہ ہی نہیں رہا......'' جھلملاتا دوپٹہ بازو پر ڈالے تہام نے گہری نظروں سے اس کے سجے سنورے روپ کو بھرپور دیکھا۔ ریشمی بال سمٹ کر اس نے دائیں شانے پر ڈال رکھے تھے، ڈارک مرون لباس میں اس کا نازک سراپا کھل رہا تھا، گہرے میک اپ میں اس کے تیکھے نقوش میں غصے کی سرخی بھی چھلک رہی تھی۔
''مجھے پہلے ہی دیر ہورہی ہے دوپٹہ واپس دو......'' پیشانی پر بل ڈالے وہ اس کی بے باک نگاہوں میں دیکھ نہیں سکی۔
''مجھے اس وقت بھی تمہارے ہاتھ میں انگوٹھی نظر نہیں آرہی...... حد ہوتی ہے ڈھٹائی کی، اب تمہاری سزا یہ ہے کہ میں خود تمہیں انگوٹھی پہناؤں گا ورنہ......''
''ورنہ کیا......؟ تنگ مت کرو تہام...... دوپٹہ دو میرا......'' زچ ہوکر بولتی وہ دو قدم اس کی جانب بڑھی۔
''پہلے انگوٹھی پہنو ورنہ یہ دوپٹہ مجھ سے نہیں لے سکو گی۔'' اس کے قطعی انداز نے ساریقہ کے غصے کو ہوا دی۔
''تہام...... اس معاملے پر بعد میں بھی بات ہوسکتی ہے......''
''ساری بات ابھی ہوگی ساریقہ۔'' وہ اطمینان سے بولا۔
''میں انگوٹھی نہیں پہنوں گی۔ بلکہ تمہارے منہ پر ماروں گی۔'' وہ بھنا کر بولی۔
''اگر یہ بات ہے تو آجاؤ لے لو مجھ سے دوپٹہ۔'' اس کے تاثرات کو وہ دلچسپی سے دیکھتا وہ دیوار سے پشت لگا کر کھڑا ہوگیا۔
''تم کیا پاگل ہوگئے ہو؟''
''نہیں مجذوب ہوں، وہ بھی تمہارا۔'' تہام نے برجستہ کہا۔
چند لمحوں تک وہ تذبذب میں مبتلا ناگوار نظروں سے اسے گھورتی رہی تھی مگر پھر خود کو مضبوط کرتی اس کی جانب بڑھی۔ خود پر مرکوز اس کی گہری سنجیدہ نظروں پر ساریقہ کو اپنے قدم لرزتے محسوس ہورہے تھے، دل کی دھڑکن اسے اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی، یہ خوف تھا یا جانے کیا...... مگر جو بھی تھا، پہلے کبھی اسے اپنے اور تہام کے درمیان محسوس نہیں ہوا تھا، کوئی پردہ تھا جو درمیان سے ہٹ گیا تھا، جذبات آنکھوں میں سمٹ آئے تھے۔ خاموشی گنگنا اٹھی تھی...... محبت پہلے کبھی اس طرح اپنے حجاب سے باہر جو نہیں آئی تھی۔ دھڑکن اس لمحے بالکل تھم گئی تھی۔ جب تہام نے اسے اپنے بے حد قریب کیا تھا۔ کسی مجسمے کی طرح وہ بے حس و حرکت تھی۔ چند لمحوں تک تہام بغور اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ جہاں جسم کا سارا خون سمٹ آیا تھا، دوپٹہ ساریقہ کی پہنچ سے دور نہیں تھا مگر...... گہری سانس لے کر تہام نے اس کی آنکھوں میں تیرتے آنسوؤں کو دیکھا اور پھر دھیرے سے دوپٹہ اس کے شانوں پر ڈال دیا۔
''نہ جینے دیتی ہو، نہ مرنے دیتی ہو...... مگر میں تمہاری طرح سنگ دل نہیں ہوں۔'' اس کی آنکھوں سے پھسلتے موتی پوروں میں سمیٹتا وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔ ''تمہارے یہ آنسو سب کچھ کہہ گئے ہیں اور میں ان کا شکر گزار ہوں۔'' وہ مدھم لہجے میں بولا۔ پیشانی سے ٹکراتی گرم سانسوں کی شدت سے ساریقہ کا چہرہ دہکنے لگا تھا۔
''اب جو کرنا ہے، مجھے کرنا ہے، میرے لیے بس یہ کافی

ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔" دھیرے سے اس کے چہرے کو چھوتا ہوا بولا۔

"جو کرنا ہے کرو پر مجھے بخشو۔" اس کا ہاتھ جھٹک کر دور ہٹتی وہ غصے میں بولی۔ "نکلو میرے کمرے سے باہر۔" ڈریسنگ کی طرف جاتی وہ مزید بھڑک کر بولی اور اس کی مسکراتی نظروں کی پروا کیے بغیر ٹشو سے آنکھوں کا بکھرا میک اپ درست کرنے لگی۔

"اجازت دینے کا شکریہ مگر اس کے بغیر بھی مجھے وہی کرنا تھا جو ٹھان چکا ہوں...... ویسے بھی عشق مشک کی بات ہے، مرد کو ہی زیب دیتی ہے یہ تمہارے بس کا کام نہیں تم بس لگی رہو میک اپ کرنے میں......" اسے مزید تنگ کرنے کے لیے وہ بولا اور پھر اس کی غصیلی نظروں پر مسکراتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ تب ہی بروقت وہ رکا تھا ورنہ ثمن سے تصادم یقینی تھا۔

"معذرت...... اب آپ جا سکتی ہیں۔" وہ ایک طرف ہٹا مسکرایا تھا۔ جواباً ثمن کا چہرہ سپاٹ رہا تھا۔ جب کہ تہام کچھ حیران ہوا...... اس کی خاموشی پر...... مگر پھر سامنے سے آتی صنوبر کی پکار پر ان کی طرف بڑھ گیا تھا۔

❀....❀....❀....❀
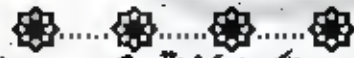
تقریب بخیر و خوبی تکمیل کو پہنچی تھی۔ مگر رات کافی سے زیادہ گزر گئی تھی۔ اس لیے وہ بالکل سو نہیں پایا تھا۔ باتھ لے کر فریش ہوتا وہ چائے کی طلب میں کمرے سے نکلا۔ لاؤنج میں حیدر اور حطیم دونوں ہی موجود تھے۔

"اچھا ہوا تم آ گئے، بھابی نے بلایا ہے اوپر، تم بھی آ جاؤ۔" حیدر کے کہنے پر اس نے بظاہر تو فرماں برداری سے اثبات میں سر ہلا دیا تھا مگر ان کے ساتھ ماربل کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ کوفت میں مبتلا وہ یہ دعا کر رہا تھا کہ حنان تایا سے بالکل سامنا نہ ہو، ویسے دعا پوری ہوتی نظر آ رہی تھی۔ کیونکہ سیڑھیاں ختم ہوتے ہی وسیع ٹیرس پر صرف صفیہ وہیل چیئر پر بیٹھی نظر آ رہی تھیں۔ جب کہ ان کی بہو ٹیبل پر ناشتے کے لوازمات لگا رہی تھیں۔ سلام دعا کے بعد تہام نے بلا تکلف چائے کا مگ اٹھایا۔

"حیدر...... یہ زیور دیکھو ذرا......" سرخ کیس میں سجے طلائی سیٹ کو حیدر کے سامنے کرتیں وہ پوچھ رہی تھیں۔

"بہت اچھا ہے بھابی۔" ان کی تعریف پر وہ مسکرائی تھیں۔

"ارسل کی شادی اسی سال ہو گی۔ میں نے سوچا یہ کام پہلے کر لوں، اب گھر کے لڑکوں میں ارسل اور تہام ہی تو رہ گئے ہیں، اس لیے میں نے ان دونوں کی شادی کے لیے ایک جیسے ہی سیٹ بنوا لیے ہیں۔"

"تہام کے لیے آپ نے زحمت کیوں کی بھابی......؟"

"کیا مطلب...... شادی نہیں کرو گے کیا اس کی؟" وہ حیرت سے درمیان میں بولیں۔

"وہ تو جب ہو گی تب ہو گی۔ ابھی سے اس کی کیا ضرورت تھی۔" حیدر مسکرا کر بولے۔

"حطیم کی شادی سے لے کر سمیر کی شادی تک ہر دلہن کو میں نے منہ دکھائی میں یہی تحفہ دیا ہے...... زندگی موت کا کوئی بھروسہ نہیں، اسی لیے میں نے وقت سے پہلے ہی اپنی ذمہ داری پوری کر لی اور مجھے اپنے گھر لانے کی خواہش تمہیں پوری کروانی ہے تو بس تہام کی شادی کی فکر کرو، بہو گھر میں آئے گی تو تم دیکھنا گھر میں کیسی رونق آ جائے گی۔"

"اللہ وہ مبارک دن لائے، بس آپ تیار رہیے گا، بہو کو رخصت کروا کر آپ نے اپنے ساتھ ہی اسے میرے گھر لانا ہے۔" حیدر بول رہے تھے۔ جب کہ اس گفتگو کے دوران تہام کو یہی غنیمت لگا کہ ساری توجہ چائے پر رکھے۔

"حیدر...... مجھے آج تمہارے بیٹے کی شکایت کرنی ہے۔" صفیہ کے کہنے پر تہام بھی چونکا۔

"دو دن ہو گئے اسے گھر آئے مگر اوپر یہ آج تمہارے ساتھ آیا ہے۔" صفیہ مسکراتے ہوئے شکایت کر رہی تھیں، اس سے پہلے کہ حیدر کچھ کہتے وہ بول اٹھا۔

"تائی جان...... یقین کریں کئی بار آپ کے پاس آنے کا ارادہ کیا مگر تایا جان آپ سے محبت اتنی کرتے ہیں کہ مجھے موقع ہی نہیں ملتا۔ ہر وقت وہ آپ کے اردگرد ہوتے ہیں...... اب میں ان کی موجودگی میں آپ تک پہنچنے کی جرأت کر سکتا ہوں بھلا......؟"

"بس، تم ہر بار میری شکایت اسی طرح ٹال دیتے ہو۔" صفیہ کچھ ناراضگی سے اس کے مسکراتے چہرے پر دیکھتی بولیں۔

"تہام...... یہ بہت غلط بات ہے، اصولاً بھی تمہیں سب سے پہلے بھابی کے پاس آنا چاہیے، آئندہ خیال رکھنا۔" حیدر کے لہجے میں تنبیہ تھی۔

"جی پاپا...... تائی جان آئندہ آپ کو یہ شکایت نہیں

ہوگی۔" وہ شرمندگی سے بولا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ تم اپنے تایا کی وجہ سے کیوں اتنا ہچکچاتے ہو...... میرے سامنے وہ تمہیں کچھ کہہ کر تو دیکھیں...... بے دھڑک آیا کرو۔" صفیہ کی تاکید پر تہام نے سر کو اثبات میں حرکت دی۔ جب کہ حیدر خاموش رہے تھے۔ جانتے تھے کہ شوہر کے رویے کی تلافی صفیہ اپنی محبت اور اپنائیت سے کرتی ہیں لیکن شوہر کی ناپسندیدگی کے باوجود اور اس سب کے لیے حیدران کے ممنون تھے۔

❁......❁......❁......❁
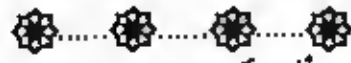
کمرے میں داخل ہوکر ساریقہ نے حیرت سے اسے دیکھا جو بیڈ پر گھٹنوں کے گرد بازو باندھے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"ثمن...... کہاں گم ہو؟" اس کے سامنے بیٹھی وہ بولی۔

"اور یہ چہرے کو کیا ہوا ہے...... بالکل زرد ہو رہا ہے۔ طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" ساریقہ تشویش سے پوچھتی اس وقت دنگ رہ گئی جب ثمن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ریلا بہہ نکلا۔

"ثمن...... ہوا کیا ہے، کیوں اس طرح رو رہی ہو؟" ساریقہ کے سوالوں پر وہ مزید پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ثمن...... خدا کا واسطہ کچھ بتاؤ تو، جب تک بولو گی نہیں مسئلہ کیسے حل ہوگا۔"

"ساریقہ...... میں اگر اور خاموش رہی تو مر جاؤں گی، میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس کے سوا کسی اور کی ہو نہیں سکتی۔" تڑپ تڑپ کر روتی وہ اذیت ناک لہجے میں ساریقہ کا دل مٹھی میں جکڑ گئی تھی۔

"کون ثمن تم کس کی بات کر رہی ہو؟" وہ دنگ رہ گئی۔

"تہام......" ثمن کے سسکتے لہجے نے اسے پتھر کی طرح ساکت کر دیا تھا۔ "میں دن رات اس کی بے خبری کی آگ میں جھلس رہی ہوں۔ میں کچھ نہیں جانتی مجھے کیا ہوگیا ہے۔ مجھے اس کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا، اس کی آواز ہر وقت میرے کانوں میں گونجتی رہتی ہے...... میں اب اور اسے خود سے انجان نہیں دیکھ سکتی...... کچھ کرو ساریقہ کہ وہ میرے دل کی ہر بات سنے، میری ہر اذیت سے واقف ہو جائے اور میرا یقین کر کے مجھے قبول کر کے مجھے معتبر کر دے...... میری مدد کرو ساریقہ۔" زار و قطار روتی وہ ساریقہ کے برف ہوتے ہاتھوں کو پکڑے التجا کر رہی تھی۔ ساریقہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا

محسوس ہو رہا تھا۔ "تم جانتی ہو گھر میں میری شادی کی بات چل رہی ہے۔ کبھی بھی کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ میرا تہام سے بات کرنا بہت ضروری ہے...... ورنہ سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ میں اپنی جان دے دوں گی مگر اس کے علاوہ کسی کا ساتھ قبول نہیں کروں گی۔ وہ تمہاری بات مانتا ہے، تم اس سے کہو میری بات سنے ورنہ میں اپنے ساتھ کچھ ایسا بھیانک کروں گی کہ صبح کا سورج نہیں دیکھ سکوں گی، مجھے آج ہی اس سے بات کرنی ہے......" جنونی انداز میں بولتی وہ ساریقہ کو سن کر گئی تھی۔ ثمن کی یہ بے قراری یہ جنوں وہ بھی تہام کے لیے کسی دھچکے سے کم نہیں تھی اس کے لیے۔ ثمن کی ذہنی حالت پر اسے بس ایک پل کو شبہ ہوا تھا۔ یہ انکشاف اس کی روح تک کو جھنجھوڑ گیا تھا۔

"ساریقہ...... کچھ تو بولو، صرف تم ہی مجھے اس اذیت سے نکال سکتی ہو۔ ورنہ میرا دماغ پھٹ جائے گا۔" اس کے رونے میں ذرا برابر وقفہ نہیں آیا۔

"مت رو ثمن...... وہ ضرور تمہارے جذبات کو سمجھے گا۔ تم فکر نہ کرو۔ میں کچھ کرتی ہوں۔" ساریقہ کو اپنی ہی آواز اجنبی لگی۔ بے جان قدموں کے ساتھ وہ ثمن کے کمرے سے باہر آئی تھی۔ دل کی اذیت سے اس کا چہرہ چیخ رہا تھا۔ تب ہی عقب سے صفیہ کی پکار پر اسے رکنا پڑا۔

"ساریقہ اگر جلدی نہیں ہے تو میرے لیے ایک کپ چائے بنا دو۔ بہت دن ہوئے تمہارے ہاتھ سے بنی چائے نہیں پی۔" صفیہ کے نرم لہجے پر وہ بمشکل خود کو کمپوز کرتی ان کی طرف بڑھی۔

"جی ضرور تائی جان...... ابھی بنا کر لاتی ہوں، آپ کو ٹیرس پر لے چلوں یا کمرے میں؟"

"میں کمرے میں ہی جا رہی تھی، خود چلی جاؤں گی، تم چائے بنالو۔"

"کوئی بات نہیں، میں کمرے میں لے چلتی ہوں۔" بولتے ہوئے وہ ان کی وہیل چیئر کھینچتی کمرے میں قد آدم سائز کی گلاس ونڈو کے قریب لے آئی تھی۔

"اپنے لیے بھی بنا لینا، ساتھ ہی چائے پئیں گے۔" صفیہ کے کہنے پر وہ سر ہلاتی کمرے سے نکل گئی۔ جب کہ صفیہ ونڈو کے باہر متوجہ ہوئیں کسی گہری سوچ میں گم ہو گئی تھیں۔

❁......❁......❁......❁
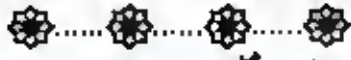
اپنے فون پر ساریقہ کا میسج پڑھتے ہی وہ حیران ہوتا کچن کی

طرف آیا تھا۔ جہاں ساریقہ اس کے انتظار میں مضطرب ٹہل رہی تھی، اس کے اترے چہرے نے تہام کو یک دم بہت سنجیدہ کردیا تھا۔

"ساریقہ......! خبردار جو تم نے اب یہ کہا کہ میں اس بارے میں پاپا سے کوئی بات نہ کروں جس بارے میں تم نے کچھ سوچا نہیں......" تہام کے تنبیہی لہجے پر اس کا دل چاہا تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کردے۔

"اب تم کچھ کہو گی......؟ کیوں بلایا ہے مجھے یہاں......" اس کے خاموشی سے دیکھتے رہنے پر تہام کو پوچھنا ہی پڑا۔

"تہام...... دراصل...... بات مجھے نہیں سمن کو تم سے کرنی ہے۔ کوئی ضروری بات ہے۔" وہ اٹکتے لہجے میں بمشکل بول سکی۔

"مجھ سے کیا ضروری بات کرنی ہے اسے......؟" وہ حیران ہوا۔

"اگر کوئی ضروری بات واقعی ہے تو چلو ابھی چل کر بات کرتے ہیں......"

"نہیں...... ابھی نہیں۔" وہ سرعت سے اسے روک گئی۔

"وہ تم سے تنہائی میں بات کرنا چاہتی ہے۔" گھٹتے لہجے میں بولتی وہ نگاہ چرا گئی۔

"ایسی کون سی بات ہے جو اسے تنہائی میں کرنی ہے؟ تمہارے سامنے بھی نہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے تمہیں پتہ نہیں۔"

"ایسا ہی ہے...... وہ مجھ سے پہلے تم سے ہی بات کرنا چاہتی ہے۔" تہام کے مشکوک لہجے پر وہ فوراً بولی۔ "رات میں تم پچھلے صحن میں جاکر سمن کی بات سن لینا......"

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے...... تایا جان پہلے ہی مجھ سے خار کھاتے ہیں سب کے سامنے وہ مجھے اپنی اولادوں سے بات تک کرتے دیکھنا پسند نہیں کرتے اور تم مجھے بھیج رہی ہو ان کی بیٹی کے پاس وہ بھی تنہا رات میں...... کچھ ہوش کے ناخن پکڑو۔" ناگواری سے بولتا وہ جانے کے لیے پلٹ رہا تھا کہ ساریقہ نے سرعت سے اس کا ہاتھ تھام کر روکا۔

"تہام...... کچھ دیر کی بات ہوگی۔ میری خاطر اس کی بات سن لو۔"

"ضد مت کرو ساریقہ...... تم ناسمجھ نہیں ہو، میں یہ رسک نہیں لے سکتا۔" وہ زچ ہوا۔ "اس سے کہو جو بات کرنی ہے مجھ سے کرنی ہے فون پر کرے، یا پھر تمہارے سامنے۔"

"فون پر بات نہیں ہوسکے گی۔ یہ میری ذمہ داری ہے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ تم دونوں میری نظروں میں رہو گے۔ تمہیں اگر کوئی خدشہ ہے تو فکر مت کرو میں تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گی۔ لیکن تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں ہے تو ٹھیک ہے۔ ہونے دو مجھے سمن کے سامنے شرمندہ، مت کرو میری خاطر یہ......" ساریقہ کی بات ادھوری رہ گئی جب تہام نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔

"اور تم یہ جانتی ہو کہ میں تمہاری خاطر اپنی زندگی کی بھی پروا نہیں کرسکتا۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

❀....❀....❀....❀

ڈرائنگ روم کا وہ دروازہ جو پچھلے صحن میں کھلتا تھا اس نے دھیرے سے ذرا کھولا تھا۔ ڈرائنگ روم کی لائٹس اس نے آف رکھی تھی تاکہ وہ سمن کی نظروں میں نہ آسکے۔ وہ اس بات سے قطعی انجان تھی کہ ساریقہ اسے دیکھ رہی ہے۔ دروازے کے ساتھ لگی وہ سانس روکی کھڑی تھی۔ عجیب سی خنکی اس کی رگ و پے میں سرائیت کرتی جارہی تھی، چاند کی تیز روشنی میں ہر منظر نمایاں تھا، کیاریوں میں رات کی رانی کے پھول آج بھی کھلے ہوئے تھے۔ مگر وہ ان کی خوشبو محسوس کرنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ سمن کے آنسوؤں نے اسے عجیب دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا۔ ایک طرف تہام تھا جس سے اٹوٹ تعلق تھا تو دوسری طرف سمن تھی جو تہام سے بھی پہلے اس کی زندگی میں تھی۔ جو ہمیشہ اس کے دکھ سکھ میں شریک رہی تھی، تہام اور سمن سے اپنی محبت کی وہ پیمائش نہیں کرسکتی تھی۔ ضمیر نے خود غرضی پر مجبور نہ ہونے دیا ورنہ اگر وہ تہام کو بتادیتی کہ اسے پتہ ہے سمن کیا کہنا چاہتی ہے تو تہام کبھی سمن سے بات کرنے کے لیے تیار نہ ہوتا...... اور اگر ایسا ہوجاتا تو وہ سمن کے سامنے کیا چہرہ لے کر جاتی...... کسی کی آنکھوں میں دھول جھونکنا، کسی کو اونچائی سے پاتال میں دھکیل دینا بہت آسان نہیں ہوتا، جن کے لیے آسان ہوتا ہے ان کا ضمیر زندہ نہیں ہوتا۔

سانس رک گئی تھی جب اس نے تہام کو صحن کی حدود میں داخل ہوتے دیکھا تھا...... کوئی کند چھری اسے اپنے دل میں اترتی محسوس ہورہی تھی۔ دل و دماغ چیخ رہے تھے۔ کہیں اس نے تہام کو سمن کے پاس بھیج کر غلط تو نہیں کیا......؟! اگر وہ خود بھی دامن رہ گئی تو......؟ سمن خوب صورت ہے بے انتہا خوب

صورت، خاندان بھر میں اور خاندان سے باہر اس کے بہت امیدوار تھے، ثمن نے غلط نہیں کہا تھا۔ ان دنوں اس کے لیے تین ایسے رشتے موجود تھے جو ایک سے بڑھ کر ایک تھے، ہر طرح سے شاندار تھے۔ اس کے ماں باپ کے لیے کٹھن تھا کہ کسی ایک کو منتخب کرنا۔ اس کی خوب صورتی کے سحر میں تہام بھی تو جکڑ سکتا تھا، وہ ایک مرد ہی تو ہے اور ایک حسین عورت کے پاس مرد کو زیر کرنے کے لیے کئی ہتھیار موجود ہوتے ہیں...... ثمن ان تمام ہتھیاروں سے لیس تھی۔

اس کی نگاہوں سے بے خبر تہام کیاری کے قریب منتظر کھڑی ثمن کی جانب بڑھ گیا۔ اس کا ایک ایک قدم ساریقہ کو ادھ موا کر رہا تھا۔ ایک کمزور لمحے کی زد میں اس نے چاہا تھا کہ وہ چیخ اٹھے اور تہام کے قدم رک جائیں مگر...... آواز حلق میں گھٹ گئی تھی، جسم کی ساری جان آنکھوں میں سمٹ آئی تھی۔

❀......❀......❀......❀
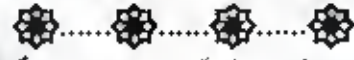
چند لمحوں تک وہ منتظر رہا کہ ثمن اسے مخاطب کرے گی مگر اس کا لب سیئے ایک ٹک دیکھتے رہنا تہام کو بہت عجیب لگا تھا۔

"ساریقہ نے بتایا کہ تمہیں مجھ سے کوئی ضروری بات کرنی تھی۔ میں حیران ہوں کہ ایسی کیا بات ہے، جو تمہیں مجھے یہاں بلانا مقصود ٹھہرا۔" خود ہی اسے مخاطب کرنے میں پہل کرتا وہ حیرت نہیں چھپا سکا۔

"کیا تم نہیں جانتے...... کیا واقعی تم نہیں جانتے کہ میں تم سے کیا کہنا چاہتی ہوں......؟ تم آخر کس طرح بے خبر رہ سکتے ہو؟" لرزتے لہجے میں بولتی وہ ایک قدم آگے بڑھی۔ جب کہ اس کی جل تھل آنکھوں نے تہام کو دنگ کر دیا تھا۔

"زندگی صرف ایک بار ملتی ہے تہام...... اور میں اپنی زندگی صرف تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔ محبت اگر بار بار بھی ہوتی ہے تو ہر بار مجھے تم سے ہی ہوتی۔ تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی میرے لیے محال ہے...... میں تم سے جدا نہیں رہ سکتی مگر تمہیں یہ خبر بھی نہیں کہ کوئی پل پل تمہارے لیے مر مر کر جی رہا ہے۔ تمہیں خبر ہونے تک میری ہستی مٹ جاتی شاید...... اس لیے مجھے سب کچھ بھلا کر ہر رکاوٹ سے دامن چھڑا کر تمہارے سامنے اقرار کرنا پڑ رہا ہے، میری دھڑکنیں میری سانسیں سب تمہارے اختیار میں ہیں، مجھے اپنے ساتھ کا یقین دے کر معتبر کر دو تہام۔" ساکت نظروں سے وہ اسے دیکھتا رہا۔ جو آنسوؤں سے تر چہرے کے ساتھ گھٹی آواز میں بولتی چلی گئی۔

"ثمن......! مجھے تو سمجھ نہیں آ رہا کہ مجھے اس وقت تم سے کیا کہنا چاہیے...... سچ تو یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ تم جیسی اچھی لڑکی کے لیے میں اس قدر اہم ہو سکتا ہوں۔" شاک میں مبتلا وہ اس قدر ہی بول سکا۔

"صرف اہم نہیں، تم میرے لیے قیمتی سے قیمتی شے سے بھی بڑھ کر ہو۔" وہ بے تاب لہجے میں بول اٹھی، اس کی برستی آنکھیں تہام کے چہرے سے ہٹنے کے لیے تیار نہ تھیں۔

"ثمن میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن جو تم چاہتی ہو نا ممکنات میں سے ہے۔"

"ایسا مت کہو......" وہ جیسے تڑپ اٹھی۔

"تم چاہو تو سب ممکن ہے، تم پاپا کی وجہ سے پریشان مت ہو، وہ اگر ہمارے رشتے کو قبول نہیں کریں گے تو میں ان سے اپنا رشتہ ختم کر دوں گی۔ مگر تم سے دست بردار نہیں ہو سکتی۔" اس کے قطعی لہجے پر تہام کے تاثرات بدلے۔

"یہ غلط ہے ثمن، تم جانتی بھی ہو تم کس کے بارے میں کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں نے جو کہا ٹھیک کہا تہام...... انہوں نے ہمیشہ تمہیں حقیر جانا، ہمیشہ تمہاری بے عزتی کی۔ مجھے نفرت محسوس ہوتی ہے ان سے، تمہاری محبت مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں ہر اس انسان سے نفرت کروں جو تم سے عداوت رکھتا ہے۔ چاہے وہ انسان میرا باپ ہی کیوں نہ ہو۔" اس کا زہر خند لہجہ تہام پر حیرت کے پہاڑ توڑ رہا تھا۔

"ثمن......! تم جیسی سمجھ دار لڑکی سے مجھے یہ توقع نہیں تھی۔ کسی کے لیے تم اپنے باپ سے کیسے نفرت کر سکتی ہو......؟ صرف ان کی وجہ سے ہی آج تم ایک اچھے مقام پر ہو۔ تمہیں انہوں نے انگلی تھام کر چلنا سکھایا تو اس لیے نہیں کہ تم ان سے منہ پھیر کر ان کی مخالفت میں دوڑی جاؤ۔ انہوں نے تمہیں بولنا سکھایا تو اس لیے نہیں کہ تم ان کی شان میں گستاخی کرو، اپنے مفاد کے لیے ان کے لیے زہر اگلو...... وہ تو آخری سانس تک تم پر اپنی محبت نچھاور کرتے رہیں گے، ان کی بے لوث، بے غرض محبت سے منہ موڑ کر تم کسی اور سے محبت کا دعویٰ کیسے کر سکتی ہو۔ ایک بات یاد رکھنا، جس اولاد کو باپ کی محبت کی قدر نہ ہو، اس کی بے قدری کا انتظام پھر قدرت خود کرتی ہے...... میں ماں باپ جیسے انمول رشتوں سے محروم رہا ہوں مگر ان کی قدر و اہمیت کا اندازہ ہے، کیونکہ

ماں باپ سے اولاد کا خالص رشتہ اللہ نے بنایا ہے۔"
"میں یہ سب جانتی ہوں مگر یہ میری زندگی میرا حق ہے جو میں استعمال کررہی ہوں۔ جو مجھے تمہاری طرف آنے سے روکے گا، اس کے لیے میری زندگی، میرے دل میں کوئی جگہ نہیں...... پاپا مجھے کبھی تمہارا نہیں ہونے دیں گے......"
"سمن...... تایا جان اور میرے درمیان جو بھی اختلاف ہے وہ میرا اور ان کا معاملہ ہے تم ان کی بیٹی ہو وہ تمہارے لیے تم سے بھی بہتر فیصلہ کریں گے ان کو یہ حق حاصل ہے کہ......"
"ان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ میرے دل کا خون کریں، مجھے تم سے صرف یہ سننا ہے کہ تمہیں میری محبت پر بھروسہ ہے۔" بے اختیار سمن نے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا مگر وہ کرنٹ کھا کر بروقت پیچھے ہٹا۔
"سمن...... میں کہہ چکا ہوں کہ جو تم چاہتی ہو وہ ممکن نہیں......"
"میری یقین دہانی کے باوجود تم پھر یہ بات کررہے ہو، ایسا مت کہو۔" وہ رندھے لہجے میں بولی۔
"مجھے یہ کہنا پڑے گا سمن...... کیونکہ میری زندگی کا، میرے جذبوں کا مرکز وہ ہے جو میری زندگی میں ہمیشہ سے ہے، میرے تمام جذبات، احساسات بس اسی کے نام رہیں گے۔" تہام کے لہجے کی سچائی نے اسے پتھر کی طرح ساکت و جامد کرڈالا تھا۔ "میں جانتا ہوں کہ میرے اس سچ سے تمہیں تکلیف پہنچی ہے مگر میں سچ کو بدل نہیں سکتا......"
"کون ہے وہ......؟" سمن جیسے سکتے سے باہر آئی۔
"یہ بتانا ضروری نہیں۔" وہ گہری سانس لے کر بولا۔ "تم اپنی بات کہہ چکی ہو۔ سو اب مجھے جانا چاہیے۔" تہام جانے کے لیے پلٹا۔
"رکو......" سمن سرعت سے مقابل آتی راستہ روک گئی۔
"میں جانتی ہوں، وہ ساریقہ کے علاوہ اور کون ہوسکتی ہے۔" سمن کے تیز لہجے پر اس نے بغور سمن کے بکھرے تاثرات کو دیکھا۔ "تم نہ بتاؤ تو بھی میں جانتی ہوں سب، آنکھیں ہیں میرے پاس دیکھنے کے لیے، دماغ ہے سمجھنے کے لیے مگر یہ سب شاید تمہارے پاس نہیں......"
"جو بھی ہے، تم نے اپنی بات کہہ دی اور میں نے اپنی، اب کسی تیسرے کا نام درمیان میں مت لاؤ۔" ناگواری ضبط کیے وہ سرد لہجے میں بولا۔
"میں کیوں نہ لوں اس کا نام......؟ اس کے لیے تم مجھے ریجیکٹ کررہے ہو، تمہارے لیے میں اپنے مقام سے نیچے آگئی، دل کھول کر رکھ دیا تمہارے سامنے اور تم اس کے لیے مجھے ٹھکرا رہے ہو جس کی اہمیت ایک کوڑی کے برابر بھی نہیں......" طیش میں چیختی وہ تہام کا گریبان ہاتھوں میں جکڑ گئی۔
"ہوش میں رہ کر بات کرو......" تہام کا ضبط تمام ہوا تھا، اس جھٹکے سے اس نے اپنا گریبان چھڑایا کہ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوئی تھی۔
"ساریقہ کے بارے میں اب ایک لفظ بھی اور مت کہنا، شرم آنی چاہیے تمہیں اس کے لیے یہ سب کہتے ہوئے، اگر مجھے پتہ ہوتا کہ یہاں آکر تمہارا یہ روپ دیکھنے کو ملے گا تو میں ساریقہ کے سا یہاں آتا، اسے بھی پتہ چلنا چاہیے کہ آستین میں پلنے والے سانپ کیسے ڈستے ہیں۔" غضیلی نظروں سے سمن کو دیکھتا وہ بولا۔
"تم کیا دکھاؤ گے اسے...... اوقات کیا ہے تمہاری...... وہی جو میرا باپ تمہارے لیے کہتا ہے، وہی ہو تم...... اب اگر اسی وقت جو ذلت تم نے مجھے دی ہے اس کا بدلہ سود سمیت واپس نہ لیا تو مجھے بھی اسی گندگی کی پیداوار کہنا جس گندگی کی پیداوار تم ہو......" شدید اشتعال میں چیختی وہ چند قدم پیچھے ہوئی تھی۔
"سانپ کہا تم نے مجھے...... اب اس سانپ کا زہر دیکھو گے تم، ختم ساری محبت، اب جو ہوگا تماشہ ہوگا۔" خونخوار نظروں سے اسے دیکھتی وہ غرائی اور اگلے ہی پل شانے سے لٹکتا دوپٹہ کھینچ کر اس کے سامنے پھینکتی پلٹ کر بھاگتی چلی گئی۔ دوسری جانب ساکت کھڑے تہام کا دماغ ماؤف تھا، اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کی کوشش کرتا اس کی نگاہ اوپر گلاس ونڈو کی جانب اٹھی تھیں، وہاں موجود چہرے کو وہ پہچان سکتا تھا۔

❁......❁......❁......❁

وہ کچھ سن نہیں سکتی تھی مگر جو دیکھ رہی تھی وہ معاملے کی سنگینی کا احساس دلا رہا تھا، اس کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا، جس طرح سمن وہاں سے جاتی دکھائی دی تھی...... ساریقہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے بھاگتی باہر گئی تھی، بروقت اس نے سمن کو راستے میں روکا تھا۔
"سمن...... رک جاؤ، مجھے بتاؤ ہوا کیا ہے......؟"

سمن کے بگڑے تاثرات اور پھرے تیور اسے حد درجہ ہراساں کر گئے تھے۔
"تمہیں کیا بتاؤں...... ساری آگ تو تمہاری پھیلائی ہوئی ہے، نفرت ہے مجھے تم سے......" حلق کے بل چیختے ہوئے سمن نے اسے دور دھکیلا تھا۔ سفید چہرے کے ساتھ اس نے کمرے میں جاتی سمن کو دیکھا تھا۔ پھر ایک منٹ بھی ضائع کیے بنا وہ اندھا دھند بھاگتی تہام تک پہنچی تھی۔
"تم جاؤ یہاں سے تہام...... ورنہ بہت کچھ غلط ہو جائے گا۔" زمین پر پڑا دوپٹہ اٹھائی وہ پھولی سانسوں کے درمیان اس سے مخاطب تھی جو اسی طرح اپنی جگہ ساکت تھا۔
"تم رکے کیوں ہو...... جاؤ یہاں سے، میں سب سنبھال لوں گی......"
"میں نہیں جاؤں گا یہاں سے......" تہام کی بلند آواز نے اس کی آواز بند کر دی تھی۔
"بھاگے وہ جس کے دل میں چور اور نیت میں فتور ہو۔ تم اچھی طرح جانتی تھیں کہ سمن کو مجھ سے کیا کہنا ہے...... دھوکہ دیا ہے تم نے مجھے، اندھیرے میں رکھا...... تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تمہارے دل میں میرے لیے کچھ نہیں...... ورنہ تمہارے لیے آسان نہیں ہوتا مجھے یہاں تک بھیجنا......" شدید غصے میں اس پر برستا وہ یک دم خاموش ہوا۔
اس کی نظروں کے تعاقب میں پلٹ کر دیکھتے ہوئے ساریقہ کو اپنے پیروں تلے زمین سرکتی محسوس ہوئی تھی۔ حنان شدید غیض و غضب میں چلے آ رہے تھے۔ ان کے پیچھے اور کون کون تھا اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ساریقہ کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئی تھیں۔ جب ان کے زوردار تھپڑ نے تہام کا توازن بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔
"بے غیرت انسان...... آخر دکھا دی تم نے اپنے گندے خون کی اصلیت...... جس گھر میں تمہیں نام، مقام ملا اسی گھر میں نقب لگائی تم نے......" تہام کا گریبان ہاتھوں سے جھنکتے وہ چنگھاڑ رہے تھے۔ "کیا سوچ کر تم نے میری بیٹی کو یہاں بلایا تھا......؟ ہمت بھی کیسے ہوئی تمہاری اس پر غلط نگاہ ڈالنے کی......؟" اس سے پہلے کہ حنان کا مزید ایک اور تھپڑ تہام کے چہرے پر پڑتا ساریقہ سرعت سے قریب آئی اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیا۔
"تایا جان تہام نے نہیں بلکہ سمن نے تہام کو یہاں بلایا

گزر چکی ہے عید

گزر چکی ہے عید مگر
ایسے لگتا ہے کہ
ابھی باقی ہے
تیری کمی سی ہے
عید کمی سی ہے
جانے کب یہ گزرے
جو تو آئے
تو میں بھی مناؤں
تجھے گلے لگاؤں
مگر
یہ سارے گماں ہیں
کہ تو تو کب سے فقط
میرے خیالوں کی رہ گزر کا مسافر ٹھہرا
کاش......
کبھی تو میرا خیال ہی رکھتا
پلٹ کر کبھی تو دیکھتا
تیرے ہونے کا احساس ابھی تک لگتا ہے
مگر دل پھر بھی یہی کہتا ہے
گزر چکی ہے عید
مگر......
ایسے لگتا ہے کہ جیسے ابھی باقی ہے

شاعر: سجاد شبیر...... بھکر

تھا...... سمن نے آپ سے جو کہا جھوٹ کہا...... وہ جھوٹی ہے۔" غم و غصے سے چیختی ساریقہ کی آواز حلق میں گھٹ گئی۔ جب حنان کا زناٹے دار تھپڑ اس کے گال پر پڑا۔
"آپ سب مل کر میرا گلا گھونٹ دیں لیکن میری آواز بند نہیں ہوگی، سمن جھوٹ بول رہی ہے، وہ تہام پر تہمت لگا کر جہنم رسید ہونا چاہتی ہے......"
"بکواس بند کرو......" حنان کا ہاتھ ایک بار پھر اس پر اٹھا مگر اس سے پہلے کہ حطیم بیٹی کا بچاؤ کرتے، تہام نے ان کا اٹھا ہاتھ ہوا میں ہی روک لیا۔
"آپ کو جتنے تھپڑ مارنے ہیں مجھے ماریں لیکن ساریقہ پر اب آپ دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔" اس کے سنگلاخ

چٹانوں جیسے سخت بھینچے لہجے پر حنان شعلہ بار نگاہوں سے اس کی آنکھوں سے چھلکتی غصے کی سرخی دیکھتے رہ گئے۔ تب ہی حیدر اسے پیچھے ہٹاتے سامنے آ گئے۔

"بھائی صاحب...... مجھے اپنی پرورش اور اپنے بیٹے پر مکمل بھروسہ ہے، دنیا ادھر کی ادھر ہو سکتی ہے مگر یہ ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا جو میرا سر سب کے سامنے جھکا دے، اپنے بیٹے کے خلاف میں کسی جھوٹ کسی بہتان پر یقین نہیں کروں گا، نہ ہی یہ برداشت کروں گا کہ کوئی اس کے دامن پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کرے، آپ نے ثمن کی بات کو سنا ہے تو آپ کو تہام اور ساریقہ کی بات بھی سننی ہوگی۔" حیدر پہلی بار شدید جلال میں حنان سے مخاطب ہوئے تھے۔

"تم اس لڑکے کو میری اولاد کے برابر کا درجہ ہرگز مت دو، اسے سڑک سے اٹھا کر سر پر تم نے بٹھایا ہے مگر میں اسے تمہارے بیٹے کی حیثیت سے کبھی تسلیم نہیں کروں گا۔ اس نے میری عزت پر بری نظر ڈالی ہے میں اس کی آنکھیں نکال لوں گا۔" حنان مزید اشتعال میں بھڑکے۔

"بھائی صاحب..... آپ اس گھر کے بڑے ہیں، ہم سب کے لیے قابل احترام بھی۔ آپ مانیں یا نا مانیں مگر ثمن کی طرح تہام اور ساریقہ بھی اسی گھر کے بچے ہیں۔ میں نے آپ کے اور اپنے بچوں میں کبھی فرق نہیں رکھا مگر آج آپ نے میری بیٹی کی بات سنے بغیر، اس پر ہاتھ اٹھا کر ثابت کر دیا کہ آپ کے سینے میں صرف اپنی اولاد کا درد ہے۔ تہام کبھی اس گھر کی عزت پر نقب نہیں لگا سکتا۔ یہ اس پر سراسر جھوٹا الزام ہے، یہ بات میں اتنے یقین سے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ساریقہ بار بار یہ بات دہرا رہی ہے، کوئی یقین کرے یا نہ کرے میں اپنی بیٹی پر یقین کروں گا۔ مجھے اس پر خود سے بڑھ کر بھروسہ ہے۔" ساریقہ کی بگڑتی حالت اور ناک سے بہتے خون کو دیکھ کر حطیم بھی اپنا غصہ ضبط نہیں کر سکے۔

"تمہیں ساریقہ پر یقین کرنا بھی چاہیے حطیم کیونکہ وہ بالکل سچ بول رہی ہے......" اچانک ابھرتی صفیہ کی آواز پر سب ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ صنوبر ان کی وہیل چیئر کھینچتی سب کے درمیان لے آئی تھیں۔

"آج جب ساریقہ اوپر آئی تھی تو اتفاق سے میں نے اس کی اور ثمن کی باتیں سن لی تھیں، میں نے ساریقہ سے باز پرس کی تو اس نے بتایا کہ ثمن کو تہام سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں مگر اس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ضروری باتیں آج ہی ہوں گی۔ یہ تو اتفاق ہوا کہ میں اپنے کمرے کی کھڑکی سے وہ سب دیکھ رہی تھی جو یہاں ہو رہا تھا۔ ثمن یہاں پہلے سے موجود تھی۔ تہام بعد میں آیا اگر یہ گناہ گار ہوتا تو یہاں موجود نہ ہوتا...... اب اگر میں نے آگے مزید کچھ کہا تو ہمارا سر مزید شرم سے جھک جائے گا، کسر ہماری پرورش میں رہ گئی ہے، مجھے تو اندازہ ہو گیا اب آپ کو بھی ہو جانا چاہیے۔ اس دن کے لیے روکتی رہی کہ مت بولیں کسی کی اولاد کے لیے ایسے الفاظ جو ہمارے راستے میں کانٹے بچھا دیں..... آپ نے کسی کی بات نہ سنی، اپنی جس اولاد پر بھروسہ کر کے آپ نے اپنے بھائیوں کے بچوں پر ہاتھ اٹھایا ہے اب اسی کے پاس واپس جائیں، اب وہ آپ کو صرف سچ بتائے گا۔ وہی سچ جس کی گواہ میں ہوں۔" صفیہ کے تند و تیز لہجے پر حنان سناٹے میں گھرے کچھ بول نہیں سکے۔ حیدر اب ایک منٹ بھی اس گھر میں نہیں رکنا چاہتے تھے۔ صبح ہونے سے پہلے ہی وہ اس گھر سے نکل جانا چاہتے تھے اور انہوں نے یہی کیا۔

❁......❁......❁......❁
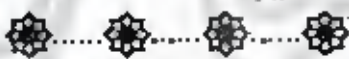
رمضان المبارک کا رحمتوں بھرا پُر نور مقدس مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ دل کی سوگواری بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ ایک خلوص بھرے معصوم دل کو اذیت سے دوچار کرنے کے گناہ میں حصے دار انجانے میں ہی بننے کے بعد کیسے وہ دونوں ہاتھوں سے اس مبارک مہینے کی رحمتیں سمیٹنے کا اہل خود کو سمجھ سکتی تھی...... فاصلے بس فاصلے ہوتے ہیں۔ یہ انسان کے اپنے اعمال پر منحصر ہوتا ہے کہ یہ فاصلے دوریاں قائم رکھیں یا قربتیں۔

فاصلوں کو قربتوں میں
بدلنے کا پہلا قدم
اسے ہی اٹھانا تھا، رد
کیے جانے کے خوف اور
انا کے علم پس پشت
ڈال کر...... محبت کو
معتبر کرنے کے لیے
جھکنا تو پڑتا ہی ہے۔

سحری کی گہما گہمی اور فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد وہ معمول کی طرح لان میں چلی آئی تھی، دل بوجھل سا تھا۔ آج

آخری عشرے کا یہ پہلا روزہ تھا...... صبح کا اجالا ہر سمت پھیل چکا تھا۔ نرم بھیگی گھاس پر ٹہلتے ٹہلتے یک لخت اس کے قدم ساکت ہوئے تھے۔ اس لمحے جب سمن کو اس نے اپنی سمت آتے دیکھا۔

"سنا ہے تم ایبٹ آباد جا رہی ہو؟" وہ پوچھ رہی تھی...... ساریقہ کو ڈھونڈنے سے بھی پشیمانی کی ذرا سی رمق اس کے چہرے یا آنکھوں میں دکھائی نہیں دی تھی۔

"ظاہر ہے، جھوٹی منافقت بھری معافیاں اس سب کا ازالہ نہیں کرسکتیں جو غلط ہوا تھا۔ نہ میں تم پر ترس کھا کر تہام کو مجبور کرتی نہ وہ تمہاری طرف جاتا۔" اس کے سرد لہجے پر سمن کے تاثرات بدلے۔

"ویسے مجھے حیرت ہے کہ تم نے اب تک خودکشی کیوں نہیں کی......؟ اس سے بھی زیادہ حیرت اس چیز پر ہے کہ تہام کے علاوہ تمہیں کوئی دوسرا شخص دکھائی کیسے دیا، نہ صرف دکھائی دیا بلکہ اس کے ہاتھوں سے تم منگنی کی انگوٹھی بھی پہن چکی ہو......"

"میں یہاں کوئی بحث کرنے نہیں آئی، تم جانتی ہو کہ تہام اور حیدر انکل سے بھی معافی مانگ چکی ہوں اور پاپا سے بھی...... اگر تم اختلافات ختم نہیں کرنا چاہتی ہو تو تمہاری مرضی۔" سمن کے اکھڑے انداز پر وہ تلخی سے مسکرائی۔

"پتہ نہیں کیوں کچھ خبطی لوگ اپنی وقتی ابال کو محبت کا نام دے کر اسے مشکوک اور بدنام کرتے ہیں...... بہر حال ہمارے درمیان سب کچھ پہلے جیسا تو نہیں ہوسکتا مگر میرا اب تم سے کوئی اختلاف نہیں۔ تمہاری طرف سے میرا دل صاف ہوچکا ہے۔ لیکن جو کچھ تہام کے ساتھ ہوا اس کے بعد میں مرتے دم تک بھی تم پر اعتبار نہیں کرسکتی۔ مجھے ایک بار ڈسا گیا مگر بار بار ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا......" اس کے چبھتے لہجے اور نظروں پر سمن کے تیور بگڑے ضرور مگر کچھ بھی بولے بغیر وہ بل کھا کر وہاں سے چلی گئی۔

❁......❁......❁......❁
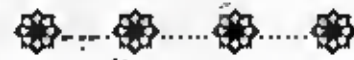
بس اسٹینڈ پر بہت رش تھا۔ اپنے بیگز سنبھالے وہ بار بار رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتی پریشان تاثرات چہرے پر سجائے اس شور و غل میں کھڑی تھی۔ اس نے جو ٹھان رکھا تھا وہی کیا۔ تنہا ایبٹ آباد تک سفر کرنے کی اجازت اسے مل گئی تھی اور اب وہ تیز دھوپ میں انتظار کی اذیت سہتی متلاشی نظریں چہار سمت ڈال رہی تھی۔ اس طرح یہاں کھڑے رہنا اسے بہت عجیب لگ رہا تھا۔ دوبارہ حیدر کی کال آرہی تھی اور اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ کال ریسیو کرکے وہ ان کے سوال کا جواب کیا دیتی...... یہ جان کر تہام ابھی تک اسے لینے نہیں پہنچا تو وہ ضرور تہام پر غصہ ہوں گے۔ اسے یہی بہتر لگا تھا کہ حیدر کی کال اگنور کرے...... یہ غنیمت ہوا کہ اگلے چند لمحوں میں اسے تہام کا چہرہ دکھائی دے گیا، سکون کی سانس لیتی وہ اس کے بگڑے تیوروں پر غور نہیں کرسکی تھی۔

"پاپا سے کیا کہا تم نے......؟ کچھ دیر انتظار کرنے سے قیامت نہیں آنے والی تھی یا کوئی تمہیں اغوا نہیں کرنے والا تھا۔" اس کے بگڑے لہجے نے ساریقہ کو دنگ کردیا۔ دیر سے آنے پر معذرت کرنے کے بجائے وہ اس پر برس رہا تھا۔

"میں نے انکل سے کچھ نہیں کہا، میرے بتائے بغیر بھی وہ جانتے ہیں مجھے ایک گھنٹہ ہونے والا ہے یہاں تمہارا انتظار کرتے ہوئے...... تمہیں خیال ہونا چاہیے کہ میں روزے سے ہوں۔" وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔

"یہاں جو انسانوں کا جم غفیر تمہیں دکھائی دے رہا ہے، ان کی اکثریت روزے دار ہیں، تم نے روزہ رکھ کر کوئی انوکھا کام نہیں کیا۔"

"میرا خیال ہے کہ مجھے یہیں سے واپس لوٹ جانا

غزل

تم بن اب کیسے عید ہم منائیں گے
آنسو پلکوں سے ٹوٹ کے گر جائیں گے
نہ سمجھا تم نے کبھی میرے پیار کو
آجاؤ لوٹ کے اب تمہیں بتائیں گے
چاند رات کو لوگوں کا ہجوم ہوگا
خود کو اکیلا پھر ہم پائیں گے
بن تیرے زندگی ہے بڑی مشکل
غبارِ دل کو اب ایک بار ہی بہائیں گے
کتنی عیدیں تیرے بن خالی گزری
اب کے برس کچھ خاص کر جائیں گے
تیرے آنے کی امید لے کر ہم راج
قفسِ زندگی سے آزاد ہو جائیں گے

سید عبادت راج کاظمی...... ڈیرہ اسماعیل خان

چاہیے.....‘‘ ساریقہ کی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھوں سے بیگز لیتا آگے بڑھ گیا۔ جب کہ بمشکل خود پر ضبط کرتی وہ مجبوراً اس کی تقلید میں آگے بڑھی۔ فرنٹ سیٹ پر بالکل سن بیٹھی آنسو پی رہی تھی۔ اتنے بے شمار دن بعد اسے اپنے سامنے دیکھ کر وہ اپنے آپ کو بھی بھولنے لگی تھی اور ایک وہ تھا کہ آج بھی کوئی لحاظ، کوئی لچک رکھنے کے لیے تیار نہ تھا۔

❀......❀......❀......❀

افطار میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا تھا، بہادر کے ساتھ مل کر اس نے سارا اہتمام کیا اور اب تیزی سے سارے لوازمات ٹیبل پر لگا رہی تھی۔ حیدر اسے کہتے ہی رہ گئے کہ وہ سفر سے آئی ہے اسے آرام کرنا چاہیے مگر اس نے حیدر کو مطمئن کر دیا کہ اسے سفر کی کوئی تھکن نہیں۔ اپنے گھر میں افطار کے وقت کی یہ ہلچل دیکھ کر حیدر بہت خوش نظر آ رہے تھے۔

’’رمضان کے اب تک جتنے بھی دن گزرے اس میں آج پہلی بار میرے گھر میں اتنی رونق نظر آ رہی ہے اور یہ رونق تمہاری وجہ سے ہے۔‘‘ حیدر کچن سے باہر آتی ساریقہ سے مخاطب تھے۔ جس پر وہ جھینپ کر مسکرائی وہاں آتے تہام کی طرف بس ایک پل کو متوجہ ہوئی تھی۔ تہام نے ایک گہری نظر سرخ دوپٹے کے ہالے میں قید پاکیزہ سے اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔ اپنی آمد پر اس کی غائب ہوتی مسکراہٹ بھی تہام کی نظر سے چھپی نہیں رہ سکی تھی۔

’’تہام..... میں ساریقہ سے کہہ رہا تھا کہ اس کے آنے سے رمضان کی رونق پورے گھر میں پھیل گئی ہے۔ تم دیکھنا پہلی بار اس گھر میں عید کا دن واقعی عید کا دن لگے گا۔‘‘ تہام سے مخاطب حیدر مزید اس کی تعریف میں بولے۔

’’اذان کا وقت ہو رہا ہے، دعا مانگ لیتے ہیں۔‘‘ حیدر کی تعریف نظر انداز کرتا وہ بولا۔

گہری سانس لے کر ساریقہ نے بھی دونوں ہتھیلیاں اٹھا کر دعا کے لیے سر جھکا لیا تھا۔

❀......❀......❀......❀

عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد وہ حیدر کے ساتھ لان میں بیٹھی باتوں میں اتنی مصروف رہی کہ وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔

’’تہام جانے باہر کہاں آج کل مصروف رہنے لگا ہے ورنہ اتنا لیٹ نائٹ وہ کبھی گھر سے باہر نہیں رہتا۔‘‘ وقت کافی گزر جانے کا احساس ہوتے ہی حیدر تشویش سے بولے اور پھر بغور خاموش بیٹھی ساریقہ کو دیکھا۔

’’کیا سوچنے لگیں؟‘‘

’’یہی کہ میری وجہ سے شاید وہ ڈسٹرب ہو رہا ہے، گھر میں بھی نہیں رک رہا۔‘‘ وہ بولے بغیر نہ رہ سکی۔

’’نہیں...... ڈسٹرب تو وہ تمہارے آنے سے بھی پہلے سے تھا...... یہ بتاؤ کیا اس کی طرح تم بھی اس سے بات نہیں کرنا چاہتیں؟‘‘ انہوں نے پوچھا۔

’’انکل...... بات وہ مجھ سے نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی مجھے بات کرنے کا موقع دے رہا ہے۔ وہ مجھ سے کس حد تک بدظن ہے یہ آپ خود دیکھ رہے ہیں۔‘‘ وہ سنجیدگی سے بول کر بالکل خاموش ہو گئی۔ جب ہارن کی آواز پر بہادر کو اس نے گیٹ کی سمت جاتے دیکھا۔ توقع کے عین مطابق تہام لان کی طرف آنے کے بجائے سیدھا گھر کے اندر چلا گیا تھا۔ حیدر کی پُرسوچ نظروں نے اس کا پیچھا کیا۔ جب کہ ساریقہ کے لیے یہ بہت زیادہ تکلیف دہ ہوتا جا رہا تھا۔ سامنے رہ کر بھی وہ اسے رد کر رہا تھا۔ اس کے ضبط کی حد ہی تو کر رہا تھا۔

❀......❀......❀......❀

’’جو قصوروار تھے ان کی معذرت تم نے قبول لی۔ مجھے سمجھاتے رہے کہ میں کوئی رنجش، گلہ دل میں نہ رکھوں مگر ساریقہ کے ساتھ جو رویہ تم نے روا رکھا ہے وہ میری سمجھ سے باہر ہے۔‘‘ حیدر کے سخت ناراض لہجے پر وہ ان سے نظر نہیں ملا سکا۔

’’سب سے پہلے تمہاری بے گناہی کی گواہی دینے والی ساریقہ ہی تھی۔ اس نے ہمیشہ تمہیں سپورٹ کیا، ہمیشہ تمہیں اہمیت دی، عزت دی، ہمیشہ خود سے پہلے تمہیں آگے رکھا۔ اگر اس سے کوئی غلطی سرزد ہوئی بھی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اس کی اچھائیوں اور مہربانیوں کو بھول جاؤ۔ اس کو کلام تک کرنے کے قابل نہ سمجھو۔ گھر سے باہر رہ کر اسے شرمسار کرو کہ اس کی موجودگی تمہیں گھر سے باہر رہنے پر مجبور کر رہی ہے۔ کیا تمہیں اس مقدس مہینے کی اہمیت کا ذرا اندازہ نہیں......؟ ایک طرف تم اللہ کو راضی کر رہے ہو تو دوسری طرف اللہ کے بندوں کے لیے ہی دل میں ناراضگی رکھ کر بیٹھے ہو......‘‘

’’پاپا...... میرے دل میں کسی کے خلاف کچھ نہیں......‘‘ وہ

"مجھ سے غلط بیانی مت کرو تہام...... میں تمہارا باپ ہوں، تمہاری ایک ایک جنبش سے واقف ہوں۔" حیدر مزید سخت لہجے میں بولتے اسے خاموش کرا گئے۔ "اب جب تک تم سارلیقہ سے اپنے رویے کی تلافی نہیں کر لیتے مجھ سے یہ توقع مت رکھنا کہ میں مزید تم سے کوئی بات کروں گا۔ جاؤ اب تم۔" سخت تنبیہی لہجے میں بات ختم کرتے وہ کتاب کھول چکے تھے۔ دوسری جانب وہ تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

باہر آتے ہی اس کی نظر لان میں چہل قدمی کرتی سارلیقہ تک گئی۔ وہ ضبط نہیں کر سکا۔ جارحانہ تیوروں کے ساتھ اس کے سر پر پہنچا وہ اسے چونکا گیا۔

"اب اور کون سی کسر رہ گئی ہے جسے پورا کرنے تم یہاں آئی ہو؟" اس کے طیش بھرے تاثرات پر وہ بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"تم جو مجھ پر واضح کرنا چاہتی تھیں وہ ہو چکا ہے۔ جو سب ہوا تھا اس کے بعد اب یہ کہنے کی بھی تمہیں ضرورت نہیں کہ تمہارے دل میں میرے لیے وہ مقام کبھی نہیں ہو سکتا جو مقام میرے دل میں تمہارا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ تم جیسی حسب نسب رکھنے والوں کے قابل مجھ جیسا انسان کبھی نہیں ہو سکتا۔"

"بس کرو تہام...... بہت کچھ کہہ چکے ہو تم مجھے، میں اگر خاموش ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں کمزور یا مجبور ہوں۔" بلند آواز میں وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"کسی پر اندھا اعتبار کر کے میں نے جو غلطی کی اس کا خمیازہ میں بھگت رہی ہوں، تم نے تو بس فیصلہ سنا دیا اور بس سب ختم......" شدید غم و غصے میں بولتے ہوئے اس کی آواز گھٹ گئی۔

"اور کیا واضح کر دیا میں نے تم پر......؟ اتنا وقت لگا دیا تم نے دل کی بات کہنے میں۔ میں جو انتظار کی سولی پر لٹکی رہی تھی۔ سوچ لیا تھا کہ اتنی آسانی سے نہیں مانوں گی...... میں بھی تمہیں انتظار کرواؤں گی، تمہیں تنگ کرنے کے لیے میں جھوٹ بولتی رہی...... صرف جذبوں کو الفاظ میں ہی تو ڈھالنا تھا۔ ورنہ میرے دل کی خبر تو تمہیں بھی تھی۔" دھندلائی نظروں سے اسے دیکھتی وہ بولتی چلی گئی۔

"دمن کے پاگل پن اور جنون نے مجھے خوف زدہ کر دیا تھا، اس نے کہا تھا کہ اگر اس نے تمہیں اپنے دل کی بات نہ بتائی تو وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچالے گی...... میں اور کیا کرتی......؟ تمہیں مجبور نہ کرتی تو اپنے جنون میں دمن کچھ بھی کر سکتی تھی۔ کون ذمہ دار ہوتا میرے سوا، میں نے سوچا تھا کہ تم اسے سمجھا دو گے، اس کے سر پر طاری جنون کو تم ہی ختم کر سکتے تھے۔ لیکن جو ہوا وہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، میری غلطی یہ بھی ہے کہ میں خود غرض نہیں تھی، کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ میں نے کیا گنوا دیا، دل سے لگا کر رکھا تھا دمن کو...... اس نے میری پشت پر کاری وار کیا...... جس کے لیے میں دنیا سے لڑنے کی ہمت رکھتی ہوں، وہی مجھ سے بدظن ہو کر دامن جھٹک گیا...... یہی سب ہونا چاہیے تھا میرے ساتھ...... اتنی غلطیاں کرنے کے بعد تمہارے دل سے ہی نہیں تمہاری زندگی سے بھی مجھے آج ابھی نکل جانا چاہیے۔" لرزتے لہجے میں بات ختم کرتی وہ تیز قدموں سے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

❀ ❀ ❀ ❀

دہی پھینٹتے وہ ایک پل کے لیے کچن میں آتے تہام کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ جب کہ اس کے ستے چہرے نے تہام کو نادم سا کر دیا تھا۔

"ابھی سحری میں کافی وقت ہے۔ تمہیں آرام کرنا چاہیے تھا۔" اس کی جانب بڑھتا وہ بولا مگر سارلیقہ نے جیسے سنا ہی نہ۔ چند لمحوں تک وہ منتظر رہا اور پھر بہت استحقاق کے ساتھ شانوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کر لیا۔

"سمجھ نہیں آتا مجھے کیا کہنا چاہیے۔ بس اتنا کہوں گا کہ جو دل آزاری تمہاری میری وجہ سے ہوئی اس کے لیے مجھے معاف کر دو...... سکون سے میں بھی نہیں تھا۔ تم جانتی ہو کہ تمہارے بغیر میں نامکمل ہوں۔" اس کے گہرے سنجیدہ لہجے پر وہ بس سپاٹ چہرے کے ساتھ اس کے گریبان پر نظریں جمائے ساکت تھی۔

"نہ میں تم سے کبھی بدظن تھا، نہ ہی بدگمان...... میں بس تم سے ناراض تھا۔ تمہارے شہر سے میرے شہر تک کا سفر اتنا طویل تو نہیں تھا کہ میرے لیے یہاں تک آنے میں تم نے اتنا وقت لگا دیا...... جانتی ہو کتنا کٹھن انتظار مجھے سونپ کر تم نے اپنے انتظار کا بدلہ لیا ہے...... میری ناراضگی تو اسی دن ختم ہو گئی تھی جس دن تم نے اس شہر میں اور پھر اس گھر میں قدم رکھا تھا۔" اس کے مدھم لہجے پر سارلیقہ نے چبھتی نگاہ اس کی جانب اٹھائی۔

''اور رہا سوال یہ کہ تمہارے یہاں موجود ہوتے ہوئے بھی لاتعلقی کا...... تو یہ کوئی نا سمجھ میں آنے والی بات نہیں، ایک عرصے سے تمہاری صحبت میں رہا ہوں، تمہاری طرح ادائیں اور جلوے دکھانے کا شوق مجھے بھی ہوگیا ہے۔'' اس کی پیشانی پر پڑتے بل دیکھتا وہ مسکرایا۔ جب کہ وہ ناگواری سے اس کے ہاتھوں کی گرفت شانوں سے ہٹاتی سامنے سے ہٹ گئی۔

''مجھے بھی نیند نہیں آرہی ہے۔ اس لیے سوچ رہا ہوں تمہاری کچھ مدد کردوں۔'' اس کے پیچھے ہی فریج کی طرف آتا وہ بولا۔

''مجھے تمہاری کسی مدد کی ضرورت نہیں، تم کچن سے باہر جاؤ ورنہ میں چلی جاؤں گی۔'' اس کی سخت ناگوار لہجے پر تہام پھر سنجیدہ ہوا۔

''ظاہر ہے، تم یہاں سے جانے کی بات آسانی سے کرسکتی ہو، یہ تمہارا گھر جو نہیں۔ ویسے بھی عید تو ان کے ساتھ منائی جاتی ہے جن سے دل کا محبت کا رشتہ ہو، یہاں ایسا کون ہے کہ جس کے لیے تم......'' بات ادھوری چھوڑ کر وہ جانے کے لیے پلٹ گیا۔

''میں نے صرف کچن سے چلے جانے کی بات کی تھی۔ اب تمہیں جو سمجھنا ہے سمجھتے رہو۔'' وہ زچ ہوکر جتانا نہیں بھولی تھی۔ کوئی دس منٹ گزرے ہوں گے جب تہام اسے دوبارہ کچن میں داخل ہوتا دکھائی دیا۔ آٹا گوندھنا بھول کر وہ حیرت سے اسے دیکھے بنا نہ رہ سکی تھی۔ جس کا چہرہ وضو کی وجہ سے بھیگا ہوا تھا۔ ٹیبل کے گرد اطمینان سے بیٹھا وہ قرآن مجید کھول چکا تھا۔

''یہیں بیٹھ کر تلاوت کروں گا۔ پھر دیکھتا ہوں تمہارا دل موم کیسے نہیں ہوتا۔'' اسے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر تہام نے جتایا۔ جب کہ ساریقہ نظر انداز کرتی اپنے کام میں مصروف ہوگئی تھی۔ بہرحال تلاوت سنتے ہوئے سحری تیار کرنا اسے بہت اچھا لگا تھا۔

''ساریقہ...... کل چاند رات متوقع ہے، تمہیں آج ہی عید کے لیے اپنی شاپنگ کرنی چاہیے۔'' سحری کے دوران حیدر بولے۔

''انکل...... یہاں آنے سے پہلے ہی میں نے عید کی شاپنگ کرلی تھی۔ اب کسی چیز کی ضرورت نہیں۔'' وہ بولی۔

''اگر شاپنگ کرچکی ہو تو وہ سب بعد کے لیے سنبھال رکھو...... پاپا تمہارا انکار نہیں سنیں گے۔'' تہام درمیان میں بولا مگر ساریقہ نے تو جیسے سنا ہی نہیں۔

''ہاں، بالکل کوئی انکار نہیں...... آج افطار کے بعد تم تہام کے ساتھ جاؤ گی۔'' ساریقہ کو مخاطب کرکے وہ تہام کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ ''اور اگر افطار کے بعد تم غائب ہونے والے ہو تو بتا دینا۔''

''ہرگز نہیں پاپا...... اب ساریقہ کی شاپنگ کے لیے تو مجھے اپنا پروگرام کینسل کرنا ہی پڑے گا۔'' اس کے فوراً ہی کہنے پر ساریقہ نے طنزیہ نگاہ اس پر ڈالی۔

''ایک خوش خبری سنو۔ عید کے دن تمہارے امی، پاپا، بھائی صاحب اور بھابی سب یہاں پہنچ رہے ہیں۔ ساحر اور صنوبر بھی ساتھ ہوں گے۔''

''واقعی انکل......؟ مگر اتنی اچانک ان سب کے آنے کا پروگرام کیسے بن گیا......؟'' خوش گوار حیرت کے ساتھ اس کے پوچھے گئے سوال پر حیدر نے ایک نظر تہام کے مسکراتے چہرے پر ڈالی تھی۔

''بھئی میں تو ابھی سفر کرنہیں سکتا۔ لہٰذا تمہیں اس گھر میں ہمیشہ کے لیے لانے کا انتظام کرنے کے لیے ان سب کا یہاں آنا تو ضروری ہے اچانک ہی سہی۔'' حیدر مسکراتے ہوئے بولے۔

وہ بس ایک پل کو الجھی تھی مگر اگلے ہی پل حیدر کی معنی خیز مسکراہٹ اور تہام کی گہری چمکتی نظروں پر وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ دوبارہ نظر نہیں اٹھا سکی تھی۔

❀......❀......❀......❀

اس وقت وہ چھت پر موجود تھی۔ کھلے آسمان کی وسعتوں میں اس کی متلاشی نظریں ابھی تو صرف بھٹک ہی رہی تھیں۔ ابھی وقت باقی تھا چاند نظر آنے کے امکانات بھی تھے۔ اس لیے وہ بہت پُرامید تھی۔ کچھ چونک کر پلٹتے ہوئے ساریقہ نے اسے دیکھا جو تیزی سے سیڑھیوں کے اسٹیپس پھلانگتا اوپر ہی آرہا تھا۔

''میں نے سوچا یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اتنی شاپنگ کروانے کے بعد بھی تمہارے مزاج درست نہیں ہوئے مگر چاند دیکھ کر تم ضرور سارے نخرے بھول جاؤ گی۔'' مسکراتے لہجے میں بولتا وہ اس کے مقابل آیا۔

''ایکس کیوزمی...... اگر مجھ میں نخرہ ہوتا تو آپ جناب اب

تک پاپڑ بیل رہے ہوتے۔" وہ نخوت سے بولی۔
"تو کیا تو ہے کے چنے نہیں چبوائی تم نے......؟" اس کے حیران انداز پر وہ اپنی بے ساختہ ہنسی روک نہیں سکی۔
"جانتی ہو تمہارے یہاں آنے سے پہلے تک مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ یہ عید میرے لیے اتنی اہم اور یادگار ہونے والی ہے۔" اس کے خوش گوار لہجے پر ساریقہ بس مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔
"تمہیں پاپا سے یہ شکایت تو نہیں کہ تم سے پوچھے بغیر انہوں نے یہ قدم اٹھایا......؟ آخر یہ تمہاری زندگی کا بڑا فیصلہ ہے۔" وہ سنجیدہ ہوتا پوچھ رہا تھا۔
"مجھے ان سے کوئی شکایت ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ تمہارے باپ ہیں تو مجھ سے بھی ان کا گہرا رشتہ ہے۔ جب میں ان سے اپنے دل کی ہر بات کہہ سکتی ہوں تو ان کو ضرورت ہی کیا ہے، مجھ سے کچھ پوچھنے کی۔"
"کیا بات ہے تمہاری...... اتنی جرأت کبھی مجھ سے نہیں ہوئی۔" وہ حیرت سے اور رشک سے بولا۔
"لیکن شکایت مجھے تم سے ضرور ہے۔" وہ یک دم بولی۔
"کہاں کوئی کمی رہ گئی تھی جو تم نے حسب نسب، نسل اور درجات کے نعرے لگانے شروع کردیئے۔ اگر انکل کو تمہاری اس سوچ کی بھنک بھی لگ گئی تو جانتے ہو ان کے دل کو کس قدر تکلیف پہنچے گی۔"
"حسب نسب، نام، نسل کے بارے میں اتنا کچھ کڑوا سننے کو ملا کہ ایک وقت ایسا آگیا کہ میں خودترسی میں مبتلا ہوگیا۔ شاید یہ ڈپریشن تھا میرا...... بہر حال میں اپنی یہ غلطی مانتا ہوں۔"
"یہ نام، نسل، حسب نسب انسانوں کے دم سے ہے، جب انسان کو ہی فنا ہوجانا ہے تو پھر باقی چیزیں کوئی نفع نقصان پہنچانے کی اہلیت نہیں رکھتیں...... بہتر یہی ہے کہ بار بار پلٹ کر پیچھے دیکھنے کے بجائے آگے کا سفر جاری رکھا جائے۔" ساریقہ کے سمجھانے والے انداز پر وہ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ تائید میں سر ہلاتا آسمان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
"کتنا اچھا ہوتا اگر ابھی ہم ایک ساتھ عید کا چاند دیکھتے۔" پھیلتے ملگجے نے اسے مایوس کیا تھا تو وہ حسرت سے بولی۔
"اچھا ہوتا نہیں...... اچھا ہورہا ہے۔ وہ دیکھو ذرا......" تہام کی توجہ دلانے پر اس نے بے یقینی سے آسمان کی سمت دیکھا اور پھر غور کرنے کے بعد اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔
"تمہارا تعلق بھی اس چاند جیسا ہے ساریقہ...... یہ بھی بڑھے گا، اور بڑھتا رہے گا اور پھر اپنے جوبن پر پہنچ جائے گا پوری آب و تاب کے ساتھ۔" باریک سے چاند کو دیکھتا وہ بولا اور پھر ساریقہ کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔
"چاند مبارک...... اب بتاؤ کیا تحفہ چاہیے؟ جو کہو گی ملے گا۔" بڑی محبت سے سخاوت کا مظاہرہ کرتا وہ ساریقہ کو بے حد پیارا لگا۔
"تحفہ تو تم دے ہی چکے ہو۔" ساریقہ نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ سامنے کیا۔ اس کی ہتھیلی پر انگوٹھی روز اول کی طرح جگمگا رہی تھی۔
"یہ تم ساتھ لے کر گھوم رہی ہو۔" مسکراتے ہوئے تہام نے اس کی ہتھیلی پر سے انگوٹھی اٹھائی۔
"پہنادوں...... اجازت ہے......؟ بعد میں یہ مت کہنا کہ میں نے اس بارے میں کچھ سوچا نہیں۔" شرارتی نظروں سے تہام نے اسے دیکھا۔
"یہ اس عید کا سب سے بہترین اور قیمتی تحفہ ہے میرے لیے، سو تمہارا طنز ہضم کرنا پڑے گا مجھے۔" ساریقہ کے مسکراتے لہجے پر اس نے دھیرے سے ہنستے ہوئے انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنادی۔
"یہ بہت خوب صورت تحفہ ہے، یہ میرا حق بھی ہے، اس لیے میں شکریہ ادا نہیں کروں گی۔"
"تمہارا شکریہ مجھے چاہیے بھی نہیں...... اب جلدی نیچے چلو، پاپا کو چاند کی مبارک باد بھی تو دینی ہے۔" اس کی عجلت پر ساریقہ کو بھی ہوش آیا۔
تہام کا ہاتھ تھامے سیڑھیوں کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے آسمان پر مسکراتے باریک چاند کو ایک بار پھر دیکھا جو عید کے تہوار کی نوید کے ساتھ دلوں کو بھی نزدیک لایا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ چاند اس کی کھوئی خوشیاں بھی تو پھر سے سمیٹ لایا تھا۔ وہ تہام سے متفق بھی کہ اس نے اپنے اور ساریقہ کے تعلق کو چاند سے تشبیہ دی، بس ایک فرق ضرور تھا کہ یہ تعلق کبھی گھٹے گا نہیں، محبت تو بس بڑھتی ہے، پھیلتی ہے کبھی گھٹتی نہیں۔

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

جب بھی اس کی صورت دیکھی
میں نے ہاتھ پہ رکھا چاند
جانے کس کو ڈھونڈ رہا ہے
اِک مدت سے تنہا چاند

"ابان علی...... میں کتنی دیر سے آئی ہوئی ہوں اور تم ہو کہ کمرے میں گھسے ہوئے ہو۔" شازیہ عادت کے مطابق زور دار انٹری ماری۔

"کون سی نئی بات ہے۔ ویسے یہ چھٹی والے دن کیا تم بیچارے بھائی کو صبح صبح لے کر نکل پڑتی ہو۔" اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر تکیہ منہ پر رکھ کر بہن کو چھیڑا۔

"بات سنو اپنی امی جان کے پاس آتی ہوں۔ کسی کا ڈر نہیں مجھے۔" وہ عادت کے مطابق تپ گئی۔ ابان ہنسا۔

"اچھا تو ان کے کمرے تک ہی محدود رہا کرو۔ میری نیند کا کیوں بیڑا غرق کرتی ہو؟" اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

"ایک بات بتاؤ' دن کے تین بج رہے ہیں۔ تمہاری ابھی بھی صبح نہیں ہوئی؟" شازیہ نے آستین چڑھا کر تکیہ کھینچا اور کلاس لگائی۔

"ہماری مرضی' نیند ہماری خواب ہمارے اور یہ بستر بھی ہمارا۔" وہ سر کھجاتا ہوا بولا۔

"چھوڑو ان فضول باتوں کو اور ذرا اس بمباسٹک نیوز کو کنفرم کرو۔" شازیہ اس کے سامنے بیڈ پر آلتی پالتی مار کر

بیٹھ گئی۔

''کون سی نیوز؟'' وہ بھی جمائی لیتا ہوا مجبوراً اٹھا اور بہن کے سامنے بیٹھ گیا۔

''لڑکے پہلے ہوش کے ناخون لو اور جا کر منہ ہاتھ دھو۔'' اس نے ناگواری کا اظہار کیا۔

''شیروں کے منہ نہیں دھلتے۔'' ابان نے ایک اور جمائی روکی۔

''تمہارا کچھ نہیں ہوسکتا خیر سنا ہے۔ امی جان اور بھابیوں کی ملی بھگت سے دیر میرا گھوڑی چڑھنے والا ہے۔'' وہ دھماکا کر کے مزے سے پاؤں ہلانے لگی۔

''او....نو....؟'' ابان اچھل پڑا مگر حیرت کے مارے خوشی کا احساس تھا ہی نہیں۔

''او.....یس۔'' ثمرہ دونوں ہاتھوں میں چائے کا کپ تھامے داخل ہوئی۔

''بھابی.....! پلیز آپ بھی غیروں کا ساتھ دے رہی ہیں۔'' اس نے دہائی دی۔

''امی جان کو غیر بولتے شرم نہیں آئی۔'' شازیہ نے آنکھیں مٹکا کر چائے کا سپ لیا۔

''وہ.....نہیں.....میرا.....مطلب.....'' اس کی زبان ایک دم لکنت زدہ ہوگئی تو دونوں ہنس دیں۔

''ویسے لڑکی اتنی معصوم اور بھولی بھالی ہے کہ امی جان تصویر دیکھتے ہی ہاں کرنے پر تل گئیں۔'' ثمرہ نے پتا نہیں دیور کو بتایا یا ڈرایا۔

''وہ تو بڑی بھابی نے کہا ہاتھ ہولا رکھیں لڑکے کی مرضی بھی جان لینا ضروری ہے۔'' شازیہ نے ہنستے ہوئے بتایا۔

''جیو..... بڑی بھابی۔'' اس نے نعرہ مستانہ لگایا تو ثمرہ جل گئی۔

''چلو تو پھر باقی باتیں بھی جا کر بڑی بھابی سے ہی پتا کر لینا۔'' ثمرہ کپ سمیٹ کر جانے کو اٹھی۔

''بھابی..... لاڈلے دیور کی جان پر بنی ہوئی ہے اور آپ اسے یوں چھوڑ کر جا رہی ہیں۔'' شازیہ نے جلدی سے ہاتھ پکڑ کر بٹھایا۔

''ہاں تو ہم کر بھی کیا سکتے ہیں اس گھر میں پتا بھی امی جان کی مرضی کے بنا نہیں ہلتا۔'' ثمرہ نے ہلکا سا شکوہ کیا، جسے وہ دونوں نظر انداز کر گئے۔

''آپ لوگوں کو پتا ہے نا کہ میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گا جب تک مجھے میری من پسند لڑکی نہیں مل جاتی۔'' ابان نے برا سا منہ بنایا۔

''فار گاڈ سیک بھائی دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور آپ اسی آئیڈیل کی تلاش میں اٹکے ہوئے ہیں' آخر اپنی تصوراتی دنیا سے باہر کیوں نہیں آجاتے۔'' شازیہ نے زچ ہو کر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''لڑکی' میرے جذبات سے نہ کھیلو۔'' چہرے پر دکھ بھرے تاثرات، وہ بھونڈی ایکٹنگ کرتا ہوا ذرا اچھا نہیں لگا۔

''دیور جی.....ایک بات تو سچ ہے کہ حسن کا جادو چار روزہ ہوتا ہے، مگر سیرت کا حسن سدا رہتا ہے۔'' ثمرہ نے بھی اسے سمجھانا چاہا۔

''وہ کیا کہتے ہیں..... شکر خورے کو شکر' آپ دونوں دیکھتی رہ جائیں گی اور مجھے۔ دونوں خوبیاں ایک ہی لڑکی میں مل جائیں گی۔'' مجال ہے جو اس پر ذرا بھی اثر ہوا ہو، انتہائی ڈھٹائی سے جواب آیا۔

''امی جان کے سامنے جا کر ذرا یہ ڈائیلاگ مارنا شادی سے پہلے ہی گنجے کر دادیئے جاؤ گے۔'' شازیہ نے زبان چڑائی۔

''گنجی ٹاٹ پر سہرا بھی پھسل پھسل جائے گا۔'' ثمرہ نے اس کے سلکی بالوں کو بگاڑتے ہوئے چھیڑا۔

''آپ دونوں کے ہوتے ہوئے بھلا مجھے منہ کھولنے کی کیا ضرورت ہے۔'' اس نے بھنویں اچکائیں۔

''تو پھر.....؟'' ان دونوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

''میرا مقدمہ تو آپ نے لڑنا ہے اور جیتنا بھی ہے۔'' اس نے فوراً مسکہ لگایا۔

''ابی.....سنو لڑکی بہت پیاری ہے' ایک بار تصویر ضرور دیکھنا پھر ہاں یا نہ کا فیصلہ کرنا۔'' ثمرہ نے کمرے سے نکلتے ہوئے، ایک بند لفافہ دیور کو پکڑایا اور کان میں بولتی ہوئی باہر نکل گئی۔

''اوں.....بھولی بیگم۔'' اس نے خاکی لفافہ گھما گھما کر چاروں طرف سے دیکھا اور منہ چڑایا۔

''دیکھوں تو امی جان نے کون سا ماسٹر پیس ڈھونڈ نکالا ہے۔'' لفافہ کو کھولتے ہوئے نگاہ گھڑی پر گئی۔

''او...... بیڑہ غرق وہ چاروں میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔'' جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور واش روم کی طرف دوڑ لگائی۔

''چھٹی والا دن ہے راستے میں رش ملے گا۔ سی ویو پارک پہنچنے میں بھی ہاف آور لگ جائیں گے۔'' ابان نے خود پر پرفیوم کا چھڑکاؤ کرتے ہوئے کوفت سے سوچا اور باہر کی جانب لپکا۔ خاکی لفافہ بے وقعتی کی تصویر بنا سائڈ ٹیبل پر ایسے ہی پڑا رہ گیا تھا۔

❁......❁......❁

لمبے گھنے براؤن بالوں میں آئل لگانے کے بعد ایک ہاتھ سے مساج کرتے ہوئے ایشل نے بڑی بڑی آنکھیں ٹی وی پر جمائیں۔

''آؤچ......'' کمر پر پڑنے والی زوردار دھپ سے تیل کی شیشی ہاتھ سے چھوٹ کر کارپیٹ پر جا گری۔

''ہاہا...... کیا نشانہ ہے میرا؟'' کشوی ہنستے ہوئے اس کے برابر میں بیٹھ گئی۔

''تمہیں اپنے گھر میں چین نہیں ہے۔'' ایشل بھنا اٹھی۔

''یہ بھی تو میرا ہی گھر ہے۔'' کشوی کا انداز کچھ کچھ معنی خیز سا تھا۔

''کام بڑھا دیا نا۔'' اس کی بھولی صورت پر کوئی تاثر نہیں ابھرا، جلدی سے بوتل اٹھائی۔

''تم نے بڑے پہاڑ توڑنے ہیں۔ بڑی آئیں کام والی۔'' وہ مذاق اڑانے میں ماہر تھی۔

''کوئی خاص بات ہے کیا؟'' ایشل نے اسے خاموش دیکھا تو پوچھا۔

''خاص بات اوہ ہاں اچھا ہوا یاد دلایا۔'' کشوی نے ایک اور دھموکا اس کی کمر پر لگایا۔

''اف ہاتھ ہے یا ہتھوڑا۔'' اس نے بھی بدلہ لینے کے لیے چٹکی بھری۔

''آہ...... اووف اچھا چلو بدلہ برابر ہو گیا۔'' وہ بازو مسلتے ہوئے ہنس دی۔

''اب کام کی بات سنو آدھے گھنٹے میں تیار ہو جاؤ۔'' کشوی نے ازلی ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا۔

''کیوں کہیں جانا ہے کیا؟'' اس نے ٹی وی آف کیا اور اپنی کزن کو دیکھا، جس کے پیروں میں پہیے فٹ تھے۔

''پارسی ویو پارک میں پھولوں کی نمائش لگی ہے۔ وہاں چلتے ہیں نا۔'' کشوی نے عادت کے برخلاف لجاحت سے کہا۔

''اتنی دور نہیں بھئی۔ میرا تو آج کہیں جانے کا کوئی ارادہ نہیں۔'' ایشل نے جان کر نخرہ دکھایا ورنہ اسے پھولوں کا کریز تھا۔

''ایک منٹ میں نے آپ کی رائے نہیں مانگی اطلاع دی ہے جلدی سے تیار ہو کر نیچے آؤ اوکے۔'' کشوی کے دھونس جمانے پر وہ ہنس دی اور بالوں سے پاؤ بھر تیل نکالنے کے لیے نہانے چل دی۔

❁......❁......❁

آنکھوں میں شیشوں کی چمک پڑی تو اس نے چندھیا کر سامنے دیکھا، نگاہیں ٹھہر سی گئیں، نکھرے بے داغ، بے شکن چہرے کو دیکھ کر کئی تشبیہات ذہن میں گڈمڈ ہونے لگے۔ دل بہت کچھ کہنے کو مچلا، اس پر دلکش سی ہنسی کانوں میں نقرئی سی گھنٹی بجی، ابان علی جو نیم کے گھنے درخت کے سائے تلے بنچ پر بیٹھا تھا مبہوت سا رہ گیا۔ کاٹن کا گلابی ملتانی کڑھائی والا کرتا، پہنے وہ اندر داخل ہوئی جس پر کڑھے شیشوں پر سورج کی کرنوں نے منعکس ہو کر شرارت کی اور اس کی آنکھیں پھر سے خیراں ہوئیں، سبز خوب گھیر دار شلوار اور بڑے سے شیفون کے دوپٹے میں وہ اسی باغ کا حصہ بن گئی۔ ایک تر و تازہ کھلے ہوئے پھول کی طرح۔

''گلابو......'' ابان کے منہ سے بے ساختہ نکلا مگر برا ہوا غلط وقت پر دوستوں کی آمد کا سحر ٹوٹ گیا۔

''او بھائی آگے نہیں چلنا۔'' اشعر بولا تو اسے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

''واہ کیا خوب صورت نظارہ ہے چلو اندر چلتے ہیں۔'' کشوی ایشل کا ہاتھ تھام کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

''تم لوگ جاؤ...... مجھے تھوڑی دیر یہاں تنہا بیٹھنا ہے۔'' ابان نے بمشکل ان کو ٹالا اور نگاہوں نے اسے پھر ڈھونڈ نکالا۔

''یہ...... گلابو ہی...... تو میری آئیڈیل ہے۔'' کیکٹس کے پودوں کے نزدیک وہ گلاب چہرہ دکھائی دے گیا۔

''ایک منٹ رکنا میں ابھی آتی ہوں۔'' کشوی جو

مسلسل ابان کی ترچھی نگاہوں کا کھیل دیکھ رہی تھی، جوش میں کھڑی ہوگئی۔

''کیوں اب کیا ہوگیا؟'' ایشل گول دائرے میں لگائے گئے، پھولوں کی طرف بڑھتے ہوئے رکی۔

''وہ جو سامنے براؤن ٹی شرٹ اور جینز والا لڑکا ہے نا...... مسلسل تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' کشوی نے دانت کچکچائے۔

''تمہیں کوئی غلط فہمی بھی تو ہوسکتی ہے۔'' اس نے ہینڈسم سے ابان کو دیکھ کر کہا۔

''تو...... چلو غلط فہمی دور کرلیتے ہیں۔'' کشوی جوش سے بولی۔

''بلاوجہ کسی کے منہ لگنے کی ضرورت نہیں۔'' ایشل نے گھبرا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر روکنا چاہا۔

''تم تو ہو ہی ڈرپوک۔'' وہ آنکھیں چڑھا کر اسے دیکھنے لگی۔

''ویسے ہوسکتا ہے کہ وہ لڑکا تمہیں دیکھ رہا ہو۔'' ایشل نے مسکراتے ہوئے چھیڑا اور یہ ہی غضب ہوگیا۔

''اگر یہ بات ہے تو چلو معاملہ ابھی صاف کرلیتے ہیں۔'' وہ اسے گھسیٹتی چلی گئی۔

''کشوی...... سنو تو۔'' ابان کے سامنے پہنچ کر اس کے چھکے چھوٹ گئے۔

''اے مسٹر آپ ہمیں کیوں واچ کررہے ہیں؟'' کشوی نے کمر پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

''ایکسکیوزمی۔'' ابان تھوڑا اروڈ ہوا۔

''جی معاف کیا۔'' کشوی نے جیسے ناک سے مکھی اڑائی۔

''آپ کو یہ خوش فہمی کیوں ہوئی؟'' اس نے کشوی کو بھنویں اچکا کر دیکھا۔

''خوش فہمی...... نہیں صحیح فہمی ہے۔'' اتنے ہینڈسم لڑکے سے بات کرتے ہوئے، وہ تھوڑا اترائی جبکہ ایشل کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

''مس اس باغ میں دیکھنے کے لیے بہت ساری حسین چیزیں ہیں تو مجھے کیا ضرورت کہ آپ کو دیکھوں۔'' اس نے کشوی کی آنکھوں میں جھانک کر زبردست چوٹ کی، وہ اسے دیکھ بھی کہاں رہا تھا۔

''اچھا تو پھر اسی طرف کیوں دیکھ رہے تھے، جہاں ہم کھڑے تھے۔'' ابان کے انداز نے کشوی کو جلا کے رکھ دیا۔

''میں آپ کو نہیں بلکہ ان پھولوں کو دیکھ رہا تھا۔'' ابان نے ان کے پیچھے کھڑے کشتی کے ماڈل کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔

ان دونوں نے مڑ کر دیکھا، کشتی میں سجائے گئے رنگ برنگ کے پھولوں کی رعنائی دیکھنے والی آنکھ کو متوجہ کررہی تھی۔

''اوہ سوری۔'' اب کہنے کے لیے کچھ بچا نہیں تو کشوی نے مجبوراً معذرت کی۔

''چلو ہر جگہ انسلٹ کروا کر رکھ دیتی ہو۔'' ایشل نے کشوی کو گھسیٹا اور وہاں سے واپس چل دی۔

''ہاں میں تمہیں ہی دیکھ رہا تھا۔'' کچھ سوچ کر جاتے جاتے ایشل نے ایک بار مڑ کر دیکھا اور حیران رہ گئی۔

ابان کی گہری بولتی نگاہوں اور گھنی پلکوں نے اٹھتے گرتے نہ چاہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ سن لیا۔

وہ سرخ و سفید رنگت، لمبے قد، ماتھے پر گرے سلکی بالوں اور ورزشی جسم کی وجہ سے اب خاصا نمایاں دکھائی دے رہا تھا۔

❁....❁....❁

ایشل اعوان اور کشوی زمان آپس میں کزن تھیں عمرہ، عروہ اور غنوی تینوں بہنیں کشوی سے عمر میں بڑی تھیں، جو شادی کے بعد اپنے گھروں کو سدھار چکی تھیں جبکہ ایشل کے دو بھائی تھے۔ شمائل اعوان، اس سے عمر میں پورے چار سال بڑا تھا جبکہ شمویل ان دونوں سے چھوٹا اور بے انتہا شوخ و شریر تھا۔ دو پورشن پر مشتمل بڑے سے گھر میں دونوں بھائی اپنی اولادوں کے ساتھ رہتے تھے۔

ایک ہی گھر میں اوپر نیچے رہنے کی وجہ سے ان دونوں کا بچپن ساتھ گزرا۔ دونوں ہم عمر بھی تھیں۔ اسکول سے لے کر کالج تک ایک ہی جماعت میں پڑھتی رہیں۔ اسی لیے آپس میں بہت زیادہ دوستی ہوگئی۔ ایشل کو گھر کی اکلوتی لڑکی ہونے کی وجہ سے بہت رعایت ملی ہوئی تھی، رقیہ اعوان نے اسے بڑے لاڈ پیار اور نازونعم سے پالا جبکہ کشوی کی امی طاہرہ زمان تو شادی شدہ بیٹیوں کے مسائل میں ہی الجھی رہیں، انہیں سسرال میں سینہ ٹھونک کر جینے

کے داؤ پیچ سکھانے کی وجہ سے ان کے پاس کشوی کے لیے بہت کم وقت ہوتا یہی وجہ تھی کہ کشوی کا زیادہ وقت نیچے اپنی چاچی کے گھر میں گزرتا۔

ایشل بہت سادہ مزاج اور بھولی بھالی لڑکی تھی جبکہ کشوی حد درجہ کی منہ پھٹ اور بے وقوف، اس کی حد سے بڑھی ہوئی خوداعتمادی اکثر نقصان کا باعث بنتی، مگر وہ خود کو عقل مند سمجھ کر ہر معاملے میں اپنی سمجھ لڑاتی۔ ایشل بھی اپنی سادگی کی وجہ سے کشوی سے دب کر رہ جاتی اور اسے ہر معاملے میں اپنی مرضی چلانے کی چھوٹ مل جاتی مگر وہ دونوں ایک دوسرے کی سنگت میں خوش رہتیں کیوں کہ کشوی کو زندگی میں ہلا گلا اور گھومنا پھرنا پسند تھا، اس کے تمام پروگرام اپنی کزن کے بغیر ممکن نہیں ہو پاتے، وہ ایشل کو لے کر اکثر مارکیٹ نکل جاتی، کبھی شہر میں لگنے والی کسی نمائش کا رخ کیا جاتا اگر دور جانے کا پروگرام نہیں بن پاتا تو وہ دونوں گھر کے بالکل سامنے والے پارک چلی جاتیں تھیں اور واپسی پر کشوی کی پُرزور فرمائش پر ایشل اسے آئس کریم کھلاتی۔ وہ دونوں اپنی زندگی سے بہت خوش تھیں۔

کشوی کے لیے چاچا کے گھر ایک اور شخصیت باعث کشش تھی، وہ ایشل کے بڑے بھائی شمائل اعوان کو ٹوٹ کر چاہتی تھی مگر اس بات کی خبر اس نے آج تک کسی کو ہونے نہ دی۔ ایشل کو بھی نہیں۔ اونچا، لمبا، کسرتی جسم والا ڈیسینٹ سا پُراعتماد شمائل کا تعلق پاک فوج سے تھا، وہ جب بھی اپنی وردی میں ملبوس چھٹیوں پر گھر لوٹتا تو جہاں گھر والوں کی نگاہیں اس کی بلائیں لیتے نہیں تھکتی، وہیں کشوی کے بھی نین بھی چوری چوری اسے تکا کرتے۔ ایک پنتھ دو کاج والا محاورہ وہ جب بھی اپنی امی کے منہ سے سنتی تو اسے لگتا کہ وہ اس کے لیے ہی بنایا گیا ہے کیوں کہ وہ اس بارے میں کچھ زیادہ ہی پُراعتماد تھی کہ اس کی شادی شمائل کے ساتھ ہوگی، اس کے بعد وہ ہر اس جگہ جائے گی جہاں اس کے میاں کی پوسٹنگ ہوگی۔ اس طرح دونوں خواہشات ایک ساتھ پوری ہوجائیں گی۔

❁......❁......❁
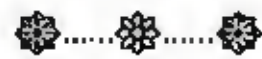
''کہاں گم ہو؟'' زہرہ کی آواز پر ابان چونک کر سی ویو پارک سے واپس اپنے کمرے میں لوٹا۔

''جی بڑی بھابی؟'' وہ اس دن کے بعد خیالوں ہی خیالوں میں کئی بار ادھر کا چکر لگا آتا، جہاں گلابو سے ملاقات ہوئی تھی۔

''ابی میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔'' زہرہ نے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا۔

''جی بڑی بھابی سن رہا ہوں۔'' وہ دوبارہ متوجہ ہوا مگر یاد نہ آیا کہ سوال کیا تھا۔

''تو بتاؤ میں نے کیا کہا؟'' زہرہ کو شرارت سوجھی۔

''ہاں آج ہی درزی کے پاس سے آپ کے کپڑے لیتا آؤں گا اور......'' اس نے بات بدلنے کی کوشش کی۔

''درزی کے پاس تو تم اب جاؤ گے ہی مگر...... دو دن سے یہ تصویر ایسے ہی پڑی ہوئی ہے۔'' انہوں نے لفافہ ہوا میں لہرایا۔

''کون سی تصویر۔'' اسے تو صرف وہ گلابو یاد تھی باقی سب بھول چکا تھا۔

''تم نے اس لفافے کو کھول کر دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔'' زہرہ نے دیور کے کان کھینچے۔

''ا...... آ...... بڑی بھابی کان تو چھوڑیں۔'' اس نے جان بوجھ کر شور مچایا۔

''بتاؤ میں...... اب امی جان کو کیا جواب دوں؟'' زہرہ نے رسانیت سے پوچھا۔

''انہیں...... اس رشتے کے لیے منع کردیں۔'' وہ بڑے مطمئن انداز میں بولا۔

''کیا منع کردوں؟'' زہرہ کا منہ کھل گیا۔

''ہاں منع کردیں۔'' محبت نے اسے ایسی جرأت عطا کردی۔

''وجہ کیا بتاؤں؟'' زہرہ نے نہ سمجھنے والے انداز میں دیکھا۔

''گلابو۔'' اس نے بڑی نرمی سے یہ لفظ بھرے بھرے ہونٹوں سے ادا کیے۔

''تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے اب تم گھر میں کام کرنے والی ماسی کی لڑکی سے فلرٹ کرو گے۔'' زہرہ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ کس کر دھمو کا دیا۔

''ماسی کی بیٹی؟'' وہ ایک دم پریشان ہوگیا پھر اسے یاد آیا کہ ان کے یہاں کام کرنے والی ماسی زرینہ کی اٹھارہ سالہ بیٹی کا نام بھی گلابو ہے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

''بہت مذاق ہوگیا یہ تصویر دیکھ لو اور شام تک جواب دے دینا۔'' زہرہ نے تصویر دیور کی گود میں ڈالی۔

''بھابی..... سنیں تو۔'' اس نے نگاہ بھر کر بھی تصویر نہ دیکھی اور ایک دم گھبرا کر بھابی کا پلو پکڑا۔

''گھبراؤ نہیں لڑکی بہت بھولی بھالی اور پیاری ہے اس کے باوجود اگر تمہیں پسند نہ آئی تو میں ای جان کو سمجھانے کی کوشش کروں گی۔'' زہرہ نے اسے پچکارا اور باہر نکل گئیں۔

''گلابو بھوئی بیگم۔'' وہ سوچ میں پڑ گیا، تھوڑی دیر بعد گود میں پڑی تصویر پر بے دلی سے نگاہ ڈالی اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

❀......❀......❀

''سنا ہے ایشل کا بہت اچھے گھرانے سے رشتہ آیا ہوا ہے؟'' غنوئی جو میکے آئی ہوئی تھی۔ بہن سے پوچھا۔

''اچھا مجھے خبر نہیں۔'' کشوی نے کتاب پر نگاہ جماتے ہوئے کہا۔

''حیرت ہے اس نے تمہیں نہیں بتایا۔'' غنوئی نے گود میں لیٹے پپو کو تھپکتے ہوئے طنز کیا۔

''اس میں حیرت کی کیا بات ہے چاچی نے ایشل کو بھی یہ بات نہیں بتائی ہوگی ورنہ وہ مجھے ضرور بتاتی۔'' کشوی کے لہجہ میں فخر تھا۔

''اچھا..... یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ ایسی پرسنل بات تم سے چھپا گئی ہو۔'' غنوئی کو بہن کا انداز برا لگا، اس لیے اپنی بات پر جم گئی۔

''ایسا نہیں ہوسکتا وہ تو سانس بھی مجھ سے پوچھے بغیر نہیں لے سکتی۔'' کشوی کا انداز ضد لیے ہوا تھا۔

''ہاہا..... چھوٹی تم نے تو مبالغہ آرائی کی حد کردی ہے۔'' غنوئی نے بیٹے کو تکیہ پر لٹاتے ہوئے بہن کو دیکھا۔

''آپی میں سچ بول رہی ہوں ایشل دنیا میں سب سے زیادہ مجھ پر اعتبار کرتی ہے۔'' کشوی نے کتاب بند کرتے ہوئے کہا۔

''خیر..... کنوارے پن میں لڑکیاں ایسی ہی جھلی ہوتی ہیں مگر دیکھنا شادی کے بعد وہ تمہیں کیسے بھلا دے گی۔'' غنوئی نے اسے سمجھانا چاہا۔

''اس کی شادی ہوگی تب نا میں ذرا امتحانوں سے فارغ ہوجاؤں پھر اس مسئلے کو بھی دیکھتی ہوں۔'' کشوی نے کچھ سوچ کر کہا۔

''کشو ایسا نہیں سوچتے۔ ہمارے چاچا کی ایک ہی بیٹی ہے۔ اللہ اسے ہزاروں خوشیاں دیکھنا نصیب کرے آمین۔'' غنوئی نے فوراً دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے۔

''ہاں تو میں کون سا اس کی دشمن ہوں مجھے بھی وہ بہت عزیز ہے۔'' کشوی نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

''اور تم بھی ذرا عقل کو ہاتھ مارو کسی کو اپنے لیے اتنا ضروری نہیں بناتے کہ اس کے بغیر جینا مشکل ہوجائے۔'' غنوئی بڑبڑاتی ہوئی لیٹ گئی۔

''آپی وہ میرے لیے نہیں میں اس کے لیے بہت اہم ہوں۔'' ہمیشہ کی خوش فہمی اس کے اندر جاگی۔

''تم ایک دم جھلی ہو دیکھنا پچھتاؤ گی۔'' وہ جمائی لیتی ہوئی نیند کی وادیوں میں کھوگئی۔

''آپی میں تمہیں دکھا کر رہوں گی کہ ایشل میرا کتنا کہنا مانتی ہے۔'' کشوی نے سوتی ہوئی بہن کو چیلنج کیا اور وہاں سے اٹھ گئی۔

❀......❀......❀

''بھابی او..... میری بھابی یہ تو کمال ہوگیا۔'' ابان نے خوشی سے بے قابو ہوکر زہرہ کو تھما ڈالا۔

''ابان رک جاؤ نہیں تو میں گر جاؤں گی۔'' زہرہ نے استری اسٹینڈ پکڑ کر خود کو گرنے سے بچایا۔

''کیا ہوگیا ابان خیریت تو ہے۔ پرائز بانڈ لگ گیا ہے کیا؟'' عرفان نے بھائی کو گھورا، اکاؤنٹنٹ ہونے کی وجہ سے ان کی ہر بات میں پیسہ کا ذکر ضرور ہوتا تھا۔

''پرائز بانڈ ہی سمجھیں۔'' اس نے شوخی سے جواب دیا اور زہرہ کو کھینچتا ہوا لان میں لے آیا۔

''بھائی کو کیا چکمہ دے رہے تھے ہاں۔'' زہرہ نے پھر دیور کا کان مروڑا۔

''آپ جو انہیں اتنے چکمے دیتی رہتی ہیں ایک میری طرف سے بھی سہی۔'' ابان نے چھیڑا اور سبز روش پر چلنے لگا۔

''اوہو کیا بات ہے لگتا ہے سچ مچ کی لاٹری لگ گئی ہے؟'' زہرہ نے لان میں بچھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''جی میری گلابو..... مجھے مل گئی ہے یہ کسی لاٹری لگنے سے کم ہے کیا؟'' اس کے چہرے سے خوشی پھوٹ پڑی۔

''گلابو کہاں ملی؟'' زہرہ نے کنفیوز ہوکر سامنے کھڑے

دیور کو دیکھا۔

"یہاں....." ابان نے وہ ہی تصویر زہرہ کے سامنے کردی، جو اسے دیکھنے کے لیے دی گئی تھی۔

"یہ..... یہ تو ایشل کی تصویر ہے، جسے ای جان نے تمہارے لیے پسند کیا ہے۔" زہرہ نے سر تھام کر بتایا۔ انہیں دیور کی دماغی حالت پر شک سا گزرا۔

"ہاں یہ ہی تو میری گلابو ہے۔" وہ خوشی سے جھومتے ہوئے بولا۔

"ہاں یہ لڑکی ہی تمہیں پسند ہے مگر افسوس....." زہرہ کا چہرہ اتر گیا۔

"کیا ہوا بڑی بھابی؟" اس کے دل کی دھڑکن تھمنے لگی۔

"میں نے تو ای جان تک تمہارا انکار پہنچادیا ہے ان فیکٹ انہوں نے آج ایشل کے یہاں کال کرکے انکار بھی کردیا ہوگا۔" زہرہ نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔" اس نے نفی میں سر ہلایا اور گھاس کو بوٹوں سے روند ڈالا۔

"ایک بات سن لیں میں صرف گلابو..... میرا مطلب ہے ایشل سے شادی کروں گا ورنہ ہمیشہ کے لیے کنوارا رہ جاؤں گا۔" اس نے بے چینی سے بھابی کے قدموں میں بیٹھ کر فریاد کی۔

"ہاں تو رہ جاؤ کنوارے..... کب سے سمجھا رہی تھی کہ اتنی اچھی لڑکی ہے ایک بار تصویر دیکھ لو مگر صاحب زادے کے تو مزاج ہی نہیں مل رہے تھے۔" زہرہ نے بے اعتنائی سے منہ موڑا۔

"اوکے ٹھیک ہے..... نہ کریں مدد۔" وہ منہ پھلا کر اندر جانے لگا تو زہرہ کے ہونٹوں سے قلقل کرتی ہنسی کا فوارہ چھوٹ پڑا۔

"کیا خیال ہے..... صاحب زادے کب سہرہ باندھ کر اپنی گلابو کو لینے چلنا ہے۔" انہوں نے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی کنٹرول کی۔ "اور ایسے کھلے منہ والا دلہا اچھا نہیں لگتا۔" انہوں نے آگے بڑھ کر انگلی سے اس کا حیرت سے کھلا منہ بند کیا۔

"ابھی چلیں۔" ابان بھابی کی شرارت سمجھ چکا تھا، اترا کر بولا۔

"میرے ابی کی جائے گی برات ستاروں جگ مگ ناچو ..... رہے۔" انہوں نے نثار ہونے والی نظروں سے اپنے دیور کو دیکھا اور بلائیں لے ڈالیں۔

❁.....❁.....❁

بی ایس سی کے فائنل ایگزامز شروع ہوچکے تھے، ایشل اور کشوی پیپرز کی تیاری میں کھو گئیں تھیں، کشوی کا خیال تھا کہ پیپر کے بعد وہ ایشل کو طریقے سے سمجھائے کی کہ اتنی جلدی شادی کے جھنجھٹ میں پڑنے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔ ابھی تو ان کا سارا دماغ امتحانوں میں لگا ہوا تھا۔ ایک دو بار کشوی نے کریدنے کی کوشش بھی کی مگر ایشل کو اس بارے میں کچھ پتا ہی نہیں تھا۔ ایشل کو آج کل اپنا ہوش بھی کہاں تھا، اسے ایک نئی پریشانی لاحق ہوگئی تھی۔ لکھتے، پڑھتے، جاگتے، سوتے، کھاتے پیتے، اسے دو بولتی آنکھوں نے اپنے سحر میں جکڑا ہوا تھا، وہ جدھر بھی جاتی خود کو ان نینوں کے حصار میں محسوس کرتی۔ اسی کشمکش میں الٹے سیدھے پیپر دیئے اور آخری پیپر دے کر جو لمبی تان کر سوئی تو شام تک آنکھ نہیں کھلی۔ نیند میں لگا جیسے کسی نے اسے جھنجھوڑا ہو۔

"آپی۔" سوتے میں شموئل کی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی، اس نے کروٹ بدلی۔

"ٹھیک ہے اب..... آپ مجھ سے بچیں۔" شموئل نے دھمکی دی اور پانی سے بھرا پورا جگ اس پر الٹ دیا۔

"سیلاب..... سیلاب آگیا۔" شور مچاتے ہوئے سحر انگیز آنکھیں کھولیں، تو بھائی کو کھکھلاتے ہوئے پایا۔

"بدتمیز ابھی بتاتی ہوں۔" وہ اس کے پیچھے بھاگی۔

"اچھا..... اچھا سوری بابا۔" کافی بھاگ دوڑ کے بعد شموئل نے ہنستے ہوئے کان پکڑے۔

"مما کو آپ سے کوئی خاص بات کرنی ہے، چینج کرکے ان کے پاس چلی جایئے گا۔" وہ باتھ روم کی طرف بڑھی تو شموئل نے اصل بات بتائی۔

"خاص بات؟" اس کے تاول اٹھاتے ہاتھ تھم گئے، بھائی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"جی کچھ مہمان آرہے ہیں آپ کو دیکھنے۔" شموئل کا انداز چھیڑنے والا ہوا۔

"مہمان تو آتے جاتے رہتے ہیں مگر مجھے دیکھنے..... کا مطلب؟" وہ بڑبڑائی پھر بھائی کے تاثرات سے جھانکتی معنی

خیزی اسے بہت کچھ سمجھا گئی۔

''او......نو۔'' وہ سر تھام کر رہ گئی، بولتی نگاہیں خیالوں میں آکر شکوہ کناں ہونے لگیں۔

❀......❀......❀

''ابان مجھے تم سے ایک خاص بات کرنی ہے۔'' سعادت بی بی نے سلام پھیرنے کے بعد بیٹے کو دیکھا۔

''جی امی جان۔'' اس کا لہجہ احترام سے پُر تھا۔

''بیٹا...... ماہِ رمضان المبارک شروع ہونے والا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ......'' انہوں نے لمحے بھر ٹھہر کر سامنے بیٹھے خوبرو بیٹے کو دیکھا۔ ابان کی سوال کرتی نگاہیں ماں کے شفیق چہرے سے ٹکرائیں مگر اس نے کچھ بولنے سے احتراز برتا۔

''عید کے تیسرے دن تمہاری دلہن گھر لے آئیں۔'' انہوں نے تسبیح کے دانے پر انگلی پھیرتے ہوئے بات پوری کی۔

''گلابو کے ساتھ عید۔'' اس نے نظریں جھکا کر سوچا اور مسکراہٹ کو ہونٹوں تلے روکا۔

''عمران اعوان صاحب کا بہت معزز خاندان ہے۔ اپنا گتے کا کاروبار ہے۔ لڑکی پڑھی لکھی اور خوب صورت ہے، ویسے تمہاری بھابیوں نے تمہیں تصویر تو دکھادی ہے نا؟'' سعادت بی بی نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''جی بھابی نے دکھائی تھی۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا تو ان کے چہرے پر اطمینان چھا گیا۔

''اچھا کل ہم لوگ ان کی طرف گئے تھے سادہ سے لوگ ہیں۔ ہماری طرف سے بھی کوئی شرائط نہیں اسی لیے معاملہ خوش اسلوبی سے نمٹ گیا۔'' سعادت بی بی نے دھیرے دھیرے تفصیل بتائی۔

''جی ٹھیک ہے۔'' اس نے بمشکل اپنی خوشی پر پردہ ڈالا۔

''سب تو راضی ہیں۔ بس اسی بارے میں تمہاری آخری رائے درکار ہے۔'' انہوں نے بات کو سمیٹا تاکہ باقی کے نفل ادا کرسکیں۔

''امی جان میرے لیے گھر والوں کی رائے اور خاص طور پر آپ کی خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں۔'' ابان نے دل کی خوشی چھپا کر جلدی سے نمبر بڑھائے۔

''خوش رہو بیٹا۔'' سعادت بی بی نے مسکرا کر نیت باندھ لی۔ وہ ایشل کے خیالوں میں کھویا ہوا باہر آیا تو سب کو دروازے سے کان لگائے ہوئے کھڑا پایا۔

''گلابو......'' یک زبان ہوکر اس کا ریکارڈ لگاتے ہوئے سب نے ایک ایک گلاب کا پھول پیش کیا تو وہ قسمت کی مہربانی پر ہنس پڑا۔

❀......❀......❀

کشوی نے ماربل کی سیڑھیوں پر ان دیکھی دھول ٹشو سے جھاڑی اور ایشل کے برابر میں بیٹھ گئی جو خیالوں کی دنیا آباد کیے ہوئے کہیں دور پہنچی ہوئی تھی۔

''سنا ہے بڑے مہمان آرہے ہیں آج کل' تمہاری طرف۔'' کشوی نے ٹوہ لینا چاہی مگر وہ اداس سی خیالوں میں کھوئی بیٹھی رہی۔

''چاچی امی کو بتارہی تھی کہ تمہاری شادی خانہ آبادی کے انتظامات کیے جارہے ہیں۔'' کشوی نے اس کا کاندھا ہلا کر صاف پوچھا۔

''ہونہہ......'' ایشل کے سامنے اداس سی بولتی آنکھیں آگئیں بیزار منہ بنایا۔

''کیا ہوا اتنی چپ چپ کیوں ہو؟'' وہ ایشل کو دیکھ کر چونکی، گلابی آنکھیں اترا چہرہ کوئی اور ہی کہانی سنا رہا تھا۔

''بس یار میں ابھی شادی کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں۔'' ایشل ایک دم پھٹ پڑی۔

''تو یہ کون سا بڑا مسئلہ ہے جاکر چاچی کو منع کردو۔'' کشوی نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے مشورہ دیا۔

''منع کردوں مما اگر ہرٹ ہوگئیں تو؟'' ایشل نے گڑبڑا کر اسے دیکھا۔

''اس میں ہرٹ ہونے والی کیا بات ہے تم ساری عمر کنواری رہنے کی بات تھوڑی کررہی ہو بس چند سالوں کی مہلت مانگ لو۔'' کشوی نے الٹی پٹی پڑھائی۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے میں ابھی جاکر مما سے یہی بات کرتی ہوں۔'' ایشل جوش سے کھڑی ہوگئی۔

''مگر وہ بابا۔'' کچھ سوچ کر رک گئی، اداس نگاہوں سے کزن کو دیکھ کر کہا۔

''ایک بار سوچ سمجھ لو پھر اپنے فیصلے پر قائم رہنا۔ کل کو مجھے موردِ الزام نہ ٹھہرانا لیکن شادی کا مطلب ایک جیل جیسی زندگی ہے نہ اپنی مرضی سے کھانا پینا اور نہ ہی جینا۔'' اس نے

مزید ہولا دیا۔

''نہیں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' ایک لمحے جو وہ رک گئی تھی، جوش سے بھر گئی، مضبوط تہیہ کر کے اندر چل دی۔

''غنوئی۔ آپی کاش آپ یہاں ہوتی تو دیکھتی کہ آپ کی بہن کیا کر سکتی ہے۔'' کشوی نے بہن کو مخاطب کیا اور ہاتھ جھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

❁......❁......❁

''شازیہ کیا رہا؟'' ابان نے ان لوگوں کے گھر میں گھستے ہی بہن کو اشارے سے اپنے کمرے میں بلا لیا۔

''کس چیز کا؟'' وہ بھی جان کر انجان بنی۔

''افوہ وہ جو تم لوگ آج گلا بو...... اوئی' میرا مطلب ہے ایشل کے یہاں گئے تھے۔'' اس نے زبان کو دانتوں تلے دبایا۔

''ہاں بس ٹھیک ہی رہا۔'' وہ ایک پکی کچھ بتانے پر آمادہ ہی نہیں ہوئی۔

''اچھا ٹھیک ہے مت بتاؤ۔'' ابان کا لہجہ روکھا ہوا۔

''ہائے رے بے قراریاں۔'' ثمرہ جو ابھی اندر داخل ہوئی تھی مسکرا کر بولی۔

''لڑکی بہت ہی پیاری ہے سمجھو گلاب جیسی۔'' ثمرہ کی تشبیہ پر اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''پھر ہاں ہو گئی کیا؟'' ابان نے جلدی سے پوچھا۔

''میاں ذرا چھری تلے دم تو لو...... شریف لوگ ایسے ہی منہ کھول کر ہاں نہیں کہہ دیتے، آنٹی نے کل تک کا ٹائم مانگا ہے۔'' شازیہ نے سمجھایا۔

''اور اگر وہاں سے انکار ہو گیا تو......؟'' اندیشے من میں سرسرائے۔

''تو کیا ہوا وہ دنیا کی کوئی آخری لڑکی تھوڑی ہے۔'' ثمرہ نے بے فکری سے کہا۔

''میرے لیے شاید آخری ہی ہو۔'' ابان کے چہرے پر ایک رنگ آیا ایک گیا۔ وہ دونوں خیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

❁ ❁ ❁

رمضان شریف کا مہینہ نورانی ساعتوں کے ساتھ ایک بار پھر مسلمانوں پر اپنی رحمتیں لٹانے چلا آیا۔ رقیہ اعوان اللہ کے حضور طویل سجدوں میں جھک کر بیٹی کی خوشیوں کی طالب ہوئیں، اس کے بعد ان کے دل پر سکون سا چھا گیا۔ اکلوتی بیٹی کی شادی کا فیصلہ کرنا، انہیں ایک بہت کٹھن اور دشوار کام لگ رہا تھا۔ وہ افطاری بنانے میں مشغول تھیں کہ اچانک سعادت بی بی کا فون آ گیا۔ انہوں نے اپنے بیٹے ابان کے رشتے کے سلسلے میں آج جواب لینا تھا۔ رقیہ نے سب سے مشورے کے بعد نم آنکھوں سے انہیں ہاں کہہ دی۔

سعادت بی بی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا، فون رکھتے ہی انہوں نے بڑے کمرے میں سب کو جمع کیا۔ اس کے بعد یہ خوش خبری سنائی۔ یہ خبر سنتے ہی ابان پر شادی مرگ طاری ہونے لگی، سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اپنی خوشی کا اظہار کیسے کرے، بن مانگے اسے اللہ سب کچھ دے دیا۔ سب سے مبارک باد وصول کرنے کے بعد وہ وہاں سے خاموشی سے اٹھا اور فوراً ہی نماز پڑھ کر شکر ادا کیا۔

ٹیرس میں کھڑے ہو کر ایک طویل سکون بھرا سانس لیا۔ جب تک وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا تھا، اسے ایشل کو کھونے کا دھڑکا سا لگا رہتا تھا۔ ان دونوں کے بیچ میں کون سے رابطے تھے یا اقرار وفا ہوا تھا کہ وہ اس سے کوئی امید رکھتا مگر پھر بھی راہیں خود بخود نکلتی چلی گئیں اور منزل سامنے آ گئی۔

''بھائی شکر خورے چلو افطاری کا وقت ہو رہا ہے۔'' ثمرہ نے اسے چھیڑا تو وہ مسکرا دیا اور بھابی کے پیچھے چل دیا۔

''آ جاؤ ابان میرے پاس بیٹھو۔'' انہوں نے اپنے برابر والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

بڑے ہال میں سعادت بی بی اپنے تمام بچوں کے ساتھ افطاری کی میز پر بیٹھیں بہت مسرور دکھائی دے رہی تھیں چھوٹے کو لاڈ سے پکارا تو سب نے کھنکارتے ہوئے اسے خاص طور پر دیکھا۔ اس نے ماں کے برابر میں بیٹھتے ہوئے اپنی ہنسی چھپائی۔

''یہ میرے اللہ کی اس گھر پر خاص عنایت ہے کہ خوشیوں سے ہمارا دامن یوں بھرا رہتا ہے۔'' سعادت بی بی نے دعا کے بعد شکر ادا کیا تو سب نے مسکرا کر کھجور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے روزہ افطار کیا۔

❁......❁......❁

روزے کے بعد مغرب کی نماز پڑھتے ہی کشوی پر سستی

غالب آگئی، وہ تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں موند کر لیٹی اور بے خبر ہوگئی۔

"امی یہ مٹھائی کہاں سے آئی؟" سو کر اٹھی تو لاؤنج میں چلی آئی، ٹیبل پر ڈھکی پلیٹ سے جھانکتی گلاب جامن پر اس کی رال ٹپکی۔

"یہ رقیہ دلہن نے بھیجی ہے۔" طاہرہ نے بتایا وہ تخت کی چادر تبدیل کررہی تھیں۔

"کس خوشی میں بھئی۔" اس نے پسندیدہ مٹھائی منہ میں رکھی۔

"لو ویسے تو پکی دوست بنی پھرتی ہو اور اب انجان بن کر پوچھ رہی ہو۔" طاہرہ نے تکیہ کے غلاف کو ٹانکا لگاتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک دم چونکی دوسرا گلاب جامن واپس پلیٹ میں رکھا۔

"ارے بھئی ایشل کا رشتہ طے ہوگیا ہے اور عید کے تیسرے دن شادی ہے۔" طاہرہ نے خوش ہوکر بیٹی کو بتایا۔

"نہیں ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔" وہ ہکا بکا سی رہ گئی۔

"ان باتوں کا کیا مطلب ہے؟" ان کے کام کرتے ہاتھ تھم گئے بیٹی کو گھورا۔

"ایسے اچانک۔" ماں کی ناراضی پر وہ ہکلائی۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے کشو منہ سے خیر کے الفاظ نکالو۔" وہ دھاگے میں سوئی اڑس کر بولیں۔

"میرا مطلب ہے ایشل کی شادی۔ آپ کو سننے میں غلطی تو نہیں ہوئی؟" کشوی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کس طرح سے اپنے جذبات کا اظہار کرے۔

"اپنی زبان بند ہی رکھو اگر رقیہ کے کانوں میں ان باتوں کی بھنک بھی پڑگئی تو بلاوجہ دل برے ہوں گے۔" طاہرہ نے بیٹی کو جھڑکا اور میلی چادر اٹھا کر وہاں سے باہر چل دیں۔

وہ یہ سب سن کر صدمے سے دوچار ہوگئی۔ اس نے ایشل کو کتنا سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی مگر اچانک کیا ایسا ہوگیا جو وہ شادی کے لیے مان گئی۔ کشوی کے لیے ایشل کی جدائی بہت بڑی بات تھی، جس کو اس کا ذہن کسی بھی طرح قبول ہی نہیں کرپا رہا تھا۔ وہ کمرے میں جاکر تکیے میں منہ چھپا کر رونے لگی۔

❀......❀......❀

ایشل چائے کے دو کپ تھامے، کشوی کو اشارے سے بلانے لگی۔ وہ جان بوجھ کر اسے نظر انداز کرتی رہی۔ ایشل کی حرکت پر اسے بہت تاؤ آرہا تھا مگر کچھ کہنے سننے کی پوزیشن ہی نہیں رہی اس لیے ناراض ہوکر بیٹھ گئی تھی۔

"کشو پلیز نیچے آؤ نا۔" ایشل کا انداز منت بھرا ہونے لگا۔

"اچھا آتی ہوں۔" کچھ سوچ کر وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی نیچے اتر آئی۔

"تمہیں پتا ہے نا میں تمہارے بغیر رات کو چائے نہیں پیتی ہوں۔" ایشل نے ایک کپ اس کی جانب بڑھا کر شکوہ کیا۔

"ہاں تو اب میرے بغیر بہت کچھ کرنے کی عادت ڈال لو۔" چائے کا گھونٹ پیتے ہوئے وہ بے اعتنائی سے بولی۔

"ایسا کیوں بول رہی ہو؟" اس کے چہرے کا بھولا پن قائم ودائم تھا۔

"اس لیے میڈم.....کہ.....اب آپ کی شادی ہونے والی ہے۔" کشوی دل پر جبر کرکے مسکرائی۔

"او.....ہاں یہ تو ہے۔" وہ ایک دم شرما گئی۔

"کیسی بے وفا سہیلی ہے مجھ سے بچھڑنے کا ذرا سا بھی دکھ نہیں۔" کشوی کا دل دکھا، آنکھوں میں آنسو مچلنے لگے۔

"نہیں کشو ویسے بھی ہم روزانہ فون پر بات کریں گے نا۔" ایشل نے اسے گلے لگا کر تسلی دی۔

"رہنے دو جیسے شادی نہ کرنے کا وعدہ کرکے بدل گئی ویسے ہی بعد میں بات کرنے سے بھی مکر جاؤ گی۔" اس نے بغور دیکھتے ہوئے شکوہ کر ہی ڈالا۔

"نہیں یار.....شادی والی بات تو دوسری ہے۔" اس نے دھیرے سے کہا اور چپ ہوگئی۔

"دوسری بات؟ تم تو شادی پر راضی ہی نہیں تھی پھر کیا ہوا؟" کشوی نے دھڑ دھڑ فائر کیا۔ اس نے اپنے نیم وا لب بھینچ لیے۔

"وہ اصل میں....." ایشل کے چہرے کے رنگ سے صاف ظاہر ہوا کہ اسے کوئی بات واضح کہنے میں ہچکچاہٹ محسوس ہورہی ہے۔

"تم کیا بتارہی تھی؟" کشوی سے برداشت نہ ہوا

دوبارہ پوچھا۔

"آں...... ہاں تمہیں کچھ دکھانا ہے مگر پتا نہیں تم میری بات کو کس رُخ سے لیتی ہو۔" اس نے اپنی انگلیاں مسلتے ہوئے کہا۔

"ارے ایسی کون سی بات ہے جو تم نروس ہورہی ہو...... پلیز بتاؤ۔" کشوی نے حوصلہ بڑھانا چاہا۔

"یہ دیکھو۔" ایشل نے دوپٹے کے اندر سے ایک تصویر نکال کر اسے تھمائی۔

"یہ کس کی تصویر ہے او...... ہونے والے دلہا بھائی کی۔" کشوی نے جلدی سے تصویر جھپٹ لی۔

"اس کو کہیں دیکھا ہے۔" کشوی نے ذہن پر زور دیا۔

"ہاں یہ ابان ہیں جن سے میری شادی ہورہی ہے۔" اپنی نظریں جھکائے وہ بولی۔

"یہ...... یہ تو وہ ہی ویو پارک والا لفنگا...... میرا مطلب لڑکا ہے۔" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا تو ایشل نے اسے چٹکی کاٹی۔

"اوہ...... تو یہ بات ہے جب ہی تو محترمہ نے کھٹ سے حامی بھرلی مجھے تو اس دن ہی سمجھ میں آگیا تھا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔" کشوی نے جوش میں تقریر کرڈالی۔

"ایک منٹ تم غلط سمجھ رہی ہو...... یہ سب حسن اتفاق ہے، قدرت نے ہمیں ایسے ملوانا تھا، اس میں کسی انسان کی کوئی کرامت شامل نہیں۔" ایشل کو کشوی کا انداز بہت برا لگا۔

"حیرت ہے...... اس دور میں بھی ایسے اتفاقات ہوتے ہیں۔" وہ طنز پر اتر آئی۔

"کیوں نہیں ہوسکتے؟" وہ ایک دم غصے میں کھڑی ہوگئی۔

"معاملہ کچھ اور لگتا ہے۔" کشوی کی پُرسوچ نگاہیں دور تک چلی گئیں۔

"نہیں تو کیا ہم دونوں کے بیچ سالوں سے افیئر چل رہا تھا...... ہاں......؟" اس کا لہجہ تیز ہوا۔

"نہیں مگر ایسے اچانک رشتہ طے ہوجانا؟" وہ منہ بنا کر بولی۔

کشو...... کیا تمہیں اپنی دوست پر بھی یقین نہیں رہا؟ میرے دن رات تمہارے ساتھ گزرتے ہیں کوئی بات تم سے چھپی ہوئی نہیں ہے پھر بھی......" ایشل نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اظہار افسوس کیا، آنکھ سے آنسو ٹپکا۔

"او...... یار میں تمہیں کچھ نہیں کہہ رہی ہوں مگر چاچا نے ان لوگوں کے بارے میں پتا تو کروایا ہوتا جانے کیسے لوگ ہوں آج کل کس قدر فراڈ ہورہا ہے۔" وہ ایک نیا پوائنٹ نکال کر لائی۔

"تمہارا کیا خیال ہے پاپا بغیر کسی چھان بین کے میرا ہاتھ ایسے ہی کسی کو بھی تھمادیں گے؟" ایشل پروں پر پانی پڑنے نہیں دے رہی تھی۔

"نہیں وہ۔" کشوی نے کچھ بولنے کے لیے لب کھولے پھر خاموشی سے اسے تکنے لگی۔

"ڈیئر کزن ویسے بھی ابان کا تعلق بہت معزز فیملی سے ہے، اپنا بڑا سا مکان ہے، دونوں بھائی اچھے عہدوں پر فائز ہیں۔ ابان نے خود بھی ملٹی میڈیا میں ماسٹرز کیا ہوا ہے اور اپنا سوفٹ ویئر ہاؤس چلاتے ہیں۔" اپنے سخت جملوں کا اثر کم کرنے کے لیے نرمی سے پوری تفصیل بتائی۔

"یہ تو اچھی بات ہے چلو چائے پیتے ہیں ٹھنڈی ہورہی ہے۔" کشوی نے وقتی طور پر خاموشی اختیار کرنے میں ہی عافیت جانی تھی۔

ایشل کا موڈ ٹھیک ہوگیا تو وہ دونوں اِدھر اُدھر کی باتوں میں لگ گئیں مگر کشوی کے دل میں ایک پھانس گڑ کر رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁

اذن سفر کا نقارہ بجا، اس کا دل لمبی پرواز پر جانے والے پنچھی کے جیسا دھڑکنے لگا۔ شاید بچھڑنے کا موسم اس کے بابل کے انگنے پر آٹھہرا۔ ایشل نے بازو اپنے گھٹنوں کے گرد لپیٹے اور سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ میکے کو چھوڑ جانے کا دکھ، ایک انجانی سی اداسی میں ڈھلنے لگا۔ عید کے دوسرے دن اس کی رسم مایوں اور مہندی ایک ہی دن رکھی گئی۔ ابان کے گھر والے کچھ دیر قبل ہلدی تیل کی رسم میں شرکت کے بعد جاچکے تھے، اس نے پیر پھیلا کر خود کو آرام دینا چاہا۔ زرد دوپٹے اور چٹا پٹی کے غرارے میں، نرم و نازک وجود، گلابی ملائم چہرے پر چھایا چندن روپ اُسے چار چاند لگا رہا تھا۔ ایشل کی اکلوتی نند اور دونوں جٹھانیوں نے اسے پھولوں کے گہنوں سے لاد دیا تھا، وہ سر پر پہنائے گئے پھولوں کی

وجہ سے سر اٹھانے سے قاصر تھی۔ اب کوششوں سے ایک ایک گجرا اتارنے کی کوشش کررہی تھی۔ اچانک دروازہ کھلا ہنستی مسکراتی کزنز اندر داخل ہوئیں، اسی ریلے میں سب سے پیچھے کشوی دکھائی دی۔

''تم ذرا ادھر تو آؤ۔'' کشوی نے اسے زبردستی اٹھایا اور گیلری کی طرف بڑھ گئی۔

''ایشل مجھے پتا نہیں کیوں بہت خوف آرہا ہے۔'' اس نے برابر میں بیٹھتے ہی شوشہ چھوڑا۔

''کشو...... تمہیں کس چیز سے خوف آرہا ہے۔'' اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

''میں کافی عرصے سے اس معاملے پر سوچ رہی ہوں اور مجھے تو کچھ گڑبڑ لگتی ہے۔'' اس نے خاصی سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔

''کشوی تم کہنا کیا چاہتی ہو؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''پتا نہیں تم میری بات کو کس رخ سے لیتی ہو۔'' وہ جھجک کر چپ ہوگئی۔ ایک اور بے وقوفانہ خیال اس کے دماغ میں بس گیا تھا۔

''فار گاڈ سیک کشو...... جو کہنا ہے کھل کر کہو۔'' ایشل کا دل تھرتھرایا۔

''مجھے لگتا ہے کہ ابان بھائی یہ شادی ایک پلاننگ کے تحت کررہے ہیں۔'' وہ دور کی کوڑی لائی۔

''واٹ پلاننگ...... مگر انہیں کیا ضرورت؟'' اس نے سر تھام لیا۔

''بھول گئی وہ جو میں نے اس دن پارک میں ان کی بے عزتی کی تھی تو وہ یہ سب بدلا لینے کے لیے کررہے ہیں۔'' وہ بولتی گئی۔

''تمہارا دماغ تو خراب نہیں...... میرا نہیں خیال کہ ایسی کوئی بات ہوسکتی ہے۔'' ایشل نے نگاہ چرا کر اس سے زیادہ خود کو مطمئن کیا۔

''بھلا بتاؤ ایسے فلمی اتفاقات کہاں ہوتے ہیں؟'' ایشل کی بدلتی رنگت دیکھ کر وہ اپنے موقف پر اڑ گئی۔

''اچھا چلو اگر ایسا ہے بھی تو انسلٹ تو تم نے کی اور وہ شادی مجھ سے کررہے ہیں۔'' ایشل نے سوچ کر نقطہ اٹھایا۔

''یہ ہی تو تم شکل سے ہی اتنی بے وقوف لگتی ہو کہ......'' کشوی نے اس کے گھورنے پر بات ادھوری چھوڑی۔ ''مجھے تو دیکھتے ہی وہ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہاں ان کی دال نہیں گلے گی۔'' کشوی نے اس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں تشکیک کے سائے لرز رہے تھے۔

''نہیں کشوی۔ اس بات پر میرا دل نہیں مانتا۔'' اس وقت خود کو کڑے ضبط سے گزرتا ہوا محسوس کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے حقیقت بدل نہیں سکتی ایشل۔'' اس کا انداز سنجیدہ تھا۔

''کون سی حقیقت؟'' وہ گھبرا گئی۔

''وہ ہی جس سے تم نظریں چرا رہی ہو مجھے تو ڈر ہے کہ شادی کے بعد ان کا سلوک تم سے برا نہ ہو جائے۔'' کشوی نے اسے مزید ڈرایا۔

''کتنی ساری مثالیں بھری پڑی ہیں، جب لڑکے بدلہ لینے کی خاطر شادی کرلیتے ہیں اور پھر......'' وہ طلاق کا لفظ منہ سے نکالتے ہوئے جھجک کر چپ ہوگئی۔

''بس کرو میں اس بارے میں اب ایک اور لفظ بھی نہیں سن سکتی۔ تم اپنی فضول کی تھیوری اپنے پاس رکھو ویسے بھی جب میں ان کے ساتھ اتنی مخلص ہوں تو وہ میرے ساتھ دغا کیسے کرسکتے ہیں۔'' آخر ایشل کی صبر کی حد ختم ہوگئی، اس نے الٹا کشوی کو برا بھلا کہہ کر رونا شروع کردیا۔

❀......❀......❀
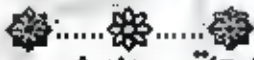
آج نکاح اور رخصتی تھی۔ ایشل صبح سے اب تک کئی بار اپنی آنکھیں پونچھ چکی تھی۔ سسرال سے آئے ہوئے گلابی بھاری کام والے شرارے میں ملبوس مشرقی باحیا لڑکیوں کی طرح جھکی پلکوں کے ساتھ بیٹھی تھی، خوب صورتی تو اسے میراث میں ملی تھی، زیورات اور ہلکے پھلکے میک اپ میں ملکوتی حسن عود آیا، شرمیلی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے وہ ابان علی کے دھیان میں گم ہونے لگی تو اندیشے من میں کلبلانے لگے۔

''یہ کشوی کہاں مرگئی ہے؟'' اس نے منہ بنایا، گردن جھکائے، بری طرح سے تھک گئی تھی ایک کزن کے ذریعے اسے بلوایا۔

''کیا ہوگیا؟'' وہ منہ پھلائے پھلائے۔ جیسے زبردستی برائیڈل روم میں آئی۔

''ابھی تو میں سسرال گئی بھی نہیں اور تم نے مجھے بھلادیا۔'' ایشل نے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے منایا۔

''ہاں تو جب تم دوست کو دشمن سمجھنے لگو گی تو پھر میرا دور ہو جانا ہی اچھا ہے۔'' کشوی نے ہاتھ مسلتے ہوئے جواب دیا۔

''پاگل لڑکی..... سمجھ کیوں نہیں رہی ہو تمہارے دماغ میں پلنے والے اندیشے بے بنیاد ہیں۔'' ایشل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سمجھانا چاہا۔

''چلو مان لیا میں غلط ہوں تو تم ایک کام کیوں نہیں کرتی ابان بھائی اور ان کی فیملی کو ذرا آزمالو۔'' اس کی چیلنج کرتی نگاہیں دلہن بنی ایشل پر مرکوز ہوئیں۔

''وہ کیسے؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''میری باتوں پر چند دنوں تک عمل کرلو ان کا سچ جھوٹ سامنے آجائے گا۔'' اس نے بغور دیکھ کر کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔'' پھول سے لب کپکپائے۔

''ہاں تو سنو۔'' کشوی نے فاتحانہ نگاہوں سے ایشل کو دیکھا اور ہاتھ تھام کر کچھ سمجھانے لگ گئی۔

کشوی کی باتوں سے عجیب قسم کے خیالات اور وسوسوں نے اسے گھیر لیا۔ ٹھنڈے دماغ سے تمام باتوں پر غور کیا اور پھر ابان کو آزمانے کا فیصلہ کرلیا۔ نکاح نامے پر سائن کرتے ہوئے اداسی کے ساتھ ایک اور پریشانی نے اسے گھیرے میں لے لیا، وہ ماں سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی، خالہ، ماں پھوپی اور تائی نے اسے سینے سے چمٹا کر اچھے نصیب کی دعائیں دیں تو اسے قرار ملا۔

''میری باتوں پر عمل کرنا۔'' کشوی نے رخصتی کے وقت گاڑی میں بٹھاتے ہوئے سرگوشی کی تو اس نے دکھتے سر کو اثبات میں ہلادیا۔

❀.....❀.....❀
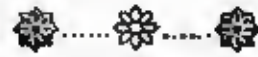
ڈھیروں گاڑیوں کے قافلے کے بیچ میں جب اصلی گلابوں سے سجی دلہا کی گاڑی علی ہاؤس تک پہنچی تو دلہن کا استقبال بہت شان دار طریقے سے کیا گیا، گھر کے چپے چپے کو قمقموں سے روشن کیا گیا تھا، ایشل نے ابان کے ساتھ جیسے ہی دروازے سے اندر قدم رکھا، تمام لائٹس ایک دم سے جلادی گئیں اور اندھیرے سے روشنی کا سفر بڑی سرعت سے ہوا، زمین پر دھنک سی اتر آئی، ان پر گلاب کی پتیوں کی برسات بہت دیر تک ہوتی رہی۔ وہ پھولوں کی کرنزی مسحور سی ہو کر اس دلکش نظارے سے محظوظ ہوتی چلی گئی، ابان نے اس کا ہاتھ کس کر تھام لیا، ایشل نے پورا زور لگالیا مگر چھڑا نہ سکی سعادت بی بی نے آگے بڑھ کر بیٹے اور نئی دلہن کا صدقہ اتارا۔ اس کے بعد اندر لاؤنج میں لے جا کر پھولوں سے سجائے گئے جھولے پر بٹھادیا گیا، سب نے بڑھ چڑھ کر منہ دکھائی دی۔ سعادت بی بی نے اپنی روایت کے مطابق ایک ست لڑا ہار چھوٹی بہو کو بھی منہ دکھائی کے طور پر دیا۔ اس کے بعد دوسری رسومات ادا کی گئیں۔ سب نے ان دونوں کے ساتھ خوب چھیڑ چھاڑ کی۔ ساس کی ہدایت پر اس کی جٹھانیوں نے ایشل کو اپنے بازؤں کے گھیرے میں لے کر ابان کے سجے ہوئے کمرے تک پہنچادیا۔

❀.....❀.....❀

''کشو کیا بات ہے اتنی مغموم اور افسردہ کیوں بیٹھی ہو۔'' غنویٰ نے اس کے چہرے پر پھیلی یاسیت کو چونک کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آپا..... مجھے ایشل کی فکر ہو رہی ہے۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''فکر کی کیا بات ہے سب کو ایک نہ ایک دن پیا دیس سدھارنا ہوتا ہے۔ تم بھی ہم لوگ کو چھوڑ کر ایک دن چلی جاؤ گی۔'' غنویٰ نے بہن کے گال چھو کر پیار سے سمجھایا۔

''ہاں مگر اس کا معاملہ تھوڑا الگ ہے۔'' اس نے خلاء میں گھورتے ہوئے کہا۔

''تمہارا دماغ تو کچھ زیادہ ہی خراب ہے ہمیشہ منفی باتیں سوچتی رہتی ہو۔'' غنویٰ نے بہن کو کس کر دھموکا رسید کیا۔

''نہیں آپا میں سچ کہہ رہی ہوں۔'' اس نے اپنی بات پر زور دیا۔

''تمہارے اندیشے بے بنیاد ہے، ماشاء اللہ ایشل کے سسرال والے بہت ہی اچھے ہیں اور ابان تو ہم سب کو پسند آیا، دیکھنا وہ بہت خوش رہے گی۔'' غنویٰ نے وارڈروب سے کپڑے نکالتے ہوئے اسے تسلی دی۔

''کاش ایسا ہی ہو۔'' اس نے اپنی نم آنکھوں کو صاف کیا تو غنویٰ کا دل چاہا، بہن کی بے وقوفی پر اسے دو جوتے کس کر لگائے مگر ضبط سے کام لیا۔

❀......❀......❀

"دلہن ہمارا دل تو ابھی تمہیں چھوڑ کر جانے کو نہیں چاہ رہا ہے مگر کیا کریں۔" زہرہ نے شرارت سے دانتوں تلے ہونٹ دبایا۔

"بھئی...... دلہا میاں تمہیں دیکھنے کو اتنے بے چین ہیں کہ ان کا بس چلے تو ہمارا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکال دیں۔" ثمرہ نے اس کے شرارے کو ٹھیک کرتے ہوئے سرگوشی کی۔ اس نے شرما کر گردن جھکالی۔

"بھائی نے تو اپنی گلابو کے لیے کمرے کو گلابوں سے بھر دیا ہے۔" شازیہ کی بات پر اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا ہر طرف پھول ہی پھول بکھرے تھے۔

"ہاں بھئی ایشل کیا خیال ہے ابان بھائی کو بھیجوں یا نہیں؟" شازیہ نے شرارت سے پوچھا۔ اس نے گڑبڑا کر نگاہیں جھکانے کے ساتھ سر بھی جھکالیا۔

"چلو بھئی دلہن، ہم جاتے ہیں بیسٹ آف لک۔" زہرہ نے اس کا نیٹ کا گھونگھٹ گراتے ہوئے وش کیا اور وہ تینوں کھلکھلاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئیں۔

"سب لوگ کتنے اچھے ہیں اتنا خیال کررہے ہیں۔" اس نے سکون کا سانس لیا۔

"سسرال میں کسی سے گھلنے ملنے کی ضرورت نہیں سب دکھاوا کرتے ہیں۔" کشوی کی سرگوشی کانوں میں گونجی اور سر کا درد دوبارہ عود آیا۔

❀......❀......❀
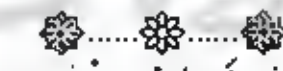
ابان علی کی سیاہ کڑھائی والی شیروانی اور وائٹ کلف والی شلوار میں سج دھج غضب کی تھی، سرخ وسفید رنگت اور دراز قد میں اس کی شخصیت آج کچھ زیادہ ہی نکھر گئی تھی۔ بال درست کرتا ہوا جب وہ ایشل کے قریب آکر بیٹھا تو ایک مسحور کن سی خوشبو اطراف میں پھیلتی چلی گئی۔

"السلام علیکم! پہچانا؟" ابان نے دھیرے سے کہتے ہوئے اس کا گھونگھٹ ہٹایا۔

ایشل نے سر کو مزید جھکا دیا، پلکوں کی جھالر آنکھوں پر گرالیں، گلابی لب کپکپانے لگے اور ہتھیلیاں نم ہوگئیں۔

"ایشل پلیز سر تو اٹھائیں۔" ابان اس کی کیفیت پر مسکرانے لگا، اس کی گلابو مجسم گلاب بنی پہلو میں بیٹھی تھی آنکھوں سے ایک خاص چمک اٹھ رہی تھی۔ ابان کی پرشوق نظروں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کرکے، ایشل نے ڈرتے ڈرتے لرزتی پلکیں اٹھائیں۔ دونوں کی نگاہیں کیا ملیں ایک شعلہ سا لپکا۔

ابان نے ہاتھ بڑھا کر اس کی بائیں جانب جھولتی ہوئی لٹ کو چھونا چاہا مگر وہ بدک کر پیچھے ہوگئی۔ اسے ایک دم شرارت سوجھی، برابر میں بیٹھے بیٹھے کھسک کر مزید نزدیک ہوا، ایشل کے چہرے کا رنگ اڑ گیا، وہ گھبرا کر مزید سمٹ گئی وہ تھوڑا اور قریب ہو کر بیٹھا، ایشل تیزی سے دوسری طرف کھسکی۔

"میں انسانوں کو کھاتا نہیں ہوں۔" ابان نے ہنستے ہوئے اس کی کلائی تھام کر گرنے سے بچایا وہ بیڈ کے کنارے پر تھی۔

"ابان پلیز......" بار حیا سے اس کی پلکیں جھک گئیں ایشل نے کلائی چھڑانا چاہی، تو اس نے نم ہتھیلی تھام لی۔

"ایشل میرا دل عید کے دن، اس ملن پر بہت مسرور ہے کیا تم بھی ایسا ہی محسوس کررہی ہو۔" ابان نے انتہائی خوب صورت اور بیش قیمت جڑاؤ چوڑیاں مخملی باکس سے نکال کر اس کی کلائی میں پہناتے ہوئے سرگوشی کی۔ آنکھوں سے ٹپکتی وارفتگی اور جذبے لٹاتا انداز تخاطب، اس نے ایشل کو اپنے حصار میں جکڑ لیا، وہ سب کچھ بھول گئی، یہاں تک کہ کشوی کی ہدایات بھی ذہن سے کہیں دور چلی گئی تھیں۔

❀......❀......❀

"ایشل چلو امی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ تمہیں یاد کررہی ہیں۔" ابان نے اسے مسکرا کر اطلاع دی۔

"جی اچھا" وہ اپنا بھاری کام والا سبز شیفون کا دوپٹہ سر پر لیتی ہوئی کھڑی ہوئی۔

"ساس بیمار پڑ جائے، تو زیادہ تیمارداری نہ کرنا، ورنہ ساری ذمہ داری تمہارے متھے پڑ جاتی ہے۔" کشوی کی سرگوشی کان میں گونجی۔

"کیا ہوا؟ چلو نا۔" ابان نے نرمی سے تھام کر کھڑے ہونے میں یوں مدد دی جیسے وہ کانچ سے بنی ہو۔

"پتا نہیں اچانک بہت زیادہ گھبراہٹ ہورہی ہے۔" اس کا چہرہ سچ مچ پسینے میں تر ہوگیا۔

"تمہیں تو بہت زیادہ پسینہ آرہا ہے؟" ابان کو بیوی کی فکر پڑ گئی۔

"پتا نہیں، بس ایک دم سے گرمی لگنے لگی۔" اس نے گھنے بالوں کو اٹھا کر جوڑا باندھتے ہوئے کہا۔

"اتنی گرمی میں کس نے کہا تھا ایسا بھاری سوٹ پہننے کو۔" ایان نے دوپٹہ پرے سرکایا اور پیار سے گال پر انگلی رکھی۔

"شوہر کے سامنے ہمیشہ مظلوم بنی رہنا اسی میں تمہارا فائدہ ہے۔" ہدایت ٹھیک وقت پر ذہن میں آئی۔

"بڑی بھابی نے ہی یہ سوٹ نکالا تھا۔ کہہ رہی تھیں کہ ہمارے یہاں شادی کے شروع دنوں میں دلہنیں ایسے ہی کام والے کپڑے پہنتی ہیں۔" اس نے سچ میں کچھ جھوٹ کی آمیزش کی۔

"او چلو...... کوئی بات نہیں ایسا کرو اب جا کر نہا لو اور لان کا کوئی ہلکا پھلکا سوٹ پہن لو۔" ایان نے نرمی سے کہا۔

"بھابی نے پوچھا تو......" اس کی سحر انگیز آنکھوں میں پریشانی کی لہر اٹھی۔

"تو کہہ دینا تمہیں ایسے بھاری کام والے کپڑے پسند نہیں۔" وہ خود ہی راستہ دکھانے لگا۔

"اور وہ امی جان کی طبیعت؟" ایشل نے اسے میٹھی نگاہوں کی زد پر لیا۔

"میں ان کے پاس جا رہا ہوں تم بھی تھوڑی دیر لیٹنے کے بعد وہاں آ جانا۔" ایان نے گال تھپک کر تسلی دی۔

"ٹھیک ہے۔ وہ بستر پر اطمینان سے دراز ہوگئی، اس کا جانے کا بالکل بھی ارادہ نہ تھا۔

"اب ان لوگوں کی قلعی کھلے گی۔" ایشل نے دل ہی دل میں سوچا اور آنکھیں موند لیں۔

اسے یقین تھا کہ شام تک اس کی ساس کا میٹر بے وقت سونے اور اس کی حکم عدولی پر گھوم جائے گا اور اسے خوب بری بھلی سنائی جائے گی مگر ہوا اس کی توقع کے برخلاف سعادت بی بی سمیت گھر کے باقی لوگ اس کی مزاج پرسی کرنے کمرے میں آگئے اور انہوں نے بہت پیار سے چاروں قل پڑھ کر اپنی بہو پر پھونکے کہ اس کو نظر لگ گئی ہوگی۔ وہ کافی دنوں تک اپنے فعل پر شرمندہ ہوتی رہی۔

❁......❁......❁

ایشل نے اب جٹھانیوں کے ساتھ مل کر گھر کے کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا مگر وہ کشوری کی ہدایت پر زیادہ کام اسی وقت کرتی جب ایان گھر میں موجود ہوتا۔ صبح اٹھ کر اس کا ناشتہ تیار کرتی اور پھر جب ایان آفس چلا جاتا تو کمرہ بند کر کے سو جاتی، دوپہر کو کھانے کی ٹیبل لگانے کا ہلکا پھلکا کام کرتی اور پھر شام کو تیار ہو کر ایان کا انتظار کرتی۔ وہ جب آفس سے لوٹتا تب سب کے لیے چائے بناتی، ساتھ میں کبھی کچھ میٹھا اور کبھی نمکین بنا لیتی۔ اس کے علاوہ بھابی کے ساتھ مل کر رات کا کھانا بھی تیار کرتی۔ اس کی روٹین پر زہرہ تو کچھ نہیں کہتی مگر ثمرہ کو عادت کے مطابق پرابلم شروع ہوگئی۔ اس نے ایک دن ایشل کو باتوں باتوں میں سنا بھی دیا تو وہ ہکا بکا رہ گئی مگر زہرہ نے بیچ میں آ کر بات ختم کرا دی۔

ایشل کا تو ڈر کے مارے برا حال ہوگیا۔ اسے لگا کہ اب یہ باتیں ایان کے کانوں تک پہنچائی جائیں گی۔ انہیں اس کے خلاف بھڑکایا جائے گا۔ وہ ڈر کے مارے جا کر کمرے میں لیٹ گئی اور آنکھیں موند لیں مگر رات تک سب کچھ نارمل ہوگیا، کسی نے اس بارے میں مزید کوئی بات نہیں کی اور جب وہ ایان کے اصرار پر بھی کمرے سے باہر نہیں نکلی تو زہرہ اسے پیار سے منا کر اپنے ساتھ ٹیبل تک لے گئی جہاں سب رات کے کھانے پر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اپنی اتنی اہمیت اور وقعت پر ایشل کی جان میں جان واپس آئی۔

اس نے اتنے دنوں میں یہ بات اچھی طرح سے محسوس کی کہ اس گھر کی خواتین مسئلوں کو بلاوجہ بڑھا چڑھا کر مردوں کے کانوں تک نہیں پہنچاتی، آپس میں اگر کوئی بات ہو بھی جاتی ہے تو ایک دوسرے سے کہہ سن کر اسی وقت ختم کر دی جاتی۔ رائی کا پربت نہیں بنایا جاتا شاید اس کے پیچھے سعادت بی بی کی انصاف پسندی کی عادت تھی، وہ تینوں بہوؤں کو ایک نظر سے دیکھتی، حالاں کہ ان کا دلی جھکاؤ زہرہ کی طرف زیادہ تھا۔ بڑی بہو ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ان کی سگی بھانجی بھی تھی اور اس نے علی ہاؤس کے لیے بہت زیادہ قربانیاں بھی دی تھیں مگر سعادت بی بی نے صرف اس بات کی وجہ سے ثمرہ اور ایشل کی کبھی بھی حق تلفی نہیں کی۔ تینوں کو برابر کے حقوق دیے۔ یہاں تک کہ شازیہ جو ان کی اکلوتی بیٹی تھی، اسے بھی اپنے بہوؤں کے معاملات میں دخل اندازی کرنے نہیں دیتیں۔ یہاں تک کہ ایشل نے کبھی بھی انہیں اپنے بیٹوں کے کان بھرتے نہیں دیکھا، اسی لیے علی ہاؤس کا ماحول بہت خوشگوار تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے دل میں

پلتے دنوں سے، گزرتے دن کے ساتھ گھٹتے چلے جارہے تھے۔

✿......✿......✿
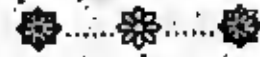
"اوہ...... مصیبت......" ایشل کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ وہ دل ہی دل میں کشوی کو کوس رہی تھی۔

"ہائیں شوہر کو مصیبت بول رہی ہو۔" ابان نے مصنوعی طور پر گلا کھنکارا اور پھر بولا۔

"آپ کب آئے؟" وہ چونکی۔

"جب آپ کے خیالوں کی پرواز کہیں دور جا پہنچی تھی۔" ابان نے نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"یہ کشوی بھی نا چھوٹی سی بات کو بڑا ایشو بنا کر سب کو پریشان کرتی رہتی ہے۔" اس نے پھر وہی سب کچھ سوچا۔

"کیا ہوا کوئی پریشانی ہے؟" ابان نے اس کے نقش پر چھائی یاسیت دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو وہم ہوا ہے ایسا، کچھ نہیں ہے......" وہ اپنی غائب دماغی پر نادم ہونے لگی۔

"ایشل تمہیں نہیں معلوم کہ تم میرے لیے کیا ہو، ہر گزرتے لمحے کے ساتھ تمہاری محبت اور قدر اس دل میں بڑھتی جارہی ہے۔" ایشل کے ہاتھوں پر اس کی گرفت بڑھتی چلی گئی۔

"واقعی......!" وہ اٹھلائی، ابان کا اظہار چاہت اسے ہمیشہ اچھا لگتا تھا۔

"بس میں تمہیں ہر وقت خوش و خرم دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"اچھا تو اب خوامخواہ پریشان نہ ہوں میں نے کہا نا کہ کوئی بات نہیں......" وہ ابھی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایشل نے اسے تسلی دی۔

✿......✿......✿
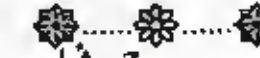
کشوی کے لیے ایک دو بہت اچھی فیملی سے رشتے آئے تھے مگر وہ مسلسل انکار کررہی تھی۔ جب یہ بات ایشل کے کانوں تک پہنچی تو اس نے اپنا ماتھا پیٹ لیا دل چاہا کہ اڑ کر میکے پہنچ جائے اور اس لڑکی کے کان کھینچے مگر آج کل اس کی طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں چل رہی تھی، وہ تخلیق کے مراحل سے گزر رہی تھی۔ سارے گھر والوں نے اسے ہتھیلی کا چھالہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ ساس کے حکم پر وہ اپنے کمرے میں زیادہ تر آرام کرتی پائی جاتی۔ کبھی زہرہ اسے جوس پلا رہی ہوتی تو

کبھی ثمرہ اس کے لیے کھٹے چھولے اور چاٹ بنا کر لا رہی ہوتی۔ اصل میں زہرہ کے بچے کالج جانے لگے تھے اور ثمرہ کے اسکول۔ یہ ہی وجہ تھی علی ہاؤس میں بہت دنوں بعد کسی چھوٹے بچے کی آمد پر، ان سب کا خوشی کے مارے برا حال تھا۔ جب سے ڈاکٹر نے یہ خوش خبری سنائی، ایشل سے زیادہ ابان پاگل ہوا اٹھا تھا۔ اس کی ایک ایک چیز کا خیال رکھتا، اپنے ہاتھ سے ٹائم پر دوائی دیتا۔ اس کی ذرا سی تکلیف پر وہ زیادہ تڑپ اٹھتا۔

''ماشاء اللہ! میرے گھر کی خوشیوں کو کسی کی نظر نہ لگے۔'' سعادت بی بی جب یہ الفاظ دن میں کئی بار دہراتیں تو ایشل کا دل آمین کہتے نہیں تھکتا۔

جب وہ اس گھر میں آئی تھی تو دل میں کتنے وسوسے پل رہے تھے مگر شادی کے دو سالوں میں ذہن ایک دم صاف ہو گیا تھا، یہ نہیں تھا کہ ہر چیز پرفیکٹ تھی اور اس کا ابان سے کبھی جھگڑا نہیں ہوا۔ دونوں میں اختلاف رائے ہو جاتا تا مگر ایسی نوبت نہیں آئی کہ وہ روٹھ کر میکے جا بیٹھے یا ابان کسی بڑی زیادتی کا مرتکب ٹھہرے۔ وہ ہمیشہ اس کے سر کا سائباں بنا اسے ہر دکھ تکلیف سے بچاتا۔ ایشل کے لیے واقعی وہ ایک مثالی ہم سفر ثابت ہوا۔ ساس کو کوئی بات بری لگتی تو بٹھا کر طریقے سے سمجھا دیتیں۔ جٹھانیوں سے بھی کبھی کبھی تلخ کلامی کی نوبت آجاتی مگر چند لمحوں میں ہی بات ختم کر دی جاتی۔ سب پھر گھل مل کر ہنسی مذاق کرنے لگ جاتے، یہاں دلوں میں کدورتیں پالنے کا رواج نہیں تھا۔ ایسی محبتوں پر ایشل کی آنکھیں بھیگ بھیگ جاتیں، وہ شکر ادا کرتی کہ کشوی کے بے وقوفانہ مشوروں پر عمل کر کے اس نے اپنی شادی شدہ زندگی خراب نہیں کی اور نہ ہی ابان کو اس بارے میں کچھ بتایا۔ وہ اب اپنے سسرال میں اتنی سکھی تھی کہ اسے میکے جانے کا ہوش بھی نہیں رہتا مگر کشوی کے انکار کا سن کر وہ بے چین ہو گئی اور اسے سمجھانے کا فیصلہ کیا کیوں کہ وہ جو کچھ سوچ رہی تھی کم از کم ایشل نے تو ہونے نہیں دینا تھا۔

❀......❀......❀

''تم پاگل ہو گئی ہو۔ کشوی یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' ایشل نے اسے حیرت سے دیکھا۔

''کیوں کیا میں تمہیں اچھی نہیں لگتی ہوں؟'' اس نے بڑے مان سے پوچھا۔

''اچھا لگنا ایک الگ بات ہے مگر بھابی بنانا دوسری بات۔'' اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی یہ ناگوار جملے ادا کیے۔

''مجھ میں کیا خرابی ہے؟'' کشوی کو ایک دم سے طیش نے آگھیرا۔

''بات خرابی کی نہیں ہے مگر جان بوجھ کر کون اپنی زندگی مشکل میں ڈالتا ہے۔'' ایشل نے صاف بات کر دی۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو میں نے ہمیشہ تمہارا بھلا چاہا اور تم۔'' کشوی کی آواز نم ہو گئی۔

''پتا نہیں وہ بھلائی تھی یا برائی مگر میں ایک بات جانتی ہوں اگر شائل بھائی کی شادی تم سے ہو گئی تو میری ماما بھی تمہاری ساس بن جائیں گی۔'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

''ظاہر ہے شائل اعوان سے شادی کے بعد چاچی ہی میری ساس بنیں گی۔'' اس کے لہجہ میں خوشی کی کرن پھوٹی۔

''ہاں مگر......'' وہ کشوی کے چہرے پر پھیلے خوشی کے رنگوں سے الجھ کر چپ ہو گئی۔

''پھر مگر اصل مسئلہ کیا ہے یہ بتاؤ؟'' اپنی ساری ذہانت لگانے کے باوجود وہ ایشل کے نقطہ نظر کو نہ سمجھ پائی۔

''مگر یہ کہ جو باتیں تم مجھے سمجھاتی رہی ہو اگر وہ ہی میری ماما پر اپلائی کر بیٹھی تو...... میرے میکے کا سکون تو برباد ہو جائے گا۔'' ایشل نے دل کڑا کر کے سچ کہہ دیا اور لائن ڈسکنکٹ کر دی۔

''ک...... کیا......؟'' سیل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ اپنی جگہ پر کھڑی رہ گئی۔

ایشل کے منہ سے نکلے ہوئے جملوں نے اسے آگ میں دھکیل دیا، جو اس کے سر پر لگی اور تلووں پر جا کر بھی نہ بجھی۔ شائل اور اس کا رشتہ نہ ہونے کے پیچھے چھپی حقیقت جاننے کے بعد اس کے ہوش اڑ گئے، وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی بے جا خود اعتمادی اور منفی سوچ اس سے زندگی کی سب سے بڑی خوشی چھین لے گی۔ اپنی جان سے عزیز کزن اور دوست کے منہ سے حقیقت سن کر وہ صحیح معنوں میں آزار میں مبتلا ہو گئی۔ اس کے دل کو ایک زوردار دھچکا لگا، بے جا اعتماد سب کچھ لے اڑا۔ اس کے ہاتھ خالی رہ گئے۔

قسط نمبر 14

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

وہ سب سوال جو میری سمجھ سے باہر ہیں
میں جاگ جاگ کے ان کے جواب سوچتی ہوں
پلٹ کر دیکھتی ہوں جب راہِ وفا کی طرف
تو عمر بھر کے دکھوں کا حساب سوچتی ہوں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ایلی بخار کی شدت سے نڈھال ہوتا ہے تبھی پرہیان اس کی تیمارداری کرتی ہے اسی دوران پرہیان کو پتا چلتا ہے کہ ایلی اپنی ماں کی بھتیجی سندھیا کے عشق میں پاگل ہے جو پانچ سال کے بعد دوبارہ لندن کے ایک بار کلب میں اسے نظر آ جاتی ہے ایلی پرہیان کو اپنی اور اس کی ساری کہانی سنا دیتا ہے ساتھ ہی پرہیان کے کرائے کے پیسے بھی واپس کر دیتا ہے۔ مریہ رحمان اور صمید حسن کے درمیان محبت کی کہانی پھر سے شروع ہو جاتی ہے مریہ کرنل صاحب کی طرف آتی ہے تو صمید اسے بدلا بدلا سا لگتا ہے وہ کڑھتی ہے ادھر سارا ایک صحت مند بچی کو جنم دیتی ہے تو مریہ کہتی ہے کہ بچی کے باپ کو اس کی پیدائش سے مطلع کر دیا جائے مگر صمید انکار کر دیتا ہے مریہ اس کا نام پرہیان رکھتی ہے جبکہ صمید کہتا ہے اگر اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو وہ اس کا نام در مکنون رکھتا۔ صمید حسن سارا منیر حسن کو تلقین کرتا ہے کہ وہ مریہ کو اپنے اور اس کے درمیان رشتے کی بھنک بھی نہ پڑنے دے۔ صمید اپنے ماضی میں کھویا ہوتا ہے جب سارا منیر صمید حسن سے معافی مانگتی ہے کہ صرف اس کی وجہ سے صمید حسن اور مریہ دونوں کی زندگیاں برباد ہو گئیں اس پر صمید خاموش رہتا ہے۔ شہرزاد اپنی ماں شہر بانو کو بتاتی ہے کہ اس نے پرانی حویلی کا پزل حل کر لیا شہر بانو کے استفسار پر وہ جو معلومات اس کے گوش گزار کرتی ہے وہ صحیح نہیں ہوتیں تبھی شہر بانو اطمینان کی سانس لیتی ہے شہرزاد اپنی ماں شہر بانو کو صیام کے لیے اپنی پسندیدگی سے بھی آگاہ کر دیتی ہے جس پر شہر بانو اس سے وعدہ کرتی ہے وہ جلد مریہ رحمان سے اس کی بابت بات کرے گی ساتھ ہی وہ اسے گاؤں میں محتاط رہنے کی تلقین کرتی ہے۔ ملک وقار کا بیٹا ملک نیاز اور ملک فیاض اندھیری رات کی تاریکی میں پرانی حویلی کے مکینوں پر قہر توڑ دیتے ہیں ادھر خضر عباس کو قطعی بے گناہی کے باوجود پھانسی ہو جاتی ہے پرانی حویلی اجڑ جاتی ہے۔ جواب میں عمر عباس ملک وقار کے دو بیٹوں ملک نیاز اور ملک اعجاز کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے جبکہ ملک فیاض بچ جاتا ہے عمر اس کے پیچھے امریکہ کے شہر Bakersfield میں شفٹ ہو جاتا ہے۔ مریہ در مکنون کو کال کرتی ہے اور اسے اپنی جگہ کینیڈا میں میٹنگ اٹینڈ کرنے کا حکم دیتی ہے۔ شہرزاد گاؤں کی ایک لڑکی کو گدھا گاڑی پر شہر جاتے ہوئے دیکھتی ہے جب ہی ایک بیچارو کے ٹائر عین اس کے قریب چرچراتے ہیں۔

(اب آگے پڑھئے)

کوئی نئی چوٹ پھر سے کھاؤ اداس لوگو
کہا تھا کسی نے کہ مسکراؤ اداس لوگو
گزر رہی ہیں گلی سے پھر ماتمی ہوائیں

کواڑ کھولو، دیے بجھاؤ اداس لوگو
جو رات مقتل میں بال کھولے اتر رہی تھی
وہ رات کیسی رہی سناؤ اداس لوگو
کہاں تلک بام و در چراغاں کیے رکھو گے
بچھڑنے والوں کو بھول جاؤ اداس لوگو
اجاڑ جنگل، ڈری فضا، ہانپتی ہوائیں
یہیں کہیں بستیاں بساؤ اداس لوگو
یہ کس نے سہمی ہوئی فضا میں ہمیں پکارا
یہ کس نے آواز دی کہ آؤ اداس لوگو
یہ جاں گنوانے کی رت کہیں رائیگاں نہ جائے
سرِ سناں کوئی سر سجاؤ اداس لوگو
اسی کی باتوں سے ہی طبیعت سنبھل سکے گی
کہیں سے محسن کو ڈھونڈ لاؤ اداس لوگو

❀ ❀ ❀

بارش گزرتے ہر پل کے ساتھ تیز ہو رہی تھی۔ شہزادو نے دور جاتی گدھا گاڑی سے نظر ہٹا کر سامنے پجارو میں بیٹھے اس خوبرو سے شخص کو دیکھا جو خود بھی قدرے الجھی ہوئی نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا اور تبھی اسے اپنی ماں کی بات یاد آئی۔ اس کی ماں نے کہا تھا۔

''کچھ کہانیاں راکھ کا ڈھیر بھی بن جائیں تب بھی ان میں دبی چنگاریاں کسی بھی پل کریدنے والوں کے ہاتھ جلا کر رکھ دیتی ہیں پرانی حویلی کے مکین ابدی نیند سو چکے ہیں مگر انہیں ابدی نیند سلانے والوں کی کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی' ملک فیاض ابھی زندہ ہے ملک وقار کا منجھلا بیٹا اس کے بھی بیٹے ہیں کڑیل جوان، جو یہیں اسی گاؤں کی گلیوں میں صبح و شام دندناتے پھرتے ہیں میں نہیں چاہتی کہ میری بیٹی جو میری کل کائنات ہے کبھی ملک فیاض یا اس کے بیٹوں کی نظر میں آئے' ہمارے پاس اب کھونے کے لیے کچھ بھی نہیں رہا ہے شہرو۔'' کتنا خوف تھا اس کی ماں کے لہجے میں۔

کیا وہ ملک فیاض کا بیٹا تھا۔ ایسا کیا کیا تھا ملک وقار اور اس کے بیٹے ملک فیاض نے ماضی میں کہ جس نے اس کی ماں کے دل کو خوف سے بھر دیا تھا۔ آخر کیوں عمر عباس اور اس کی ماں نہیں چاہتی تھی کہ وہ وہاں اس گاؤں میں رہے؟ کیا حویلی کے پچھواڑے میں بنی آخری آرام گاہوں کے ساتھ ملک فیاض اور اس کے باپ ملک وقار کا کوئی تعلق تھا؟ کتنے سوال تھے جو اس کے ذہن میں کلبلا رہے تھے تبھی پجارو میں بیٹھے شخص نے اس سے پوچھا تھا۔

''کیا ہوا گاڑی کو، کسی قسم کی مدد چاہیے تو بتائیں؟''

''نہیں شکریہ۔'' بغیر مسکرائے بنا کسی مروت کے اس نے کہا تھا تبھی پجارو میں بیٹھے اس خوبرو سے شخص نے گاڑی زن سے آگے بڑھائی تھی۔ شہزادو کچی سڑک پر کھڑی کتنی ہی دیر اسے دیکھتی رہی یہاں تک کہ گاڑی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے سیل پر مریرہ رحمان کی کال آ رہی تھی۔ شہزادو نے نگاہیں گاڑی سے ہٹا کر سیل کی اسکرین پر جما دیں۔

''السلام پھوپو کیا حال ہیں؟''

''وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو؟'' اس کے کال اٹینڈ کرنے پر مریرہ نے پوچھا' جب وہ بولی۔

''میں بھی آپ کی دعاؤں سے فٹ فاٹ ہوں الحمدللہ البتہ میری گاڑی بیمار ہوگئی ہے وہ بھی گاؤں کی سڑک کے عین وسط میں اور میں آفس سے لیٹ ہو رہی ہوں۔''

''اوہ..... تم کہو تو شہر سے کسی کو بھیج دوں گاڑی بھی دیکھ لے گا اور تمہیں بھی پک کرلے گا۔''

''نہیں فی الحال اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے میرے خیال میں ٹائر میں کوئی مسئلہ ہے میں دیکھ لوں گی آپ پریشان نہ ہوں۔''

''چلو ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔''

''دری سے بات ہوئی آپ کی؟''

''نہیں اس کا سیل مسلسل آف مل رہا ہے اسی لیے تو تمہیں کال کی ہے تمہارا رابطہ ہوا اس سے؟''

''جی صبح بات ہوئی تھی بہت بخار تھا اسے۔''

''ہوں شاید اسی لیے سو رہی ہوگی صیام بھی فون نہیں اٹھا رہا۔'' صیام کے ذکر پر اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ مریہ کو بھی کال ڈراپ کرتے کرتے یاد آ گیا۔

''شہر بانو بھابی بتا رہی تھیں کہ تم صیام کو پسند کرتی ہو، کیا ایسا ہی ہے؟''

''جی پھوپو۔''

''ہوں..... دری کو بتایا تم نے۔''

''جی..... وہ سب جانتی ہے۔''

''چلو ٹھیک ہے میں ایک دو روز میں پاکستان کا چکر لگا رہی ہوں پھر صیام کے گھر والوں سے خود مل کر تفصیل سے بات کروں گی ویسے اچھا لڑکا ہے صیام، تم خوش رہو گی اس کے ساتھ۔''

''جی پھوپو۔''

''اپنی مما کو میرا سلام کہنا اب فون رکھتی ہوں۔''

''جی ٹھیک ہے اللہ حافظ۔''

''اللہ حافظ۔'' کال کٹ چکی تھی۔ شہرزاد نے موبائل جیب کی پاکٹ میں ڈالا اور پھر سے گاڑی کی طرف متوجہ ہوگئی۔ صیام شہر میں نہیں تھا تو اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ آفس جانے کا بھی قطعی موڈ نہیں تھا مگر پھر بھی اسے شہر جانا تھا۔ صیام کے گھر والوں سے ملنا تھا۔ رات شہر بانو نے اس کے سامنے ہی مریہ سے بات کی تھی جواب میں مریہ نے اسے صیام سے متعلق اچھا خاصا مطمئن کر دیا تھا۔

گیند اب مریہ رحمان کے کورٹ میں تھی جب تک وہ صیام کے گھر والوں سے مل کر کوئی بات نہ کر لیتی شہر بانو کو خاموش رہنا تھا گاڑی کے ٹائر پر تفصیلی نظر ڈالنے کے بعد اس نے حویلی کال کر کے شہر بانو کو گاڑی کے اچانک خراب ہونے کی اطلاع دی پھر ورکشون کو کال ملائی مگر اس کا نمبر رسپانس نہیں دے رہا تھا تبھی اس نے صیام کے نمبر پر کال کی۔ تین چار بار ٹرائی کرنے کے بعد اس نے اس کی کال پک کی تھی۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔'' صیام کی آواز نیند کے خمار میں ڈوبی ہوئی تھی۔ شہرزاد نے حیرانی سے موبائل کی اسکرین کو دیکھا پھر پوچھنے لگی۔

''آپ سو رہے تھے؟''

''جی۔''

''اوہ......ایم سوری مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ ابھی تک سو رہے ہوں گے اصل میں دری کا نمبر بند مل رہا تھا تو مجھے پریشانی ہوئی کہ کہیں اس کی طبیعت زیادہ خراب نہ ہو آپ ٹھیک ہیں؟''

''الحمدللہ۔''

''چلیں ٹھیک ہے آپ سو جائیں پھر بات ہوگی۔''

''او کے اللہ حافظ۔'' صیام کا بات کرنے کا موڈ نہیں تھا شہزاد کو مجبوراً کال کاٹنی پڑی۔

اس کے لیے یہی بہت تھا کہ اس کی آواز سن لی تھی۔ آسمان پر بادل موسلا دھار برسنے کو بے تاب دکھائی دے رہے تھے شہزاد نے ایک نظر سر اٹھا کر اوپر بادلوں سے بھرے آسمان کو دیکھا پھر گاڑی لاک کر دی۔ دن کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے مگر آسمان پر چھائے کالے گھیرے بادلوں کی وجہ سے وہاں شام کا گمان ہو رہا تھا۔ وہ ابھی حویلی واپس جانے کے لیے چند قدم ہی اٹھا پائی تھی کہ ایک طرف سے گاؤں کے شریر بچوں کو ایک بڑھیا کے پیچھے بھاگ کر اسے تنگ کرتے دیکھا تو رک گئی۔ بڑھیا اپنی جان بچاتی جیسے اس کے قریب آئی اس نے بچوں کو ڈانٹ کر دور بھگا دیا۔

جھریوں سے اٹے چہرے والی بڑھیا کے پھٹے پرانے کپڑوں میں مہینوں کی گرد جمع تھی مگر شہزاد نے پھر بھی اس سے گھن محسوس نہیں کی۔ وہ اس بڑھیا کو اپنے ساتھ حویلی لے آئی تھی۔

ستاروں سے کہو اب رات بھر
ہم ان سے باتیں کر نہیں سکتے
کہ ہم اب تھک گئے جاناں
ہمیں جی بھر کے سونا ہے
کسی کا راستہ تکنے کا یارا ابھی نہیں ہم کو
مسافر آ گیا تو ٹھیک لیکن...... نہیں آتا تو نہ آئے
ان آنکھوں میں ذرا بھی روشنی باقی نہیں شاید
وگرنہ تیرگی ہم کو یوں گھیرے میں نہیں لیتی
مگر یہ سب ازل سے لکھ دیا تھا لکھنے والے نے
ستاروں سے کہو بہتر ہے ہم کو بھول ہی جائیں
ہمیں آرام کرنا ہے
ضروری کام کرنا ہے

حویلی کے پچھواڑے میں بنی آخری آرام گاہ کے قریب بیٹھی وہ آنسوؤں بھری نگاہوں کے ساتھ دونوں ہاتھ پھیلائے پرانی حویلی کے مکینوں کی مغفرت کے لیے دعا کر رہی تھیں جب شہزاد نے اس کی تلاش میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اسے آواز دی۔

''مما جانی۔'' شہر بانو نے اس کی پکار پر جلدی جلدی آنسو صاف کرتے ہوئے دعا میں اٹھے ہاتھ سمیٹ لیے۔

حویلی کے پچھواڑے سے وہ حویلی کے لان میں آئی تو شہزاد کے قریب کھڑی بڑھیا کو دیکھ کر چونک گئی۔

''تم آفس نہیں گئیں شہرو؟'' بڑھیا سے نظریں ہٹا کر اس نے شہزاد کی طرف نگاہ کی تھی جب وہ بولی۔

''کیسے جاتی مما گاڑی خراب ہوگئی تھی میں نے آفس میں فون کر کے کسی اچھے مکینک کو بھیجنے کے لیے کہہ دیا ہے صیام اسلام

آباد نہ گیا ہوتا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، وہ بہت اچھا مکینک ہے۔“

”ہوں، یہ کہاں ملیں تمہیں؟“ اب وہ بڑھیا کی طرف اشارہ کررہی تھیں شہزاد نے بڑھیا کو کین کی چیئر پر بٹھادیا۔

”کیا آپ انہیں جانتی ہیں؟“ بجائے اپنی ماں کے سوال کا جواب دینے کے اس نے الٹا ان سے سوال کردیا۔ شہر بانو نے نظریں چرالیں۔

”ہاں۔“

”واؤ...... پھر تو آپ جانتی ہوں گی کہ یہ کون ہیں۔“

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

”مجھے فرق پڑتا ہے مما پلیز بتائیں نا یہ کون ہیں؟“ وہ بے تاب تھی شہر بانو بے حد تھکے تھکے سے انداز میں وہیں لان میں بیٹھ گئی۔

”ایک شرط پر بتاؤں گی۔“

”کیسی شرط۔“

”شرط یہ کہ تم اسی ہفتے گاؤں چھوڑ کر مریرہ کے گھر شفٹ ہوجاؤ گی اور تبھی میں سکون سے واپس انگلینڈ جاسکوں گی۔“

”یہ کیسی شرط ہے مما کیا اس بڑھیا کا تعلق حویلی کے مکینوں کی زندگیوں اور موت سے ہے۔“

”ہوں۔“ شہر بانو کے ”ہوں“ نے شہزاد کے دل کو جیسے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

”ٹھیک ہے مجھے آپ کی شرط منظور ہے۔“ شہر بانو جانتی تھیں کہ اس کا جواب یہی ہوگا تبھی اس نے یہ شرط رکھی تھی۔ شہزاد نے نظریں اس کے چہرے کی یاسیت پر گاڑھ دیں۔

”یہ مائی جیراں ہے تمہارے بابا کے قتل کی چشم دید گواہ۔“

”وہاٹ۔“

”ہوں...... اس عورت نے بھری پنچائیت میں ملک وقار اور اس کے بیٹے کی درندگی کے خلاف گواہی دی تھی نتیجتاً ملک وقار اور اس کے بیٹوں نے ان کے جوان بیٹے کے بعد جوان اکلوتی بیٹی کو بھی نہایت درندگی کے ساتھ موت سے ہمکنار کرکے اس کا ذہنی توازن خراب کردیا، پچھلے پندرہ سالوں میں اس گاؤں کے کسی فرد نے مائی جیراں کو یہاں اس گاؤں میں نہیں دیکھا۔“ بے حد ٹھہرے ہوئے لہجے میں وہ اسے بتارہی تھی۔ شہزاد کو لگا جیسے کسی نے اس کے وجود سے سارا لہو نچوڑ لیا ہو۔

کیا انسانیت اتنی بے رحم ہوسکتی تھی، کیا اشرف المخلوقات کہلانے والی قوم اس درجہ حیوانیت کا مظاہرہ کرسکتی تھی، شہر بانو دھیمے لہجے میں ماضی کے ایک راز سے پردہ اٹھاتی اسے مائی جیراں کی کہانی سنارہی تھیں اور وہ سن ہوئے اعصاب کے ساتھ سب سنتی جارہی تھی۔

❁......❁......❁

بارش شروع ہوچکی تھی متوازن قدم اٹھاتا وہ ڈیرے سے حویلی پہنچا تو ملک فیاض پشت پر دونوں ہاتھ باندھے وسیع و عریض لان میں ادھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے خاصی بے قراری کے ساتھ اسی کا انتظار کررہے تھے۔

”السلام علیکم۔“ قریب پہنچتے ہی اس نے باآواز بلند کہا تھا ملک فیاض اس کی آواز پر فوراً پلٹے۔

”وعلیکم السلام برخوردار، میں تمہارا ہی انتظار کررہا تھا۔“

”خیریت؟“

”خیریت ہی ہے میرب کو ہاسٹل سے حویلی لانا ہے ابھی فون آیا تھا اس کا ساتھ والے گاؤں کے نمبردار کی بیٹی کی شادی ہے

اور میرب نے اس شادی میں شرکت کرنی ہے دونوں بچپن کی سہیلیاں جو ہوئیں۔"

"جی ٹھیک ہے کب تک جانا ہے۔" وہ ملک اعجاز کا بیٹا تھا بھلا ملک فیاض کو انکار کیسے کرسکتا تھا۔ وہ تو سولی پر ہوتا تب بھی اسے ملک فیاض کے ہر حکم کی تعمیل کرنی تھی مقروض جو تھا ان کا تبھی تھکن سے چور ہونے کے باوجود اس نے پوچھا تھا جب وہ بولے۔

"ابھی نکل جاؤ تو بہتر ہے موسم کا کوئی اعتبار نہیں بارش تیز ہوگئی تو واپسی میں مشکل ہوجائے گی۔"

"جی ٹھیک ہے۔" ہمیشہ کی طرح وہ انہیں یہ نہیں بتاسکا تھا کہ وہ بے حد تھکا ہوا ہے ابھی شہر سے ہو کر آیا ہے اتنی ہمت اور جرأت ہی نہیں تھی اس میں۔

ملک فیاض کی ضروری کال آگئی تھی لہٰذا وہ حویلی کے لان سے اندر وسیع ہال میں چلا آیا جہاں عائشہ بیگم جائے نماز پر بیٹھی اس کی زندگی اور صحت کے لیے دعائیں کررہی تھیں۔ عبدالہادی نے وہیں قالین پر لیٹتے ہوئے اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا۔ عائشہ بیگم نے دعا کے لیے پھیلے ہاتھ سمیٹ کر اس کی کشادہ پیشانی چوم لی۔

"ماں یاد آگئی میرے بیٹے کو؟" وہ گلہ کررہی تھیں۔ عبدالہادی نے محبت سے ان کے دونوں ہاتھ تھام کر چوم لیے۔

"ماں کو بھولا کب ہوں امی جان آپ جانتی ہیں آپ میری زندگی کا واحد مقصد ہیں۔"

"ہوں بالکل ویسے ہی جیسے میرا بیٹا میری زندگی کا واحد مقصد ہے چلو ہاتھ منہ دھولو، میں کھانا نکالتی ہوں۔" وہ اب پیار سے اس کے بال سہلارہی تھیں تبھی وہ بولا۔

"نہیں امی ابھی وقت نہیں ہے میرب کو شہر سے حویلی لانا ہے۔"

"لیکن ابھی تو تم شہر سے آئے ہو۔"

"تو کیا ہوا، میں سولی پر بھی ہوتا تب بھی بڑے ابو کا حکم تو پورا کرنا ہی ہے ایک مزے کی بات بتاؤں آپ کو۔"

"ہوں۔"

"آج شہر سے گاؤں میں داخل ہوتے وقت میں نے قمر عباس کی بیٹی کو دیکھا پرانی حویلی کی اکلوتی جانشین کو۔" اس نے کہا اور عائشہ بیگم کے چہرے کا رنگ جیسے فق ہوگیا۔

"پھر......؟"

"پھر کچھ نہیں، بارش ہورہی تھی میں رکے بغیر چلا آیا۔"

"اچھا کیا میری دعا ہے دوبارہ کبھی تمہارا اس سے سامنا نہ ہو۔"

"نہیں امی، میری دعا ہے وہ بار بار میرے راستے میں آئے اور پھر میں اس سے اپنے سارے حساب کلیئر کردوں وہ آگ جو سالوں سے میرے سینے میں دہک رہی تھی کچھ تو کم ہو۔" عبدالہادی کی پُرسوچ نگاہوں میں کچھ ایسا تھا کہ عائشہ بیگم دہل کر رہ گئی تھیں۔

"نہیں...... ایسا کبھی سوچنا بھی مت عبدالہادی نہیں تو میں کبھی تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی خدا کا واسطہ ہے تمہیں تاریخ کے پنوں کو دوبارہ مت کھولنا مجھ میں اب کچھ بھی کھونے کی ہمت نہیں ہے۔" وہ اب باقاعدہ رونے لگی تھیں۔ عبدالہادی اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ایسا مت کریں امی آپ جانتی ہیں میں آپ کو تکلیف نہیں دے سکتا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ میرے اندر بہت گھٹن ہے اگر یہ باہر نہ نکلی تو میں مرجاؤں گا۔"

"میں جانتی ہوں مگر میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتی تم نہیں جانتے عبدالہادی میں نے نئی حویلی اور پرانی

حویلی کی اس جنگ میں کیا کھویا ہے۔" عائشہ بیگم کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔

"میری محبت تھے تمہارے بابا، ساری دنیا سے اپنے گھر والوں سے لڑ کر ان سے شادی کی تھی میں نے، کتنے خواب تھے جو ہم دونوں نے مل کر دیکھے تھے مگر ہمیں ان خوابوں کی تعبیر دیکھنا نصیب نہیں ہوا نئی حویلی اور پرانی حویلی کی وحشیانہ جنگ نے میرے سارے خواب بکھیر کر رکھ دیے بنا کسی گناہ کسی قصور کے تمہارے بابا کو اس دشمنی کی بھینٹ چڑھنا پڑا میں نہیں چاہتی جس نفرت اور بدلے کی آگ نے مجھ سے میرا محبوب شوہر چھین لیا اسی آگ میں میرا بیٹا بھی کود پڑے عمر عباس ابھی زندہ ہے عبدالہادی اس کی نفرت اور دشمنی کی آگ میں ابھی بھی بدلے کی چنگاریاں سلگ رہی ہیں میں نہیں چاہتی تمہاری کوئی بھی غلطی اسے پھر سے ماضی کی طرف دھکیل دے، میں تھک گئی ہوں عبدالہادی تمہاری ماں تھک گئی ہے۔" عائشہ بیگم کے بھیگے ہوئے لہجے میں شکستگی تھی۔

عبدالہادی نے ایک مرتبہ پھر ان کے دونوں ہاتھ تھام کر چوم لیے۔

"ایسا کچھ نہیں ہوگا امی آپ بے فکر رہیں۔"

"خدا تمہیں اپنی امان میں رکھے عبدالہادی خدا تمہارا نگہبان ہو۔" عبدالہادی کی تسلی پر انہوں نے اس کی کشادہ پیشانی چومی تھی۔

❁......❁......❁

پرانی حویلی پر ٹوٹنے والی قیامت کی خبر مریرہ رحمان کو اس وقت ہوئی تھی جب زاویار آٹھ ماہ کا تھا دیار غیر میں کرنل شیر علی کی بہو سکندر علوی کی بیوی اور ننھی عائلہ علوی کی ماں اپنی آخری سانسیں پوری کر چکی تھی جبکہ اس کی جدائی کے غم میں سلگتے سکندر علوی کو ڈاکٹرز نے کثرت شراب نوشی کے سبب گردے فیل ہو جانے پر لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ کرنل شیر علی اس کی وفات تک وہیں اس کے پاس انگلینڈ میں رکے رہے تھے کیونکہ شدید بیماری کے سبب وہ سفر کرنے سے معذور تھا۔ کرنل شیر علی اپنے اکلوتے بیٹے کی وفات کے بعد خود اپنے ہاتھوں سے اس کی تدفین کر کے ننھی سی بچی کے ساتھ تقریباً تین سال کے بعد وطن واپس لوٹے تھے۔ مریرہ ان کے پاکستان واپس لوٹتے ہی دوبارہ اسی گھر میں شفٹ ہو گئی حیرانی کی بابت یہ رہی کہ اس بار صمید حسن نے بھی کوئی غیر معمولی احتجاج نہیں کیا۔ پاکستان واپسی کے بعد کرنل صاحب اظہار ملک صاحب سے ملنے کی نیت سے گاؤں گئے تھے جب حویلی پر ٹوٹنے والی قیامت نے گویا ان کے اعصاب مفلوج کر ڈالے۔ گاؤں سے گھر واپسی کے بعد مریرہ نے انہیں بے حد شکستہ اور ملول دیکھا تھا تبھی وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"کیا بات ہے بڑے ابو سب خیر تو ہے؟" کرنل شیر علی نے اس کے سوال پر سرسری سی نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر آہستہ سے سر نفی میں ہلا کر آگے بڑھ گئے تھے۔ مریرہ آٹھ ماہ کے زاویار کو بانہوں میں دبوچے فوراً ان کے پیچھے لپکی تھی۔

"کیا ہوا ہے اتنے رنجیدہ تو آپ اپنی بہو اور اکلوتے بیٹے کی وفات پر بھی نہیں تھے۔" وہ متوحش تھی کرنل صاحب کو اپنا دکھ بیان کرنا پڑا۔

"پرانی حویلی اجڑ گئی ہے مریرہ خاندانی دشمنی نے سوائے عمر عباس کے حویلی کے کسی مکین کو زندہ نہیں چھوڑا۔" جتنا درد اس لمحے کرنل صاحب کی آواز میں تھا اس سے کہیں زیادہ اذیت مریرہ کو ہوئی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ ایسا کیسے ہو سکتا ہے بھلا۔" وہ بے یقین تھی کرنل صاحب نے چپ سادھ لی۔ اب وہ بھلا اس سے کیا کہتے کہ تمہاری بے خبری نے لوٹ لیا جان سے پیارے عزیز دوست کا آخری دیدار بھی نہ کرنے دیا؟ پرانی حویلی کے اجڑنے کے دکھ نے مریرہ رحمان کے اندر ایک عجیب سی چپ بکھیر دی تھی حویلی پر اتنی بڑی قیامت ٹوٹ پڑی تھی اور اسے خبر ہی نہیں تھی۔ کیا سوچتا ہوگا عمر عباس اس کے بارے میں۔ اس نے تنہا کیسے اپنے سب پیاروں کو کندھے پر اٹھا اٹھا کر مٹی کے سپرد کیا ہوگا؟ وہ کیسے اسے اپنی صفائی دے سکے گی۔ کیسے بتائے گی کہ اس کے شوہر نے اس کا نمبر ہی تبدیل کرا کر عمر عباس سے اس کے رابطے کی

واحد کڑی ہی توڑ ڈالی تھی۔ وہ زندگی میں عمر عباس کا سامنا کیسے کرے گی؟ سامنا ہو بھی گیا تو اس سے نظریں کیسے ملائے گی؟ یہ وہ سوال تھے جس نے اس کا دماغ چکرا ڈالا تھا اگلے ایک ہفتے تک کرنل صاحب بخار میں مبتلا رہے تھے لہٰذا مریرہ رحمان کو اپنے آٹھ ماہ کے بچے کے ساتھ ساتھ کرنل صاحب اور ان کی تین سالہ پوتی عائلہ علوی کو بھی سنبھالنا پڑا تھا صمید حسن نے اس دوران صرف دو بار کرنل صاحب کے گھر کا چکر لگایا وہ بھی بے حد مختصر وقت کے لیے مریرہ احساس جرم میں مبتلا نہ ہوتی تو ضرور اس کی یہ تبدیلی نوٹ کرتی صمید حسن سے اپنا دکھ شیئر کر کے دل ہلکا کرنے کی خواہش خواہش ہی رہ گئی تھی۔ تبھی اس روز وہ اپنے گھر چلی آئی تھی۔

❀......❀......❀

بہت دنوں کے بعد اس روز قدرے ہلکی ہلکی دھوپ نکلی تھی۔ مریرہ عائلہ اور زاویار کو ساتھ لیے اپنے گھر آ گئی۔ کرنل صاحب کو شہر سے باہر کچھ کام تھا لہٰذا وہ ایک ہفتے کے لیے شہر سے باہر چلے گئے تھے۔ صمید بھی کام کے سلسلے میں شہر سے باہر تھا۔ مریرہ چونکہ اس سے ناراض تھی لہٰذا اس نے اسے اپنی گھر واپسی کی اطلاع دینا ضروری نہیں سمجھا وہ گھر میں داخل ہوئی تو سارا کچن میں کھانا پکا رہی تھی۔ بے حد نفیس لباس میں ملبوس ہلکا ہلکا سا میک اپ کیے اس کی شخصیت بے حد نکھری ہوئی لگ رہی تھی جبکہ اس کی بیٹی کے تن پر بھی بے حد قیمتی لباس تھا اور وہ جن کھلونوں سے کھیل رہی تھی وہ بھی اچھے خاصے قیمتی تھے۔ وہ بے حد حیران ہوئی کہاں تو ان کے پاس اپنی بیٹی کی دوا کے لیے بھی پیسے نہیں تھے اور کہاں صرف پندرہ ہی دنوں کے بعد وہ گھر کی نوکرانی سے ایک سلجھی ہوئی نفیس خاتون دکھائی دینے لگی تھی۔ قدموں کی آہٹ پر سارا منیر نے مسکراتے ہوئے جیسے ہی پلٹ کر دیکھا اس کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا مگر اس نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا تھا۔

"السلام علیکم آپ کب آئیں؟"

"وعلیکم السلام ابھی آئی ہوں تم کہیں جا رہی ہو کیا؟" اس کی نظر اس کے قیمتی لباس اور میک اپ سے دمکتے چہرے پر تھی۔ سارا منیر کو بے ساختہ نظر چرانی پڑی۔ وہ یوں اچانک بنا کسی اطلاع کے آ جائے گی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ تبھی اسے اپنا اور صمید کا بھرم رکھنا پڑا تھا۔

"نہیں۔"

"نہیں تو پھر یہ تیاری؟"

"یہ...... یہ تیاری اصل میں میری ایک دوست کے لیے ہے جسے میں نے دعوت پر مدعو کیا ہے مجھے بہت اچھی جاب مل گئی ہے اسی خوشی میں۔"

"اوہ، مبارک ہو، بہت بہت۔"

"خیر مبارک بہت شکریہ، آپ نے آنے سے پہلے اطلاع ہی نہیں دی۔" مریرہ کی تسلی کرا کر اب وہ اس سے پوچھ رہی تھی جب وہ بولی۔

"میں نے ضروری نہیں سمجھا صمید کب سے شہر سے باہر ہیں۔"

"پتا نہیں میں بہت کم اپنے کمرے سے باہر نکلتی ہوں میرا سامنا بھی نہیں ہوتا صمید صاحب سے۔"

"ہوں، چلو خیر ہے۔" مطمئن سے انداز میں سر ہلا کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی جب سارا بیگم نے فوراً سے پیشتر موبائل نکال کر صمید کو کال کھڑکا دی۔ وہ فارغ ہی بیٹھا تھا لہٰذا پہلی بیل پر کال پک کر لی۔

"جی کہیے بیگم اب کیا حکم ہے۔"

"مریرہ گھر واپس آ گئی ہیں۔" صمید کے سوال کے جواب میں اس نے انہیں اطلاع دی تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ سنجیدہ ہو گیا۔

"چلیں ٹھیک ہے پھر آپ کھانا وغیرہ کھا لینا میں لیٹ گھر آؤں گا۔"

"جی ٹھیک ہے۔" سارا منیر نے آہستہ سے کہا اور کال ڈسکنیکٹ ہوگئی۔ صمید حسن اس رات واقعی بہت تاخیر سے گھر واپس آیا تھا مریرہ اس کا انتظار کرتے کرتے سوگئی تھی مگر سارا منیر جاگ رہی تھی۔ صمید کے لیے اسی نے کھانا گرم کرکے پیش کیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ صاف کرکے جب وہ اٹھنے لگا تو اس نے حسب معمول سارا منیر کا ہاتھ تھام کر ہلکے سے چوما تھا۔

"شکریہ، اتنا اچھا کھانا کھلانے کے لیے مریرہ نے کھانا کھایا۔"

"نہیں وہ تھکی ہوئی تھیں سوگئیں میں نے دو مرتبہ جاکر پوچھا بھی مگر انہوں نے انکار کردیا۔"

"ہوں آپ نے کھالیا۔"

"جی..... آپ تو جانتے ہیں مجھ سے بھوک برداشت نہیں ہوتی۔"

"ہوں جانتا ہوں مریرہ کے کمرے سے اپنی ساری چیزیں اٹھالی تھیں کہ نہیں۔"

"نہیں موقع ہی نہیں ملا وہ اچانک آ گئی تھیں صبح صفائی کے دوران اٹھالوں گی۔"

"ٹھیک ہے اب آپ سو جائیں، بہت رات ہوگئی ہے میں تھوڑی واک کروں گا۔"

"مجھے نیند نہیں آرہی آپ واک کریں میں ساتھ چلتی ہوں۔"

"نہیں مریرہ کی آنکھ کھل سکتی ہے اب آپ کو تھوڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"گڈ گرل۔" سارا منیر کے مایوسی سے سر ہلانے پر صمید حسن نے پیار سے اس کا گال تھپتھپایا پھر مریرہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

مریرہ جاگ رہی تھی مگر صمید حسن کے قدموں کی آہٹ محسوس کرتے ہی پلکیں موند گئی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اتنے دنوں کی دوری کے بعد صمید حسن کا ری ایکشن کیا ہوتا ہے ادھر صمید نے دروازہ لاک کرنے کے بعد ایک نظر سوئی ہوئی مریرہ رحمان پر ڈالی پھر اسے بنا ڈسٹرب کیے سوئے ہوئے زادیار اور عائلہ پر جھک گیا۔

دونوں کو یکساں پیار کرنے کے بعد اس نے پھر ایک نظر سوئی ہوئی مریرہ رحمان پر ڈالی اور پھر پلٹ کر باہر نکل گیا۔ مریرہ نے اس کے کمرے سے نکلتے ہی فوراً آنکھیں کھول دی تھیں۔ پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ اتنے دنوں کی دوری کے باوجود صمید اسے جگائے بغیر کمرے سے نکل گیا تھا جبکہ اس سے پہلے وہ اگر اس کے آفس سے آنے سے پہلے سو بھی جاتی تو وہ اسے زبردستی اٹھا کر بٹھا دیتا تھا۔ تب مریرہ کو اس کی یہ حرکت سخت ناپسند تھی مگر اب جبکہ وہ اس کی اس عادت کی بھی عادی ہوگئی تھی تو اس نے اپنی عادت بدل لی تھی۔ وہ عورت تھی جان بھی نہیں سکی کہ مرد جب اپنی حرکتیں اور عادتیں بدل لیتے ہیں تو اس کے پیچھے کہیں کوئی بہت گہری کہانی چھپی ہوتی ہے۔ صمید حسن جان ہی نہ سکا اور مریرہ رحمان رات بھر بنا سوئے بےآ واز روتی رہی تھی۔

❀......❀......❀
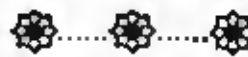
اگلی صبح مریرہ کی آنکھ کھلی تو صمید زادیار کو اپنے سینے پر لٹائے اس کے ساتھ کھیل رہا تھا جبکہ عائلہ اس کے پہلو میں دوسری طرف بےخبر سو رہی تھی۔ مریرہ نے چپ چاپ کروٹ بدل لی۔ اس کا دل عجیب سی آگ میں جل رہا تھا صمید حسن کی بےنیازی کسی تلوار سے کم نہیں تھی اس کے لیے تبھی اس نے کروٹ بدلی تھی جواب میں صمید نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے قریب کھینچ لیا۔

"ابھی تک نیند پوری نہیں ہوئی تمہاری۔" وہ نارمل لہجے میں پوچھتا سخت زہر لگ رہا تھا۔ تبھی اس نے رخ پھیرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"نہیں۔"

"میرا انتظار بھی نہیں کیا رات، گھر واپس آنے کی اطلاع بھی نہیں دی اتنی لاتعلقی۔" الٹا چور کوتوال کو ڈانٹ رہا تھا۔

مریرہ کا رہا سہا خون بھی جل کر خاک ہو گیا اِسے احساس بھی نہیں تھا کہ وہ اس کی بے نیازی و لاتعلقی پر کس قدر ہرٹ تھی اور جب اسے احساس نہیں تھا تو بھلا وہ کیسے اسے یہ احساس دلا سکتی تھی کہ اسے کتنا فرق پڑتا ہے صمید کے نظرانداز کرنے سے۔ کہیں کچھ غلط تھا۔ ان دونوں کے رشتے میں کہیں کچھ غلط ہونا شروع ہو گیا تھا۔

مگر کیا.....؟

وہ جتنا سوچتی اتنا الجھتی جاتی۔ وہ شروع سے جیسی تھی اب بھی ویسی ہی تھی تو پھر صمید حسن کیوں بار بار بدل رہا تھا، مریرہ رحمان کے لیے اس کی محبت اور توجہ پہلے جیسی کیوں نہیں رہی تھی۔ کیا وہ اپنے لیے مریرہ رحمان کی جذباتیت اور حساسیت سے واقف نہیں تھا، کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی ذرا سی نظراندازی اور لاتعلقی اسے کیسے اندر سے توڑ کر رکھ دیتی تھی؟ جب وہ سب کچھ جانتا تھا تو پھر اسے تکلیف کیوں دے رہا تھا؟ اسی سوچ کے زیر اثر اس نے صمید حسن کا ہاتھ جھٹکا تھا جب وہ بولا۔

''کیا ہوا ناراض ہو؟''

''جی نہیں۔''

''تو پھر ایسے بی ہیو کیوں کر رہی ہو؟''

''پتا نہیں، بہتر ہوگا اگر آپ اپنے کام سے کام رکھیں پلیز۔'' جتنی خفگی و اجنبیت وہ اپنے لہجے میں سمو سکتی تھی اس نے سموئی تھی۔ صمید گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

''ٹھیک ہے مگر میرا قصور؟''

''کوئی قصور نہیں آپ کا۔'' تلخی سے کہتے ہوئے وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے ریشمی بال سمیٹتی بیڈ سے اتر گئی تھی اسی اثناء میں اس کا سیل بج اٹھا۔ حمنہ حسین کی کال تھی مریرہ نے کال اوکے کرنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی۔

''کیسی ہو میرو؟''

''ٹھیک ہوں تم کیسی ہو؟''

''میں بھی ٹھیک ہوں امی کی طرف آئی ہوں آ جاؤ ملنے پلیز۔''

''ٹھیک ہے فریش ہو کر آتی ہوں۔'' اسے خوشی ہوئی تھی یہ جان کر کہ حمنہ اس کے پاس آئی ہوئی تھی۔

سنڈے کی چھٹی کے باعث صمید گھر پر ہی تھا وہ فریش ہو کر ہلکا پھلکا ناشتا کرنے کے بعد حمنہ کی طرف چلی گئی۔

عائلہ سو رہی تھی جبکہ زاویار کو وہ ساتھ لے گئی۔ صمید اس کے گھر سے نکلنے کے بعد باتھ لے کر ناشتے کی میز پر آیا تھا۔ سارا نے اسے دیکھتے ہی فوراً ناشتا لگا دیا۔

''السلام علیکم صبح بخیر!''

''وعلیکم السلام! تم نے کر لیا ناشتا؟''

''نہیں، مجھے بھوک نہیں تھی۔''

''کیوں، کیا مریرہ کے ساتھ کوئی بات ہوئی ہے؟''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔''

''تو پھر اس کا موڈ کیوں آف ہے؟ کہیں اسے کچھ پتا تو نہیں چل گیا؟''

''پتا نہیں، میری زیادہ بات نہیں ہوئی اس سے مگر میں چاہتی ہوں آپ اسے ہمارے رشتے کا بتا دیں تاکہ ہر وقت جو خوف کی تلوار سر پر لٹکتی رہتی ہے اس سے جان چھوٹ جائے۔''

''نہیں ابھی یہ مناسب نہیں ہے۔''

''کیوں...... اتنا ڈرتے ہیں آپ اس سے؟''

''نہیں...... ڈرتا نہیں ہوں' بس میں اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا۔''

''یہ تکلیف تو کسی نہ کسی دن اسے برداشت کرنی ہے صمید پھر ابھی کیوں نہیں؟''

''ابھی وقت نہیں ہے اب ناشتا کرلو پلیز۔''

''آپ کرلیں مجھے بھوک نہیں ہے۔'' سنجیدگی سے کہتی وہ دوبارہ کچن میں چلی گئی تھی۔

صمید اللہ کی پکڑ سے خوف زدہ دونوں کے مساوی حقوق ادا کرنے کے چکر میں خوار گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

❀......❀......❀

اس روز بہت دنوں کے بعد ہلکی ہلکی دھوپ نکلی تھی۔ مریرہ حمنہ حسین کی طرف آئی تو اسے لان میں پودوں کے ساتھ مصروف پایا' مریرہ رحمان کی طرح حمنہ حسین کو بھی پھول پودوں سے بے حد لگاؤ تھا۔ اپنے گھر کے لان میں اس نے تقریباً ہر قسم کے پھول پودے لگا رکھے تھے جبھی فرصت کے لمحات میں وہ زیادہ تر انہی پھول پودوں کے ساتھ مصروف پائی جاتی تھی۔ مریرہ زادیار کو نیچے گھاس پر چھوڑ کر خود کین کی چیئر پر بیٹھ گئی۔

''ارے تم آ گئیں بندہ سلام دعا ہی کرلیتا ہے یار......'' پانی کا پائپ پھینک کر حمنہ اس کے قریب آئی پھر اس کا خراب موڈ دیکھ کر مسکراتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''کیا ہوا...... کسی سے لڑ کر آ رہی ہو کیا؟''

''نہیں۔''

''موڈ کیوں آف کیا ہوا ہے؟''

''بس ویسے ہی' تم یہاں اچانک کیسے؟''

''رات امی کی طبیعت خاصی خراب ہوگئی تھی' بھائی نے فون پر بتایا تو مجھ سے رہا نہیں گیا' ایمرجنسی لیو لکھ کر رات ہی چلی آئی۔'' اپنے مخصوص انداز میں وہ اسے تفصیل بتا رہی تھی۔ مریرہ کو تشویش نے گھیر لیا۔

''اب کیسی طبیعت ہے آنٹی کی؟''

''اب بہتر ہیں' تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے؟''

''اچھی گزر رہی ہے مگر میں بہت تکلیف میں ہوں حمنہ...... عمر عباس کی حویلی اجڑ گئی ہے' اس کے سارے خونی رشتے خاندانی دشمنی کی بھینٹ چڑھ گئے۔ وہ بھری دنیا میں اکیلا ہوگیا حمنہ' اور میری بدنصیبی دیکھو میں اس کی اذیت کے ان لمحوں میں اس سے ہمدردی کے دو بول تک نہ کہہ سکی۔''

''اوہ' کیا تمہارا رابطہ نہیں ہے عمر عباس سے؟''

''نہیں......''

''کیوں؟''

''صمید حسن کو پسند نہیں ہے' اسے لگتا ہے جیسے میرے اور عمر عباس کے درمیان ماضی میں کوئی افیئر رہا ہے۔''

''کیا...... یہ کیا بکواس ہے؟''

''یہ حقیقت ہے' اس نے میرا سیل نمبر تبدیل کروا دیا تھا' عمر کا نمبر میں نے کبھی دماغ میں محفوظ نہیں کیا۔''

''اوہ...... میرے خیال سے صمید حسن کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا' یہ حرکت کرکے اس نے تنگ نظری کا ثبوت دیا ہے۔''

''وہ پہلے ایسا نہیں تھا حمنہ مگر اب پتا نہیں اسے کیا ہوگیا ہے' وہ بہت بدل گیا ہے۔''

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-
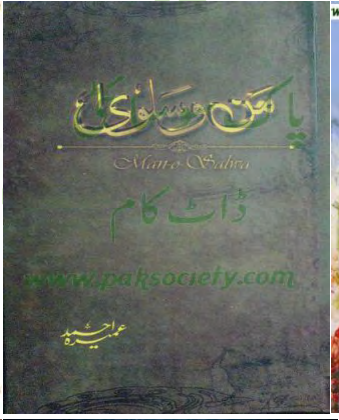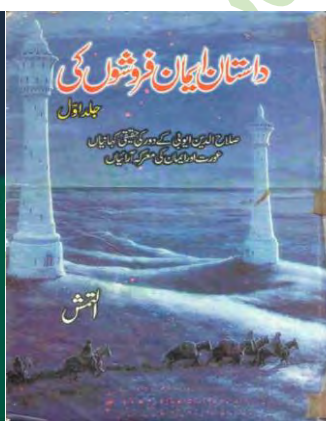
"بدلنا تو تھا ہی 'پرائی عورتوں کے چکر میں پڑنے والے مردوں کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔"
"نہیں' پرائی عورتوں والی بات نہیں ہے وہ بات کلیئر کر دی تھی صمید نے۔"
"کیا کلیئر کیا ہے اس نے؟"
"یہی کہ اس کا کسی لڑکی کے ساتھ کوئی چکر نہیں تھا' وہ لڑکی جسے تم نے ان کے ساتھ ہسپتال جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ ان کے بزنس پارٹنر منیر حسین صاحب کی اکلوتی بیٹی تھی جو نا مساعد حالات کی وجہ سے کچھ مسائل کا شکار تھی۔ صمید نے مجھے وہ سارا معاملہ کلیئر بتا دیا وہ لڑکی ان کی زندگی میں کہیں بھی نہیں ہے۔"
"چلو شکر ہے' ہو سکتا ہے مجھے ہی غلط فہمی ہوئی ہو بہر حال تم اس پر توجہ دو۔ میاں بیوی کے درمیان ایک بار فاصلوں کی دیوار کھڑی ہونی شروع ہو جائے تو پھر یہ فاصلے کبھی سمٹتے نہیں ہیں۔"
"ہوں' شاید میں ہی زیادہ حساس ہو گئی ہوں۔"
"شاید ایسا ہی ہو پلیز خوش رہا کرو۔ میری دعا ہے تمہاری زندگی میں وہ عذاب راتیں کبھی نہ آئیں جنہوں نے میرا سکون برباد کر دیا۔"
"آمین۔"
"اور سناؤ کرنل انکل ٹھیک ہیں؟"
"ہوں ٹھیک ہیں مگر پرانی حویلی کی بربادی نے ان کے لبوں پر چپ کا قفل لگا دیا ہے۔"
"دکھ بھی ایسا ہے یار..... تم ابھی چند دن اور رہ لیتی ان کے پاس۔"
"رہ تو لیتی مگر یہاں صمید کا خیال رکھنے والا کوئی نہیں شاید اسی بات کی وجہ سے وہ خفگی میں مجھ سے کھچا کھچا سا ہے پھر سارا بھی اکیلی نہیں رہ سکتی۔"
"سارا کون؟" وہ اپنی ہی رو میں تفصیل بتا رہی تھی جب حمنہ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ مریہ کو اسے سارا کی مختصر کہانی سنانی پڑی۔
"بہت دکھی عورت ہے سارا حسین...... بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے بے چاری کا' ایک چھوٹی سی بیٹی ہے پریان' بہت پیاری ہے۔ صمید نے اسے میری محبت میں میری سہولت کے لیے گھر میں کام کاج کی ذمہ داری سونپ دی ہے' اب تو جاب بھی مل گئی ہے اسے۔"
"ٹھیک ہے مگر پھر بھی احتیاط کرنا' یہ نیکیاں اکثر گلے پڑ جاتی ہیں۔" وہ ایک مخلص دوست والا مشورہ دے رہی تھی۔ مریہ نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔
اگلے چند لمحوں کے بعد وہ ادھر اُدھر کی باتوں میں مصروف ہو چکی تھیں۔

❁......❁......❁

اس رات کی صبح بہت اداس تھی' پوری وادی کی فضا پر عجیب سی سوگواریت کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ سدید پچھلے دو تین دن سے چیوا میں نہیں تھا تبھی اسے چیوا کے باسیوں پر ٹوٹنے والی اس رات کی قیامت کا احوال پتا نہیں چل سکا تھا۔ طیب احمد کے گھر میں بھی عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سدید چونکہ بے حد تھکا ہوا تھا' تبھی کھانا کھاتے ہی سو گیا تھا۔ کتنے دن ہو گئے تھے اس نے عائلہ علوی کی آواز نہیں سنی تھی' بے حد چاہتے ہوئے بھی چند مجبوریوں کے پیش نظر وہ اس کو کال نہیں کر سکا تھا۔ کرنل صاحب نے خود بھی اس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی تبھی وہ مطمئن تھا۔ چیوا میں اسے جو کام سونپا گیا تھا اس نے بخوبی سر انجام دے دیا تھا۔ "را" کی تحویل میں قید اپنے ساتھی کا پتا بھی چلا لیا تھا جس نے ابھی تک کھال اتروانے کے باوجود زبان نہیں کھولی تھی

اپنے ملکی راز سینے میں دفن رکھے تھے۔ سدید یہ بھی جان چکا تھا کہ اس ساتھی کی گرفتاری میں ان کے اپنے ہی ملک کے ایک غدار کا ہاتھ تھا جس نے اپنی وطنیت اور ایمان کا روپوں میں سودا کرلیا تھا۔ ساری رپورٹ مکمل تیار کرنے کے بعد اس نے اپنے اعلیٰ افسران کو بھجوادی تھی۔ جو معلومات پچھلے ایک ماہ کی مسلسل کوشش کے بعد اس نے چیوا میں ایک بھارتی فوجی سے اس کا ہمنوا بن کر بے حد ہوشیاری سے حاصل کی تھی وہ کوئی آسان کام نہیں تھا تبھی وہ بے حد مسرور تھا۔ دن کے تقریباً ڈھائی تین بجے اس کی آنکھ کھلی تو وادی کی فضاؤں میں پھر کالے بادلوں کا راج قائم دکھائی دے رہا تھا۔

سدید نے اپنا ضروری سامان بیگ میں ٹھونسا پھر بیگ کی زپ بند کرکے واش روم میں گھس گیا تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ کمرے سے باہر آیا تو فاطمہ چولہے کے قریب بیٹھی گیلی لکڑیوں سے آگ جلانے کی کوشش کررہی تھی۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے وہیں اس کے پاس چلا آیا۔

❋......❋......❋

"رات کیا ہوا فاطمہ؟" سدید علوی اگلے روز سہ پہر کے بعد چیوا آیا تھا جہاں بستی میں پھیلی عجیب سی سوگواریت نے اسے شدید تھکن کے باوجود فاطمہ کے سامنے لاکھڑا کیا جو خود بکھری ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ فاطمہ نے اس کے سوال پر بے ساختہ مڑ کر قدرے غصیلی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ عائشہ گھر پر نہیں تھی جبکہ ماں جی کو تیز بخار نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا تبھی وہ بولی تھی۔

"کیسے مجاہد ہیں آپ جو آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ رات بستی میں کیا ہوا تھا؟" اس کا غصہ اور شکایت جائز تھی، سدید بے ساختہ نظریں چرا گیا۔

"میں پچھلے دو دن سے چیوا میں نہیں تھا۔" نا چاہتے ہوئے بھی اسے وضاحت دینی پڑی تھی۔ فاطمہ نے چولہے میں سلگتی لکڑیوں کو پھونکیں مار مار کر بالآخر آگ پکڑنے پر مجبور کردیا۔

"چیوا میں نہیں تھے تو کہاں تھے آپ؟" آنکھوں میں عجیب سی الجھن لیے وہ پوچھ رہی تھی۔ سدید کو بے ساختہ نگاہیں چرانا پڑیں۔

"ایم سوری یہ ابھی میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔"

"میں جانتی ہوں آپ نہیں بتائیں گے کیونکہ آپ مجاہد ہیں ہی نہیں۔ آپ کچھ اور ہیں یونہی بھیس بدل کر کشمیر کی گلیوں میں کشمیریوں کے جذبات سے کھیلنے کے لیے آگئے ہیں آپ...... آپ کو کیا جو ہمارے گھر جلیں، شب بھر وردی ہمارے گھروں کی چوکھٹیں روند کر ہماری عصمتوں کی کلیاں کچلتے رہیں۔ آپ کو کیا جو یہاں انسانیت منہ چھپائے سسکتی پھرے، جب آپ سچے مجاہد ہی نہیں ہیں تو آپ کو کیا فرق پڑتا ہے چاہے کچھ بھی ہوتا رہے۔" فاطمہ کے لہجے میں بے حد تلخی تھی، سدید نے سر جھکالیا۔

"صحیح بھی ہو تم، میں واقعی تمہارا مسیحا نہیں ہوں میری زندگی کے مقاصد کچھ اور ہیں مگر خدا جانتا ہے جتنی میرے دل میں اس خطۂ ارض کے باسیوں کی اذیت ناک زندگی کے لیے تکلیف ہے بہرحال میں آج یہاں سے واپس جارہا ہوں تمہاری مہمان نوازی کا بے حد شکریہ۔" وہ مڑا تھا پھر کچھ یاد آنے پر بے ساختہ رک گیا۔

"تمہارے لیے ایک بری خبر ہے۔"

"کیا؟" فاطمہ کا دل دھڑکا تھا اس کا پہلا خیال اپنے چھوٹے بیمار بھائی طلحہ کی طرف گیا تھا جسے ابھی دو تین دن پہلے ہی بھارتی فوج تیز بخار کی حالت میں گرفتار کرکے لے گئی تھی، سدید اب چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بتا رہا تھا۔

"طیب احمد کو بھارتی فوج نے گرفتار کرلیا ہے۔" اس کا لہجہ قدرے ٹھہرا ہوا تھا فاطمہ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

"کب؟"

"تین دن پہلے جب بھارتی فوج طلحہ اور بستی کے دوسرے بے گناہ لوگوں کو گرفتار کر کے لے گئی تھی تب...... انہیں اطلاع مل گئی تھی اسی لیے ناساز طبیعت کے باوجود وہ یہاں گھر آرہے تھے مگر راستے میں حالت اتنی خراب ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اسی حالت میں سنا ہے کتے کی طرح سونگھتی فوج کے کارندوں نے انہیں گرفتار کرلیا۔" وہ رخ پھیرے تفصیلات بتا رہا تھا۔ فاطمہ کی پتھرائی آنکھوں سے جمے ہوئے آنسو بہہ نکلے۔

"یا اللہ خیر...... اب کیا ہوگا؟"

"تم پریشان مت ہو اللہ کرم کرے گا۔" اسے تسلی دے کر وہ پلٹ گیا تھا۔ فاطمہ وہیں چولہے کے قریب بیٹھ گئی۔

سدید کو چیوا سے رخصتی کے احکامات مل گئے تھے لہٰذا نہ چاہتے ہوئے بھی بوجھل دل کے ساتھ اسے چیوا اور طیب احمد کے گھر سے رخصت ہونا پڑا تھا' تاہم رخصتی سے قبل وہ فاطمہ کے پاس رکا تھا۔

"دروازہ اچھی طرح بند کرلو فاطمہ...... میں نے طلحہ کا پتا چلا لیا ہے وہ ایک دو روز تک گھر آجائے گا' ان شاء اللہ البتہ طیب بھائی کا ابھی کچھ نہیں پتا کہ انہیں وہ لوگ کہاں لے گئے ہیں۔ آپ ایک مضبوط بہادر لڑکی ہیں' میں امید رکھتا ہوں کہ طیب بھائی کی رہائی تک آپ اپنے گھر والوں کا خیال رکھیں گی۔ میں چیوا سے باہر جا رہا ہوں دعا کرنا اللہ مجھے میرے مقصد میں کامیاب کرے۔"

"آمین...... میں دعا کروں گی۔" روئی روئی سی سرخ آنکھوں کے ساتھ صرف ایک نظر اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ سدید ماں جی کے ہاتھ کو بوسہ دے کر شب کے اندھیرے میں طیب احمد کے گھر کی چوکھٹ پار کر آیا۔

❀......❀......❀

چیوا میں سدید کا ورک مکمل ہو چکا تھا۔ اس کا ایک ساتھی "را" کی تحویل میں تھا' اسے اپنے اسی ساتھی کو "را" کی تحویل سے چھٹکارا دلانا تھا۔ چیوا میں قیام کے دوران وہ یہ پتا لگانے میں کامیاب ہو گیا تھا کہ اس کا مطلوبہ ساتھی کس شہر کی جیل میں تھا۔ اس بڑی کامیابی کے بعد کچھ دن پاکستان میں سیف ہاؤس میں رہ کر اسے اپنے افسر کے اگلے حکم کا انتظار کرنا تھا۔ چیوا سے رخصتی کے بعد اس کا اگلا پڑاؤ آزاد کشمیر رجمنٹ تھا۔

چیوا سے اس کے دو ساتھی بھی اس کے ساتھ ہی پاکستان اپنے دیس واپس آئے تھے۔ کپواڑہ میں بھارتی فوج کو کشمیری مجاہدین نے ان کی وحشیانہ حرکتوں پر سبق سکھاتے ہوئے خوب آڑے ہاتھوں لے رکھا تھا۔ سدید اپنے ساتھیوں کے ساتھ بانڈی پورہ سے لولاب اور لولاب سے اجس بانڈی پورہ کے دشوار گزار پہاڑوں اور گھنے جنگلوں کو ہمت و مردانگی سے عبور کرتا کپواڑہ پہنچ گیا تھا۔ سردی ابھی تک اپنے جوبن پر تھی۔ برف کی سفید شال نے بلند پہاڑوں کی چوٹیوں کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ چند روز قبل ہونے والی بھارتی فوج کی شدید فائرنگ کی وجہ سے شاہراہ نیلم مکمل طور پر بند کردی گئی تھی لہٰذا واپسی کے سفر میں سدید کو یہ راستے بھی پیدل عبور کرنے پڑے تھے۔ اربل چلمہانہ سے ہوتا ہوا وہ اپنے دونوں ساتھی افسران کے ساتھ ڈوماری کی بلند و بالا چوٹیوں سے دشمن کے غرور کو پاؤں تلے روندتے ہوئے بارڈر کراس کر رہا تھا۔ اس وقت اس کے ذہن میں اپنی کامیابی کی خوشی کے ساتھ ساتھ طیب احمد کے گھرانے کو در پیش مشکلات اور کشمیر کے چپے چپے میں سسکیاں لیتی انسانیت کا درد کلبلا رہا تھا۔

وہ دعا کر رہا تھا کہ سالوں سے ظلم اور جبر کی چکی میں پستے' سادہ لوح' معصوم کشمیری جلد آزادی جیسی نعمت کو پا کر پھر سے اپنے وطن کی خوب صورت وادیوں میں خوش نما پرندوں کی طرح خوشی کے گیت گائیں۔ کوئی فرعون انہیں جبر اور طاقت کے پنجے میں دبوچ کر شب و روز خون کے آنسو بہانے پر مجبور نہ کرے۔ مسلسل سفر کی وجہ سے سدید کی ٹانگیں شل ہو چکی تھیں۔ بھوک پیاس کی تکلیف کے علاوہ جسمانی تھکن نے اسے بری طرح نڈھال کر چھوڑا تھا۔ برف سے ڈھکے دشوار گزار پہاڑی راستوں پر آگے کو بڑھتا ہوا ہر قدم اس کی تھکن میں مزید اضافہ کر رہا تھا مگر وہ ہار ماننے والا نہیں تھا۔ منزل قریب تھی لہٰذا اسے اپنے حوصلے بلند رکھنے

تھے۔ اس وقت وہ اپنے ساتھی افسران کے ساتھ پہاڑی چوٹی کو عبور کررہا تھا جب اچانک ان کا پاؤں برف کے کوہساروں سے پھسل گیا۔ اس کے پاس سنبھلنے کا کوئی ایک موقع بھی نہیں تھا۔ وادی نیلم کی شاہراہ کے اس پار پہاڑی کی چوٹی سے پھسلتا وہ کئی فٹ نیچے لڑھکتا چلا گیا تھا اس کے ساتھی اس وقت وہاں برف کی وادی میں چاہتے ہوئے بھی اس کی کوئی مدد نہیں کرسکے تھے۔

چاروں طرف بلند و بالا پہاڑ سینہ تانے کھڑے تھے جبکہ پہاڑوں کے دامن میں خودرو جھاڑیوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ پاک آرمی کو اس حادثے کی اطلاع فوری کردی گئی تھی مگر...... سدید علوی کو نہیں ملنا تھا سو وہ نہیں ملا۔ ڈوماری کی چوٹیوں نے پاک آرمی کی ایک نہایت ایمان دار اور قابل افسر کو نگل لیا تھا۔

❁......❁......❁

طلحہ کی رہائی ہوگئی تھی۔ سدید علوی کی اطلاع کے عین مطابق وہ ٹھیک پانچ دن کے بعد اسی ہفتے میں گھر واپس آگیا تھا۔ اللہ یار صاحب گھر پر نہیں تھے۔ چیوا کے گردونواح میں موجود وہ اپنے سیبوں کے باغات کی دیکھ بھال اور پھل کی فروخت و حساب کتاب کے لیے چیوا سے باہر گئے ہوئے تھے۔ طیب احمد کے بارے میں فاطمہ کو مزید اطلاع نہیں مل سکی تھی وہ کہاں کس حال میں تھا خدا کی پاک ذات کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا مگر پھر بھی فاطمہ خوش تھی۔

ننھے طلحہ کی رہائی اس کے لیے بہت بڑی خوشی تھی۔ وہ بار بار اس کا منہ چومتے ہوئے رو رہی تھی جبکہ طلحہ اسے اور نور بانو بی بی کو اپنے ساتھ بستی کے دوسرے لوگوں پر ہوئے بھارتی فوج کے مظالم کی مختلف کہانیاں سنا رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی رہائی کیسے ہوئی خود فاطمہ کو بھی اس کی خبر نہیں تھی تاہم ان کے لیے یہی بہت تھا کہ وہ گھر آگیا تھا۔ نور بانو بی بی کی طبیعت گزرتے ہر دن کے ساتھ بگڑتی جارہی تھی' ان کا بخار تھا کہ اترنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ ادھر چند دن وادی میں سکون رہا تھا کہ پھر بھارتی فوج کی پرتشدد کارروائیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ وہ ایک سرد سوگوار صبح تھی۔ کہر نے چیوا کی فضا کو عجیب سے حزن میں لپیٹ رکھا تھا۔ کل رات سے ایک مرتبہ پھر وادی میں بھارتی فوج کی بکتر بند گاڑیوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری تھا۔

اللہ یار صاحب دو روز کے بعد گھر واپس آئے تھے۔ فاطمہ ناشتا بنارہی تھی جبکہ ننھی عائشے اسکول جانے کی تیاری کررہی تھی۔ اللہ یار صاحب قرآن پاک کی تلاوت سے فارغ ہوکر آئے تو فاطمہ نے ناشتا لاکر پیش کردیا تبھی انہوں نے پوچھا تھا...

''سدید نہیں آیا؟''

''نہیں پاپا...... چند روز پہلے آیا تھا کہہ رہا تھا چیوا میں اس کا کام ختم ہوگیا ہے لہٰذا کہیں اور چلا گیا ہے وہ۔''

''اور طیب؟'' انہوں نے پوچھا اور فاطمہ کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

کیا اس کے لیے یہ آسان تھا کہ وہ انہیں طیب احمد کی گرفتاری کے بارے میں بتادیتی؟ نہیں...... وہ ایک مرے ہوئے انسان کو بار بار نہیں مار سکتی تھی تبھی اس نے جھوٹ بولا تھا۔

''اس کا بھی کچھ پتا نہیں ہے بابا شاید وہ دوسرے علاقوں کی طرف آگے نکل گئے ہیں۔''

''چلو اللہ کی امان میں۔'' قدرے مطمئن ہوکر کہتے ہوئے ابھی انہوں نے پہلا ہی نوالہ توڑا تھا کہ دروازے پر زوردار دستک نے فاطمہ کا دل دھڑکا دیا۔ دستک سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ خیر کی دستک نہیں تھی۔ چولہے میں جلتی لکڑیوں نے ایک دم سے دھواں اگلنا شروع کردیا تھا۔ اللہ یار صاحب روٹی دوبارہ چنگیر میں رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

''میں دیکھتا ہوں۔''

''نہیں آپ رہنے دیں' وادی کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔'' فاطمہ ہراساں ہوکر قریب آئی تھی۔ اللہ یار صاحب نے جواب میں اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

''حوصلہ رکھو بیٹی! اللہ مہربان ہے' مجھ بوڑھے کے ساتھ بھلا کیا دشمنی ہوسکتی ہے ان کو۔''

"دشمنی تو ان کی کسی کے ساتھ نہیں ہے بابا مگر پھر بھی یہ کسی کو نہیں چھوڑتے۔"

"اللہ مالک ہے زندگی اور موت اسی پاک ذات کے ہاتھ میں ہے میں دیکھتا ہوں اب کیا فتور سمایا ہے ان کے دماغ میں۔"

وہ ایک نڈر نیک انسان تھے۔ فاطمہ کو لگا جیسے کسی نے اس کے جسم کا سارا لہو نچوڑ لیا ہو۔ دروازہ اب کے یوں بج رہا تھا گویا کھولنے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی ہوئی تو ٹوٹ جائے گا۔ اللہ یار صاحب نے تیزی سے دروازہ کھول دیا۔ باہر آرمی کے کچھ افراد ہاتھ میں اسلحہ لیے کھڑے تھے۔

"کیا بات ہے کیوں صبح صبح دروازہ پیٹ رہے ہو؟"

"طیب احمد تمہارا بیٹا ہے؟" اللہ یار صاحب کے سوال کے جواب میں ایک فوجی نے آگے بڑھ کر ان کی قمیص کا کالر پکڑ لیا تھا۔

"ہوں میرا بیٹا ہے۔"

"پھر یقیناً اس کے ساتھی بھی تمہارے گھر میں ہی چھپے ہوں گے۔" اللہ یار صاحب کے اقرار کرنے کی دیر تھی کہ چار پانچ فوجی دندناتے ہوئے ان کے گھر میں گھس گئے وہ محض منہ دیکھتے رہ گئے تھے فقط چند لمحوں میں ان کے پورے گھر کو ادھیڑ کر رکھ دیا گیا۔

"کہاں چھپایا ہے انہیں بتاؤ؟" کافی دیر تلاشی کے بعد جب انہیں کچھ نہیں ملا تو انہوں نے اللہ یار صاحب پر اسلحہ تان لیا فاطمہ ننھی عائشہ کو اپنی بانہوں میں دبوچے کھڑی رہی۔ اس کے لب مسلسل کلمہ طیبہ کا ورد کر رہے تھے اللہ یار صاحب نے خود پر تنا ہوا اسلحہ سائیڈ پر کیا۔

"میرے گھر میں کوئی پناہ گزین نہیں ہے۔"

"بکواس کرتے ہو پاگل سمجھتے ہو ہمیں؟" ایک فوجی نے اشتعال میں اتنی زور سے ان کو گن کا بٹ مارا کہ وہ سنبھل بھی نہ سکے اور زمین پر گر پڑے۔

"پاکستانیوں کا ساتھ دیتے ہو ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر ہمیں پکی خبر ملی ہے کہ تمہارے گھر میں پاکستانی ملی ٹینٹ ہائیڈز بنا کر گھسے ہوئے ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"تو سچ کیا ہے بتاؤ۔" ان لوگوں نے اب اس معزز بزرگ کو ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔ گھر سے باہر نکلتے محلے میں کئی عورتوں اور مردوں نے یہ درندگی اپنی آنکھوں سے دیکھی مگر صد افسوس کہ اس وقت کوئی بھی ان کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ جو بھی ان کی مدد کے لیے آتا وہی گولی کا نشانہ بنتا۔

فاطمہ کو نور بانو بی بی نے اپنی قسم دے دی تھی کہ چاہے کچھ ہو جائے وہ گھر کی دہلیز سے باہر قدم نہیں رکھے گی۔ وہ اسی قسم کی ڈوری میں بندھی گھر کے اندر تڑپتی رہی اور باہر بھارتی فوجی اللہ یار کشمیری کو اپنے تشدد کا نشانہ بناتے رہے۔

کافی دیر کی کوشش کے بعد بھی جب وہ ان سے اپنا مطلوبہ جواب حاصل نہ کر سکے تو جاتے ہوئے ان کے سر میں تین گولیاں مار گئے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ہندو راجہ نے جس وقت سات سو روپے فی کشمیری کی قیمت لگا کر کشمیری عوام کا سودا کیا تھا تب سے کشمیریوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا آ رہا تھا مگر...... فاطمہ بنت اللہ یار کے لیے وہ انہونی تھی۔ ایک فرضی خبر پر وہ لوگ اس کے مشفق پرہیزگار باپ کو گولیاں مار کر چلے جائیں گے اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ قیامت کیسے آتی ہے سر پر اچانک آسمان کیسے ٹوٹتا ہے اس وقت اس نے جانا تھا۔ محلے میں کہرام مچ گیا تھا مگر...... اس کے اندر خاموشی اور سناٹا اترتا جا رہا تھا۔

❀......❀......❀

وہ ایک سرد خوش گوار صبح تھی مریہ رحمان کو لندن میں کچھ کام تھا لہٰذا وہ دبئی سے لندن چلی آئی۔ اس وقت وہ لندن کے معروف

شاپنگ سینٹر OXFORD STREET میں شاپنگ کر رہی تھی جب اس نے زاویار کو دیکھا۔ چھ فٹ سے نکلتے ہوئے قد کے ساتھ بے حد ڈیسنٹ حلیے میں ملبوس بلاشک وشبہ وہ اس کی کاپی تھا۔ مریہ کے ہاتھ سرد پڑ گئے۔ اس کا دل اسی لمحے بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ اپنے دوستوں کے جھرمٹ میں وہ اپنے لیے کوئی شرٹ پسند کر رہا تھا جب مریہ کی نظر اس پر پڑی اور پھر جیسے وہیں جم کر رہ گئی۔ وہ اس کا زاویار تھا۔ اس کا بیٹا...... اس کے جگر کا ٹکڑا۔ اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔ وہ خود کو اس کے قریب جانے سے نہیں روک سکی تھی۔

''زاویار......'' اس نے پکارا اور وہ جولی رابرٹ کے ساتھ کسی بحث میں مصروف تھا اس پکار پر بے ساختہ چونک کر پلٹا۔

نظر سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑی مریہ رحمان کو دیکھ کر اس کا دل بھی بہت تیزی سے دھڑکا تھا اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ یوں کبھی سرِ راہ بھی مل سکتی ہیں۔ تبھی اس کی آنکھیں ششدر رہ گئی۔

''جی فرمایئے۔'' اپنے اندر کے مدوجزر پر قابو پاتے ہوئے اس نے یوں پوز کیا جیسے وہ ان کو حقیقتاً جانتا بھی نہ ہو۔ مریہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے کیا کہے۔ آنکھیں تھیں کہ بے دریغ آنسو لٹائے جارہی تھیں تبھی وہ بولا تھا۔

''کچھ کہنا ہے آپ کو؟''

''ہوں۔'' لب بھینچتے ہوئے وہ بے اختیار سر اثبات میں ہلارہی تھی۔ زاویار کے ساتھ جولی رابرٹ اور ایبک نے بھی اسے خاصی حیرانی سے دیکھا۔

''جی کہیے......'' وہ یوں بے گانہ بن گیا تھا۔ جیسے جانتا ہی نہ ہو کہ وہ اس کی ماں ہے۔ مریہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے کیا کہے؟ جولی رابرٹ نے اسی وقت ایبک کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

''مجھے یہ عورت زکی کی موم لگتی ہے ان کے نقش زاویار سے کتنے ملتے ہیں۔''

''ہوں، مجھے تمہاری بات سے مکمل اتفاق ہے۔''

ایبک نے سر ہلا کر اس کے خیال کی تصدیق کی تھی جبکہ زاویار اپنے اندر کی آتش فشاں کو چھپائے خاموش سرد نگاہوں سے مریہ کے چہرے کی طرف دیکھے جارہا تھا۔ کچھ لمحے ہونٹ بھینچ کر آنسو بہانے کے بعد مریہ نے اس سے کہا تھا۔

''کیا ہم کہیں بیٹھ کر بات کرسکتے ہیں؟''

''شیور۔'' زاویار کے کندھے اچکانے پر ایبک نے اسے خاصی حیران نگاہوں سے دیکھا تھا۔ وہ شخص اتنی آسانی سے اپنے کسی بھی رشتے کو معاف کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

ہجر میں تیرے جو میں نے گزاری ہیں
ان راتوں کا حساب کون دے گا
بانجھ منظروں میں قید تتلیوں کو
رہائی کے گلاب کون دے گا

وہ جو اندھیروں میں بیٹھی تنکے سے کوئلہ کی راکھ ادھر ادھر کر رہی تھی۔ منہ اٹھا کر استانی جی کو دیکھنے لگی۔

''کیوں نیستی پھیلا رہی ہے ادھر بیٹھی اٹھ نماز پڑھ لے۔''

''اماں تجھے پتا ہے چاند نظر آ گیا ہے رمضان کا......''

''اچھا......'' استانی جی دھیرے سے اچھا کہہ کر بے تاثر چہرے کے ساتھ وضو کرنے چل دیں۔ وہ جانتی تھی کہ اس اچھا میں کتنا طوفان چھپا ہے۔

''اٹھ جا اب......'' وہ وضو کر کے اسے ایک بار پھر پکارنا نہ بھولیں۔

اس نے تنکیا پھینکا اور دامن جھاڑ کر کھڑی ہو گئی۔ دروازے پر ہلکا سا کھٹکا ہوا۔ اس نے چونک کر بند دروازے کو دیکھا۔ اس کی نظریں اداسی سے پلٹ آئیں۔

وہ نماز پڑھ کر ایک بار پھر اپنی مخصوص جگہ پر آ بیٹھی۔ ستون سے سر ٹکا کر آسمان کو تکنے لگی۔ دور کہیں باریک سا چاند اسے نظر آنے لگا تھا۔ وہ بھی تو یہ چاند دیکھ کر ہی گیا تھا......

''دیکھ سسی مان جاناں...... تیرا پنوں تجھ سے التجا کر رہا ہے'' وہ جب روٹھتی تو اسے اسی طرح مناتا۔

رمضان کا چاند دیکھتے ہی وہ چھت پر چلی آتی تو وہ بھی اس کے پیچھے چلا آتا۔ وہ ہر بار اس کے اس انداز پر کھلکھلا کر ہنس دیتی۔ لیکن اب کے اس نے بات ہی ایسی کی تھی وہ مسکرا بھی نہ سکی تھی بلکہ اس کے رونے میں اور شدت آ گئی۔

''مجھے صبح ویلے نکلنا ہے تو اسی طرح منہ پھلا کر مجھے رخصت کرے گی......؟'' وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر بولا۔

''میں تیرے بنا مر جاؤں گی سانول......؟'' وہ روتے روتے اس کے سینے سے جا لگی۔

''جھلی میں تجھ سے وعدہ جو کر رہا ہوں۔ عید کے چاند پر آ جاؤں گا ناں۔ بس یوں چٹکی بجاتے ہی گزر جائے گا رمضان۔'' وہ اسے اپنے سے دور کرتا کندھوں سے پکڑ کر بولا۔ ''اچھا تو مجھے لسٹ بنا دے میں تیرے لیے ڈھیر

سامان لاؤں گا۔"

"مجھے کچھ نہیں چاہیے' سانول بس تو نہ جا میرا دل قابو میں نہیں آرہا تیری جدائی پر......"

"او پگلی یہ تیرا دل تو کئی صدیوں سے میرے پاس ہے قابو کیسے آئے گا۔" وہ اس کی چھوٹی سی ناک پکڑ کر بولا۔

"اچھا چل وعدہ چاند والی رات پر تیرے لیے ست رنگی چوڑیاں لاؤں گا۔ اب یہ آنسو پونچھ لے اور میرا سامان باندھ دے۔ چل جلدی کر سحری کرتے ہی نکلنا ہے مجھے۔" وہ بے دلی سے اس کا سامان باندھتی رہی۔ وہ پلنگ پر لیٹا اس کے چہرے کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

وہ قریبی شہر میں نوکری کرتا تھا۔ صبح فجر پڑھ کر جاتا تو مغرب تک لوٹ آتا۔ اب اس کے سیٹھ کو نہ جانے کیا سوجھی وہ اپنے مال کا اسٹال لگوانے اسے لاہور بھیج رہا تھا ایک ماہ کے لیے۔

اسے رخصت کرتے ہی آنسوؤں کا بند ٹوٹ گیا وہ وہیں بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ استانی جی زبردستی اسے کمرے تک لائیں۔ وہ نڈھال ہو کر گر گئی۔ بچپن سے جوانی تک وہ ایک دن بھی اس سے جدا نہیں ہوئی تھی۔ اس کی ماں کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ اس کا باپ کھیتی باڑی کرنے جاتا تو اسے استانی جی کے گھر چھوڑ جاتا۔ شام میں اسے واپس گھر لے آتا۔ صاف ستھری نہائی دھوئی بچی ملتی تو ہاتھ اٹھا کر استانی جی کو دعائیں دیتا۔ استانی جی کے پاس پورے علاقے کے بچے قرآن پاک پڑھنے آتے تھے۔ اس کے اندر بھی علم کا دیا استانی جی نے ہی روشن کیا تھا۔ وہ پردے کے قابل ہوئی تو انہوں نے سانول کے لیے پیغام ڈال دیا اس کے باپ کے پاس۔

یوں چھوٹی سی عمر میں سانول سے نکاح ہو گیا۔ گاؤں کا اسکول آٹھویں جماعت تک تھا۔ اس نے سانول کی مدد سے نویں دسویں کا پرائیویٹ امتحان دے دیا۔ پھر انٹر تک پرائیویٹ ہی پڑھا۔ امتحان دینے جب سانول کے ساتھ جاتی وہ شام کو ڈھیر ساری چیزیں کھلاتا ہوا لاتا۔ کبھی گول گپے' کبھی آئسکریم' کبھی برگر۔ سانول کبھی موڈ میں آ کر بائیک تیز چلاتا تو وہ اس کا کالر مضبوطی سے پکڑ لیتی اور وہ خوب مذاق اڑاتا۔ دو ماہ پہلے ابا کے انتقال پر استانی جی سادگی سے رخصت کر کے اسے اپنے گھر لے آئی تھیں۔ سانول پڑھا لکھا تھا اچھا کماتا تھا۔ نہ جانے اس کے سیٹھ کو کیا سوجھی کہ اسے اس سے جدا کر دیا۔ گاؤں میں فون کے سگنل نہ آتے تھے۔ پر ڈاکیا تو آتا تھا۔ اس کے منہ سے سسکی نکلی۔

باریک سا چاند بادلوں کے پیچھے چھپ چکا تھا۔ آسمان پر اندھیرا تھا گہرا سیاہ اندھیرا۔ اس کی تقدیر کی طرح ایک سال۔ پورا ایک سال ہو گیا تھا اس دشمن جاں سے ملے ہوئے نہ جانے وہ کہاں کھو گیا تھا۔ کسی کو بھی اس کے بارے میں پتا نہ تھا۔ سیٹھ بھی وہاں چلا گیا تھا۔ کون ڈھونڈتا اسے اتنے بڑے شہر میں...... کس کا گریبان تھام کر کہتی کہ میرا سانول لا دو مجھے۔

آہٹ پر مڑ کر دیکھا استانی جی چولہے پر کوئلہ جمع کر رہی تھیں۔ شاید سحری کا وقت ہونے والا تھا۔ وہ اٹھی اور تہجد کی نیت باندھ لی۔

......☆☆☆......

"تو کب تک اس کے نام پر بیٹھی رہے گی ایک سال ہو گیا ہے۔ کوئی خبر ہی نہیں۔ میں تو کہتی ہوں جاجی کے لیے ہاں کر دے......" پروین اس کی بچپن کی سہیلی تھی۔ جاجی چپکے چپکے کسی کے لیے اپنی محبت دل میں لے کر بیٹھا تھا۔ لیکن ادب و احترام کی وجہ سے کبھی اظہار نہ کر سکا۔ آج وہ اسے سمجھانے بیٹھی تھی۔

"تیرا دماغ ٹھکانے پر تو ہے پری...... تو نے ایسا سوچا بھی کیسے میرا سانول گم ہوا ہے مجھے چھوڑ کر نہیں بھاگا۔ اور گم ہوئی چیزیں مل جایا کرتی ہیں۔" پروین کی بات پر وہ تڑپ ہی تو گئی۔

"دماغ تیرا ٹھکانے پر نہیں ہے اگر آنے والا ہوتا تو جاتا ہی کیوں...... شہر گیا ہے وہ شہر۔ جہاں جا کر لوگ دوسری شادی کر لیتے ہیں۔ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتے۔" وہ

لبنیٰ نسیم

السلام علیکم تمام اسٹاف اور تمام پڑھنے والوں کو میرا سلام۔ امید ہے تمام لوگ بخیر و عافیت ہوں گے تو جناب آتے ہیں تعارف کی طرف۔ میرا نام لبنیٰ نسیم ہے۔ میں ایک بہت ہی پیارے گاؤں پرہ زئی میں پیدا ہوئی۔ حال ہی میں میٹرک کیا ہے۔ ہماری فیملی بہت مختصر ہے۔ میں بہنیں ماما جانی اور بابا جانی ہیں۔ ہم جوائنٹ فیملی میں رہتے ہیں۔ میری بہت ساری کزنز ہیں۔ شازیہ آپی ہاجرہ عائشہ عالیہ سلمیٰ عظمیٰ طاہرہ نگینہ۔ میرا بہت ہی پیارا کزن حسن نوید ہے جو مجھے تمام کزنز میں بہت زیادہ پسند ہے۔ مجھے کوکنگ کا بہت شوق ہے۔ کھانے میں مجھے چاول بہت پسند ہیں۔ پھولوں میں ہر قسم کے پھول اچھے لگتے ہیں۔ میرا فیورٹ رنگ کالا ہے اس کے علاوہ آنچل کی تمام رائٹرز مجھے بے حد پسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو پرسکون رکھے آمین۔

بول رہی تھی کسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''تو..... تو جھلی ہوگئی ہے۔ بے کار ہے تجھے سمجھانا۔'' پروین نے غصے سے اپنے منہ پر سے اس کا ہاتھ ہٹایا اور بولتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔

''میں ہی پاگل تھی جو تجھے سمجھانے میں اپنا وقت ضائع کیا۔ جارہی ہوں افطاری کی تیاری بھی کرنی ہے وہ پردہ ہٹا کر باہر نکل گئی۔'' سسی ہلتے پردے کو سن ہوتے دماغ کے ساتھ دیکھتی رہی۔

ہر رات اس کی صحن میں تارے گنتے گزرتی۔ آج کی رات پروین کی باتوں کی وجہ سے وہ بے سکون ہوگئی۔ استانی جی وضو کرنے آگے بڑھیں تو وہ پکار اٹھی......

''اماں'' ان کے بڑھتے قدم رک گئے۔

''اماں تم نے پروین کی باتیں سنی تھیں وہ جھوٹ بولتی ہے ناں سانول ایسا نہیں ہے ناں؟ وہ ضرور کسی پریشانی میں پھنس گیا ہے۔'' اس کی آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی۔

''تو سمجھتی ہے کہ وہ کسی پریشانی میں ہے تو دعا کر اس کے لیے۔ دعا ہر مشکل ہر پریشانی کو حل کردیتی ہے۔ تجھے پتا ہے یہ وقت کتنا قیمتی ہے۔ تہجد کے وقت اللہ اور بندے کا تعلق بے حد قریب ہوتا ہے۔ جب تمام عالم خواب غفلت میں ہوتے ہیں۔ بندہ اپنے رب سے گڑگڑا کر دعا کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ ایک منادی ہوتی ہے۔ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں..... تو مانگ رب سے اپنے سہاگ کی سلامتی۔ اس کے گناہوں کی معافی اپنے گناہوں کی معافی۔ تیری دعا ضرور قبول ہوگی۔ یقین کے ساتھ مانگ کہ رب سائیں تجھے دیکھ رہا ہے۔ ایسے بیٹھ کہ کشتی نہ پھیلا۔''

''میری دعا قبول نہیں ہوتی اماں۔'' وہ اپنے ہاتھ آگے پھیلائے ہوئے بولی۔

''ایسا نہ کہہ کفر کا جملہ ہے یہ۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان وہ چیز مانگ لیتا ہے جس کا انسان اہل نہیں ہوتا۔ تو رب سائیں پہلے اسے اس قابل بناتا ہے پھر عطا کرتا ہے۔''

''تو کیا میں سانول کے قابل نہیں ہوں اماں......؟'' وہ گہرے دکھ سے بولی۔

''ایسی بات نہیں میں تو تجھے ایک بات سمجھا رہی ہوں۔ میری عقل جہاں تک کام کرے گی میں وہی تک سمجھاؤں گی ناں۔''

''اماں.....تم مطمئن کیسے رہتی ہو......؟ مجھے قرار نہیں آتا.....'' وہ اپنے خالی ہاتھوں پر نظریں جما کر بولی۔

''میرا دل خدا پر یقین رکھتا ہے' تو بھی خدا پر یقین رکھ۔ تو بھی دعا پر یقین رکھ ایک دن چپکے سے وہ آجائے گا۔ تجھے تو پتا ہے حیران کرنے کی عادت ہے اس کی۔''

پیارے نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو یوں نہ کہے کہ اے اللہ تو چاہے تو بخش دے۔ بلکہ مضبوط اور پختگی کے ساتھ سوال کرے اور جو کچھ مانگ رہا ہو پوری رغبت سے مانگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی چیز کا عطا فرما دینا مشکل نہیں ہے۔ اور نبی پاک ﷺ یہ بھی فرماتے ہیں بلاشبہ تمہارا رب کریم ہے۔ جب اس کا بندہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے تو ان کو خالی واپس کرتا ہوا شرماتا ہے۔ اور سن لے میرے اطمینان کی وجہ بھی یہی ہے کہ نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں۔

''دعا کرنے سے عاجز نہ ہو جاؤ کیونکہ دعا کا ورد رکھتے ہوئے کوئی شخص برباد نہیں ہوسکتا۔''

''اماں میں تو بہت گنہگار ہوں اللہ سائیں تو مجھ سے ناراض ہوگا ناں۔'' وہ آنسوؤں سے تر چہرہ لیے بولی۔

''ایسے نہیں کہتے بیٹی تجھے بتا تو رہی ہوں۔ مانگ لے اپنے رب سے گناہوں کی معافی' اپنے بھی اور اپنے سہاگ کی بھی۔ تجھے معافی ضرور مل جائے گی پھر تو افطار کے وقت بھی دعا مانگنا اس وقت کی مانگی ہوئی دعا بھی ضرور قبول ہوتی ہے۔''

''ٹھیک ہے اماں میں خدا پر یقین رکھ کے دعا کروں گی پھر سانول آجائے گا ناں؟'' وہ ان کا ہاتھ تھام کر بڑی آس سے بولی۔

''ہاں بہت جلد آجائے گا۔ ان شاء اللہ.....'' کہتے کہتے ان کی آواز بھرانے لگی تھی۔ استانی جی ایک بار بھی اس کے سامنے نہیں روئیں تھیں۔ ہر پل اسے سمجھاتی رہیں کبھی نہیں لگتا کہ اب وہ واقعی تھکنے لگی ہیں جوان اولاد کی گمشدگی کوئی چھوٹا غم تو نہ تھا ان کے لیے' اس کی راتیں اور دن بس دعا مانگنے میں گزرنے لگیں۔

کبھی تو دعا کر کے اتنی پر یقین ہو جاتی کہ الماری کھول کر کھڑی ہو جاتی کہ آج وہ آئے گا تو اس کی پسند کا جوڑا پہنوں گی۔ اداس سی مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کرلیا تھا۔ وہ رگڑ رگڑ کر صحن صاف کر رہی تھی آج عید کا چاند ہونے کا اندیشہ تھا۔ تپتی ہوئی دھوپ صحن میں پڑ رہی تھی۔ روزے کی وجہ سے اس کے حلق میں کانٹے پڑنے لگے۔ اس نے آنکھ اٹھا کر اوپر دیکھا۔ تیز چمکتے سورج کی وجہ سے نگاہیں آسمان پر ٹھہر نہ سکیں۔ اسے یاد آیا آج مانگنے کا آخری دن ہے۔ وہ عید کے چاند کا وعدہ کر کے گیا تھا۔ وہ جھاڑو چھوڑ کر گیلے فرش پر بیٹھ گئی۔ اور ہاتھ اٹھا دیئے۔ خوب رو رو کر دعا مانگنے لگیں۔ استانی جی جو کمرے کے دروازے تک اسے کچھ کہنے آئی تھیں اسے اس حال میں دیکھ کر تڑپ گئیں اور ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا ''رب سائیں اس یتیم بچی کی دعا سن لے۔ بوڑھی ماں کے دل کی آواز سن لے۔''

خوب رو چکنے کے بعد اس کے دل کو یقین ہوگیا وہ ضرور آئے گا۔ اس کا دل مطمئن ہوگیا تھا۔ جلدی جلدی کام نمٹا کر اس نے افطاری کا انتظام کیا۔ افطاری کے بعد پڑوس سے بچی کو بلا کر اپنے ہاتھوں پر مہندی کے بیل بوٹے بنوائے۔ چاند نکلنے کے شور کے بعد خوب ساری دعا مانگ کر وہ نہانے چلی گئی۔ استانی جی کو اس کی حرکت دیکھ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سانول کا کوئی خاص پیغام اسے ملا ہے۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہیں اور اس کا یقین نہ ٹوٹنے کی دعا کرتی رہیں۔

اس نے نہا کر کاجل لگایا۔ بال کمر پر کھلے چھوڑ دیئے۔ اس کی رنگت دمک رہی تھی گو کہ اب اس کی رنگت وہ نہیں رہی تھی آنکھوں کے گرد حلقے بھی پڑ گئے تھے مگر اتنے عرصے بعد سنگھار کر کے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ استانی جی نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری۔

عشاء کی نماز کے بعد وہ آنکھوں میں انتظار کے دیے لیے اپنی مخصوص جگہ پر آ بیٹھی۔ رات قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔ گھر کے باہر اب شور کی آوازیں ہلکی ہونے لگی تھیں۔

اس نے دروازے سے نگاہیں ہٹا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ ہلکی سی بھی ہوا چلتی تو وہ چونک اٹھتی۔ ساری رات آنکھوں میں انتظار لیے بیٹھی رہی۔ فجر کی اذان کی آواز پر اس کی امیدوں نے دم توڑ دیا تھا۔ وہ ہاتھ جھاڑتی کھڑی ہوگئی۔ اکڑی ہوئی کمر کو ہاتھ پیچھے کر کے دھیرے دھیرے دبانے لگی۔

فجر کی نماز پڑھ کر دعا میں اللہ سے شکوہ کرنا نہ بھولی۔ عید کے چاند پر آنے والا اس چاند رات میں بھی نہیں آیا۔ عید کی صبح طلوع ہوگئی تھی۔

چائے بنا کر اس نے استانی جی کو دی اور خود وہیں کانٹوں بھری جگہ پر آ بیٹھی۔ باہر سے ہلکے ہلکے شور کی آوازیں آنا شروع ہوگئی تھیں۔ بچے جھولوں کی طرف جا رہے تھے۔ عید کی صبح ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا اسے لگا سانول اس کے آس پاس ہے۔ وہ اس کی خوشبو محسوس کرنے لگی۔ اپنے قریب بہت ہی قریب ستون سے ٹیک لگائے اسے اونگھ آنے لگی۔ وہیں بیٹھے بیٹھے وہ سو گئی۔ سوتے سوتے وہ خواب دیکھنے لگی۔ سانول اسے اپنی بانہوں میں لیے پیار بھری باتیں کر رہا ہے وہ کھلکھلا کر ہنسی۔ اپنی ہی ہنسی کی آواز سے وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ وہ اسی جگہ پر تھی۔ یک دم اس کی آنکھوں پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا۔

اس نے اپنے نرم ہاتھ مضبوط ہاتھوں پر پھیرے اور بے آواز اس کے ہونٹ ہلے۔

''سانول......'' وہ تیزی سے کھڑی ہوگئی۔ سانول اس کے سامنے تھا۔ لیکن یہ وہ سانول نہیں تھا۔ یہ کوئی ہڈیوں کا ڈھانچا تھا۔ چہرے پر جابجا نشانات تھے۔ وہ اس کے ایک ایک نقش کو چھو کر محسوس کرنے لگی۔ اسے لگا وہ کسی خواب میں ہے۔ سانول نے اس کے ہاتھوں کو چوما اور اسے گلے لگا لیا۔

"عید مبارک۔" وہ اس کے سینے سے لگی آہستہ آہستہ سسکنے لگی۔ اس کی آواز اب چیخوں میں بدل گئی۔

استانی جی جو چائے پی کر پڑوس میں چلی گئی تھیں واپس آئیں تو سامنے کا منظر چوکھٹ سے دیکھ کر لڑکھڑا گئیں۔

"سانول میرا بچہ..... میرا لال....." وہ اسے ساتھ لیے تیزی سے ان کے پاس آیا اور ماں کو بھی اپنے ساتھ لگالیا۔

"یہ..... یہ کیا ہوگیا تجھے کیسا حال ہوگیا تیرا سانول..... میرا بچہ تو کہاں چلا گیا تھا.....؟" وہ اس کا چہرہ تھامے سوال پر سوال کیے جارہی تھیں۔

"اماں سانس تو لینے دو۔ بتاتا ہوں۔" وہ نم آنکھوں سے مسکرا کر بولا تو سسی کو بھی خیال آیا نہ جانے کہاں سے آیا ہے۔ تھکا ہوا ہے۔ وہ یک دم پیچھے ہٹ گئی۔ مٹکے سے پانی لاکر اسے دیا اور چائے بنانے چلی گئی۔

چائے کے ساتھ بسکٹ' نمکو اور جانے کیا کیا لے آئی اور سامنے والے پلنگ پر ٹک گئی۔ سانول نے ایک نظر ان ساری چیزوں پر ڈالی اور پھر اس پر۔

"میں نے شہر جاکر تین دن اسٹال لگایا۔ بہت اچھی آمدن ہوئی میرے پاس۔ میرے سیٹھ نے خوش ہوکر آدھا پرافٹ مجھے دینے کو کہا۔ چوتھے روز سادے لباس میں دو آدمی میرے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تھانے سے آئیں ہیں اور ہمیں دو ہزار دو ورنہ ابھی تمہارا یہ اسٹال الٹ دیں گے۔ میں نے سوال جواب کیے تو انہوں نے مجھے مارا اور سفید رنگ کی کار میں گھسیٹ کر بٹھا دیا۔ بعد میں مجھے جب ہوش آیا تو میں ایک فیکٹری میں تھا۔ وہاں پر کئی مزدور کام کررہے تھے۔ مجھے جیسے ہی ہوش آیا ایک آدمی نے مجھ پر لاتوں کی بارش کردی اور کام پر لگادیا۔ وہاں نہ ہمیں کھانا ملتا نہ کچھ جب بھی بھوک سے بے حال ہونے لگتے پتلی دال کھانے کو ملتی۔ وہ لوگ کئی سالوں سے اسی طرح وہاں تھے۔

رمضان کے بیسویں روزے کو وہاں پولیس کی ریڈ ہوئی اور حیرت کی بات کہ پولیس کے پاس کوئی نامعلوم خبر آئی جس نے انہیں وہاں کا ایڈریس دیا۔

وہاں سے باہر نکلتے ہوئے ہمیں پتا چلا کہ ہم زمین کے اندر تہہ خانے میں تھے۔ سب کے رشتہ داروں کو بلایا گیا۔ میں نے سیٹھ کا نمبر دے دیا۔ ہماری حالت ایسی نہ تھی کہ ہم گھر پہنچتے۔ مجھے انہوں نے ایڈمٹ کرادیا۔ وہاں دس دن سے میرا علاج چل رہا تھا۔ اس وقت اگر تم لوگ میری شکل دیکھتے تو پہچان نہ پاتے۔ کل ہی ڈاکٹر نے چھٹی دی۔ میرا سیٹھ بہت اچھا ہے۔ اس نے مجھے کچھ رقم کیش دے دی اور کچھ میں نے تم لوگوں کے لیے سامان خریدا اور آج صبح سویرے فوراً ہی نکل آیا۔ یہاں عید کی نماز پڑھ کر شکرانے کے نفل پڑھ کر تمہارے سامنے ہوں۔"

وہ اب بیگ سے سامان نکال رہا تھا۔ سسی اور استانی جی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ "چل اب تو آرام کرلے۔ میں بھی شکرانے کے نفل پڑھ لوں۔" استانی جی اس کے ماتھے پر بوسہ دیتی کمرے سے نکل گئیں۔ وہ پلنگ پر لیٹ گیا۔

"تجھے پتا تھا سسی میں آج آؤں گا.....؟" وہ اس کی گلابی قمیص کا دامن تھام کر بولا۔

"ہاں مجھے یقین تھا سانول میں نے رب سائیں سے دعا کی تھی کہ مجھے یہ عید اپنے سانول کے ساتھ گزارنی ہے۔" وہ شرماتے ہوئے بولی۔

اس نے سسی کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے قریب کرلیا اور اپنی پیاسی آنکھوں کو اس کے دلکش روپ سے سیراب کرنے لگا۔

زندگی پھولوں کی سیج ہے

شازیہ مصطفیٰ

ادھورا ہے ہر اک سپنا ہمارا
کبھی جھولے، کبھی ساون نہیں ہے
یہ مر جاتی ہے اپنی موت خود ہی
محبت کا کوئی دشمن نہیں ہے

وہ گھر میں داخل ہوا تو کوئی چیز جلنے کی بو آ رہی تھی۔ گھبرا کے تیزی سے کوریڈور کا ڈور کھول کے اندر کی طرف داخل ہوا' کچن میں اسے بابا کچھ کرتے ہوئے نظر آئے۔

''کیا جلا دیا بابا آپ نے؟'' وہ ہال روم کا پنکھا آن کرنے سوئچ بورڈ تک آیا پورے گھر میں دھواں ہی دھواں ہو رہا تھا۔

''کیا کر رہے ہیں بابا بیٹھے آپ۔'' اس نے زبردستی سلطان احمد کو ہٹایا جو پتہ نہیں کیا پکاتے میں اتنے مگن تھے۔

''یار بھوک لگ رہی تھی پراٹھا بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔'' وہ واقعی بھوک سے بے حال لگ رہے تھے۔

''یہ پراٹھا آپ سے نہیں بنے گا' میں نے پراٹھے لا کے تو رکھے تھے وہ کیوں نہیں فرائی کر کے کھایا۔''

''صبح ہی ختم ہوئے ہیں فراز نے کہا اتنے چھوٹے چھوٹے پراٹھے میرے چار نوالے بھی نہیں ہوتے۔''

''یہ فراز بھی بس میں پورے آٹھ پیکٹ لایا تھا۔''

''وہ تمہاری لاڈلی دو پیکٹ بنا کے اسکول لے گئی ہے کہہ رہی تھی اس کی فرینڈز نے آج پارٹی رکھی ہے سب کچھ نا کچھ گھر سے لا رہے ہیں اس لیے وہ پراٹھے لے گئی۔'' بابا نے تفصیل سے دونوں کے بارے میں بتایا وہاج ان کے لیے بریڈ سیک رہا تھا۔

''لیجیے آپ کا کھانا ریڈی ہے۔'' ٹرے میں بریڈ اور دو انڈے فرائی کر کے ان کے آگے رکھے۔

''بابا اب آپ سیریس ہو کے سوچ لیں پورا دن اکیلے پڑے رہتے ہیں اور اس میں برائی بھی نہیں ہے کم از کم گھر میں کوئی عورت تو آئے گی۔'' وہ خاصے سنجیدہ لہجے میں بولا اور ایسے بولا جیسے ان کا بزرگ ہو۔ سلطان احمد نے خاصے تیکھے تیوروں سے اسے گھورا کیونکہ وہاج کا روز کا سبق یہی ہوتا تھا۔

''جوان اولادوں کے آگے میں شادی کرتا اچھا لگوں گا۔''

''بابا آپ ابھی بھی ڈیشنگ اور ہینڈسم ہیں' میرے بڑے بھائی لگتے ہیں۔''

''زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔'' وہ جھینپ کے ذرا غصہ بھی ہوئے اس وقت انہیں بھوک زیادہ لگ رہی تھی اور وہ اس روز روز کے موضوع سے بےزار ہو گئے تھے۔

''میں نے تم لوگوں کو سر چڑھا رکھا ہے اسی لیے تم آج باپ کو یہ مشورے دے رہے ہو' شادی مجھے تمہاری کرنی ہے کان کھول کے سن لو۔'' انہوں نے قطعی اور حتمی فیصلہ دیا۔ وہ انہیں دیکھنے لگا' سلطان احمد نے صرف اپنے بچوں کی وجہ سے دوسری شادی کا نہیں سوچا تھا روحہ صرف چند ماہ کی تھی اور سائرہ بیگم صرف بخار میں مبتلا ہو کے چھوڑ کے چلی گئی تھیں۔ ننھی روحہ کو انہوں نے کیسے پالا وہی جانتے تھے۔ وہاج اس وقت چودہ سال کا اور فراز سات کا تھا وہاج نے بھی اپنے دونوں چھوٹے بہن بھائی کو بہت اچھی طرح رکھ کے بابا کا ساتھ ہی دیا تھا۔

''یہ ناممکن ہے۔'' وہ اٹھنے لگا۔

''وہاج تمہاری عمر ہو گئی ہے شادی کی اور میں سمجھتا ہوں کہ بہو گھر آئے گی تو گھر کو وہی سنبھالے گی۔''

''ضروری ہے وہ گھر ہی سنبھالے کیا پتہ گھر ہی الگ بنالے۔'' وہ ترکی بہ ترکی بولا۔

''تم خود کو مضبوط بنا کے رکھو گے اور محبت اور پیار سے تو کیوں الگ گھر بنائے گی وہ۔''

''میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ کیا پتہ اسے آتے ہی سسر اور دیور نند کھٹکنے لگے کیونکہ اکثر لڑکیاں الگ گھر کی فرمائش کرتی ہیں شادی کے بعد۔''

''بلاوجہ کوئی لڑکی الگ گھر کی فرمائش نہیں کرتی۔''

سلطان احمد اس کی الٹی سیدھی باتوں سے اکثر پریشان اور فکر مند ہوجاتے تھے۔ وہ شادی کا مفہوم ہی غلط سمجھتا تھا جبکہ وہ سمجھتے تھے روحہ بڑی ہورہی ہے تو گھر میں ایک عورت کا ہونا ضروری تھا۔

''بابا آپ کو نہیں پتہ یہ لڑکیاں کبھی میچور ہوتی ہی نہیں۔ بے وقوف عقل کا خانہ خالی..... اگر ہر لڑکی سمجھداری سے چلے تو ملک میں سدھار آجائے۔''

''فضول کی بات نہیں کرو تمہیں اپنے گھر کی سدھار کی ضرورت ہے ملک کے سدھار کی فکر چھوڑو۔'' انہوں نے درشت لہجے میں اسے سرزنش کی۔ وہاج مسکرانے لگا وہ اکثر ایسے ہی بات کو گھماتا تھا۔

''مگر یہ طے ہے میں شادی بالکل نہیں کروں گا۔'' وہ بھی پُرزور لہجے میں جتا کے چلا گیا۔

''بے وقوف لڑکے تمہیں بھی بیوی کی ضرورت ہے یہ جو ہر وقت غصہ سوار رہتا ہے بے ترتیبی کی وجہ سے وہ سب ختم ہوجائے گا۔'' وہ بھی نوجوانوں کے تقاضوں کو خوب سمجھتے تھے۔

''غصہ تو مجھے آپ کی ضد پر سوار رہتا ہے آپ ہی شادی کرلیں۔'' اس نے ہانک لگائی۔

''زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ میں تمہارا بائیکاٹ کردوں گا۔'' بابا کی آخری دھمکی بس یہی ہوتی تھی وہ کرتے بھی ایسا ہی تھے ایک دو دن تک وہاج سے بات کرنا بند کردیتے تھے۔

''اچھا سنیں مجھے بتادیں رات کے لیے کیا لاؤں۔''

''روحہ اور فراز آجائیں کوچنگ سے پھر ان سے پوچھ کے لانا۔'' سلطان احمد ڈائننگ ٹیبل سے ٹرے اٹھا کے کچن میں لے گئے وہ خاصے کمزور اور بیمار بھی رہنے لگے تھے۔ بلڈ پریشر بات بات پر بڑھ جاتا تھا۔ شوگر الگ ہوگئی تھی۔ میٹھے کے شوقین تھے اور اب چھپ کے کھاتے تھے۔

◉.....☾.....◉

''واہ بھائی کیا زبردست سین تھا بس ہیرو ہیروئن سے محبت کا اظہار نہیں کرتا تھا۔''

''تم آہستہ بولا کرو امی نے سن لیا تو پھر سے زبردست ڈانٹ پڑے گی۔'' شبنم بھابی نے اسے سمجھایا۔

''آہستہ ہی تو بول رہی ہوں۔'' طائشہ نے ڈائجسٹ جلدی سے ریک میں چھپایا امی کی ڈانٹ پڑسکتی تھی کیونکہ وہ یہیں لاؤنج کی طرف آگئی تھیں۔

''تم ایسے ہی بیٹھی ہو منیب کے کپڑے استری کرنے کو کہے تھے ادھر آکے بیٹھ گئی۔'' انہیں وہ ٹی وی دیکھتی نظر آئی تو وہ سرزنش کیسے بنا پھر بھی نہیں رہی تھیں۔ طائشہ کا منہ بن گیا۔

''امی مارننگ شو ہی تو دیکھ رہی ہوں۔'' شبنم بھابی مسکرا رہی تھیں وہ صبور کے لیے فرائیڈ رائس بنانے کی تیاری کررہی تھیں وہ صبح اسکول جاتے ہوئے لنچ میں بنانے کی فرمائش کرکے گیا تھا۔

''تمہارے مارننگ شو کو آگ لگے اٹھو جلدی استری کرو اور ہاں اس کی الماری کے کپڑے بھی تہہ کرکے رکھ دینا سارے بکھرے پڑے ہیں۔''

''امی میں اکلوتی ہوں ذرا بھی آپ میرا خیال نہیں کرتی مجھے تو ایسا لگتا ہے میں لے پالک ہوں۔'' وہ منمناتی ہوئی چڑ کے گویا ہوئی۔

''زیادہ فضول بکنے کی ضرورت نہیں، تمہارا کیا مطلب ہے اکلوتی ہو تو سر پر بٹھالوں۔''

''امی میں اب ایسا بھی نہیں کہہ رہی۔'' امی نے ٹی وی آف کردیا تو وہ اور کھسیا گئی۔

''تمہارے باپ اور بھائی نے تمہیں ناکارہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی سسرال جاکے بس یہ رسالے ٹی وی اور ڈرامے ہی تو دیکھو گی۔''

''کیا مطلب ہے سسرال جاکے لڑکی کو یہ سب دیکھنا منع ہوتا ہے۔'' وہ ترکی بہ ترکی بولی۔

''فضول کی باتیں کروالو اس سے تو بس۔''

''جاؤ طائشہ امی تم سے جو کہہ رہی ہیں وہ کرو کیوں انہیں غصہ دلاتی ہو۔'' شبنم بھابی نے اسے پیار سے سمجھا کے اٹھنے کو کہا۔

''وہ تو شکر کرو تمہیں بھاوج بھی اچھی ملی ہے ورنہ تم جو اتنی پٹر پٹر بولتی ہو سب بند ہوجاتی جب سارا کام خود کرنا پڑتا۔'' رفعت کو بہو اچھی ملی تھی وہ شکر ادا کرتی تھیں جس نے گھر کی ذمہ داریوں میں ان کا ہاتھ بٹایا ہوا تھا۔ شبنم بھابی مسکرانے لگیں۔

طائشہ کھسیا کے اٹھ گئی اس کا ذہن ابھی بھی ڈائجسٹ کی ہیروئن میں ہی الجھا ہوا تھا ہیرو نے ابھی تک محبت کا اظہار جو نہیں کیا تھا۔

''کیا سارے مرد ایسے ہی ہوتے ہیں شادی کے بعد بیوی

سے محبت کا اظہار بھی نہیں کرتے ارے تھوڑا رومینس بھی تو ہوتا ہے۔" وہ منیب کے کپڑے پریس کررہی تھی اور ساتھ ساتھ خود سے بھی ہمکلام تھی۔

"سارہ کا منگیتر تو اس سے محبت و پیار کا اظہار کرتا رہتا ہے ابھی صرف منگنی ہوئی ہے۔" طائشہ کو اپنی خالہ زاد کزن یاد آ گئی جس کی ابھی گزشتہ دنوں ہی منگنی ہوئی تھی اس سے دوستی بھی بہت تھی دونوں باتیں بھی خوب کرتی تھیں۔

"پتہ نہیں میرے نصیب میں کیا ہوگا کہیں کھڑوس ہی نہیں مل جائے چچی جان کے بھتیجے جیسا جو مسکراتا بھی نہیں۔"

"ہشت یہ میں اسے کیوں سوچنے لگی۔" جلدی سے خود کو سرزنش کی اور الماری کے کپڑے تہہ کرنے لگی ورنہ ای کی پھر ڈانٹ سننے کو مل سکتی تھی۔ الماری کی سیٹنگ کر کے وہ بقیہ مارننگ شو دیکھنے بیٹھ گئی۔

"دوپہر میں تو فرائیڈ رائس بنا رہی ہوں تم ایسا کرنا سلاد بنا لینا۔"

"اوکے بھابی۔" وہ صوفے پر دونوں گھٹنے سمیٹ کے بیٹھی ہوئی تھی۔

"پھر یہ دیکھنے بیٹھ گئی۔"

"ای کام کر کے بیٹھی ہے دیکھنے دیں۔" بھابی نے اس کی حمایت میں کہا۔

"تم اسے بھی تو دیکھو کام سے کتنا بچتی ہے۔"

"کام سے بچتی نہیں ہے بلکہ جلدی کرتی ہے بس اسے تھوڑی تفریح بھی چاہیے آپ جانتی تو ہیں اس عمر میں لڑکیاں کیا کیا شوق رکھتی ہیں۔"

"اسے صرف رسالوں اور ٹی وی کے شوق ہیں کھانے پکانے سے کیا دلچسپی ہے وہ تو تم اسے بچا لیتی ہو مگر اس کا بھی تو سوچو سسرال میں ہر طرح کا کام کرنا پڑتا ہے خود کو دیکھو تم سارے کام کرتی ہو کیونکہ تمہیں تمہاری ماں نے سب سکھایا ہے میں بھی چاہتی ہوں یہ سارے کاموں کی عادت ڈالے۔" رفعت اس لیے بھی اس کے پیچھے پڑی رہتی تھیں۔ ان کی دیورانی آمنہ نے ہلکا سا ذکر کیا تھا اپنے بھتیجے کے رشتے کا ہو سکتا ہے ان کا ارادہ ہو اور وہ ان کے گھر کا نظام جانتی تھیں ماں سر پر نہیں تھی باپ نے ہی بچوں کو پالا تھا آمنہ تو ہر ہفتے جا کے بھائی کی خبر لے آتی تھیں۔

"ای جب سر پر پڑے گی کر لے گی مجھے اس کا اندازہ ہے۔" بھابی کو جیسے قوی امید تھی وہ سارے کام خوش اسلوبی سے کرے گی وہ اپنی ساس کو ہر وقت تسلی اور اطمینان دلاتی رہتی تھیں۔

طائشہ کو بھابی کی ہی تو سپورٹ حاصل تھی اس لیے بھی وہ پھیل جاتی تھی۔

***

آمنہ پھپو صبح سے آئی ہوئی تھیں۔ ہفتے کو بچوں کی اسکول کی چھٹی ہوتی تھی اس لیے وہ اکثر ہفتے کو صبح سے ہی آ جاتی تھیں اور رات کو گھر جاتی تھیں اس بہانے سب کو ڈھنگ کا کھانا مل جاتا اور کچھ وہ پکا کے فریز بھی کر جاتی تھیں۔

"سمجھا لو اسے میرے سر پر سہرا سجانا چاہتا ہے اس عمر میں۔" سلطان احمد نے ان سے گویا شکایت ہی کی۔ وہاج پہلو بدل کے بیٹھ گیا اسے اتنے شور سے کوفت ہوتی تھی اسفر، سمیر اور نمرہ کے ساتھ ساتھ فراز اور روحہ کا بھی شور تھا۔

"لگتا ہے بھائی جان آپ کو ہی کرنی پڑے گی شادی۔" آمنہ کا دماغ تو بہت کچھ سوچ رہا تھا کیونکہ وہاج کسی طرح بھی قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

"شکر ہے پھپو آپ کو بھی میری بات سمجھ آئی۔"

"شرم تو آتی نہیں باپ کی شادی کی بات کرتے ہوئے مجھے اگر شادی کرنی ہوتی تو روحہ جب چھوٹی تھی اسی وقت کر لیتا مگر میں نے صرف تم لوگوں کا سوچا میرے بچوں پر دوسری ماں کا سایہ نہ پڑے کیونکہ یہ مجھے گوارا نہیں تھا۔ میرے بچے مجھ سے دور ہو جائیں۔ آج بڑا بیٹا اس قابل ہو گیا ہے اس کے سر پر سہرا سجے مگر وہ باپ کے پیچھے پڑا ہے۔" سلطان احمد خاصے سنجیدہ اور برہم ہو رہے تھے۔ آمنہ نے ان کے چہرے کے تاثرات دیکھے وہ بہت دلگرفتہ بھی نظر آ رہے تھے۔ ہر وقت بچوں کی فکر رہتی تھی۔

"شادی کی آپ کو ضرورت ہے مجھے نہیں۔" وہاج نے گویا انہیں جتایا۔

"اس گھر کو بہو کی ضرورت ہے اور یہ ٹھیک بات بھی ہے مجھے تم لوگوں کے فرض ادا کرنے ہیں۔"

"ضروری ہے میرا فرض ادا کریں اور یہ کہاں لکھا ہے کہ جو آپ کی عمر ہے اس عمر میں لوگ شادی نہیں کرتے اگر میں آپ کی تنہائی کا خیال کر کے ضد کر رہا ہوں تو کیا غلط ہے؟"

"تم میرے باپ نہیں ہو میں تمہارا باپ ہوں۔" انہوں

نے اسے ڈانٹا۔ دہاج لب بھینچ کے رہ گیا۔ بابا کا چہرہ درشت ہو رہا تھا۔

"ارے آپ لوگ تو لڑنے لگے۔" آمنہ درمیان میں بول اٹھیں کیونکہ دونوں باپ بیٹے میں سیریس معاملہ ہونے لگا تھا۔

"آپ لوگ میری بات تو سنیے۔"

"پھوپو میں تو جا رہا ہوں سونے کیونکہ آج صبح ہی اٹھ گیا تھا آفس سے چھٹی میں نے آرام کے لیے کی ہے دو دن آرام ہی کرلوں۔"

"بیٹھ جاؤ آرام سے اور میری بات دھیان سے سنو۔" انہوں نے دہاج کا ہاتھ پکڑ کے زبردستی صوفے پر بٹھا دیا۔

"جوان ہوگئے ہو کوئی بچے نہیں ہو اور شادی تمہاری ہی ہوگی۔"

"ایسا میں کروں گا نہیں۔" اس نے بھی ضدی لہجے میں اپنا حتمی فیصلہ دیا۔

"میں نے سوچ سمجھ کے تمہارے لیے جس لڑکی کا انتخاب کیا ہے وہی اس گھر کے لیے ٹھیک رہے گی۔"

"تم اسے کچھ بھی کہہ لو تم اس کی ضد جانتی ہو۔" سلطان احمد اپنے بیٹے کی ضدی طبیعت سے تفکر زدہ رہنے لگے تھے۔

"مگر میری بھی ضد ہے اور اسے ماننی ہوگی۔"

"پھوپو پلیز۔" اس نے چڑ کے ان کے آگے ہاتھ جوڑے۔

"بھائی جان میں نے معیز بھائی کی بیٹی طائشہ......"

"وہاٹ وہ لڑکی کبھی نہیں۔" وہ تو بیٹھے سے اچھل گیا کیونکہ طائشہ کو وہ جانتا تھا۔ ٹی وی رسالے صرف اس کا خبط تھا دوسری بات اسے کوئی کام نہیں آتا تھا وہ جب بھی پھوپو سے ملنے گیا تھا اس لڑکی کے گن پتہ چلتے رہتے تھے۔ آمنہ جوائنٹ فیملی میں رہتی تھیں۔

"سیدھی سادھی لڑکی ہے اور لڑکیوں کی طرح اس میں چالاکی اور مکاری نہیں ہے۔"

"پھوپو آپ کو یہ سب کیسے پتہ۔" وہ طنزیہ بولا۔

"میں طائشہ کو اچھی طرح جانتی ہوں اچھی بچی ہے اسی لیے تمہارے لیے بہی مناسب رہے گی۔"

"ایسا تو آپ سمجھ رہی ہیں اور آپ جانتی ہی ہیں اس لڑکی میں سوائے بچپنے کے کچھ نہیں، کچھ میچور لڑکی کا کام ہے اس گھر میں۔" دہاج اڑیل گھوڑا بنا ہوا تھا اس نے جیسے مصمم ارادہ باندھا

ہوا تھا شادی نہ کرنے کا۔

"شادی کے بعد ساری لڑکیاں ٹھیک ہو جاتی ہیں اور پھر جب گود میں بچہ آتا ہے سارا بچپنا ختم ہو جاتا ہے۔" آمنہ اسے خاصے مدبرانہ لہجے میں سمجھا رہی تھیں وہاج نے جھینپ کے پہلو بدلا۔ جبکہ سلطان احمد کے لب مسکرانے لگے تھے کیونکہ آمنہ جو پلاننگ کر کے آئی تھیں اس سے وہ اچھی طرح واقف تھے۔

"مگر مجھے اس لڑکی سے کیا کسی سے بھی شادی نہیں کرنی' آپ بابا کی کروادیں۔"

"اس لڑکی سے۔" سلطان احمد نے جھٹ کہا۔

"نہیں کسی دوسری لڑکی سے۔"

"بھائی جان میں نے تو اپنی جٹھانی سے طائشہ کے لیے بات کر لی ہے۔"

"پھوپو آپ نے ایسے کیسے کر لی پہلے مجھ سے تو بات کرتیں اور پھر میری زندگی کا فیصلہ آپ ایسے کیسے کر سکتی ہیں۔"

"میں تمہاری پھوپو ہوں اور پھوپو بھی ماں کی طرح ہوتی ہے تمہاری زندگی کا فیصلہ کر سکتی ہوں اور یہ فیصلہ بالکل صحیح ہے۔" انہوں نے دوٹوک لہجے میں اسے جتایا۔ وہاج تیزی سے وہاں سے اٹھ گیا۔

سلطان احمد سے وہ کہہ گئی تھیں وہاج کے لیے وہ بات کر چکی ہیں اور وہ وہاج کی شادی طائشہ سے ہی کروا کے رہیں گی۔

"تم آج سامان کی لسٹ بنالینا کیا کیا چاہیے؟" اس نے روحہ سے کہا جو کمپیوٹر کے آگے بیٹھی گیم کھیل رہی تھی۔

"یار بھائی یہ مجھ سے لسٹ نہیں بنوایا کریں مجھے بہت الجھن ہوتی ہے پھر بعد میں فراز بھائی کہتے ہیں تم نے یہ نہیں لکھا وہ نہیں لکھا۔" وہ کھسیا کے بے زاری سے بولی۔

"آپ شادی کر لیں گے تو کم از کم ہم لوگوں کے لیے آسانی تو ہوگی۔"

"اے یہ اماں بن کے باتیں کب سے کرنے لگی ہو۔" وہاج نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"پھوپو کہہ کے گئی ہیں آپ کی شادی کا وہ بھی طائشہ باجی سے سچ بھائی میری اور ان کی خوب جمے گی زندہ دل ہی ہر چیز کا شوق رکھنے والی۔"

"تم دو بچے اس گھر میں کم ہو جو دوسری کے آنے پر اتنی خوش ہو رہی ہو۔" ناگواری سے گویا ہوا وہ طائشہ کو کسی طرح بھی برداشت نہیں کرنا چاہتا تھا مگر آمنہ پھوپو کے سخت آرڈر پر وہ چپ تھا مگر اپنی ضد پر قائم بھی۔

"آپ کو ایسا لگتا ہے وہ بچی ہیں ورنہ وہ بہت اچھی ہیں۔"

"مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں' اچھی ہے یا بری مجھے وہ سرے سے پسند ہی نہیں' تم جلدی سے لسٹ بناؤ اور مجھے دے کے جاؤ میں اندر اپنے روم میں ہوں۔" وہ اسے سنجیدہ لہجے میں کہتے ہوئے چلا گیا۔ وہاج کا طائشہ کے نام پر موڈ ہی خراب ہو گیا تھا وہ شادی کے جھمیلوں میں پڑنا بھی نہیں چاہتا تھا کیونکہ اس گھر میں ایک میچور لڑکی کا کام تھا جو آتے ہی سب کچھ سنبھال لے اور ایسا ممکن نہیں لگ رہا تھا سلطان احمد نے سختی سے منع کر دیا تھا ان سے شادی کا نام بھی نہیں لیا جائے۔

"یہ لیجیے لسٹ اور ہاں مایونیز کی دو بوتل لایئے گا۔" روحہ نے لسٹ اس کے ہاتھ میں تھمائی۔

"لاسٹ ٹائم بھی دو ہی لایا تھا تم نے ہی اسکول میں لے جا کے ختم کی تھی۔" وہاج نے اس کے کان کھینچے۔

"وہ تو میں سینڈوچ لے کے گئی تھی۔" وہ منمنائی۔

"تمہاری روز روز کی اسکول کی پارٹیوں سے میں تو تنگ ہوں تم پڑھتی بھی ہو یا پارٹیاں کرتی رہتی ہو۔"

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے لنچ تو میں لے کے جاتی ہوں تھوڑا ایکسٹرا لے جاتی ہوں تو پارٹی ہو جاتی ہے۔" وہ وضاحت دینے لگی۔

"اچھا چلو چھوڑو تم ایسا کرنا میں نہاری لاؤں گا برتن وغیرہ سیٹ کر کے ڈائننگ ٹیبل پر لگالینا۔" وہ بلیک پینٹ پر بلیو شرٹ میں نکھرا نکھرا اسے ہدایت دیتا ہوا نکل گیا تھا۔ اسے جیسے ہی تنخواہ ملتی تھی قریبی سپر اسٹور سے مہینے کا سودا سلف لے آتا تھا تاکہ گھر میں پریشانی نہیں ہو۔

"راستے میں آمنہ پھوپو کی کال آ گئی تو اسے واپسی میں ان کی طرف بھی جانا پڑ گیا۔ وہاج جھجکتا ہوا اندر آیا تھا کیونکہ کوریڈور اور ہال کمرے میں کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"کہاں ہیں سب؟" اس نے اطراف میں نگاہ دوڑائی۔

"ارے چچی جان نے ابوای سے بات کی ہے اور ابھی اکھڑ سے۔" اسے عقب سے طائشہ کی آواز آئی مگر دکھائی نہیں دی کہاں ہے شاید وہ اندر ڈرائنگ روم میں کسی سے سیل پر بات

کررہی تھی۔

"وہ تمہیں نہیں پتہ وہ شخص ہر وقت غصے میں ہی رہتا ہے کسی کی سنتا تو بالکل نہیں پتہ نہیں رومینس بھی آتا ہے یا نہیں۔"

"لاحول ولاقوۃ۔" دہاج کو اس کی ایسی بات سن کے غصہ ہی آ گیا اس لڑکی کا یہی لاابالی پن اور بچپنا تو اسے پسند نہیں تھا پتہ نہیں پھوپو نے اس میں کیا دیکھ لیا تھا۔

"ارے رکو مجھے لگتا ہے باہر کوئی ہے۔" وہ جیسے ہی سیل کان سے لگائے باہر آئی دہاج کو دیکھ کر اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

"اف مارے گئے۔" دہاج کی آنکھوں میں غصہ نمایاں تھا طائشہ سرپٹ اندر بھاگ لی کچھ ہی دیر میں آمنہ پھوپو اور بھابی آ گئی تھیں۔

"آپ نے شاید کسی کام سے بلوایا تھا۔"

"ہاں میں نے قورمہ پکایا تھا لے جاؤ۔"

"پھوپو اس کی کیا ضرورت تھی میں نہاری لے کے جارہا ہوں۔" دہاج کو اچھا نہیں لگتا تھا آمنہ بھری پری سسرال میں رہتی تھیں یوں ہر وقت کھانے پکا کے دینا کہیں کوئی اعتراض نہیں کرے۔

"گوشت تو میں تمہارے گھر سے ہی لائی تھی۔ بھائی جان نے کہا تھا قورمے کا دل کررہا ہے پکا کے بھیج دینا۔" آمنہ نے باکس پیک کرکے اسے تھمایا۔

"دہاج ٹھنڈا چلے گا۔" بھابی نے پوچھا۔

"ارے پوچھتی کیا ہو لے کے آؤ۔" طائشہ کی امی بھی آ گئی تھیں دہاج کو پھر مروت میں بیٹھنا پڑا مگر اس کے کانوں میں طائشہ کی باتیں گونج رہی تھیں۔

جب سے اسے علم ہوا تھا دہاج کا پرپوزل اس کے لیے آیا ہے اس کا کسی کام میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا کیونکہ ابو امی نے کہا تھا وہ انہیں مثبت جواب ہی دیں گے۔

"بھابی...... میرے لیے یہی شخص رہ گیا ہے ذرا بھی نہیں ہنستا اور غصہ تو ناک پر رہتا ہے۔" طائشہ لب کاٹ رہی تھی۔

"تم جا کے اسے ہنسانے والی باتیں کرنا اور غصے والی باتیں نہیں کرنا۔" بھابی معنی خیزی سے مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"آپ کو مزا آ رہا ہے۔" وہ منہ بسورنے لگی۔

"ارے مجھے تو خوشی ہورہی ہے تم اچھے گھر میں بیاہ کے جارہی ہو۔" انہوں نے اس کے رخسار پر ہلکی سی تھپکی دی۔

"مگر آپ جانتی ہیں مجھے وہ شخص اچھا نہیں لگتا۔"

"شادی ہوجانے دو پھر وہ اچھا بھی لگنے لگے گا۔" وہ پھر اسے معنی خیزی سے چھیڑنے لگی تھیں طائشہ انہیں گھورنے لگی۔

"دنیا میں میرے لیے صرف یہ ایک ہی رشتہ رہ گیا ہے ارے بھابی امی اور ابو کو کہیے کچھ دن انتظار تو کریں ہوسکتا ہے اور اچھا رشتہ آ جائے۔" طائشہ کو پریشانی دہاج کے سنجیدہ مزاج کی تھی جو بات بھی ناپ تول کے کرتا اور کل کی اس نے ساری باتیں بھی تو سن لی ہوں گی کیسے وہ سیل لے کے بھاگی تھی بھابی کو اصل بات سے تو آگاہ ہی نہیں کیا تھا۔

"تم دیکھو دہاج پڑھا لکھا اور سلجھا ہوا لڑکا ہے گھر میں اور کوئی بھی نہیں ہے سب تمہارے کہنے پر چلیں گے۔"

"ایسا آمنہ چچی کہہ رہی ہوں گی۔" اس نے جھٹ کہا۔

"ہاں وہی کہہ رہی تھیں۔" شبنم بھابی نے سرہلایا۔

"بھابی ایسا آمنہ چچی کو لگتا ہے حقیقت میں ایسا بالکل نہیں ہوگا۔" طائشہ کے اندر تو ڈر پنجے گاڑے بیٹھا تھا۔

"آپ لوگوں کو پتہ نہیں کیا سوجھی ہے میری شادی کی پہلے سارہ کی تو انجوائے کرلیتی شادی، سارہ مزا خراب کردیا۔" اسے سارہ کی شادی کا بھی افسوس تھا کیونکہ اس کی شادی عید کے بعد تھی اس نے کیا کیا نہیں سوچا تھا کیسے کیسے ڈریس بنائے گی۔

"ارے اپنی شادی کے بعد تو زیادہ کھل کے انجوائے کروگی۔ ساڑھی شرارے لہنگے پہننا۔" بھابی نے ہنس کے کہا۔

"رہنے دیں آپ تو مجھے چڑائے جارہی ہیں۔" وہ ناخن کترنے لگی جہاں کوئی فکرمندی کی بات ہوتی وہ ناخن چبانے لگتی۔

"اب ناخن تو نہیں چباؤ۔" انہوں نے طائشہ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ وہ کھسیا کے رہ گئی۔ شبنم بھابی اس پر پیار بھری نگاہ ڈال کے چلی گئی اور وہ اسے کچھ وقت سوچنے کا بھی دینا چاہ رہی تھیں تاکہ وہ ذہنی طور پر تیار ہوجائے۔

"ہائے مجھ پر اتنی ذمہ داریاں پڑ جائیں گی کیسے میں مینج کروں گی۔" اسے تو سوچ سوچ کے ہول اٹھ رہے تھے۔ ساس نام کی ان کے گھر میں کوئی ذی روح نہیں تھی مگر آمنہ نے اسے تسلی دی تھی کہ وہ ماسی کا بندوبست کردیں گی۔

"کیسے سب کروں گی کتنی آرام چین کی میری زندگی ہے۔" وہ سر تکیے پر رکھ کے لیٹ گئی کہتے ہیں کہ جب کوئی پریشانی آتی

ہے تو بتاتے کیوں نہیں آتی اور ایسے اپنی شادی وہ بھی وہاج کے ساتھ ایک پریشانی ہی لگ رہی تھی۔ وہ جو ذمے داریوں سے بھاگتی تھی اب اچانک سب کچھ پڑنے والا تھا۔ یہی سوچ سوچ کے گھبراہٹ طاری تھی۔

"وہاج احمد تمہیں بھی میں ہی ملی تھی۔"

"آمنہ چچی خود زبردستی تم سے کروا رہی ہیں ہائے آمنہ چچی مجھ سے کس بات کا بدلہ لے رہی ہیں۔" وہ خود ہی ہمکلام تھی۔

"ہائے میرے یہ رسالے ٹی وی تو لگتا ہے سب ختم ہو جائیں گے۔ سارہ کی بچی تو نے ہی نظر لگائی ہے مجھے میں کیسے آزاد پھر رہی ہوں اور مجھے تجھے دیکھ دیکھ کے جیلسی ہوتی کیسے تیرا منگیتر تجھ سے پیار اور رومینس کی باتیں کرتا ہے۔" وہ چہرے کے تاثرات بدل بدل کے ساری باتیں سوچے جا رہی تھی۔

"مجھے تو پوری امید ہے آمنہ چچی میری اپنے بددماغ بھتیجے سے شادی کروا کے رہیں گی۔" اس کا چہرہ رونے جیسے ہو رہا تھا۔

آج تو رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا گھر میں اس کی شادی کی جو باتیں ہو رہی تھیں پتہ ہے رمضان بھی زیادہ دور نہیں ہیں میری تو عید بھی خراب کروا دی۔ اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں سوچ سوچ کے سر دکھنے لگا تھا وہ وہاج کے بارے میں اچھا سوچنا چاہتی تھی مگر وہاج کے کل کے چہرے کے تاثرات اسے اور ڈرا رہے تھے کیونکہ وہ سارہ سے اس کے متعلق ہی تو باتیں کر رہی تھی پتہ نہیں بعد میں کیسا ری ایکٹ کرے گا یہ شخص کہیں جان سے ہی نہ مار دے۔

"بابا سن لیں میں کسی طرح بھی اس لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔" وہاج کا تو غصے کے مارے برا حال تھا کیونکہ عائشہ کسی سے اس کے متعلق جو باتیں کر رہی تھی اسے سوچ کے تو اسے حیرانگی کے ساتھ غصہ بھی آیا تھا اس نے اندازہ لگا لیا تھا عائشہ خواب و خیالوں اور رسالوں کی دنیا میں رہنے والی لڑکی ہے وہ حقیقت کو نہیں جانتی تھی۔

"ٹھیک ہے اپنے باپ کو بے عزت کروا دو بہن کی سسرال میں۔" سلطان احمد سنجیدہ و افسردہ لہجے میں گویا ہوئے۔ وہ وہاج کی اکڑ کی وجہ سے دلگرفتہ ہو گئے تھے۔

"بھائی جان آپ کا کیا ہے شادی کرلیں ایک کونے میں وہ پڑی رہیں گی کم از کم ہمارے کام تو کر دیں گی۔" فراز نے جیسے معقول تجویز دی۔

"تمہارے کام ویسے بھی ہو رہے ہیں ضروری ہے وہی آ کر کرے۔" اس نے فراز کو ڈانٹ دیا۔ "آپ آمنہ پھوپو کو منع کر دیں۔"

"مجھ میں سامنا کرنے کی ہمت نہیں کیونکہ آمنہ نے بات پکی کر دی ہے۔" سلطان احمد نے اس کے تنے ہوئے چہرے کو استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"اس گھر کو میچور لڑکی کی ضرورت ہے۔"

"تم اپنی فضول بات اپنے پاس رکھو۔" انہوں نے اسے جھڑک دیا۔

"میں نے بلایا ہے آمنہ کو رات میں آ جائے گی تم خود بات کر لینا۔" انہوں نے ہاتھ اٹھا کے گویا بات ہی ختم کر دی۔

وہاج کھسیا کے رہ گیا فراز بڑے صوفے پر دبکا بیٹھا تھا روحہ لب بھینچ کے اپنے ضرورت سے زیادہ سنجیدہ بھائی کو تاسف سے دیکھ رہی تھی۔ رات میں آمنہ آ گئی تھیں ساتھ میں ذاکر بھی تھے۔ انہوں نے پہلے تو وہاج کی اچھی طرح خبر لی اور پھر انہوں نے جو دھماکہ کیا وہ وہاج کو ہلا کے رکھ گیا۔

"پھوپو آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔" اس کی تو سماعت یقین ہی نہیں کر رہی تھی۔

"تمہیں نہیں کرنی تو نہیں کرو کیونکہ میں نے زبان دے دی ہے میں بھائی جان کے لیے بات کرلوں گی۔"

"آمنہ ہوش میں تو ہو وہ میری بچی کی طرح ہے۔" سلطان احمد بھی گھبرا گئے اور وہاج تو پہلو پر پہلو بدلے جا رہا تھا۔ ذاکر صاحب لب بھینچے بیٹھے تھے۔

"اسے تو میری عزت کا پاس ہے نہیں آپ تو میرے بھائی ہیں آپ سے میں ہر بات منوا سکتی ہوں بھائی کی اولاد پر میرا کیا حق۔" وہ جذباتی طور پر اسے بلیک میل کرنے لگیں اور کن انکھیوں سے وہاج کو بھی دیکھ رہی تھیں۔ وہاج نے ایک نظر ان پر ڈالی وہ واقعی خاصی سنجیدہ تھیں اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا جواب دے وہ کشمکش میں پڑ گیا تھا۔

"آمنہ کیوں تم سلطان بھائی کا اس عمر میں لوگوں سے مذاق بنواؤ گی۔" ذاکر صاحب نے بھی کہا۔

"میں نے جو کہا ہے وہ تو کروں گی بولیے بھائی جان میں آپ کے لیے بات کروں۔"

"آمنہ کیسی بچوں والی بات کر رہی ہو اس عمر میں میرے سر

میں خاک ڈلوانے کا ارادہ ہے۔" وہ عجیب ٹینشن اور الجھن کا شکار ہوگئے۔

"پھوپو آپ کیا کررہی ہیں یہ؟"

"تم سے تو میں اب بات ہی نہیں کررہی' یہ میں اپنے بھائی سے پوچھ رہی ہوں۔"

"ارے آمنہ یہ بھی تو دیکھو اس بچی میں اور میری عمر میں فرق۔"

"عمر کا کیا ہے شادی کے بعد فرق بھی مٹ جاتا ہے۔ طائشہ اچھی لڑکی ہے میں اس کا رشتہ گنوانا نہیں چاہتی۔" آمنہ نے ساتھ ہی وضاحت بھی وی وہ جیسے ارادہ باندھ کے ہی آئی تھیں وہ طائشہ کا رشتہ کسی سے بھی کرکے جائیں گی۔

"آمنہ معیز بھائی کی اکلوتی بیٹی ہے وہ ایسے کیسے کرسکتے ہیں؟"

"آپ بس ہامی بھریں۔"

"پھوپو آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ طائشہ اور بابا کی عمر میں تضاد دیکھیں۔" وہاج سے برداشت نہیں ہوا تو وہ گویا ہوا۔ ڈاکر صاحب ہونٹوں پر اپنے دائیں ہاتھ کی مٹھی ٹکائے بیٹھے تھے۔

"عمر کوئی نہیں دیکھ رہا معیز بھائی...... رشتے اچھا دیکھیں گے میرا بھائی آج بھی ہینڈسم لگتا ہے۔" آمنہ نے تفخر زدہ لہجے میں کہتے ہوئے سلطان احمد کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"فراز اندر تو کچھ اور ہی کہانی ہورہی ہے بابا کی اور طائشہ باجی کی شادی یہ تو بالکل بھی اچھا نہیں ہورہا۔" روحہ نے فراز سے فکرمند لہجے میں کہا' وہ چپکا کاٹنے لگی تھی۔

"بھائی تو فضول کی ضد پال کے بیٹھ گئے ہیں شادی نہ کرنے کی۔" فراز پھر ڈرائنگ روم کے باہر جاکے کھڑا ہوا تاکہ سنے تو فیصلہ کیا ہوا۔

"ہاں بیٹا الگ میرا مذاق بناتا رہتا ہے تم بھی بھائی کا مذاق اڑاؤ۔" سلطان احمد دکھ وافسردہ لہجے میں بولے وہ بہت تھکے تھکے بھی لگ رہے تھے۔ "وہ بچی معیز بھائی کے لیے بوجھ نہیں ہے جو کسی کے بھی حوالے کردیں گے۔" بابا کو آمنہ کی دماغی حالت پر شبہ ہورہا تھا۔

"آپ کیوں فکر کررہے ہیں۔ معیز بھائی سے بات میں کرلوں گی۔" وہ بولیں۔ وہاج تذبذب کا شکار تھا بابا اتنے مایوس وافسردہ ہورہے تھے ان پر اسے ترس آنے لگا اور پھر طائشہ کا کیا قصور بابا کے لیے تو وہ بچوں کے برابر ہے اور وہ اس گھر میں ان کی بیوی بن کے...... لوگ کتنی باتیں کریں گے اور بابا بھی کب خوش رہیں گے۔

"وہاج احمد تمہیں یہ قربانی دینی ہے چاہے تم سے دل سے قبول نہیں کرو مگر مجبوری میں اسے قبول کرنا ہوگا۔" اندر سے اسے کوئی کہہ رہا تھا۔

"پھوپو آپ میرے لیے بات کرلیں میں راضی ہوں اس شادی کے لیے۔" وہاج رکا نہیں یہ کہہ کر ڈرائنگ روم سے جیسے ہی نکلا فراز سے اس کی ٹکر ہوگئی۔

"کیا وحشت ہے۔" وہ غصہ ہونے لگا فراز تو جزبز ہوگیا۔

"اندر جاکے تماشہ دیکھو باہر کیوں کھڑے ہو۔" وہ اس پر غصہ نکال کے چلا گیا۔

فراز خود کو سنبھال کے اندر آیا تو دیکھا پھوپو اور پھوپا دونوں ہنس رہے تھے اور بابا کے لب مسکرارہے تھے۔ فراز سمجھ گیا یہ پھوپو کا ڈرامہ تھا۔

"آمنہ تم نے تو اسے قابو کرلیا۔"

"بھائی جان مجھے پتہ تھا گھی ٹیڑھی انگلی سے نکلے گا اسی لیے یہ سب کیا۔" آمنہ پرجوش ہورہی تھیں جیسے کوئی معرکہ سر کرلیا ہو۔

"میں تو سٹپٹا گیا تھا یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔" سلطان احمد ایک دم سے مطمئن ہوگئے تھے۔ وہاج کی رضامندی چاہے زبردستی کی رضامندی تھی مان تو گیا تھا۔

☾......☾......☾

"ہائے یہ کیا ہوگیا میری آزادی کے دن ختم ہوئے۔" وہ اپنے دھڑکتے دل کو تھام کے بول رہی تھی۔ سارہ کو اس کے پرپوزل کی خبر ملی تو وہ فوراً ہی ای کے ساتھ اس سے ملنے چلی آئی تھی۔

"تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کتنا خوب صورت' ہینڈسم اور ڈیشنگ بندہ مل رہا ہے۔" سارہ کو تو اس پر رشک آنے لگا' اتنے اچھے گھر میں جو جائے گی۔

"خاک خوش ہوں اتنا سڑیل مزاج ہے' پتہ نہیں ہنستا بھی ہے یا نہیں۔" طائشہ کو تو اسی بات کی فکر تھی وہاج ہنستا نہیں ہے اور بعد میں بھی پتہ نہیں اس کے ساتھ کیا کرے گا۔

"تمہیں صرف اس بات کی پروا اور فکر وہ ہنستا نہیں۔" سارہ نے اس کے ستے ہوئے چہرے کو چونک کے دیکھا اور کھی کھی کرکے ہنس بھی دی۔

"ارے مجھے اور بھی باتوں کی فکر ہے۔" وہ بہت گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔
"تمہیں فضول ہی باتوں کی فکر ہوگی۔"
"ہاں خود کی تو اتنے اچھے بندے سے شادی ہو رہی ہے تمہیں صبح شام پیار بھرے جملے سننے کو ملیں گے۔" اسے سارہ پر رشک آیا۔
"یہ سب شادی سے پہلے کا پیار ہوتا ہے جو تمہیں مجھ پر رشک آتا ہے دیکھنا فرحان بھی اور مردوں کی طرح ہی ہوں گے جنہیں صرف بیوی نوکرانی کی طرح ہی چاہیے ہوگی۔"
"تم تو ہو نا شکری اتنا پیار کرتے ہیں فرحان بھائی اور تم ان کی نیت پر شک کر رہی ہو۔" طائشہ برامان کے گویا ہوئی۔
"تم دیکھنا مثالی زندگی تو تمہاری ہوگی تم اپنے بچپنے سے باہر آ کے ذرا سنجیدہ ہو کے سوچنا۔"
"تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" طائشہ کو جیسے اس کی ہدایتیں اور نصیحتیں اچھی نہیں لگی تھیں۔
"ارے بھئی لڑکیوں آ جاؤ چائے ریڈی ہے۔" شبنم بھابی دونوں کو بلانے چلی آئی تھیں۔
"شبنم بھابی آپ کتنی اچھی ہیں۔"
"بس بس مسکہ نہیں لگاؤ بھابی کو پتہ ہے تمہیں وہ سموسے پکوڑے پھر بھی دیں گی۔" طائشہ نے سارہ کے بولنے پر کہا۔ شبنم بھابی مسکرانے لگی تھیں۔ انہوں نے شام کی چائے پر اچھا خاصا اہتمام کیا تھا۔
"آپا شادی آپ اتنی جلدی کر رہی ہیں۔"
"سلطان بھائی کہہ رہے تھے عید سے پہلے کریں کیونکہ وہ چاہتے ہیں اس دفعہ عید پر ان کی بہو ان کے ساتھ ہو۔" رفعت نے کہا۔ طائشہ کا دل تو دھک دھک کیے جا رہا تھا کچھ بھی تو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔
"تم بتاؤ سارہ کی شادی کی تاریخ کب کی رکھو گی۔"
"عید کے پہلے ہفتے میں رکھوں گی اس کے سسرال والوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔"
"سارہ تو کتنی خوش قسمت ہے ہر کام تیرا کتنا آرام سے ہوگا اور میری شادی دیکھو کیسے جلد بازی میں میرے گھر والے کر رہے ہیں۔" طائشہ نے اس کے کان میں کہا۔
"آپ کو تو طائشہ کی شادی کی تیاری جلدی کرنی پڑے گی۔" شگفتہ گویا ہوئیں۔

"ارے آمنہ کو تو بلاؤ۔" رفعت کو آمنہ کا خیال آیا وہ دیگر معاملات بھی ابھی نمٹانا چاہ رہی تھیں نمٹا لیں پھر وہ شگفتہ سے بھی مل لیں گی۔
"دادی جان آمنہ دادی وہاج انکل کے ہاں گئی ہوئی ہیں۔" عبدالصبور نے انہیں آ کے بتایا۔
"جی ای چچی جان کہہ کر گئی ہیں آپ نہا رہی تھیں اس وقت۔" شبنم بھابی کو بھی یاد آیا۔
"آمنہ پر تو زیادہ ذمے داری آ گئی ہوگی۔" شگفتہ گویا ہوئیں۔
"آمنہ تو شروع سے ہی طائشہ کو وہاج کے لیے کہہ رہی تھی میں ہی ٹالے جا رہی تھی پھر ان کے ابو کو وہاج اچھا لگا سو بس ہے۔"
"یہی سو بس پن تو مجھے لے ڈوبے گا۔" طائشہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ رفعت خوشی خوشی اپنی بہن کو طائشہ کی سسرال کے بارے میں بتا رہی تھیں۔ طائشہ سارہ سے باتوں میں ہی لگی تھی اسی دوران اسے اپنے ڈرامے بھی یاد آئے وہ سب بھلا کے ٹی وی کے آگے بیٹھ گئی۔
"تمہارا کچھ نہیں ہوگا۔" سارہ نے مسکرا کے معنی خیزی سے کہا۔
"تمہارا..... کیا مطلب ہے میری شادی ہو رہی ہے تو میں ٹی وی دیکھنا تک چھوڑ دوں۔"
"خیر یہ تو تم خود ہی بعد میں چھوڑ دو گی۔" وہ پھر ہنسنے لگی۔
"وہاج احمد ایسا شخص ہے اس کے ساتھ رہ کے مجھے ڈر ہے میں دنیا نہ چھوڑ دوں۔" وہ کلس کے رہ گئی۔
"طائشہ خیر کی دعا کرو اول فول بکتی رہتی ہو۔" سارہ نے اسے سرزنش کی۔
طائشہ کو جھنجلاہٹ اور کھسیاہٹ کی وجہ سے کچھ اچھا بھی نہیں لگ رہا تھا مگر وہ زبردستی ٹی وی ڈراموں میں دل لگائے ہوئے تھی۔

⊙......☾......⊙
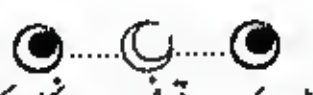
"تھینکس گاڈ میری بے وقوفی سے پتہ نہیں کیا ہو جاتا مجھے اوپر والے نے پہلے ہی عقل دے دی۔" وہاج بیڈ پر لیٹا ہوا کب سے کروٹیں بدل رہا تھا۔
"اگر بابا کی شادی طائشہ سے ہو جاتی لوگ کیا کہتے اس عمر میں کیا چونچلے سوجھے اور پھر بعد میں اگر کسی فرد کا اضافہ ہو جاتا

پھر تو اور ہی لوگوں کو ہنسنے کا موقع مل جاتا فراز اور روحہ پر کیا اثر پڑتا۔" وہ خود کو ہی ملامت کررہا تھا۔ وہ تو اس نے عقل مندی کا ثبوت دیا اس رشتے کو قبول کرلیا اور یہ رشتہ اس نے کیسے قبول کیا یہ وہی جانتا تھا۔

کم عمری میں ماں کا سایہ سر سے اٹھا اس نے اور بابا نے کیسے روحہ اور فراز کو سنبھالا تھا اور وہ خود بھی تو امی کو یاد کرتا تھا کیسے وہ اس کے لاڈ اٹھاتی تھیں۔ روحہ کی پیدائش کے بعد وہ ایسی بیمار پڑیں کہ وہ ٹھیک ہی نہیں ہوسکی تھیں۔ "کاش امی آپ اتنی جلدی بابا کو یوں اکیلے کرکے نہیں جاتیں۔" دہاج کو بابا کا اکیلا پن زیادہ پریشان کرتا تھا انہوں نے ریٹائرمنٹ کے بعد خود کو گھر میں ہی مصروف کرلیا تھا اور اپنے بچوں کے ساتھ باپ کم دوست کی طرح زیادہ رہتے تھے اسے بابا پر فخر بھی تھا وہ بیسٹ باپ تھے جو اپنے بچوں کا بہت خیال کرتے تھے۔

جیسے جیسے شادی کے دن قریب آرہے تھے دہاج کو ٹینشن اور جھنجلاہٹ ہورہی تھی ناپسندیدہ ہستی ہر وقت اس کے ساتھ رہے گی اور اس پہ نا چاہتے ہوئے بھی توجہ دینا پڑے گی۔ وہ تو طائشہ کی طرف دیکھنا تک نہیں چاہتا تھا اور اب ساری زندگی کے لیے اس کے ساتھ رہے گی۔

"کوئی بھی فضول حرکت کی تو میں لحاظ بالکل بھی نہیں کروں گا سیدھا کرکے رکھ دوں گا مجھے پتہ نہیں جانے کیا سمجھتی اور کہتی ہے میں بھی ویسے ہی بن کے دکھاؤں گا۔" اس کے اندر کا مرد اسے چیلنج کررہا تھا۔

"سو رہے ہو۔" آمنہ پھوپو کی غیر متوقع آمد اسے چونکانے کے لیے کافی تھی وہ آفس سے آکے چینج کرکے لیٹ گیا تھا کھانا ابھی اس نے نہیں کھایا تھا۔

"نہیں تو آپ اور اس وقت۔" وہ اٹھ کے بیٹھ گیا۔

"ہاں میں نے سوچا کہ تم سے پوچھ لوں کہ میں اپنی پسند سے طائشہ کی تیاری کرلوں یا تم شاپنگ پر چلو گے۔" آمنہ اس کے بکھرے ہوئے بیڈروم کو تنقیدی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

"پلیز مجھے تو معاف ہی رکھیں یہ زنانہ شاپنگ سے جس نے پہننے ہیں کپڑے وغیرہ اسی کی مرضی اور پسند سے کریں۔" وہ واقعی زچ بھی ہورہا تھا۔

"اتنا سڑا ہوا منہ کیوں بنا رہے ہو۔ شادی ہورہی ہے کوئی سوئی نہیں چبھ رہی ہے ہو اگر نہیں مرضی تو منع کردو میں بھائی جان کے لیے بات کرلوں گی۔" آمنہ کو اس کی کمزوری ہاتھ آگئی تھی وہ بھی بات کرکے اسے بلیک میل کرلیتی تھیں۔

"پھوپو آپ مجھے بچوں کی طرح ٹریٹ نہیں کیا کریں آپ جانتی ہیں میرے مزاج کو فیصلے بہت سوچ سمجھ کے کرتا ہوں۔" وہ بھنا ہی گیا آمنہ لب بھینچ کے رہ گئیں۔

"تم اتنے بے زار لگ رہے ہو تو میں تو یہ ہی بولوں گی۔"

"دیکھیے پھوپو میں یہ شادی صرف مجبوری میں کررہا ہوں ورنہ مجھے ایسی کوئی خواہش اور ضرورت نہیں۔"

"یہ تو تمہیں شادی کے کچھ عرصے بعد پتہ چلے گا خواہش اور ضرورت کا۔" لہجہ معنی خیز اور شرارتی تھا۔

"پلیز پھوپو۔" وہ جھینپ گیا۔

"دہاج دیکھو شادی ایک اولین فرض ہے اور یہ تمہاری کیا اس گھر کی بھی ضرورت ہے تم جانتے ہو صرف عورت ہی اس گھر کو سنبھال سکتی ہے کوئی ملازمہ یا نوکرانی نہیں کیونکہ گھر عورت سے ہی بنتا ہے۔" وہ خاصے سنجیدہ لہجے میں اسے سمجھا رہی تھیں۔

"طائشہ اچھی لڑکی ہے میں نے سوچ سمجھ کے اس کا نام لیا ہے اور تم دیکھنا تم اس کی شخصیت کے قائل ہوجاؤ گے۔"

"پھوپو یہ لاابالی لڑکیاں گھر سنبھالا نہیں کرتیں۔" وہ ان کی بات سے انکاری ہوا۔

"تم اسے سمجھنا اور سمجھانا کیونکہ وہ نئی جگہ ہوگی اس لیے گھر اتنی جلدی تو نہیں مگر جلد سنبھال ہی لے گی۔" آمنہ کو قوی امید اور یقین تھا طائشہ ہر بات جلدی سمجھ لیتی تھی ہاں بس وہ خوابوں خیالوں کی دنیا میں رہتی تھی مگر کبھی اس نے خود پر سوار نہیں کیا تھا اور پھر خواب و خیال میں رہنا کوئی جرم تو نہیں۔

"لگتا ہے آپ اس کی طرف داری کرنے آئی ہیں۔"

"میں تو صرف اس لیے آئی تھی کل شاپنگ پر جاؤں گی تو روحہ کو ساتھ لے جاؤں گی اسے لینے آئی تھی۔" انہوں نے جلدی سے وضاحت دی۔

"بیٹا مثبت سوچو منفی نہیں۔" انہوں نے دہاج کے شانے پر ہاتھ پھیر کے شفقت سے کہا۔

"جب مجھے فیوچر نظر آرہا ہے کیا ہوگا مثبت کیسے سوچ سکتا ہوں۔" وہ خود ہی تمسخر اڑانے لگا۔

"تم جو سوچ بنالو گے وہی ہوگا اگر تم اچھی اور مثبت سوچ رکھو گے دیکھنا ان شاءاللہ تعالیٰ سب تمہاری مرضی سے ہوگا۔" وہ گہری سوچ کے ساتھ گویا ہوئیں۔

"تھوڑا اسے سنبھلنے کا موقع دینا کیونکہ اپنی مرضی سے تم اسے اسی وقت چلا سکو گے جب تم اس پر زبردستی کوئی بات مسلط نہیں کرو گے۔"

"آپ نے مجھے جلاد سمجھ رکھا ہے۔" وہ برا مانا۔

"بالکل بھی نہیں، مگر بیٹا میرا بھی دل ڈر رہا ہے مگر میں پھر بھی سوچ مثبت رکھ رہی ہوں۔ تم طائشہ کے ساتھ بہت خوش رہو گے۔" وہ پُراعتماد لہجے میں آواز میں مضبوطی کے ساتھ بول رہی تھیں۔

"کاش ایسا ہی ہو۔" وہ ان کا سنجیدہ چہرہ دیکھنے لگا۔

"اچھا میں جا رہی ہوں کل روحہ کو تم لینے آ جانا کیونکہ کافی سامان بھی ہوگا۔"

"جی اچھا۔" اس نے سعادت مندی سے سر ہلایا۔ اسے آمنہ کو تنگ کرنا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا پاپا کی وفات کے بعد سے انہوں نے ان سب پر خاصی توجہ دی تھی۔

"اپنا کمرا خود بھی سمیٹ لو کیسا بکھرا ہوا ہے۔"

"میں خود بکھرا ہوا ہوں۔" وہ افسردگی سے ترکی بہ ترکی بولا۔

"سمیٹنے والی آ رہی ہے۔" وہ اسے چھیڑتی ہوئی چلی گئیں۔

تیاریاں اتنی جلدی جلدی ہوئی تھیں، دن ایسا لگ رہا تھا پر لگا کے اڑ رہے ہوں آمنہ پھوپو اور شبنم بھابی کی کوششوں سے دونوں طرف کی تیاریاں بھی ہو گئی تھیں۔ آمنہ نے طائشہ کی بری میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ شادی ولیمے کے ڈریس اتنے اسٹائلش اور خوب صورت تھے طائشہ خود حیران تھی اس نے یہ سب کہانیوں اور ڈراموں فلموں میں دیکھا تھا اور اس کے سامنے اس کے لیے بھی حقیقت میں بہت کچھ تھا۔

"ہشت میں یہ کیا ٹی وی ڈراموں فلموں کا سوچنا شروع ہو گئی۔" طائشہ نے خود کو سرزنش کی۔ اس نے سوچ لیا تھا خود ہی وہ ٹی وی رسالے وغیرہ سب ختم کر دے گی کیونکہ وہاج جیسے غصے والے شخص کے ساتھ ان سب شوق کے ساتھ زندگی نہیں چل سکتی تھی۔ بھابی کا پڑھایا ہوا سبق بھی تو یاد رکھنا تھا۔ طائشہ نے خود کو بہت مشکل سے تیار کیا تھا پھر آمنہ چچی بھی تو کہہ رہی تھیں۔

"طائشہ بیٹا تم وہاج کے مزاج سے واقف نہیں ہو مگر میں تمہیں صرف اتنا سمجھانا چاہوں گی کہ وہاج مزاج کا سنجیدہ ضرور ہے مگر بہت محبت اور فکر کرنے والا ہے۔ وہ اپنے باپ اور بہن بھائی کا بہت خیال رکھتا ہے اس لیے اگر کبھی وہ غصے میں تمہیں کچھ کہہ دے تو تم اپنا دل اس کی طرف سے بدگمان نہیں کرنا بلکہ اسے دیکھنا وہ کیا چاہتا ہے جب تم اس کے رنگ میں رنگ جاؤ گی تو وہ تمہیں سب سے زیادہ چاہے گا۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کے آہستہ لہجے میں سمجھا رہی تھیں۔ طائشہ کا دل وہاج کے نام پر زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"تم یہ بالکل بھی نہیں سمجھنا تمہیں وہاج نوکرانی بنا کے رکھے گا۔" وہ جیسے اس کی سوچوں کو پڑھ رہی تھیں۔

"چچی جان میں ایسا بالکل بھی نہیں سوچ رہی، میں تو یہ سوچ رہی ہوں پتہ نہیں میں ان کے رنگ میں رنگ بھی جاؤں گی یا نہیں۔" وہ افسردگی سے بولی۔

"تم ایسا نہیں سوچو بس تمہیں وہاج کو سمجھنا ہے۔ وہ کیا چاہتا ہے۔" اس نے سر ہلایا اس کے دل میں تو ہلچل مچی ہوئی تھی۔

اس نے بری کی تمام چیزوں کو بغور دیکھا تھا آمنہ سارا سامان اس کے روم میں ہی رکھ گئی تھیں۔

"کیا سوچ رہی ہو۔" شبنم بھابی بھی دروازے پر ناک کر کے چلی آئیں، یہ ان کی عادت تھی کسی کے روم میں بغیر ناک اور اجازت کے نہیں جاتی تھیں۔

"بھابی یہ سب سامان اتنا پیارا اور کتنا مہنگا ترین ہے۔"

"میری نند کوئی سستی ہے وہ تو سب سے زیادہ قیمتی ہے۔" انہوں نے مسکرا کے اسے گلے لگایا۔

"آپ تو فوراً ہی بات گھما دیتی ہیں۔" وہ جھینپی۔

"ارے خوش ہونا چاہیے اس گھر کی پہلی اور بڑی بہو بن کے جا رہی ہو۔" شبنم بھابی بولیں۔

"آپ سب نے بڑی بہو کہہ کہہ کے مجھے واقعی بڑی بہو بنا دیا ہے۔" وہ سوچنے لگی۔

شادی میں چند دن ہی تو تھے، مہندی مایوں کا وہاج منع کر رہا تھا مگر روحہ نے شور مچایا تو وہاج کی پھر کسی نے بھی نہیں سنی تھی۔ ساری رسمیں کرنے کو سلطان احمد نے بھی کہہ دیا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کی خوشی کے لیے سب کرنا چاہ رہے تھے۔

طائشہ مایوں کے زرد گوٹہ کنارے کے جوڑے میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ سارہ تو کئی بار اسے یہ کہہ چکی تھی مایوں کے جوڑے میں اتنی غضب کی لگ رہی ہو شادی کے ڈریس میں تو بجلیاں گراؤ گی۔

"تم بس ہانکتی رہا کرو۔"

"میں ہانک نہیں رہی واقعی سچ کہہ رہی ہوں۔" سارہ اس کے برابر ہی بیٹھ گئی۔ مہندی مایوں سب ہی بڑے زبردست انداز میں ہوئی تھی اس کے اب مہندی لگ رہی تھی۔

"بھابی روحہ کے بھی مہندی لگوادیں۔" طائشہ کو اس کا خیال آیا۔

"او ہونہہ کا بڑا خیال آ رہا ہے۔" سارہ نے ہنس کے چھیڑا۔

"میری بھابی بھی تو میرا خیال رکھتی ہیں ظاہر ہے جو سیکھا وہی میں بھی کروں گی۔" اس نے بھی خوش دلی سے ہی کہا۔

"روحہ سمیرہ کے ساتھ پارلر گئی ہے وہاں سے لگوا کے آئے گی آمنہ چچی ساتھ گئی ہیں۔" بھابی نے بتایا۔

"ارے شبنم طائشہ کو کھانا ہی کھلادو۔" رفعت کو اپنی بیٹی کے رخصت ہونے کا بھی دکھ تھا اور ساتھ ہی خوشی بھی کہ وہ اپنے گھر رخصت ہو کے جا رہی تھی۔

"امی مجھے بھوک نہیں۔" وہ مہندی لگواتے لگواتے تھک بھی گئی تھی۔

"صبح بھی تم نے ناشتہ ڈھنگ سے نہیں کیا۔"

"امی آپ فکر نہیں کریں میں کھلادوں گی۔" بھابی نے انہیں تسلی دی۔

"کھلا دینا میں ذرا آرام کرلوں بہت تھکن ہو رہی ہے۔" وہ تھکے تھکے لہجے میں بول رہی تھیں۔ شبنم بھابی اس کے لیے دودھ میں ہولیکس گھول کے لے آئی تھیں تاکہ اس کے پیٹ میں کچھ تو جائے۔

"کیا ہے بھابی میں نہیں پی رہی۔"

"زیادہ نخرے نہیں کرو پیو۔" انہوں نے زبردستی اسے پلایا۔ طائشہ کو بھی ایسا لگا جیسے اس کے جسم میں انرجی آ گئی ہو۔ سوائے سوچنے کے وہ کچھ کر ہی نہیں رہی تھی کھانا کھانے کا تو دل ہی نہیں کررہا تھا۔ اس کے نرم ونازک سے کومل کومل ہاتھ پاؤں پر مہندی بہت سج رہی تھی۔ سارہ نے اسے بیڈ پر لٹا دیا تھا۔

"میری تو کمر ہی اکڑ گئی۔"

"ابھی تو تمہیں کل اور پرسوں بھی بیٹھنا ہے۔" سارہ اس کے ساتھ ہی لیٹی تھی۔

"ہوں اکڑے ہوئے شخص کے ساتھ۔" وہ سوچنے لگی۔

"سارہ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"میں تو کچھ کر بھی نہیں سکتی ڈرنے کا فائدہ بھی نہیں۔" وہ مسکرانے لگی۔

"تم سے تو بات ہی کرنا فضول ہے۔" وہ چڑی۔

"تم صرف اچھا سوچو ڈر کے بارے میں نہیں کیونکہ جیسا تم وہاج بھائی کو سمجھ رہی ہو ہو سکتا ہے وہ ایسے بالکل بھی نہیں ہوں۔" وہ اسے تسلی اور اطمینان دلانے لگی۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" وہ دل ہی دل میں دعا بھی کر رہی تھی۔ وہ سوچتے سوچتے سوگئی اور شاید سارہ کی بھی آنکھ لگ گئی تھی۔ شبنم بھابی لائٹ آف کر کے چلی گئی تھیں۔

صبح ناشتے کے بعد ابو اور بھائی جان نے اسے گلے لگا کے خوب دعائیں دی تھیں اس کی آنکھیں برس پڑی تھیں۔

"آپی اچھی ہیں۔ یہ تو رو بھی سکتی ہیں ہم مرد ہیں نا اس لیے روتے اچھے نہیں لگیں گے۔" منیب بھی اس کے گلے لگ کے نم آنکھوں سے گویا ہوا۔

"تمہیں تو خوش ہونا چاہیے تمہیں ہر چیز پر قبضہ ملے گا۔ ٹی وی اور کمپیوٹر بالکل فری ملے گا۔" طائشہ نے منہ بنا کے کہا۔

"آپی ایسی بات تو نہیں کریں۔" منیب کو اپنی بہن کے رخصت ہونے کا بھی غم تھا اور غم کم خوشی زیادہ تھی اداسی تو یہ وقتی تھی منیب نے اپنی بہن کو سدا خوش رہنے کی دل سے دعائیں دی تھیں۔

آج شادی کا دن بھی آن پہنچا تھا آنکھیں نم ہوئی جا رہی تھیں پارلر جانے سے پہلے وہ سب سے ہی مل لی تھی۔

"زیادہ رونے کی ضرورت نہیں ہے میرا بھتیجا خوف ناک نہیں ہے۔" آمنہ نے اس کے کان میں مسکرا کے سرگوشی کی۔ طائشہ نے اپنے آنچل سے آنسوؤں کے موتی صاف کیے۔

دعاؤں کے ساتھ وہ چلی گئی تھی سارہ اس کے ساتھ ساتھ ہی تھی۔ شبنم بھابی کو گھر اور مہمانوں کو بھی دیکھنا تھا اس لیے وہ ساتھ نہیں گئی تھیں۔ آمنہ کا تو کبھی ایک پاؤں ادھر تو کبھی ادھر تھا۔ معیز صاحب نے تو کہہ دیا تھا وہ وہاج کی طرف کی ساری ذمے داریاں سنبھالیں کیونکہ ادھر کوئی خاتون تو تھی نہیں جو شادی کے جھمیلے سنبھالے۔ آمنہ طائشہ کے پارلر جاتے ہی سلطان احمد کی طرف روانہ ہوگئی تھیں۔

"واؤ روم تو بہت شاندار سجایا ہے۔" نمرہ نے وہاج کے روم کا جائزہ لیا ہر طرف پھول کلیاں تھیں جو فراز نے اپنے دوستوں

کے ساتھ ٹل کے ڈیکوریٹ کیا تھا۔

"بھائی جان تو کرنے ہی نہیں دے رہے تھے بابا نے ڈانٹ دیا تو چپ ہوئے۔" فراز نے بتایا۔

"کمرہ کم دکان زیادہ لگ رہا ہے۔" دہاج نے خود ہی مضحکہ اڑایا۔

"اتنا خوب صورت تو سجایا ہے..... بیڈروم کو سجایا ہی جاتا ہے۔" ثمرہ نے اپنی منطق نکالی۔

وسیع وعریض بیڈ پر پھول' کارپٹ اور پردے فرنیچر بھی خوب صورت تھا بیڈروم سج دھج کر اور بھی زیادہ حسین لگ رہا تھا۔

"دہاج حد ہوتی ہے تم ایسے ہی کھڑے ہو کب تیار ہو گے۔" آمنہ نفیس ہی فان کلر کی کامدانی ساڑھی میں سوبر سی لگ رہی تھیں۔

"ان سب کو نکالیے یہاں سے پھر ہی تیار ہوں گا۔" روحہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے کھڑی اپنے شولڈر کٹ بالوں میں برش چلا رہی تھی اور سمیر دہاج کے لیپ ٹاپ میں کچھ کر رہا تھا جبکہ اسفر کو بابا نے شاید کسی کام میں لگایا ہوا تھا وہ یہاں نہیں تھا۔

"چلو فراز نکلو تم بھی تیار ہو بیٹا جلدی جانا ہے۔" وہ ان سب کو وہاں سے دوڑا کے دہاج کو تیار ہونے کی ہدایات دے کے چلی گئیں۔

دہاج نے آف وائٹ کڑھائی والی شیروانی میں خود کو آئینے میں دیکھا۔ ہینڈسم لگ رہا تھا' ڈریسنگ ٹیبل پر ایک مخملی بکس بھی رکھا تھا جس میں دو سونے کے کڑے تھے جو بابا نے دیئے تھے طائشہ کی رونمائی کے لیے' یہ کڑے امی کے تھے جو شاید بابا نے ایسے وقت کے لیے ہی سنبھال کے رکھے تھے۔ آمنہ نے دروازے پر ناک کیا تو دہاج جلدی جلدی تیار ہو کے نکل آیا۔ مہمان بھی آ گئے تھے۔ بڑی گاڑی میں مہمان اور دو سجی ہوئی گاڑیوں میں گھر کے تمام افراد آ گئے تھے۔ بارات کا پُرتپاک انداز میں استقبال کیا گیا تھا۔ سلطان احمد اور دہاج کو معیز صاحب اور منیب نے گلے لگایا۔

اس وقت دہاج کے دل کی حالت بھی عجیب ہو رہی تھی جو کل تک اکیلا تھا آج اس کی زندگی میں کوئی شامل ہو رہا تھا اب تو مووی تصویریں بھی جدید انداز میں بننے لگی تھیں دہاج کو یہ سلسلہ بہت کوفت میں مبتلا کر رہا تھا۔ نکاح وغیرہ سے فارغ ہوئے تو اسٹیج پر طائشہ کو شبنم بھابی اور سارہ لے آئی تھیں دہاج کی نگاہ جم گئی وہ پری پیکر برائیڈل ڈریس میں کسی اپسرا سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ مہندی جیولری میک اپ' وہ بہت خوب صورت لگ رہی تھی نگاہ اس کی نیچی ہی تھی۔ اسے دہاج کے پہلو میں بٹھا دیا گیا تھا۔ طائشہ کے دل کی دھڑکنوں نے شور کرنا شروع کر دیا تھا وہ کہیں کسی اور طرف دیکھ ہی نہیں رہی تھی۔ دہاج کو لگ رہا تھا وہ خود کو ٹی وی ڈراموں کی ہیروئن ہی سمجھ رہی تھی۔ ساری رسمیں بھابی اور رفعت کر رہی تھیں سب ہی اسٹیج پر جمع تھے۔ روحہ تو اتنی خوش تھی دہاج اس کا چہرہ دیکھ کے مسکرا دیا۔

"شکر مسکرائے تو۔" آمنہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی وہ جھینپ کے انہیں گھورنے لگا۔

ڈنر کے بعد ہی رخصتی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دہاج کو اس فارمل سے ڈریس سے بہت الجھن ہو رہی تھی۔ کتنا منع کیا تھا وہ بیدا ہیات شیروانی نہیں پہنے گا مگر بابا کے حکم کے آگے اسے ماننا ہی پڑا تھا۔ بارہ بجے سے پہلے ہی رخصتی عمل میں آ گئی تھی۔ طائشہ سب کو افسردہ کر کے دہاج کے ہمراہ اس کے گھر چلی آئی۔ رو رو کے اس کی آنکھوں کا میک اپ تو خراب ہو ہی گیا تھا مگر اسے اس کی پروا بھی نہیں تھی آمنہ اسے کتنی دفعہ چپ کرانے کی کوشش کر چکی تھیں۔ انہیں کیا خبر تھی طائشہ کو دہاج سے ڈر لگ رہا تھا کیونکہ وہ جتنا سوبر اور سنجیدہ تھا یہ اس کے لیے ڈرانے کو کافی تھا۔

"تم آرام سے بیٹھ جاؤ اور ہاں یہ جوس پورا ختم کرنا ہے۔" آمنہ نے اسے ذرا پیار بھری ڈانٹ پلائی تاکہ وہ کچھ تو فریش ہو جائے۔ ادھر دہاج کو بھی سمجھا رہی تھیں وہ طائشہ سے نرم رویہ رکھے وہ تو جانے کیا سوچے ہوئے تھا۔ طائشہ نے زبردستی جوس ختم کیا روحہ تو اس کے آنے سے بہت ہی خوش تھی۔ زبردستی آمنہ نے اسے روم سے نکالا تھا۔ طائشہ کا دماغ تھک گیا تھا' بیڈروم بہت خوب صورت ڈیکوریٹ تھا' بھینی بھینی خوشبو ماحول کو خواب ناک بنا رہی تھی۔

"کاش دہاج مجھ سے اچھی طرح بات کریں۔" وہ دل ہی دل میں دعائیں کر رہی تھی اسی دوران وہ آ گیا تھا۔ طائشہ سنبھلی' دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش پیدا ہوا' ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ ہونے لگی ایسی کیفیت تو اس پر جب بھی نہیں ہوئی تھی جب پہلی دفعہ بورڈ کے ایگزام میں بیٹھی تھی۔ دل کی دھڑکنوں کی آواز اسے اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔ دہاج ڈریسنگ ٹیبل

سے بکس اٹھا لایا۔

"یہ تمہارے لیے ہے۔" بکس اس کے آگے رکھا۔ طائشہ نے چونک کے مخملی بکس پر نظر ڈالی جو اس کے قدموں کے پاس رکھا تھا۔

"پہن لو۔" اس نے ایک گہری نگاہ طائشہ کے سراپے پر ڈالی جو سر سے پیر تک حسن میں یکتا لگ رہی تھی۔ عروسی روپ اس پر بہت سج رہا تھا' ایسا لگ رہا تھا وہ کسی محل کی شہزادی ہو جو اپنے شاہی تخت پر ٹیک لگائے بیٹھی ہو۔ طائشہ نے حیل وحجت کیے بغیر سعادت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے بکس میں موجود طلائی کڑے نکال کے اپنے حنائی ہاتھوں میں پہن لیے۔ وہاج نے دیکھا اس کے ہاتھ تو پہلے ہی سجے ہوئے تھے اب کڑے اس کے ہاتھوں میں اور سج گئے تھے۔

"تھینک یو بہت پیارے کڑے ہیں۔" اس نے مسکرا کے شکریہ ادا کیا تو وہاج کا سکتہ ٹوٹا۔

"آپ چینج کرنا چاہیں تو کرسکتی ہیں۔"

"جی اچھا۔" طائشہ سمجھ رہی تھی وہاج پہلے اسے آزمائش سے گزارے گا پھر ہی شاید وہ اس پر پیار بھری نگاہ ڈالے گا اس کے دماغ میں تو یہی ہوگا وہ اپنے رسالے ٹی وی ڈراموں سے کبھی باہر نکل ہی نہیں سکتی یہ سب بھی اسے آمنہ نے بتایا تھا اس دن سے طائشہ نے خود کو بدل لیا تھا وہ سب کچھ ترک کر کے اس کی زندگی میں شامل ہوگئی تھی۔ وہ وہاج کی سوچ کو بدلنا چاہتی تھی جو اس کے متعلق منفی خیالات رکھتا تھا۔ وہ وہاج کی ہر سرد مہری کو برداشت کرے گی۔

ولیمے کے بعد دعوتوں کا سلسلہ چل نکلا تھا مگر وہاج روز روز کی دعوتوں سے اکتا گیا تھا پھر اس نے سب سے ہی معذرت کرلی تھی طائشہ اس کی خوشی میں ہی سر ہلا رہی تھی۔ ذرا بھی کسی بات سے اختلاف کا پہلو نہیں نکالتی تھی وہاج حیران تھا کیونکہ اس نے اس کی سگی خالہ کی دعوت کو رد کردیا تھا وہ جانتا تھا اس کی خالہ زاد سارہ سے بہت دوستی ہے اس سے نہ ملنے کا دکھ تو ہوگا مگر طائشہ نے اپنے کسی بھی ردعمل سے اسے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اس نے خود کو گھر کے کاموں میں بھی مصروف کرلیا تھا۔ مکمل طور پر وہ سارے کاموں پر توجہ دے رہی تھی۔

"بابا آج کیا پکاؤں؟" اس نے سلطان احمد سے پوچھا۔

"بیٹا جو آسانی ہو۔" انہوں نے طائشہ کو مسکرا کے دیکھا انہیں کتنی بے فکری ہوگئی تھی جب سے اس نے گھر کو سنبھالا تھا۔

"ارے آپ نے یہ کیا بات کی آپ حکم تو کریں۔"

"بیٹا میں تو ایسا بندہ ہوں جو کھلادو گی کھالوں گا' پسند تو ان بچوں کی ہے وہاج سے پوچھو یا پھر فراز سے۔"

"ہوں یہ بھی ٹھیک ہے۔" وہ اپنے آنچل کو شانوں پر برابر کرتی ہوئی اٹھی وہاج آفس سے پانچ بجے آجاتا تھا پھر وہ کچھ دیر آرام ضرور کرتا چائے دینے کے بعد وہ اس کے پاس گئی ہی نہیں تھی۔

"رات میں کھانے میں کیا پکاؤں؟" اس نے ٹی وی دیکھتے وہاج کو مخاطب کیا۔ وہاج کی نگاہ اس پر پڑی پنک لان کے خوب صورت سے پرنٹ کے کپڑوں میں اس کی سرخ وسپید رنگت کھل رہی تھی یا پھر وہ روز بروز کھلتی جارہی تھی۔ کتنی خوش اور مطمئن بھی نظر آتی تھی حالانکہ وہ اس سے ٹھیک سے بات بھی نہیں کرتا تھا مگر طائشہ کبھی بھی اس سے شکوہ نہیں کرتی تھی۔

"پکانا آتا ہے یا صرف باتیں بنانی آتی ہیں۔" طنز میں ڈوبا تیر ہی پھینکا' لہجے میں تمسخر بھی تھا۔ طائشہ لب کچل کے رہ گئی حالانکہ اسے یہ کھلی توہین ہی لگ رہی تھی مگر اس نے خود کو نارمل ہی رکھا۔

"آپ حکم تو کریں۔" وہ مسکرائی۔

"کتنی عجیب ہے میں اتنی سنا دیتا ہوں مگر آگے سے جواب ہی نہیں دیتی بلکہ نارمل ہی رہتی ہے۔" وہ گہری سوچ میں تھا۔ ٹی وی کے چینل سرچ کیے جارہا تھا۔

"کڑھی۔" اس نے جان کے ایسی ڈش بتائی کہ ضرور اسے پکانی نہیں آتی ہوگی اور پھر مشکل بھی تو ہوتی ہے اس نے اکثر امی کو ہی دیکھا تھا وہ صبح سے پکانے رکھ دیتی تھیں جب کہیں جاکے وہ تیار ہوتی تھی۔

"جی اچھا۔" اس نے سر ہلایا۔

"اور ہاں چاول سادے پکانا اور رائتہ سلاد اور تھوڑی کڑی قیمے والی بھی پکانا۔" اس نے پھر لمبی لسٹ ہی اسے بتائی۔

طائشہ قیمہ والی کڑی پر چونکی ضرور اس نے یہ پکائی تو نہیں تھی اور اس کے سامنے یہ ظاہر بھی نہیں کرنا چاہ رہی تھی وہ اس ڈش سے ناواقف ہے۔

"تھوڑا ٹائم تو لگے گا۔" وہ بس اتنا ہی بولی۔

"پکانا تو آتا ہے نا یہ سب۔" وہ جیسے طائشہ کو ٹٹول رہا تھا وہ ہچکچا کے منع ہی کردے گی۔

"ہر چیز پکانے میں تھوڑا وقت لگتا ہے مگر مشکل نہیں ہوتی۔" وہ گہری سوچ کے ساتھ ذومعنی لہجے میں گویا ہوئی۔ وہاج نے چونک کر اس کے تاثرات دیکھے مگر وہ تیزی سے جا چکی تھی۔ وہاج آج موقع کے انتظار میں تھا اسے جانے کیوں ایسا لگ رہا تھا کہ طائشہ یہ سب نہیں کرسکے گی۔ اس نے ٹائم دیکھا چھ بج رہے تھے وہ لیٹا رہا۔

ادھر طائشہ نے جلدی جلدی فریج سے دہی نکالا وہ دہی دودھ وغیرہ پہلے سے ہی فریج میں فریز رکھتی تھی کیونکہ دوپہر میں رائتہ ضرور بنتا تھا۔ وہ کچن میں لگی ہوئی تھی روحہ کوچنگ سے آ کے اس کے پاس آئی اس نے ہیلپ کا کہا تو طائشہ نے اسے مسکرا کے کچن سے باہر بھیج دیا۔ جس وقت وہ کڑی کے پکوڑے بنا رہی تھی فراز خوشبو سے اندر آ گیا۔

"بھابی دو تین لے لوں۔" وہ پوچھنے لگا۔

"ہاں لے لو اور پلیز کچن سے چلے جاؤ میں جلدی جلدی کرلوں۔" وہ کاؤنٹر پر کڑی کی دیگچی میں پکوڑے ڈال رہی تھی۔

"یہ کون سی ڈش ہے؟" فراز نے دوسری دیگچی کا ڈھکن ہٹا کے دیکھا۔

"یہ نئی ڈش ہے۔" اس نے بتایا۔

"مجھے تو قیمہ بھی نظر آرہا ہے۔" وہ چکھ کے دیکھنے لگا۔

طائشہ نے نو بجے تک سب کچھ ہی ریڈی کر کے ٹیبل پر لگا دیا تھا اور وہاج نے جب حیرانگی سے یہ سب دیکھا تو اس کی بصارت یقین ہی نہیں کررہی تھی۔ سلطان احمد نے تو کڑی کی بہت ہی تعریف کی روحہ بھی اتنے دن بعد ایسے مزیدار کھانے سے بہت ہی خوش تھی کیونکہ روز ہی اسے نئے سے نیا کھانے کو ملتا تھا وہاج کی سوچ کے گھوڑے اسی بات پر دوڑتے رہتے تھے کسی طرح بھی طائشہ کو زچ کر کے رہے مگر طائشہ کا لگتا تھا اسٹیمنا زیادہ تھا۔ ایک دن وہاج نے اسے گویا لسٹ ہی بتادی۔ وہ سن کے سکتے میں تو آئی مگر فوراً ہی سنبھل گئی۔

"میرے دوست ہیں شادی کی ٹریٹ مانگ رہے ہیں۔ اس لیے سوچا گھر پر کھانے پر بلالوں تم سے لگتا ہے ہوگا نہیں یہ سب۔" وہ اس کی صورت دیکھ کر جھٹ بولا جو خاموش کھڑی تھی۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے میں یہ سوچ رہی تھی کہ میٹھے میں ربڑی بھی رکھ لیں۔"

"ربڑی۔" وہ تو حیرانگی سے بولا کیونکہ وہ تو کچھ اور ہی سمجھ رہا تھا۔

"ربڑی بھی میں بنا سکتی ہوں۔" طائشہ نے پُرجوش لہجے میں مسکرا کے اسے دیکھا جو آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا اور ساتھ ہی اس نے طائشہ کو آج کی دعوت کا مینو بھی بتا دیا تھا۔

"تم بنالو گی اتنا کچھ کھانے کے مینو ساتھ اور مجھے نہیں لگتا کہ تم کچھ بھی ڈھنگ کا پکا سکتی ہو تمہارے رسالے اور ڈراموں کا کیا ہوا؟" اس نے پھر تمسخر اڑا کے طنز کیا۔

"رسالے ڈرامے میرے شوق تھے فارغ اوقات کے اور میں سمجھتی ہوں رسالے ڈرامے اس وقت ہوں جب فارغ ہوں۔"

"اچھا اس کا مطلب ہے تم یہاں آ کے بیزار ہو گئی ہو۔ تمہیں تمہارے شوق پورے کرنے کا بھی وقت نہیں ملتا۔"

"ایسا میں نے بالکل نہیں کہا بلکہ میرے کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ میری پریکٹیکل لائف میں ان چیزوں کا کوئی مطلب نہیں۔" اسے وہاج کی سوچ پر افسوس اور دکھ بہت ہوتا تھا جو ہر وقت اسے ڈی گریڈ ہی کرتا تھا اتنا روکھا اور سرد مہر تھا کہ کسی کے جذبات کی قدر ہی نہیں تھی۔

"کن چیزوں کا مطلب۔" وہاج کی استفہامیہ نگاہیں اس پر تھیں جو ڈریسنگ ٹیبل کی چیزیں ٹھیک کررہی تھی۔

"رسالے ڈراموں کی..... پریکٹیکل لائف میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو شاید آپ نہیں سمجھ رہے۔" وہ معنی خیزی سے کہتی ہوئی باہر نکل گئی۔ وہاج اس کی گہری بات میں ہی الجھ گیا وہ آفس کے لیے نکل رہا تھا بابا کو پہلے سلام کر کے نکلتا تھا۔

"بیٹا آج تم نے دعوت رکھی ہے۔"

"جی بابا وہ سارے دوست ٹریٹ مانگ رہے تھے۔" اس نے بتایا۔

طائشہ ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ لگا رہی تھی روحہ تو ناشتہ کر کے پہلے ہی نکل گئی تھی۔

"بیٹا تم کسی ہوٹل میں ٹریٹ دے دو اتنے سارے کھانے پکانا تمہیں پتہ ہے ایک بندے کا کام نہیں۔" وہ تو حیران تھے طائشہ نے انہیں سامان لانے کی لسٹ دی تھی۔

"اس کا مطلب ہے بابا سے آ کے بول دیا مجھ سے بولنے کی ہمت نہیں۔" وہ ناشتہ کرنے بیٹھ گیا تھا طائشہ کن انکھیوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کی بہو کے بس کا کام نہیں ہے ظاہر ہے کبھی دعوتوں کا کھانا پکایا نہیں ہوگا۔" اس نے طنز کیا۔

"ارے اس نے کچھ نہیں کہا یہ تو میں کہہ رہا ہوں۔ وہ تو الٹا یہ بول رہی ہے سب پکالوں گی وہاج بیٹا سوچو تم نے کتنی ڈشز بتادی ہیں۔"

"بابا آپ پریشان کیوں ہورہے ہیں میں سب کرلوں گی۔" وہ وہاج کے بگڑتے تاثرات دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میں ہوٹل میں ارینج کرلیتا ہوں۔" وہ خفگی سے بولا۔

"آپ پریشان نہیں ہوں میں سب کرلوں گی آپ آفس جائیں۔"

"سوچ لو۔" ایک گہری نگاہ اس پر ڈالی۔ سلطان احمد وہاج کو سمجھ رہے تھے وہ جیسے طائشہ کا امتحان لینا چاہ رہا ہو وہ کرتی ہے یا نہیں۔

وہاج کے جانے کے بعد طائشہ نے سب سے پہلے ہال کمرے کی سیٹنگ کروائی اس کے جہیز کی ڈائننگ ٹیبل لاؤنج میں تھی اسے ہال کمرے کی ڈائننگ ٹیبل سے ملا کے رکھوادیا کیونکہ وہاج کے چار دوست اپنی اپنی فیملیز کے ساتھ آرہے تھے۔ ہال کمرے میں پڑے صوفے بھی سیٹنگ سے رکھے اور پورے گھر کی صفائی اس نے ماسی کے ساتھ مل کے کی۔

جب تک بابا سودا وغیرہ لے آئے تھے۔ فراز آج اتفاق سے کالج نہیں گیا تھا طائشہ کو کچھ ہیلپ مل گئی تھی۔ اس نے مرغ مسلم کو مصالحہ وغیرہ لگا کے رکھ دیا تھا بریانی کا مصالحہ بھی تیار کرلیا کباب کا قیمہ چڑھایا ہوا تھا۔ میٹھے بھی اس نے دو ہی تیار کیے تھے پورا دن اس کا تمام ہوگیا تھا۔ وہاج پانچ بجے گھر آیا تو اس نے حیرانگی سے ہال کمرے کی سیٹنگ دیکھی اور کچن سے اشتہا انگیز خوشبوؤں سے بھوک ہی چمک اٹھی تھی تقریباً اس نے پکانے کا سارا ہی کام کرلیا تھا صرف بریانی کی تہہ لگائی تھی اور کباب بھی تل کے رکھ لیے تھے کہ جیسے ہی مہمان آئیں گے مائیکرو ویو میں گرم کرلے گی۔

"واہ یہ تو اتنی پھرتیلی ہے سب ہی کچھ کرلیا۔" کچن کا جائزہ لے کے وہ روم میں آگیا۔ طائشہ نہا کے نکلی تھی پنک ایمبرائیڈی کے سوٹ میں وہ کھلی کھلی لگ رہی تھی۔ اس نے نگاہ چرائی اور اپنے جوتے موزے اتارنے لگا۔

"میں نے آپ کے کپڑے پریس کرکے ہینگر کردیے ہیں۔ آپ کا جو دل چاہے وہ پہن لیں۔" بالوں کو خشک کرکے وہ برش چلا رہی تھی۔ جب تک وہاج بھی نہا کے فریش ہوگیا۔ جس وقت وہ نہا کے نکلا اس کے لیے چائے لے آئی۔

"میں نے سب کچھ تیار کرلیا ہے۔" اس نے جتایا۔

"یہ تو کھانے کے بعد پتہ چلے گا کیسا پکا ہے۔" وہ جیسے اس کے کام سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوا تھا۔ طائشہ نے سب کچھ شبنم بھابی سے فون پر پوچھ کے تیار کیا تھا اسے پکانا تو آتا تھا مگر کی بیشی کی وجہ سے پکاتے ہوئے ڈر رہی تھی۔ وہ چپ چاپ چلی گئی۔ نو بجے مہمان آگئے تھے ایک رونق ہی لگ گئی۔ ان کے ساتھ بچے بھی تھے جو روحہ کے ساتھ لگ گئے تھے۔ سلطان احمد ان سے سلام دعا کرکے اپنے روم میں چلے گئے تھے طائشہ نے سب کچھ اکیلے کیا تھا۔ سب کو یہ انتظام اتنا پسند آیا تھا بار بار تعریف کیے جارہے تھے۔ وہاج خود بھی اس سے نگاہ چرائے ہوئے تھا۔ ان سب کے جانے کے بعد اس نے سارے برتن خود دھوئے کچن بھی صاف کیا روحہ نے برتن سارے خشک کرکے ڈائننگ ٹیبل پر رکھوائے تھے۔ اسے سب کرتے کرتے دو بج گئے تھے۔ وہاج اس کی خوبیوں کا قائل ہوگیا تھا۔ جس وقت وہ روم میں آئی وہاج لیٹا ہوا تھا۔ وہ چینج کرنے باتھ روم میں چلی گئی تھی۔

"وہاج احمد تم اگر ذرا سی میری حوصلہ افزائی کردیتے تو کیا ہوجاتا۔" وہ لیٹی تو سوچوں نے اسے گھیر لیا تھا وہ وہاج کی رکھائی پر بہت دکھی تھی۔ اول روز سے ہی وہ اس سے فاصلوں پر تھا اس کی پشت پر نگاہ ٹکائی ہوئی تھی۔

☾ ..... ☾ ..... ☾

روحہ کے میٹرک کے ایگزام ہورہے تھے وہ اس کی بھی پڑھائی میں مدد کررہی تھی۔ کوچنگ تو وہ جاتی ہی تھی مگر اپنے طور پر بھی طائشہ اس کی تیاری کروا رہی تھی۔

"بھابی یہ دو پیپر بھی خیریت سے گزر جائیں پھر میں پھوپو کے گھر رہنے جاؤں گی۔"

"ہاں ہاں چلی جانا۔" اس نے روحہ کے سر پر چپت لگائی۔

"تم جلدی جلدی یہ سب یاد کرو میں جب تک دیکھ کے آتی ہوں مشین میں کپڑے ڈالے تھے۔"

مشین آٹومیٹک تھی زیادہ جھمیلا تو ہوتا نہیں تھا وہ کپڑے گھر کے سارے خود ہی دھوتی تھی۔ کئی دنوں سے وہ گھر بھی نہیں گئی تھی حالانکہ سب سے ملنے کا کتنا دل کررہا تھا مگر گھر کی

مصروفیت کی وجہ سے جا نہیں سکی تھی روحہ کے انگزام بھی ہورہے تھے۔ اگر ذرا بھی بے پروائی برتی تو وہاج کو تو موقع ملنا تھا اسے سنانے کا وہ اپنی طرف سے کوئی بھی ایسی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

سارے کپڑے دھل گئے تھے اس نے پھیلا بھی دیئے تھے۔ چار بج گئے تھے رات کا کھانا بھی تیار کرنا تھا۔ بابا اپنے کمرے میں تھے۔ ان کے لیے پہلے چائے بنائی، روحہ کوچنگ جانے کے لیے تیار ہوگئی تھی۔

"بھابی آج قیمہ آلو پکالیں۔"

"ٹھیک ہے دیکھتی ہوں۔" وہ بولی، آج اس کی کمر میں بہت درد ہورہا تھا، دل کررہا تھا لیٹی رہے اور وہی ہوا، کچھ دیر ستانے کے لیے لیٹی تو اسے پتہ ہی نہیں چلا کب آنکھ لگ گئی۔ مغرب کی اذان ہورہی تھی جب آنکھ کھلی دیکھا تو وہاج بھی ساتھ ہی لیٹا تھا۔

"اوہ اتنی دیر ہوگئی۔" وہ ہڑبڑا کے اٹھی۔

وہاج کی تنقیدی نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا، ریڈ لان کے پرنٹڈ کپڑوں میں جانے کیوں آج وہ اتنی مرجھائی مرجھائی لگ رہی تھی۔ سر چکرا رہا تھا۔ جیسے ہی کھڑی ہوئی چکر سا آ گیا، فوراً ہی بیٹھ گئی۔

"آرام کرو تم کیونکہ سارا کام تو ہو ہی گیا ہے۔" اس نے طنز کیا۔

"کام......" وہ جیسے سمجھی نہیں۔

"بابا نے رات کا سالن پکالیا ہے اور روٹیاں بھی وہ خود ہی باہر سے لے آئے ہیں۔" وہ تیزی سے کمرے سے نکل گئی بابا واقعی کچن میں ہی تھے۔

"بابا آپ نے کیوں پکایا میں آرہی تھی کپڑے دھونے کے بعد میری آنکھ لگ گئی تھی۔" وہ شرمندہ ہورہی تھی۔

"بیٹا کوئی بات نہیں آج میرا خود دل چاہ رہا تھا پکانے کا۔" وہ سنک میں پڑے برتن دھونے لگے۔

"بیٹے مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا آپ اٹھا دیتے۔"

"تم خود دھیان رکھتی ایسے کیسے بے وقت سوگئیں۔" وہاج کو تو موقع مل گیا اسے سنانے کا۔

"آج پہلی بار ایسا ہوا ہے۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

"آج پہلی بار پھر دوسری بار لگتا ہے گھر کے کاموں کی تمہیں عادت نہیں ہے۔"

"وہاج کیا بدتمیزی ہے یہ بھی انسان ہے پورا دن لگی رہتی ہے اگر کچھ دیر سوگئی تو کیا ہوگیا۔" بابا نے اسے ڈانٹا۔ طائشہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن وہ برتن دھوتی رہی۔

"مجھے اچھا نہیں لگا آپ کچن میں لگے ہوئے تھے یہ ان کی ذمے داری ہے۔"

"یہ کوئی نوکرانی بن کے نہیں آئی ہے اس کا گھر ہے کبھی دیر سویر میں کام کرلیا تو کوئی قیامت نہیں آ گئی اور میں نے آج پہلی دفعہ تو کھانا نہیں پکایا تھا اکثر پکا ہی لیتا تھا۔"

"بابا وہ پہلے کی بات تھی۔" وہ چیخا۔

"آپ نے میری شادی اسی وجہ سے کروائی تھی۔"

"آپ کو نوکرانی چاہیے تھی؟" طائشہ نے یک دم ہی رخ پھیر کے پوچھا۔

"بیٹا ایسی بات نہیں ہے تم میری بیٹی ہو۔" بابا تو گڑبڑا ہی گئے۔

"بابا میں نے اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھا ہے اور ہر کام خوشی سے دل سے کرتی ہوں مگر جانے کیوں انہیں مجھ سے ہر وقت شکایت رہتی ہے، ہر وقت ہی روڈ لہجے میں بات کرتے ہیں، میرا اتنا بڑا گناہ ہے کہ میں رسالوں اور ڈراموں کی دنیا میں رہتی تھی۔ وہ سب تو میں کب کا چھوڑ چکی ہوں، ضروری ہے کہ ہر وقت مجھے اسی کا بات کا طعنہ دیا جائے، میری کوئی اہمیت اور عزت نہیں۔" وہ تو روہانسی ہوگئی۔ وہاج شرمندہ اور جزبز ہوگیا وہ جو کچھ کہہ رہی تھی سچ ہی کہہ رہی تھی۔

"میری امی اور بھابی نے مجھے ہر کام سکھایا ہے۔ میں نے ہر کام ٹھیک طرح سے کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ پھر بھی خوش نہیں ہوتے ٹھیک ہے جب میں ان کے معیار پر نہیں اترتی تو آپ کو یہ شادی ہی نہیں کرنی چاہیے تھی ختم کریں اس رشتے کو۔" وہ یہ کہہ کر کچن سے نکل گئی، دل تو ٹوٹ ہی گیا تھا۔ وہاج کو خوش کرنے کے لیے کیا کیا نہیں کیا مگر وہ ہر وقت ہی اسے ناگواری اور تنقیدی نگاہوں سے دیکھتا رہتا تھا۔

وہ روحہ کے روم میں آ گئی تھی اس میں ہمت نہیں تھی وہاج کا مزید سامنا کرنے کی۔ وہاج اور بابا تو ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے رہ گئے۔ بابا کو یقین نہیں آرہا تھا طائشہ اتنی دکھی ہوسکتی ہے۔

"دیکھا ناراض کردیا اور تم اسے طعنے دیتے ہو، سارے ہمارے لڑکیاں شادی سے پہلے یہ سب شوق رکھتی ہیں، تمہاری بہن کو

شوق نہیں ہے کیا؟ ٹی وی ڈراموں کا سوچو۔" بابا سے شرمندہ کرنے لگے۔

وہاج لب کچلنے لگا طائشہ تو ایک دم ہی رشتہ ختم کرنے کی بات کرگئی تھی اور آمنہ پھوپو کو پتہ چلے گا تو کیا ہوگا اور پھوپا جان کو علم ہوگا تو کتنی سبکی اور شرمندگی ہوگی وہ طائشہ کو طعنے دیتا ہے جانے کیوں وہ اتنا روکھا اور سرد مہر ہوگیا تھا ہر وقت ہی جھنجلایا اور بےزار رہتا تھا۔ جبکہ اس کے آنے سے تو گھر گھر لگنے لگا تھا ان دو مہینوں میں تو اس نے سب کچھ بہت سمجھداری سے کیا تھا' اس کے دوستوں کی دعوت میں اس نے سب کچھ ہی خود پکایا تھا سارے دوست تعریف کررہے تھے۔

"یار وہاج تم تو خوش نصیب ہو جو اتنی سگھڑ بیوی ملی کتنے مزیدار کھانے پکائی ہیں۔" عرفان نے کھلے دل سے سراہا تھا۔

اس وقت اسے کتنی خوشی ہوئی تھی طائشہ نے مہمان داری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی سب کچھ ہی سلیقے طریقے سے کیا تھا۔

"جاؤ جا کے دیکھو وہ رو رہی ہوگی۔" بابا کی آواز پر وہ چونکا۔

"وہاج میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں اگر تم نے مزید حماقت کی تو اچھا نہیں ہوگا۔" سلطان احمد کو غصہ آ گیا تھا۔

طائشہ روم میں نہیں تھی اس نے دوسرے کمروں میں دیکھا وہ روحہ کے روم میں مل گئی وہ رو رہی تھی۔

"ادھر کیا کررہی ہو۔" وہ تیز لہجے میں بولا۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی اور مجھے یہاں رہنا بھی نہیں ہے کسی اپنے مطلب کی لڑکی سے شادی کرلیں اور میرا پیچھا چھوڑ دیں۔" وہ اپنی اتنی تضحیک برداشت نہیں کرسکتی تھی۔

"سوچ لو تم کیا کہہ رہی ہو اور پھر مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے یہ سب تم پر رسالوں اور ڈراموں کا ہی اثر ہے جو ایسے ڈائیلاگ بول رہی ہو اور جانتی ہو اس کے نتائج کیا ہوسکتے ہیں۔"

"آپ مجھے ڈرائے نہیں اور میں ڈر بھی نہیں رہی' آپ سے صاف کہہ رہی ہوں رشتہ ختم کریں۔" وہاج کی بات پر وہ اور ہی بھنا گئی۔

"تمہارا تو دماغ خراب ہوگیا ہے۔"

"ہاں ٹھیک کہا میرا دماغ خراب ہوگیا ہے' جو میں یہاں رہ رہی تھی صرف آپ کے لیے' مگر آپ کو تو میرا احساس ہی نہیں۔" وہ اسے دیکھنے سے گریز کررہی تھی۔

"کیسا احساس چاہتی ہو۔" وہ اس کی باتوں کا مفہوم سمجھتا تھا معنی خیزی سے پوچھا۔

"احساس کے لیے احساس کا ہونا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے جو چاہتی ہو وہ ہی سہی۔" وہ پھر بولا۔ طائشہ نے دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اپنا چہرہ اس نے دوسری طرف گھما لیا۔

"روم میں آجاؤ جو احساس چاہتی ہو کرا دیتا ہوں۔" وہ بات کو گھمانے لگا کیونکہ ڈر بھی تھا اگر یہ چلی گئی تو بابا اور پھوپو تو اسے چھوڑیں گے نہیں اور اسے کسی طرح بھی اسے روکنا تھا طائشہ زچ ہوگئی تھی اٹھی اور باہر نکل گئی۔
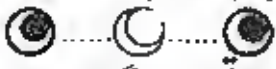
دوسرے دن اسے واقعی بخار ہوگیا اور اس نے گھر جانے کی ضد لگا دی مجبوراً وہاج کو چھوڑ کے آنا پڑا مگر اس نے وہاج سے مکمل ناراضگی اور خفگی رکھی ہوئی تھی۔

"بیماری کے بہانے ہی تم آئی تو یہاں رکنے۔" شبنم بھابی اس کے آنے سے بہت خوش تھیں۔

"بھابی مجھے یہ وہاج احمد ذرا سمجھ نہیں آیا۔" وہ ایک دم ہی بولی۔

"سارے ہی مرد سمجھ نہیں آتے تمہارے بھائی جان بھی مجھے سمجھ نہیں آتے تھے پھر آہستہ آہستہ سمجھ آگئے جب صبور اس دنیا میں آیا۔" انہوں نے معنی خیزی سے اسے چھیڑا۔

"بھابی کیا ہے۔" وہ جھینپ گئی۔

"دیکھو تم وہاج کو اتنا سیریس نہیں لو ٹھیک ہوجائے گا اور دیکھنا تم یہاں رہوگی تو خود ہی دوڑا دوڑا تمہیں لینے آجائے گا۔" وہ بولیں۔

"پتہ نہیں۔" وہ حسرت بھری آہ بھر کے رہ گئی۔

"زیادہ اداسی کا بھوت نہیں سوار کرو تم آئی ہو تو کچھ دن تو رک کے جاؤ گی ہم لوگ شاپنگ کرلیں گے عید کی اور رمضان کی مجھے لان وغیرہ کے سوٹ لینے ہیں۔"

"ہاں لینے تو مجھے بھی ہیں۔" طائشہ کب سے سوچ رہی تھی بازار جانے کا مگر اسے وقت ہی نہیں مل رہا تھا۔ ایک دو دن میں اس کا بخار تو ٹھیک ہوگیا روحہ کے ایگزام ختم ہوگئے تھے وہ بھی یہیں آگئی تھی' اس نے پھر شبنم بھابی کے ساتھ جا کے اپنے لیے اور روحہ کے لیے کپڑے لیے عید کے لیے بھی ابھی نے لیے پیسے تو اس کے پاس تھے ہی۔

"بھابی ایسے شاپنگ تو میرے بابا اور بھائی جان نے

بھی نہیں کرائی جو آپ اور پھوپو نے کروائی ہے۔" روحہ خوش ہو رہی تھی۔
"روحہ تمہارا سوٹ بہت خوب صورت ہے۔" نمرہ کو اس کے کپڑے بہت پسند آئے تھے۔
"میں نے فراز کے لیے بھی قمیص شلوار سمپل سا لیا ہے۔" طائشہ نے بتایا۔
"اور بابا اور بھائی سے آپ کی دشمنی ہے۔"
"بابا کے قمیص شلوار کا کپڑا لیا ہے اور تمہارے بھائی جان کے لیے میں نے خود جان کے نہیں لیا پسند ہی نہیں آئے گا۔" طائشہ نے بتایا۔
"ٹھیک ہے وہ ویسے بھی ہر چیز میں نقص نکالتے ہیں۔" روحہ دہاج کی عادت کو اچھی طرح جانتی تھی۔
"چلو بھئی سامان سمیٹو کھانا لگ گیا ہے آجاؤ طائشہ دہاج بھی آیا ہے۔" شبنم بھابی نے بتایا۔
"یہ کیوں آگئے۔" وہ منہ بنا کے سوچنے لگی۔ اس نے سارے شاپرز سائیڈ پر رکھے اور خود باہر آگئی۔ دہاج کو اس نے جان کے اگنور کیا۔
روحہ نمرہ کے ساتھ لگی ہوئی تھی کھانا لگ چکا تھا۔ معیز صاحب اور منیب اور مہب بھی دہاج کو خاص اہمیت دے رہے تھے جبکہ اس نے کھانے کے وقت کسی بھی چیز کا اس سے نہیں پوچھا تھا دہاج اس کی ناراضگی سمجھ رہا تھا۔
"ابو بلا رہے ہیں۔" دہاج نے موقع دیکھ کے اسے مخاطب کیا وہ لاؤنج میں بیٹھی تھی۔
"ابو سے کہیں وہ کسی دوسری بہو کا انتظام کرلیں کیونکہ ان کے بیٹے کے معیار پر میں پوری نہیں اتر رہی۔" اس نے طنز و ناگواری سے کہا۔
"دیکھو یہاں تماشہ لگانے کی ضرورت نہیں۔" وہ دبی دبی آواز میں اسے ڈانٹ رہا تھا۔
"میں کوئی تماشہ نہیں لگا رہی۔" وہ کھڑی ہوگئی۔ شبنم بھابی اتنے میں کولڈ ڈرنک لے آئیں تو وہ دونوں ہی خاموش ہوگئے۔
"اتنی آہستگی اور سرگوشیوں میں کیا باتیں ہو رہی تھیں۔" بھابی نے معنی خیزی سے مسکرا کے پوچھا۔
"کچھ خاص نہیں۔" طائشہ جھینپ کے بولی اور جھٹ ٹرے سے گلاس اٹھا کے دہاج کو تھمایا۔
"تم نہیں پیو گی۔"
"نہیں بھابی میرا دل نہیں کر رہا آپ روحہ کو ضرور دے دیجیے گا۔"
"ہاں ہاں کیوں نہیں تمہاری نند کو میں بھول سکتی ہوں۔" شبنم بھابی مسکراتی ہوئی بولیں۔ دہاج کولڈ ڈرنک کے سپ لینے لگا وہ اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھی رہی۔
"ایک ہفتے سے اوپر ہوگیا ہے تم یہاں آکے بیٹھی ہو بابا کی فکر ہے۔"
"مجھے سب کی فکر ہے آپ کو جب میری فکر اور ضرورت نہیں تو مجھے کیا پڑی ہے اس رشتے کو آگے لے کے چلنے کی۔ ساری زندگی آپ کے طعنے سنتی رہوں۔" وہ مکمل اس سے بائیکاٹ کیے ہوئے تھی اس نے تہیہ کرلیا تھا دہاج سے اپنے لیے اقرار کروا کے رہے گی وہ اس کے لیے اہمیت رکھتی ہے یا نہیں وہ اتنے کھردرے لہجے اور شخصیت کا تھا طائشہ چاہتی تھی اس کی شخصیت میں بھی رنگ آئیں مگر وہ اپنے دائرے سے نکل ہی نہیں رہا تھا۔
"دیکھو بابا چاہتے ہیں تم رمضان سے پہلے گھر آجاؤ۔"
"بابا چاہتے ہیں آپ تو نہیں چاہتے مجھے نہیں آنا۔" وہ بھی ڈٹی ہوئی تھی۔
"کیوں آؤ گی تمہیں یہاں رسالے ڈرامے جو دیکھنے کو مل رہے ہوں گے۔" اس نے پھر طنز کیا۔
طائشہ تو سلگ کے ہی رہ گئی۔ وہ دکھ سے اسے دیکھنے لگی جو اپنی عادت سے باز نہیں آرہا تھا وہ تنک کے اٹھ کے چلی گئی دہاج اسے پکارتا ہی رہ گیا وہ یہ جا وہ جا ہوگئی تھی۔

اسے گئے ہوئے بیس دن ہوگئے تھے گھر کی حالت ہی بدل گئی تھی اور خود دہاج کی بھی ہر چیز وہ اس کی سامنے تیار رکھتی تھی۔ کسی بھی چیز کا اسے کہنا نہیں پڑتا تھا۔ اس کے کپڑے سے لے کے کھانا پینا تک بے ترتیب ہوگیا تھا اس نے ان تین مہینوں میں ان سب کو اپنی عادت ایسی ڈال دی تھی کہ کسی کا کچھ خود سے کرنے کا دل ہی نہیں کرتا تھا۔ حالانکہ اس کی شادی سے پہلے بھی یہ گھر چل رہا تھا مگر اب وہ سب ہو ہی نہیں رہا تھا بابا کچن میں کھانا پکاتے نظر آتے تھے۔ آمنہ بھی دو تین بار آچکی تھیں مگر بابا نے انہیں اصل بات سے آگاہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان کی باتوں سے اندازہ ہوا تھا طائشہ نے ایسا کچھ وہاں کہا ہے۔
"تمہاری حرکتوں کی وجہ سے وہ نہیں آرہی...... میں خود

جا کے لاؤں گا۔" سلطان احمد کو بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا ان کی بہو روٹھ کے میکے جا بیٹھی ہے۔

"میں نے ایسا کیا کر دیا۔ لینے گیا تو تھا خود نہیں آئی بابا اسے آنا ہی نہیں ہے۔" وہ بھی کھسیایا ہوا بے زار تھا۔

"وہ آئے گی نہیں تو ہم کیا اسے وہیں چھوڑ دیں گے۔" وہ اسے سخت سست سنا رہے تھے۔

وہاج بدمزا سا ہو گیا تھا۔ وہ دل میں اسے جگہ دے چکا تھا وہ اس کے دل میں اتر گئی تھی ساتھ رہتے رہتے وہ اس کی خوشبو کا اس کے وجود کا عادی ہو گیا تھا۔ ایسے کیسے وہ اتنی جلدی اس کا عادی ہو سکتا ہے اس لڑکی کو وہ سخت ناپسند کرتا تھا وہ یوں اچانک سے اتنی قریب ہو گئی تھی اور اقرار کرتے ہوئے اسے اتنی جھجک اور عار کیوں محسوس ہو رہی تھی شاید اسی وجہ سے وہ اتنا جھنجلایا اور بے زار رہنے لگا تھا اس طرح تو وہ شادی سے پہلے بھی نہیں تھا۔

"میں خود جاؤں گا تم تو بیوقوفی کرتے رہنا۔" وہ بجھ گئے تھے وہاج اپنی انا کی وجہ سے طائشہ کے آگے جھکنے کو تیار نہیں ہے اور وہ اس کی اس بے وقوفی میں ان دونوں کا رشتہ توڑنا نہیں چاہتے تھے۔

"بابا کوئی فائدہ نہیں ہے وہ اکڑ دکھا رہی ہے۔"

"اکڑ تو تم بھی دکھاتے ہو تمہاری بیوی ہے کچھ تو اثرات تمہارے اس پر پڑے ہی ہوں گے۔" وہاج جز بز ہو کے پہلو بدل کے رہ گیا کہہ تو بابا بالکل ٹھیک ہی رہے تھے بابا کو کچھ زیادہ ہی جلدی تھی وہ تیار ہو کے آ گئے تھے۔

"میں چلوں۔" اس نے جھٹ اپنی خدمات پیش کی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے میں فراز کو لے کے جا رہا ہوں۔ گاڑی کی چابی دو۔" وہ خاصے سنجیدہ اور فکر مند لگ رہے تھے۔

"گاڑی دھیان سے چلانا۔" وہاج نے چابی اس کے ہاتھ میں تھمائی۔

"روحہ کو تو لے آئیے گا وہ بھی وہیں جا کے جم گئی ہے۔"

"ہاں لے آئیں گے۔" بابا نے اس کا ستا ہوا چہرہ دیکھا۔ وہ بھی خوب سمجھ رہے تھے طائشہ کی وجہ سے وہ خود بھی بہت پریشان ہے مگر اپنی پریشانی کہنا اس کی انا کے خلاف تھا۔

"عجیب لڑکی ہے اتنے سے عرصے میں سب کو اپنا عادی بنا لیا اور تو اور میری بہن کو بھی اپنے قبضے میں کر لیا۔" وہ ٹانگیں پھیلا کے صوفے پر بیٹھ گیا ٹی وی اس نے آن کر لیا تھا۔ وہ بے چین تھا دل اندر ہی اندر دعا کر رہا تھا کہ وہ آ جائے۔

ٹی وی دیکھتے دیکھتے اسے گیارہ بج گئے تھے اسے اکتاہٹ ہوئی ٹی وی آف کیا اور کچن میں کھانے کی تلاش میں آیا وہاں گندے برتنوں کا جم غفیر تھا وہاں کا پھیلاوا دیکھ کے کوفت ہونے لگی اسی دوران ڈور بیل ہوئی دل کو خوشی کا احساس ہوا شاید وہ ساتھ آ گئی ہو وہ تیزی سے باہر نکلا پورچ میں آیا گیٹ کھولا تو ان سب کے ساتھ وہ بھی کھڑی دکھائی دی۔

"تھینک گاڈ آپ لوگ آ گئے۔"

"ہم یا بھابی۔" روحہ نے ہنس کے اسے چھیڑا فراز نے گاڑی پورچ میں کھڑی کی۔ طائشہ پیر بیٹ گرین کپڑوں میں اسے خفگی دکھاتی اندر چلی گئی تھی۔

"کوئی فضول بات اس سے نہیں کرنا صرف میرے کہنے پر آئی ہے شکر کرو تمہیں بیوی اچھی ملی ہے بڑوں کی عزت و قدر تو کرتی ہے اس نے میری بات رکھی ہے جو آ گئی وہاں کسی کو نہیں پتہ تھا تم نے کیا حرکتیں کی ہیں۔ میں نے آمنہ کو تمہاری کارگزاریاں بتا دی ہیں وہ آئے گی تمہاری خبر لینے۔" بابا نے اسے اچھی طرح سنانے کے بعد آخری بات یہ بتائی۔

"پھوپو کو کیوں بتا دیا۔" اسے ڈر بھی ہوا کیونکہ پھوپو تو اس کی خبر اچھی طرح لیں گی۔

"جاؤ اور آرام کرو۔" انہوں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے جانے کو کہا۔

طائشہ کپڑے چینج کر کے کچن میں چلی گئی تھی وہاں سے اسے برتنوں کی آوازیں آنے لگیں۔

"بیٹا صبح ماسی آئے گی اس سے دھلوا لینا۔" بابا شرمندہ بھی ہو رہے تھے کچن میں اتنا کچھ جو پھیلایا ہوا تھا۔

"بابا میں ابھی خود دھو لوں گی آپ پریشان نہیں ہوں۔" اس نے مسکرا کے انہیں مطمئن کیا۔ وہاج کی ہمت نہیں ہو رہی تھی آگے سے وہ کچھ بولے وہ سیدھا اپنے بیڈروم میں آ گیا۔

وہ آ تو گئی تھی مگر وہاج سے کام کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتی تھی اس کی ہر ضرورت کا خیال بھی رکھ رہی تھی۔ اس نے بکھرا ہوا روم اور پورا گھر ایک دن میں سیٹ لیا تھا میلے کپڑوں کا بھی ڈھیر لگ گیا تھا وہ بھی اس نے ایک دن میں ہی دھو کے نمٹائے ماسی سے پورا پورچ دھلوایا......دن تھے کہ پر لگا کے اڑ رہے تھے اس نے بابا کے اور وہاج کے کپڑے ٹیلر کو سلنے دے دیئے تھے وہ بھی منیب کے ذریعے یہ کام اس نے انجام دیا تھا۔ اسے پتہ چلا تھا

وہ دہی بڑے بہت شوق سے کھاتا ہے اس نے پہلے سے ماش کی دال کے دہی بڑے بنا کے فریز کر دیئے تھے بس گرم پانی میں ڈال کے نرم کرنے تھے وقت پر پھر دہی میں ڈال دیئے جانے تھے یہ بھی اس نے شبنم بھابی اور امی سے سیکھے تھے امی نے ہمیشہ اسے یہی نصیحت کی تھی ہر کام کو پہلے سے کر لو تو وقت پر پریشانی نہیں ہوتی۔

"بیٹا تم پورا دن لگی رہتی ہو کچھ آرام بھی کر لیا کرو۔" سلطان احمد کو یہ خوشی تھی اس نے ان کا مان رکھا تھا پھر سے اس نے خود کو اس گھر میں ایڈجسٹ کر لیا تھا۔

"بابا آپ جانتے ہی ہیں روزے کیسے گزر رہے ہیں پتہ ہی نہیں چل رہا۔"

"بیٹا آپ کو پتہ نہیں چل رہا ورنہ گرمی تم دیکھ ہی رہی ہو۔ فراز تو کالج سے آ کے لمبا لیٹ جاتا ہے وہ تو اس دفعہ رمضان جون میں آئے ہیں تو فراز اور ردحہ کو آرام مل گیا ہے۔" وہ اسے عشاء کی نماز پڑھ کے اندر جاتے ہوئے روک کے بولے۔

"اچھا ہے نا آرام سے سو کے اٹھتے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"بابا آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں میں قرآن پاک پڑھنے بیٹھ رہی ہوں۔"

"نہیں بیٹا آپ پڑھو میں سونے جا رہا ہوں۔ سحری میں اٹھا دینا۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کے بولے۔

"جی اچھا۔" وہ روم میں آ گئی دہاج لیپ ٹاپ سینے پر رکھے نیم دراز اپنے کام میں مصروف تھا نماز تراویح پڑھ کے وہ اپنے آفس کا کام لے کے بیٹھ جاتا تھا۔ وہ قرآن پاک پڑھنے بیٹھ گئی۔ دہاج کی نگاہ بار بار اٹھ رہی تھی بلیو لان کے پرنٹڈ کپڑوں میں وہ پاکیزگی لیے پڑھ رہی تھی طائشہ کے چہرے پر مکاری اور بناوٹ نہیں تھی وہ بہت سادہ تھی دہاج نے اندازہ کر لیا تھا وہ اس گھر کے ہر فرد کو دل و جان سے چاہتی تھی اور اس سے ہمیشہ نرم لہجے میں بات کرتی تھی جب سے اپنے گھر سے واپس آئی تھی طائشہ کے انداز میں اور زیادہ ٹھہراؤ آ گیا تھا وہ اس سے بلاوجہ کوئی بات نہیں کرتی تھی۔ آدھے گھنٹے پڑھنے کے بعد اس نے قرآن پاک رکھ دیا۔ دہاج بھی اپنے کام سے فارغ ہو گیا تھا وہ ایزی سے بلیو قمیص شلوار میں ملبوس تھکا تھکا سیدھا لیٹا ہوا تھا۔

"سنو اگر اعتراض نہیں ہو یا تکلیف نہ ہو تو چائے بنا کے پلا سکتی ہو۔" طائشہ لیٹ چکی تھی اس نے رخ موڑ کے اسے دیکھا جو اس کی جانب مکمل متوجہ تھا۔

"آپ کو سحری میں بھی اٹھنا ہے چائے دو دفعہ آپ پہلے ہی پی چکے ہیں اس لیے مزید نہیں پئیں تو بہتر ہے۔"

"صاف کہو تم میرا کام کرنا نہیں چاہتیں۔" وہ اسے جوش دلانے لگا۔

"یہی سمجھ لیں۔" وہ کروٹ لے کے لیٹ گئی۔ دہاج حیران رہ گیا وہ اسے ایسے کیسے جواب دے سکتی ہے۔

"زیادہ چائے دماغ خشک کرتی ہے میں صرف اس لیے منع کر رہی ہوں ورنہ مجھے اعتراض نہیں۔" وہ ایک دم ہی اٹھ گئی۔ کچھ ہی دیر میں چائے اس کے لیے بنا کے لے آئی تھی۔

"میرا اب موڈ نہیں ہے۔" وہ بھی سونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں اور کتنے امتحان لیں گے کتنا زچ کریں گے۔" وہ تو زچ ہو گئی دہاج لگتا تھا اسے جان بوجھ کے تنگ کر رہا تھا۔ وہ رخ موڑے مسکرا رہا تھا واقعی وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔

"میں جو چاہتا ہوں تم سمجھ ہی نہیں رہی ہو۔"

"بتایئے تاکہ میں سمجھ جاؤں۔" ایک تو اتنی تھکن ہو رہی تھی اوپر سے دہاج کے نخرے اور تیور اسے سلگانے کے لیے کافی تھے۔

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں آپ سے بحث کروں چائے رکھی ہے پینی ہو تو پی لیجیے گا ورنہ پڑی رہنے دیجیے گا۔" وہ لائٹ آف کر کے تن فن کرتی لیٹ گئی۔

دہاج اس کی جانب رخ کر کے لیٹ گیا طائشہ نے نیلگوں روشنی میں اس کا چہرہ دیکھا تو کروٹ ہی بدل لی۔

"اگر شکل بری لگ رہی ہے تو کمرے سے چلا جاتا ہوں۔"

"شکل تو آپ کو میری بری لگتی ہے۔" وہ بھی ترکی بہ ترکی بولی۔

"پتہ نہیں کتنی بے عزتی کریں گے۔" وہ بڑبڑا کے رہ گئی اور دانت پیسے۔ دہاج نے اسے تپانے کا ارادہ ملتوی کر دیا کیونکہ اگر بات مزید بگڑ گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے بابا اور آمنہ پھوپو کی وارننگ بھی اپنے ازدواجی تعلقات سدھار لو ورنہ بہت برا ہو گا وہ سوچ رہا تھا کیسے وہ طائشہ سے بات کرے۔

پندرہ روزے ایسے گزرے کہ پتہ نہیں چلے اس کے گھر

سے شبنم بھابی بہت بھائی عیدی لے کے آئے تھے وہاج اور اس
کے کپڑے تھے روحہ کا بھی سوٹ تھا۔ بابا کو پھر خیال آیا کہ اس
کی بھی تو پہلی عید ہے یہاں اس کی عید کی تیاری تو ابھی تک
ہوئی نہیں تھی۔

"بھائی آج بازار چلیں گے بابا نے پیسے دیئے ہیں۔" روحہ
نے اسے بتایا۔

"بابا نے کیوں دیئے اپنے بھائی جان سے مانگتی نا۔" طائشہ
افطار کے بعد چائے بنا کے سب کے لیے لے آئی تھی۔

"بیٹا یہ مجھ سے الگ لیتی ہے اور وہاج سے الگ تم دونوں
ایسا کرو وہاج کے ساتھ چلی جاؤ شاپنگ کرآؤ۔"

"بابا میں بازار بالکل نہیں جاؤں گا۔" وہاج نے سنا تو اس
نے منہ بنا کے صاف انکار کردیا۔

"کیوں بھئی کیوں بازار نہیں جاؤ گے ابھی تک وہی روکھے
پھیکے ہو۔" آمنہ پھوپو اپنے تینوں بچوں سمیت آئی تھیں سب
ہی انہیں دیکھ کر خوش ہوگئے تھے مگر وہاج مودب بن کے بیٹھ گیا
تھا کیونکہ وہ اسے ڈانٹ پھٹکار کے بغیر رہیں گی نہیں۔

"چائے میں چینی تو ڈال دیا کرو۔" وہ چیخ کے بولا۔ طائشہ
خفیف سی ہوگئی چینی اچھی خاصی زیادہ ہی ڈالی تھی مگر وہاج کو
زیادہ میٹھا پینے کی عادت تھی۔

"وہاج بیٹا آرام سے بیوی ہے یہ تمہاری کوئی ملازمہ نہیں۔"
آمنہ کو ناگوار گزرا تو وہ اسے ٹوکے بنا نہیں رہ سکی تھیں۔

"پھوپو آپ بازار چلیں گی بھائی تو منع کررہے ہیں۔" روحہ
نے ماحول کی تلخی اپنی آواز سے ہی دور کی۔

"وہاج تم نے ابھی تک طائشہ کو عید کی شاپنگ بھی
نہیں کروائی۔"

"پھوپو آپ آتو گئی ہیں آپ ہی یہ کام سرانجام دے لیں۔
میرا موڈ نہیں ہے جانے کا۔" اس نے صاف انکار کردیا۔

"پھپھو جان میں نے پہلے ہی شبنم بھابی کے ساتھ شاپنگ
کرلی تھی مجھے ضرورت بھی نہیں ہے آپ روحہ کو کروادیں۔ بابا
سے اس نے پیسے لیے ہیں جبکہ میں نے اس کی بھی عید کی پہلے
سے تیاری کرلی ہے۔" طائشہ نے تفصیل سے وضاحت کے
ساتھ بتایا۔ وہاج نے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا جو واقعی حد
سے زیادہ ہی سنجیدہ ہوتی جارہی تھی۔

"بیٹا یہ شادی کے بعد کی عید کی شاپنگ کا الگ ہی مزا
ہوتا ہے۔"

"مزا..... اگر مزے میں زندگی ہو تو جب ہی دوبالا بھی ہوتا
ہے مجھے ویسے بھی کام ہے آپ یہ بتائیے کھانا ابھی لگادوں یا
بعد میں۔" اس نے پھر موضوع ہی بدل دیا۔ سلطان احمد کو وہاج
کا رویہ اچھا نہیں لگا جو طائشہ کے ساتھ اب بھی تلخ اور ترش تھا۔

"بیٹا ہم افطاری ٹھیک ٹھاک کرکے آئے ہیں کھانے کی
گنجائش نہیں البتہ اسفر اور سمیر سے پوچھ لینا یہ شاید کھائیں۔"
انہوں نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ خالی کپ اٹھا کے کچن میں چلی گئی۔
آمنہ روحہ اور نمرہ کو لے کے بازار چلی گئی تھیں تینوں لڑکوں میں
سے اسفر کو وہ زبردستی ساتھ لے کے گئی تھیں۔ وہاج تو روزہ
افطار کرنے کے بعد بستر پر ہی ڈھے جاتا تھا۔

طائشہ کام سے فارغ ہوئی تو سارہ کی کال آگئی۔ وہ روم
میں آگئی تھی وہاج پتہ نہیں کہاں چلا گیا تھا اس نے اپنے سیل کو
اٹھایا اور کان سے لگایا۔

"کہاں رہتی ہو۔" سارہ نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"کہاں ہوں گی اپنے سسرال میں۔" وہ بولی۔

"وہاج بھائی کے ساتھ عید کی رومینٹک شاپنگ کی۔"

"یہ رومنٹک باتیں اور رومینس شادی کے بعد کچھ نہیں ہوتا
اور مجھے سمجھ بھی آگیا ہے صرف رسالوں اور فلموں کی حد تک ہوتا
ہے ورنہ پریکٹیکل لائف میں اس کی کوئی جگہ نہیں۔" لہجہ میں اس
کے اداسی وحسرت تھی۔

وہاج واش روم سے نکل کے باہر آگیا تھا طائشہ کی پشت تھی
اسے وہاج کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا۔

"یہ تم کہہ رہی ہو جو مجھے دیکھ دیکھ کے رشک کرتی تھیں۔"
سارہ کو اس کی باتوں پر حیرانگی کا جھٹکا لگا۔

"تمہارے ساتھ بھی یہی ہوگا فرحان بھائی ابھی تم سے
رومینس جھاڑتے ہیں شادی کے بعد صرف ڈانٹ ڈپٹ سننا
کیونکہ پیار ومحبت رومینس شادی کے بعد کچھ نہیں ہوتا میں اچھی
طرح سمجھ گئی ہوں اور میں اب عادی بھی ہوگئی، وہاج سنجیدہ ہیں
یہ ان کا مزاج اور عادت ہے جو میں نے قبول کرلیا ہے اس لیے
کوشش کرتی ہوں میں بھی اپنے مزاج میں سنجیدگی اور بردباری
رکھوں اور کوشش میں کامیاب بھی ہوں۔" وہ بول رہی تھی مگر
وہاج کو لگ رہا تھا وہ رو رہی ہے اسے دکھ ہی ملا تھا وہاج کے
روکھے رویے سے۔

"طائشہ یہ تو ہی ہے نا۔" سارہ کو تو یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

''اچھا چھوڑو یہ بتاؤ تمہاری ڈیٹ کب کی فکس ہوئی ہے۔'' طائشہ نے آنکھوں کی نمی ہتھیلیوں سے صاف کی۔

''عید کے دوسرے دن میں مایوں بیٹھوں گی۔'' اس نے بتایا۔

وہاج وہاں سے خاموشی سے نکل کے باہر آ گیا اسے آج احساس ہو گیا تھا طائشہ نے خود کو یہاں آ کے اس کے مزاج میں بدل لیا تھا جو چاہتا تھا وہ وہی کر رہی تھی مگر اس نے تو طائشہ کو کوئی خوشی نہیں دی صرف طعنے دیے تھے۔

اس کا پروموشن ہو گیا تھا وہ کتنا خوش تھا جلد ہی آفس سے نکل آیا تھا' رمضان کا آخری عشرہ چل رہا تھا بازاروں میں گہما گہمی بڑھ گئی تھی اس نے بڑی مشکل سے طائشہ کے لیے ایک سوٹ خریدا اور کچھ کپڑے روحہ فراز اور بابا کے لیے بھی لیے تھے پہلی دفعہ اس نے خود سے کوئی شاپنگ کی تھی گھر آتے ہوئے جھجک بھی رہا تھا۔ آمنہ پھوپو کی زبردست ڈانٹ اور کچھ طائشہ کی شخصیت کا اثر تھا اس میں حیران کن تبدیلی آ گئی تھی۔

''بھائی جان واؤ سوٹ تو آپ بڑا زبردست لائے ہیں۔'' روحہ اپنا اسٹائلش سا پنک سوٹ دیکھ کر حیرت وانبساط میں مبتلا ہو کے بولی۔

''شکر ہے پسند آ گیا۔'' اس نے تشکر بھرا سانس لیا۔

''بھائی جان آپ کا پروموشن ہوا آپ خالی سوٹ پر نہیں ٹرخا سکتے کچھ رقم بھی خرچ کریں۔'' فراز نے اپنے بھی کپڑے دیکھ کر کہا۔ طائشہ نے ایک دفعہ بھی ہاتھ لگا کے کچھ نہیں دیکھا تھا۔ سلطان احمد سمجھ رہے تھے وہ وہاج سے ہنوز ناراضگی اور لاتعلقی رکھے ہوئے ہے۔

''میری بہو کے لیے بھی کچھ لائے ہو یا نہیں۔''

''آپ کی بہو کو فرصت ہی نہیں کہ وہ آ کے دیکھ لے۔'' اس نے طائشہ پر نگاہ ڈالی جو سیل پر میسج کرنے میں لگی ہوئی تھی یا پھر جان بوجھ کے خود کو مصروف ظاہر کر رہی تھی۔

''بعد میں دیکھ لوں گی ابھی مجھے کام ہے۔''

''بھائی جان بھابی مکمل آپ کو اگنور کر رہی ہیں۔'' فراز نے سرگوشی میں کہا۔

''ہاں یار۔'' اسے خود پر ہی غصہ تھا اسی کی وجہ سے ہی وہ ایسا کر رہی تھی۔

''بیٹا تم اندر کمرے میں لے جاؤ یہ سب طائشہ خود دیکھ لے گی۔'' بابا نے وہاج کے شانے پر تھپکی دی۔

''بھائی جان میرے شوز تو رہ ہی گئے۔'' روحہ کو اپنے شوز کی فکر ہوئی۔

''لے لینا وہ بھی تم چھوڑو گی کب۔'' اس نے سارے شاپرز اور ڈبے اٹھائے۔ وہ ہال میں ہی سب کچھ پھیلا کے بیٹھ گیا تھا۔

اندر آیا تو وہ کپڑے وارڈ روب میں رکھ رہی تھی دھونے کے بعد کپڑوں کو ان کی جگہوں پر رکھنا بڑا مرحلہ ہوتا تھا۔ اس نے سارے شاپرز بیڈ پر ڈالے طائشہ نے نگاہ ترچھی کر کے دیکھا مگر خود کو کام میں منہمک ظاہر کیا۔

''لگتا ہے موصوف کے مزاج ٹھکانے آنے لگے ہیں۔'' وہ سوچنے لگی۔

''میں بھی اتنی جلدی تو بخشوں گی نہیں بہت زچ کیا اور خوب میرا امتحان لیا ہے۔''

''تم نے چیزیں تو دیکھی ہی نہیں میں نے پہلی دفعہ لیڈیز شاپنگ کی ہے۔'' وہ قدرے توقف کے بعد رک رک کے گویا ہوا۔

''آپ کا شکریہ جو آپ نے مجھے اس قابل جانا اور میرے لیے بھی اسپیشلی شاپنگ کی۔'' وارڈ روب بند کر کے اس نے گویا طنز کیا۔ وہاج جز بز ہو کے رہ گیا۔ یلو ایمبرائیڈی کپڑوں میں اس کی سرخ وسپید رنگت اور بھی دمک رہی تھی کومل نازک ہاتھوں میں کانچ کی اور سونے کی چوڑیاں جلترنگ بجا رہی تھیں وہ اپنی نگاہوں کو روک نہیں سکا۔

''دیکھ تو لو۔'' وہ نرم لہجے میں گویا ہوا۔

''بعد میں دیکھ لوں گی اور پھر گھر میں رہنے والی خواتین سادہ کپڑوں میں رہیں تو بہتر ہے ویسے بھی آپ کو سادہ مزاج پسند ہے اس لیے میں چاہتی ہوں ویسی ہی بنی رہوں۔'' وہ دل کھول کے اس پر طنز کے تیر برسا رہی تھی۔

''میں عید کے لیے لایا ہوں میری پروموشن بھی ہوئی ہے۔''

''مبارک ہو شکریہ۔'' وہ اسے دل کھول کے زچ کر رہی تھی بنا اسے پتہ تھا وہ بھڑکے گا ضرور۔

''دیکھے بغیر۔'' وہ ڈبہ کھول کے گرین ایمبرائیڈی سوٹ اسے دکھانے لگا۔

طائشہ نے دیکھ تو لیا تھا وہ ہر چیز ہی اعلیٰ اور خوب صورت لایا تھا وہ جان بوجھ کے اس کی چیزوں کو اہمیت نہیں دے رہی تھی

تاکہ اسے اپنی غلطیوں کا احساس تو ہو۔

”آپ اپنے مزاج کے خلاف کیسے ہوگئے یہ تو رسالوں ڈراموں میں ہوتا ہے شوہر بیوی کے لیے چیزیں لاتا ہے۔“ گویا اس نے پھر جتایا۔

”طائشہ بس کردو پلیز۔“ وہ جیسے بیزار ہی ہوگیا تھا تھک گیا تھا وہ اپنی اسی لائف سے وہ غلط تھا جو ایسی سوچ رکھتا تھا امی کے بعد سے تو اس نے ہنسا بولنا جیسے اپنے اوپر حرام ہی کرلیا تھا مگر جب سے طائشہ آئی تھی اس نے اس کی سوچوں کو بدل دیا تھا۔ اسے زندگی اچھی لگنے لگی تھی کوئی تو تھا جو اس کی پروا کرتا تھا اس کا خیال رکھتا تھا۔

”مجھے آپ کی چیزوں کی ضرورت نہیں ہے اور آپ ان فارمیلیٹز میں نہیں پڑیں میری شاپنگ عید کی پہلے ہی ہوگئی ہے۔“ وہ بولی مگر اس کے چہرے پر افسردگی بھی تھی۔ ”آپ کسی کے کہنے پر زبردستی وہ کام نہیں کریں جو آپ کا دل نہیں چاہتا۔“

”طائشہ ایسی بات نہیں ہے۔“ وہ تو گڑبڑا ہی گیا کیونکہ وہ تو یہ سمجھ رہی تھی یہ سب کچھ وہ کسی کے کہنے پر کررہا ہے۔

”میں حقیقت پسند بن گئی ہوں زندگی میں پیار و محبت کی کوئی اہمیت نہیں۔“ اس نے ہکا بکا دیباج کا چہرہ دیکھا۔

آخری عشرہ بھی تمام ہوگیا تھا۔ آخری روزہ تھا اس دفعہ پورے تیس روزے ہوئے تھے طائشہ نے گھر کی آرائش وغیرہ سب پہلے سے ہی کرلی تھی۔ امی کے گھر سے بھی سب ہوکے چلے گئے تھے سارہ کی کال آگئی تھی اس نے خاص طور پر کہا تھا عید کے دوسرے دن سے ہی وہ رہنے کے لیے اس کے پاس آجائے کیونکہ میکے میں اس کے بھی چند دن تھے۔

”بھابی کیا پکا رہی ہیں۔“ فراز کچن میں آگیا۔

”شیر خورمہ ابھی بنا کے رکھ رہی ہوں۔“

”واہ اس دفعہ تو ہمارے گھر رمضان اور عید پر رونق سی لگ گئی۔“ فراز بہت خوش تھا۔

”ہوں یہ تو ہے۔“ وہ جلدی جلدی کام نمٹانے میں لگی ہوئی تھی۔

”تم ایسا کرو روحہ کو بھیجو مجھے کچھ کام ہے۔“ اتنے میں دیباج بھی کچن میں آگیا۔ شیر خورمے کی خوشبو آرہی تھی اس دفعہ تو گھر میں رونق کتنی اچھی لگ رہی تھی۔ ورنہ ہر دفعہ کی عید تو خاموشی سے گزر جاتی تھی۔ روحہ پھوپو کی طرف چلی جاتی تھی گھر میں اور سناٹا ہوجاتا تھا۔

”سارے کام ابھی ہی کرنے میں لگی ہو۔“

”جی یہی تو اب میرا کام ہے۔“ وہ برنر بند کرکے کیبنٹ

فاطمہ رشید

السلام علیکم آنچل کے تمام قارئین اور اسٹاف کو میرا پیار بھرا سلام۔ میں آنچل کی خاموش قاری ہوں۔ اب آتے ہیں تعارف کی طرف تو جناب ہم پانچ بہنیں اور تین بھائی ہیں۔ سب سے بڑی بہن رخسانہ خالد جو کہ شادی شدہ ہیں۔ اور ماشاءاللہ دو کیوٹ سی بیٹوں کی اماں جانی ہیں۔ اس کے بعد غزالہ رشید، مسرت فاطمہ رشید، سعدیہ رشید اور شائلہ ہے۔ بھائیوں میں سب سے بڑے کاشف ہیں۔ جو کے میریڈ ہیں۔ ہماری بھابی کا نام پروین کاشف ہے۔ اس کے بعد آصف اور راشد ہیں۔ اب آتے ہیں فرینڈز کی طرف تو میری فرینڈز میں شائلہ رشید، انعم شریف، سحر ارم اور اقراء سائرہ طارق شامل ہیں۔ اللہ ان تمام کو خوش و خرم رکھے آمین۔

اب آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف تو خوبی یہ ہے دوستی نبھاتی ہوں چاہے جو ہوجائے دوستوں کا ساتھ نہیں چھوڑتی ہوں۔ خامی یہ ہے دوسروں پر جلد اعتبار کرلیتی ہوں۔ جس کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اب میری پسند اور ناپسند کے بارے میں بھی آپ کو پتہ ہونا چاہیے تو جی بسم اللہ کریں۔ کڑھائی میں بھی ہیرو اور سلائی میں بھی ہیرو (آہم) جناب یہ میں نہیں سب کہتے ہیں۔ کھانے میں بریانی، کڑاہی گوشت، کریلے گوشت اور میٹھے میں آئس کریم، کسٹرڈ اور کھیر بہت پسند ہیں۔ پہناوے میں سادہ ٹراوزر، قمیص اور دوپٹہ پسند ہے۔ اس کے علاوہ فراک اور چوڑی دار پاجامہ بھی شوق سے پہنتی ہوں۔ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور، ام مریم، راحت وفا اور نمیرا علی فیورٹ ہیں۔ مجھے ماہا ملک کا ناول ”جو چلے تو جان سے گزر گئے“ بہت پسند ہے۔ اس کے علاوہ پیر کامل اور نازیہ کنول نازی کا ”یہ جو رنگ دشت فراق ہے“ پسند ہے۔ ”ٹوٹا ہوا تارا“ کی تو کیا ہی بات ہے۔ سپر ہٹ ناول ہے اس کی جتنی تعریف کریں کم ہیں۔ اب اجازت چاہتی ہوں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے مجھے اتنی دیر برداشت کیا۔ خدا سب کی دلی خواہشات پوری فرمائیں۔ (آمین)

پر تو شادی مرگ طاری ہوگیا تھا۔
"ارے یہ کیا کررہے ہیں کوئی مہمان آجائے گا ایسے ہی پھیلا رہے گا کیا" وہ تو گرتے گرتے بچی۔ وہاج نے اس کی ایک نہیں سنی تھی جیسے ہی وہ بیڈروم میں آئی وہاں کا منظر دیکھ کر تو اس کی بصارت یقین ہی نہیں کررہی تھی۔ اسے سکتہ ہوگیا پورے بیڈروم میں اور بیڈ پر پھول ہی پھول تھے۔ یہ کب اور کیسے کیے۔ سوالیہ نشان اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔
"تم کچن میں تھیں ناشتہ لگا رہی تھیں میں نے جلدی جلدی یہ سب کیا پھول میں کل رات کو ہی لے آیا تھا۔" وہاج اتنا رومینٹک ہوگا اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔
"میں نے تو ایسا صرف......؟" بولتے بولتے وہ رک گئی۔
"رسالوں میں پڑھا تھا فلموں میں دیکھا تھا نا...... یہی کہنے والی تھی نا" وہ ہنسا تھا طائشہ کا ایسا دلکش روپ دیکھ کر تو وہ بہکنے جا رہا تھا۔
"مجھے آج یہ کہنے میں عار نہیں جس دن سے تم نے میری زندگی میں قدم رکھا ہے تم نے اپنی خوبیوں سے میرا دل جیت لیا ہے میں دل سے تمہیں چاہنے لگا ہوں۔" اس نے مسکرا کے اعتراف محبت کیا۔
طائشہ نے محجوب ہوکے پلکوں کی جھالر گرا لی۔ شرم وحیا کی لالی اس کے رخسار کو قندھاری انار کی طرح سرخ کررہی تھی۔
"ارے تم تو ایسی شخصیت ہو جس نے وہاج احمد جیسے روکھے پھیکے انسان کو بدل دیا۔" اس نے طائشہ کے شانوں پر اپنے دونوں ہاتھ بڑے پیار سے رکھے تھے۔ "اور بولو کیا چاہتی ہو تمہاری کزن سارہ کے منگیتر کی طرح پیار بھری رومینس کی باتیں کروں بولو کیا کروں۔" اب وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔ طائشہ جھینپ گئی۔ یعنی اس نے سارہ کی اور اس کی ساری باتیں سنی تھیں۔ "میں اس دن تمہارے گھر آیا تھا سب سن لیا تھا تم کیا کیا کہہ رہی تھیں میرے متعلق۔" وہ ہنسا۔
"وہ میں آپ کی سوبر شخصیت سے ڈر رہی تھی پھر آپ ہر وقت رسالوں کا طعنہ دیتے تھے جبکہ میں وہ سب چھوڑ کے آئی تھی۔"
"یار کیوں چھوڑ کے آئی ہو اپنے شوق جاری رکھو مگر مجھے یاد ضرور رکھنا۔" وہ طائشہ کو ہر طرح سے خوش رکھنا چاہتا تھا جب وہ اس کے مزاج میں ڈھل گئی تھی تھوڑا اس کا بھی فرض تھا اس کے شوق کا خیال رکھے۔
"نہیں اب دل نہیں کرتا۔" اس نے بیڈ پر گلاب اور موتیے اور دیگر پھول دیکھے پورا کمرہ مہک رہا تھا اس کی عید تو پھولوں سے بھر گئی تھی۔
"تمہیں ضرورت بھی نہیں روز تمہیں میری پیار بھری باتیں سننے کو ملیں گی ویسے یار ایک بات کا دکھ ہے میں نے اتنی لیٹ تم سے شادی کیوں کی پہلے ہی کر لیتا کم از کم ہمارے دو چار بچے ہوتے تو مجھے بابا کی شادی کے بارے میں نہیں سوچنا پڑتا بابا کی تنہائی تو ہمارے بچے دور کردیتے۔" وہ بہت شوخ اور ترنگ میں تھا' طائشہ کی مارے حیا سے نگاہ نہیں اٹھ رہی تھی وہاج اتنی بے باک گفتگو جو کررہا تھا۔
"آج تم بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" اس نے پھر طائشہ کے کان میں کہا۔ اس نے مسکرا کے رخ پھیر لیا۔
"سنو جلدی سے مجھے عید مبارک کہو۔"
"عید مبارک نہیں بلکہ آپ کو خوب صورت زندگی مبارک کہوں گی۔" وہ خوش دلی سے مسکرا کے گویا ہوئی۔
"ہوں تم نے مجھے اتنی خوب صورت زندگی بھی تو دی ہے یہ عید میری امی کے بعد اتنی اچھی لگی ہے امی دیکھیں آپ کی بہو بھی آپ ہی کی طرح ہم سب کا خیال رکھتی ہے۔" وہ غائبانہ امی سے مخاطب تھا۔
"اور اب ان شاء اللہ میں ساری زندگی آپ سب کا اسی طرح خیال رکھوں گی اور ہماری عید اسی طرح پھولوں سے بھری ہوگی۔"
"آمین۔" وہاج نے اس کی بات پر دل کی گہرائیوں سے کہا۔
"آپ کے ہاں عید ملنے کا رواج نہیں ہے۔"
"اور آپ کے ہاں عیدی دینے کا رواج نہیں ہے جلدی نکالیے پروموشن بھی ہوئی ہے میری عیدی نکالیں۔" طائشہ نے جھٹ تن کے آنکھیں نکال کے اس کے آگے اپنا نازک ہاتھ پھیلایا۔
"یہ پورا کا پورا بندہ تمہیں عیدی میں مل تو رہا ہے۔" اس نے طائشہ کو بڑے پیار سے اپنی بانہوں میں سمو لیا اور وہ کتنی خوش اور مطمئن ہوگئی تھی اس نے وہاج کا دل جیت لیا تھا۔ پیار اور محبت سمیت اس کی عید پھولوں سے بھری ہوئی ہوگئی تھی۔

کب تلک شمع جلی یاد نہیں
شام غم کیسے ڈھلی یاد نہیں
اس قدر یاد ہے اپنے تھے سبھی
کس نے کیا چال چلی یاد نہیں

مجھے ان رنگ برنگی قمقموں' جگمگاتے فانوسوں سے سجے' دلہن کی مانند آراستہ د پیراستہ' خوشبوئیں لٹاتے ان شادی ہالوں سے اب خوف آتا ہے۔ کبھی گزرگاہوں میں ان جگر جگر کرتی عمارات پر نظر بھی پڑجائے تو دہشت کی ایک لہر خون کے ساتھ رواں دواں ہوجاتی ہے۔ آنکھیں یوں خوف سے پھٹ جاتی ہیں' جیسے کسی عفریت سے نگاہ چار ہوگئی ہو۔ رات کی تاریکی میں یہ آنکھوں کو چکا چوند کرتے ہال کسی کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرقد معلوم ہوتے ہیں۔ کسی کی بھٹکی ہوئی روح ایک رات اسی ایک ہال میں پھڑ پھڑاتی رہ گئی تھی اور سب اپنے اپنے ٹھکانوں پر اسے تن تنہا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

ایک ننھی روح کی سسکیاں اب بھی ان کھنڈرات میں گونجی ہوں گی' دل میں ترازو ہونے والی آہیں میری سماعت کو چیرتی ہیں جو میں نے کبھی نہیں سنیں۔

جب میری ایسی حالت ہے کہ اب بھی اس ننھی کلی کی ان دیکھی بے بسی میری راتوں کی نیند جھنجھوڑ کر مجھے بیدار کردیتی ہے تو اسے جنم دینے والی ماں کا کیا حال ہوگا جس نے چھ سات سال اپنی آغوش میں اس کی خوشبو کو محسوس کیا۔ اس باپ کا کیا حال ہوگا جس کا سینہ خالی محسوس ہوتا تھا اس وقت تک جب تک کہ اسے کلیجے سے لگا نہ تھا۔

شادی ہال وہ جگہ ہوتی ہے جہاں دو دلوں کے ایوانوں میں سجے خوابوں کو تعبیریں ملتی ہیں۔ کتنے ہی ہنستے کھیلتے بے فکری سے اپنی ہی گفتگو میں مگن لوگ یہاں جیسے اپنے سارے غم ساری فکریں گھر چھوڑ کر آئے ہوتے ہیں۔ بات بات پر ہنسی کی پھلجڑیاں چھوٹ رہی ہوتی ہیں' رنگین پیراہن خوشبوئیں لٹا رہے ہوتے ہیں۔ میک اپ کی تہیں بہت سے چہروں کی پریشانیاں بھی اپنے اندر چھپالیتی ہیں۔ ہر بات مسکان سے شروع ہوکر ہنسی پر ختم ہوتی محسوس ہوتی ہے۔ ملاقاتوں کی نغمگی فضا میں ترنم بکھیر رہی ہوتی ہے۔ کئی دنوں سے بچھڑے لوگ مل رہے ہوتے ہیں' پرانی یادوں کو تازہ کیا جاتا ہے۔ دوبارہ ملنے کے عہد و پیماں کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد لذت طعام و دھن کا بھی بندوبست ہوتا ہے۔ انواع و اقسام کے کھانے ضیافت کی شان بڑھا رہے ہوتے ہیں' غرض کے ہر طرح سے یہ تقریب یکسوئی کا سامان لیے ہوتی ہے لیکن ایک رات اس تقریب میں ناگوں کی بھی دعوت تھی جو نفس کے غلاموں کی طرح اپنے اندر کی بھوک مٹانے کو جانے کب سے پھنکار رہے تھے۔ اپنی باتوں میں' کھانوں کی ورائٹی پر دھیان دیتے لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوئی کہ وہ

بدبخت ناگوں کا ٹولہ کس خاندان کو ڈس کر اپنی بھوک مٹا کر دوبارہ اپنے غلیظ بلوں میں گھس گیا۔ سچ کہتے ہیں کچھ سانپ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا ڈسا پانی بھی نہیں مانگ سکتا' ایسے زخم چھوڑ جاتا ہے جو تا زیست مندمل نہیں ہو پاتے۔

ننھی فائزہ اور اس کے زخموں سے لہولہان ماں باپ تاحیات اپنے کلیجے پر لگے اس زخم کو بھر بھی نہ پائیں گے' آہوں اور سسکیوں سے اس کی سیرابی ہوتی رہے گی۔ یہ دلخراش واقعہ ہال میں بیٹھے اپنے بچوں کی طرف سے فراموش ہو جانے والے والدین کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ یہ لحات لغزش کسی بھی موڑ پر کتنے بڑے حادثے سے دوچار کر دیتی ہے۔ تمام والدین جان لیں گے اور آنکھیں کھول لیں گے' اپنی اولاد کو خود سے بھینچ لیں گے۔

وہ ایک عام دوپہر تھی جب اسکول سے واپسی پر وہ چھ سات سالہ جگنوؤں کی طرح جگمگاتی آنکھوں والی بچی اپنی ماں کے پاس ایک سرمستی میں دوڑتی ہوئی آئی تھی۔

''امی...... آج رات میں کیا پہنوں گی' اتنے فراکوں میں سلیکشن مشکل ہو رہی ہے۔ میرے خیال میں یہ اور بیچ فراک پہن لیتی ہوں۔ پاپا کہتے ہیں اس میں میں پری لگتی ہوں۔'' چہرے پہ معصومیت سجائے وہ اپنے گھنگھریالے چمک دار بالوں کی دو پونی بنائے اس سے مشورے کی طالب تھی۔ سفید روشن پیشانی پر تراشے ہوئے بال پسینے سے چپکے ہوئے تھے۔ گلابی لبوں پر مسکان بکھری ہوئی تھی۔

''اُف او فائزہ...... ابھی تو اسکول سے آئی ہو' یونیفارم چینج کر کے کھانا کھاؤ۔ آرام سے کپڑوں کو ڈسکس کریں گے' دیکھو صائقہ بھی جاگ گئی ہے میں اس کا فیڈر بناتی ہوں تم کپڑے بدل لو۔'' وہ پیار بھری سرزنش کرتے ہوئے بچی کے کاٹ کی طرف بڑھ گئی۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ اس کی معصوم باتوں' معصوم اداؤں میں گھری اس کے ساتھ کھانا کھا رہی تھی۔ اسکول سے آنے کے بعد اس کی دن بھر کی روداد سنتی ساتھ کھانے کا مزہ بھی دوبالا ہو جاتا۔ فائزہ نے جلد از جلد کھانا ختم کیا تاکہ رات کی تقریب کو ڈسکس کیا جائے۔ نسرین اور جاوید کے رشتے داروں میں یہ شادی تھی' بارات میں جاوید کو بخار نے آ لیا تھا اس لیے وہ لوگ شریک نہ ہو پائے پر آج ویسے کی تقریب کو یہ لوگ مس نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ویسے بھی رشتہ داروں کی تقریب میں غیر حاضری پر گلے شکوے ساری عمر کے لیے رہ جاتے ہیں۔ ننھی فائزہ نے سنا تو خوشی سے چہک اٹھی ویسے بھی اسے لوگوں سے ملنا' ملانا' ہنسی خوشی بکھیرنا بہت پسند تھا۔ گھر میں کوئی بھی مہمان آ جائے تو اسے بے حد خوشی ہوتی تھی۔

''سچ امی...... ہم چلیں گے۔'' ویسے بھی بارات میں شریک نہ ہونے پر وہ کچھ افسردہ ہو گئی تھی۔

''میں نگوں والا بریسلیٹ بھی پہنوں گی جو آپ لائی ہیں اور اور بیچ فراک جو بے تحاشا فرل سے سجی ہوئی تھی۔''

''ہاں ہاں پہن لینا' میں بھلا منع کروں گی اپنی بیٹی کو۔'' پیار سے اس کے نرم گلابی رخسار چھوئے اور برتن سمیٹنے لگی۔

''اب ایسا کرو تھوڑا آرام کر لو تاکہ رات کو فریش ہو کر ہم لوگ جا پائیں' پھر اٹھ کر اپنا ہوم ورک مکمل کر لینا میں جب تک کپڑے پریس کر لوں۔''

لیکن اس کی سیمابی فطرت میں آرام کہاں' بیڈ پر لیٹ کر بھی وہ کبھی چھت پر لٹکے رنگ برنگے فانوس کو دیکھ رہی تھی کبھی نظریں کسی اور تعاقب میں تھیں۔ نسرین اس کی کیفیت سے آگاہ تھی کہ یہ سرخوشی جو اس کے اندر ہویدا ہے ایسے میں اسے نیند کہاں آنی ہے۔

''امی آپ بھی آئیں نا' میں آپ سے لپٹ کر لیٹوں گی تو نیند بھی آ جائے گی ورنہ ایسے ہی جاگتی رہوں گی۔'' وہ الماری سے دیگر کپڑے بھی نکالنے لگی تو اس کی آواز آئی۔

''آج کچھ زیادہ ہی لاڈ نہیں دکھا رہیں تم' انوکھی فرمائشیں کر رہی ہو۔ تم تو صائقہ سے بھی زیادہ چھوٹی بن رہی ہو۔'' وہ مسکرائی۔

''امی بس آج آپ سے لپٹ کر سونے کو دل چاہ رہا ہے کیا اتنی سی بات بھی نہیں مان سکتیں آپ میری۔'' وہ ٹھنکی۔

''رات کو سو جانا لپٹ کر' ابھی کام ہے میری جان...... لائٹ چلی گئی تو کپڑے بھی پریس نہ ہو پائیں گے۔'' اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر کر اسے بہلانے کی کوشش کی۔

''نہیں' رات کو آپ کہاں ہوں گی اور میں کہاں مجھے بس آپ کے پاس ابھی سونا ہے۔'' وہ تو جیسے لمحہ بھر کو ساکت ہو گئی تھی' دل عجب وہمی انداز میں دھڑکا تھا۔

''کیا مطلب...... کہاں ہوں گی میں اور تم کہاں' ایک کمرے میں اور کہاں جا پائیں گے ہم۔''

"اُف امی..... اتنی جلدی مجھے نیند آجاتی ہے پتا بھی نہیں چلتا میرے ساتھ پاپا ہیں یا آپ۔"

"تم بھی نا فائزہ...... اچھا ٹھہرو میں کپڑے استری اسٹینڈ پر رکھ کر آتی ہوں۔" جانے کیوں اس کے قدم ہی نہیں اٹھ رہے تھے دل ہی نہیں چاہ رہا تھا رات کی تقریب اٹینڈ کرنے کو۔

رفتار سست پڑے جا رہی تھی جلدی جلدی کچن میں آ کر برتن دھوئے اور پریس کرنے کا خیال لائٹ آنے پر چھوڑ دیا اور اس کے پاس چلی آئی جب تک وہ نیند کی وادیوں میں جا چکی تھی ایک تاسف نے آ گھیرا۔ سوئے ہوئے کتنی معصوم لگ رہی تھی وہ بالکل سوئی جاگی گڑیا کی طرح خمیدہ پلکیں بند تھیں۔ رات کو پہننے والا اورنج کلر کا فراک اس کے سینے سے لگی تھی جھک کر بے اختیار اس کے گالوں پر پیار کیا اس مزاحمت پر وہ کچھ کسمسا کر دوبارہ سوگئی۔ اپنی پہلی اولاد پر اسے اور جاوید کو کچھ زیادہ ہی ٹوٹ کر پیار آتا تھا۔ شام کے سائے گہرے ہو چلے تھے جاوید کے آنے کا وقت بھی ہو گیا تھا اس نے سب کے کپڑے پریس کر کے ہینگ کر دیئے تھے۔ فائزہ صائقہ کے ساتھ کھیل رہی تھی فائزہ اسے انگلیوں سے جانوروں کی شبیہ بنا کر دکھا رہی تھی دیوار پر۔ ساتھ دونوں کی چہکاریں بھی بلند ہو رہی تھیں۔ جاوید آیا تو جھٹ فائزہ گلے سے لپٹ کر کندھے پر سوار ہوگئی۔ اس کے استقبال کا یہ انداز روز کا معمول تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر صائقہ کو بھی گود میں سوار کر لیا۔

"پاپا! آج ہم لوگ شادی پر جائیں گے امی نے ساری تیاری بھی کر لی ہے۔ پاپا اس بار میں وہاں سے بلون (غبارے) ضرور لوں گی بڑے بڑے رنگ برنگے بلون میں نے کتنے دنوں سے نہیں لیے۔"

"بہت سارے بلون لے کر دوں گا اپنی پری کو میں۔" جاوید نے چمکتی پیشانی چوم لی۔

"پاپا آئے نہیں کہ فرمائشیں شروع سانس تو لینے دیا کرو انہیں۔" نسرین نے اسے چائے پکڑائی۔

"بولنے دیا کرو یہ تو میرے گھر کی کوئل ہے اور تمہیں پتا ہے میری سانس اسی کے دم سے ہے۔ اس لیے نو روک نو ٹوک۔" اس نے انگلی اٹھا کر انتباہ کیا۔

پھر وہ پیاری سی پری پاپا کی کوئل اورنج فرل والی فراک پہن کر تیار کھڑی تھی۔ میچنگ ہیئر بینڈ بالوں میں لگائی تھی سلیولیس ہونے کی بنا پر اس کے گورے گورے ریشمی بازو چمک رہے تھے۔ دونوں کلائیوں میں اورنج چوڑیاں اور بریسلیٹ سجے تھے۔

"کیسی لگ رہی ہوں پاپا؟" اس نے دونوں بازو جاوید کی گردن میں حمائل کیے۔

"بالکل پریوں جیسی جیسے اڑنے کو پر تول رہی ہو۔" اس نے ساتھ لگایا۔

"کاش پاپا..... میرے بھی پر ہوتے اور میں اڑ کر آسمان پر جا پہنچتی۔" آج اس کی باتیں عجیب ہی بہکی ہوئی تھیں۔

"اور پاپا زمین پر تمہیں پاگلوں کی طرح ڈھونڈتے ہوئے رہ جاتے ایسی باتیں نہ کرو۔"

"اُف او پاپا..... جن پروں کے ساتھ جاتی انہی کے ساتھ واپس بھی آجاتی ڈرتے کیوں ہیں۔" اس نے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ بھر کر چکارا تو وہ مسکرا دیا۔

اس رات بائیک اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی تو وہ اسٹارٹ ہو کر ہی نہیں دے رہی تھی۔ جاوید نے گھما پھرا کر دیکھا آخر کچھ کوشش کے بعد وہ اسٹارٹ ہوگی۔ کاش اس لمحہ بائیک اسٹارٹ ہی نہ ہوتی۔ دروازے پر ہی کوئی چھوٹا موٹا حادثہ ہو جاتا کہ ان کے ہال کی طرف بڑھتے قدم رک جاتے۔ کسے خبر تھی یہ پری بائیک کی رفتار کے ساتھ ہی محو پرواز ہوگی۔

گھر سے نکلتے وقت یہ اس کے آخری قدم تھے کبھی نہ لوٹنے کے لیے۔ خوشیوں میں ڈوبا یہ ہنستا مسکراتا چھوٹا سا قافلہ ہال میں پہنچ کر لوگوں سے باتوں میں مشغول ہو چکا تھا۔ فائزہ بھی ہنس کھیل رہی تھی کبھی ہال کی سجاوٹ میں محو ہو جاتی۔ کبھی خیرہ کرتی روشنیوں میں گم ہو جاتی۔ ان دو ڈھائی گھنٹوں میں وقت گزرنے کا پتا بھی نہیں چلا کہ کھانا لگ گیا۔ فائزہ کو میووں سے سجی کھیر کچھ زیادہ ہی پسند آئی تھی۔ طشتری خالی کر کے مزید کھیر لانے کی فرمائش کر دی۔ جاوید اپنے دوستوں کے پاس کھڑا تھا مہمان بھی آدھے رخصت ہو چلے تھے اس کی خواہش پر چاروناچار نسرین کو ہی اٹھنا پڑا۔ اس کے پاس کی سیٹوں کے کچھ لوگ بھی جا چکے تھے فائزہ کو سیٹ پر بٹھا کر وہ تھوڑی سی کھیر لانے چلی گئی لیکن اسے معلوم نہیں تھا اس کی بیٹی نے کھیر کی نہیں زہر کی فرمائش کی ہے۔

خبر نہ تھی اس کا وہاں سے لمحہ بھر کو اٹھنا پوری زندگی پر کالک مل دے گا۔ اس لمحے کے بعد ایسے اندھیرے چھائیں گے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے گا۔ شیطان مردود اس کی زندگی کی کایا پلٹنے کو ہوشیار ہوکر بیٹھے تھے۔

وہ کھیر لے کر پلٹی تو اس کی زیست بدل چکی تھی۔ لمحہ بھر کا یہ دورانیہ صدیوں میں بدل چکا تھا۔ اس کی پریوں جیسی بیٹی سیٹ پر موجود نہ تھی' ایک ہاتھ میں کھیر کی پلیٹ تھی دوسرے بازو پر ننھی صائقہ جو اس کے کندھے سے لگی سوچکی تھی' پلیٹ ٹیبل پر رکھ کر آس پاس نگاہ دوڑائی۔ لوگوں سے پوچھا جو پاس ہی بیٹھے تھے انہوں نے یہی کہا ''ابھی تو یہیں تھی شاید جاوید کے پاس گئی ہو'' وہ جاوید کے پاس دوڑ کر گئی لیکن وہ بھی ایک دوست کے پاس تنہا کھڑا تھا۔ اس کے استفسار پر اچنبھے سے اسے ہی دیکھنے لگا۔

''تلاش کرو مل جائے گی' ہال سے جائے گی کہاں۔'' ساتھ مل کر ادھر اُدھر دیکھنا شروع کردیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد دل تھا کہ بند ہورہا تھا' ہال میں جتنے لوگ موجود تھے سب نے لاعلمی کا اظہار کیا اور سب رخصت ہونا شروع ہوگئے تھے سوائے ان گنے چنے لوگوں کے جو اس کے رشتہ داروں میں شامل تھے وہ ان کے ساتھ رک گئے۔

ہال سے نکلتے ہوئے ہر ہر فرد پر دیوانہ وار نگاہیں تعاقب کررہی تھیں کہ شاید فائزہ بھی ان کے ساتھ ہو۔

''شاید نیند کے جھونکے میں کسی کے ساتھ ہولی ہو۔'' پر بے سود تھا' وہ نظر نہیں آئی۔

کچھ رشتے دار باہر چھاپڑی والوں کو تفتیشی نگاہوں سے تاڑ رہے تھے اور پوچھ گچھ کررہے تھے لیکن سب نے نفی میں گردن ہلائی بے شمار بچے بچیاں گزرے ہیں اس راستے سے ہمیں کیا پتا بھئی۔ ایسا تو شاید ہی ہوا ہو کہ ہال سے بچی گم ہوگئی ہو' لوگوں نے واش روم وغیرہ کی تلاشی بھی لے لی آخر تھک ہار کر منیجر کے پاس اپنی فریاد لے کر گئے' اس نے صاف کہہ دیا۔

''اپنے ساتھ لائے ہوئے بچوں پر نگاہ رکھنا آپ کا کام ہے ہمارا کام ان کی نگرانی کرنا نہیں۔ ہوسکتا ہے بچی اپنی لاابالی پن میں کسی اور کے ساتھ چلی گئی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کوئی چیز لینے گئی اور...... کسی غلط ہاتھ لگ گئی ہو۔''

''ایسا نہ کہیں...... ایسا نہ کہیں خدارا......!'' نسرین بے جان ہوکر تقریباً گرنے کو تھی بڑی مشکلوں سے اسے سنبھالا۔

جاوید کی حالت تو ایسی تھی جیسے روح وجود سے نکل گئی ہو خود کو بمشکل سنبھالا دیئے ہوئے تھے صرف اپنی بچی کی من موہنی صورت دیکھنے کو ہال کے کونے کونے پر نگاہ منڈلا رہی تھی کہ شاید وہ کہیں سے نکل آئے اور آکر اس سے لپٹ جائے لیکن وقت تو اپنے ہاتھوں سے نکلتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔ ڈھائی کا وقت ہوگیا ہال میں بیٹھے ہوئے کہ منیجر نے آکر روکھائی سے کہا۔

''برائے مہربانی اپنی بچی کو اب ہال سے باہر ڈھونڈیں' آپ لوگوں کی خاطر پوری رات تو اسے کھلا نہیں چھوڑا جاسکتا۔ آپ نے یہاں اپنی پوری تسلی کرلی اب کہیں اور جاکر تفتیش کریں۔ ہماری ہمدردی آپ کے ساتھ ہے۔''

''نہیں...... ہم یہاں سے نہیں جائیں گے' میری بچی یہاں سے گم ہوئی ہے میں اس جگہ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔'' جاوید دیوانہ ہوا' نسرین کی حالت تو غیر ہورہی تھی۔

سب کے سمجھانے بجھانے پر وہ لوگ باہر آئے' حواس مختل تھے اور دماغ جیسے اڑا جارہا تھا۔ یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ اتنا بڑا حادثہ ان کے ساتھ رونما ہوچکا ہے' ان کی ننھی کلی کو ان کے گلشن سے کوئی توڑ چکا ہے۔

روڈ کے ساتھ بنے فٹ پاتھ پر دونوں میاں بیوی فریادی بنے صبح کے چار بجے تک بیٹھے رہے اس جگہ کو چھوڑنے کو دل و دماغ آمادہ ہی نہیں ہورہے تھے جہاں انہوں نے اپنی متاع حیات کھوئی تھی' جاوید اور نسرین کے والدین بہن بھائی بھی اکٹھے ہوگئے تھے۔ جس چیز کو لٹنا تھا وہ لٹ چکی تھی۔ بس ایک دیوار کا فاصلہ تھا ان کے اور ان کی معصوم بچی کے حائل لیکن جہاں شیطانی صفت راج کررہی ہوں وہاں ڈھٹائی اور بے غیرتی کی آہنی دیواریں خودبخود کھڑی ہوجاتی ہیں۔

انہیں خبر بھی نہیں تھی ہال کے اندر ان کی معصوم بچی کے ساتھ کیا کھیل کھیلا جارہا تھا۔ معاشرے کے بظاہر نظر آنے والے انسان اس وقت وحشی درندے بنے ایک ننھی کلی کے نرم و نازک رگ و ریشے کو کس سفاکی کے ساتھ مسل رہے تھے...... اپنی ہوس کا نشانہ بنارہے تھے......

انہیں کچھ خبر نہیں تھی' ذرا سی بھی بھنک ملتی کہ ہال کے کسی تاریک کونے میں غلیظ رال ٹپکاتے کتے اس کے ننھے وجود کو

بھنبھوڑ رہے ہیں تو وہ بند ہال کی دیواروں سے چھلانگ مار دیتے۔ ان کتوں کی گردنوں میں لعنت کا پٹہ ڈال کر سرعام گولی مارتے لیکن یہ کتے کام ہی اتنی صفائی کے ساتھ کرتے ہیں کہ پتا ہی نہیں چلتا پلیٹ گندی ہے کہ صاف۔

اصل میں تو وہ غلاظت سے لتھڑ چکی ہوتی ہے' کس مشکلوں سے وہ لوگ گھر جانے کے لیے راضی ہوئے تھے یہ وہی جانتے ہیں دل تو چاہ رہا تھا اسی خاک میں رل جائیں لیکن واپس نہیں جائیں۔ ایک جنگ ہار کر بھی واپس لوٹنا اتنا شکست خوردہ نہیں ہوگا جتنا یہ انفرادی معرکہ ہار کر لوٹنا ان کے لیے روح فرساں تھا وہی گھر تھا جہاں سے یہ لوگ ہنستے کھیلتے نکلے تھے' اتار کر رکھی گئی چیزیں ویسی ہی پڑی تھیں۔

فائزہ کا اسکول بیگ' اس کے اسکول سے جیتی گئیں ٹرافیاں' شیلڈز الماری میں سجی ہوئی تھیں۔ اتارے گئے کپڑے جو ایک دیوانہ پن سے اس نے اتارے تھے کہ وہ خوب صورت فراک پہن کر جلد از جلد شادی میں شریک ہونا چاہتی تھی۔ خبر نہ تھی یہ شادی کی محفل ماتم کدے میں تبدیل ہوجائے گی اور آج اس نے اس سے لپٹ کر سونے کی خواہش بھی کتنے دنوں بعد کی تھی لیکن وہ تشنہ ہی رہ گئی تھی۔ ایک ہوک سی اٹھی اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگئی تھی۔

جانے اسے کیسے ہوش آیا ہوگا' جاوید نے کیسے اپنے بکھرے وجود کو سنبھالا ہوگا' یہ تو وہ جانے اور خدا جانے۔ پولیس میں رپورٹ درج کرائی گئی۔ گلی' محلوں میں جگہ جگہ سوزوکی پر لاؤڈ اسپیکرز پر اعلان کرایا گیا' ہمارے محلے میں بھی یہ اعلان ہوا۔

مساجد میں دعائیں ہوئیں' نماز جمعہ کے بعد رقیق القلب بیانات ہوئے اس معصوم بچی کے لیے لیکن وہ نہیں ملی۔

جاوید اور اس کے بھائی' رشتہ دار روز اس شادی ہال کا چکر لگاتے' منیجر سے ملتے کہ شاید کوئی خبر ملی ہو اور نگاہیں اندر کے اطراف کا چکر لگاتی رہتیں۔ جانے کیوں لگتا تھا وہ یہاں ہی کہیں گم ہوئی ہے اور ادھر سے ہی ملے گی۔ ہنستی مسکراتی اور آ کر اس سے لپٹ جائے گی کہے گی۔

"کیسا رہا مذاق پاپا..... آپ تو خوامخواہ پریشان ہوگئے تھے۔" اور اس کا خشک ہوتا سینہ سیراب ہونے لگے گا۔

ہال کے منیجر کی رکھائی کے باوجود وہ لوگ روز وہاں کا چکر لگاتے اور ٹوٹے بکھرے وجود کے ساتھ واپس آجاتے تھے۔

چھ دن گزر گئے بچی کے خوب صورت پوسٹر لوگ دیواروں' کھمبوں' چوراہوں پر لگا دیکھتے اور ایک ٹھنڈی سانس بھر کر واپس آجاتے۔ وجدان نے انہونی کا احساس دلا دیا تھا۔ اس کے ملنے کی امید اب دعاؤں کی قبولیت کے معجزے میں ڈھل چکی تھی۔ انہوں نے کس طرح وہ چھ دن گزارے' روز قیامت آتی اور اپنا حشر ڈھا کر چلی جاتی لیکن وہ تو گویا روز حشر ہی تھا جب ایسی آزمائش میں اللہ نے ڈال دیا جسے سہنے کی تاب نہیں تھی۔ بم بلاسٹ میں ان کے وجود کے پرخچے بھی اڑ جاتے تو شکوہ نہ ہوتا لیکن یہ فریاد تا عمر کے لیے لبوں پر سجی رہ گئی۔

"خدارا ایسا کیوں....."

☆......☆......☆

ہال کی ٹنکی میں بچی کی لاش پائی گئی جب ٹینکر والے نے پانی ڈالا تو لاش اوپر آگئی۔ زمین شق ہوگئی تھی اور آسمان سر سے کھسکنے کو تیار تھا' ننھی منی فائزہ بند آنکھوں میں اپنے ماں باپ سے ملنے کی حسرت لیے کہیں دور پرواز کر چکی تھی۔ مامتا کے کلیجے پر ایسا وار ہوا تھا کہ دن میں سو بار اس تکلیف سے کراہے گی اور سو بار مرے گی۔ تھوڑی ہی دیر میں ٹی وی کے ہر چینل سے بریکنگ نیوز نشر ہونے لگی۔

"شادی ہال کی ٹنکی سے بچی کی لاش برآمد۔" اس وقت میں اپنی نند کے ہاں تھی جب چھوٹی بہن نے مجھے ایس ایم ایس پر یہ خبر دی کہ گم شدہ بچی کی لاش ٹنکی سے مل گئی ہے۔ وجود تو خوف ناک طوفان کے تھپیڑوں کی زد میں تھا' ساتھ ساتھ ٹی وی آن کیا گیا تو نیوز آ چکی تھی۔

اہل خانہ کو بھی ٹی وی پر دکھایا جا رہا تھا' ہوش و حواس سے بے گانہ ہوتی ماں کو بھی۔ لاش کو ہسپتال لے جایا گیا تھا' تھوڑی ہی دیر بعد پوسٹ مارٹم رپورٹ سامنے آ گئی۔

"بچی کو مبینہ زیادتی کے بعد بلاک سے باندھ کر ٹنکی میں ڈالا گیا تھا۔"

منیجر کی رکھائی کی وجہ سامنے آ گئی تھی ورنہ بیٹی جیسی یا بیٹی کے ساتھ زیادتی کرنے والا انسان نما حیوان نگاہیں چرا کر بات کیوں کرتا۔ معاشرے کی بیٹی اپنی بیٹی ہے' بہن اپنی بہن ہے اور ماں اپنی ماں ہے ان کو زیادتی کا نشانہ بنانے والے گویا اپنی بیٹی' بہن اور ماں کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔

جب ضمیر اپنی پہچان بھول جائے اور آنکھوں میں خون اتر آئے تو اس وقت ان غلیظ کتوں کو کیا خبر ان کے آگے اپنی بیٹی ہے ماں ہے یا کوئی غیر ہے۔

مظاہرین نے ہال کی دیواروں سے چھلانگ مار کر توڑ پھوڑ شروع کردی شیشے توڑ دیئے اور آگ لگانی شروع کردی کہ پولیس نے اپنے حربوں سے لوگوں کو منتشر کرنا شروع کردیا کیونکہ یہ معاشرے کے اعلیٰ پائے کے محافظ ہیں۔ اپنی وردی پر ناز کرنے والے اور اپنی اتھارٹی کے بل بوتے پر معصوم لوگوں کے لحاتی جذبات کو کچلنے والے یہ لوگ اتنے ہی بارسوخ اور ذمہ دار ہوتے تو شاید معاشرے میں ایسا نہ ہوتا جو فوراً ڈنڈے برسانے لگتی ہے شیلنگ کرنے لگتی ہے۔ اپنی محافظت کا یقین دلا کر اصل مجرموں کی پردہ پوشی کرلیتی ہے اگر گناہ گار کو سزا ملتی تو معاشرے میں اتنا بھی بگاڑ پیدا نہ ہوتا کہ ہال سے آناً فاناً بچی غائب ہوجائے۔

ننھی فائزہ کے گھر والوں کو تو کبھی قرار نہیں ملے گا' جتنی بار اس کے والدین زخمی روح کے ساتھ تڑپیں گے' اتنے بار گناہ ان کتوں کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے جنہوں نے معصوم بچی کے وجود کو بھنبھوڑا ہوگا۔ سنا ہے ہال کے ویٹرز میں سے ایک نے بچی کی ماں کے پاس سے ہنستے ہی کہا تھا۔

''تمہارے پاپا بلا رہے ہیں......'' اور ننھی بچی میلے میں گم ہوگئی تھی۔ کتنے ویٹرز اپنا غلیظ کارنامہ انجام دینے کے بعد گاؤں فرار ہوگئے تھے جنہیں سنا ہے پولیس نے گرفتار کرلیا لیکن یہ نہیں سنا کہ انہیں واقعی سزا ملی ہے کہ نہیں۔

میڈیا بھی دو دن نیوز چلا کر خاموش ہوگیا تھا۔ اگر مجرموں کو واقعی سزا نہیں ملے گی تو والدین اپنے اپنے بچوں کی طرف سے آنکھیں کھول لیں اور خود حفاظت پر مامور ہوجائیں' وہ بھی پل پل کی حفاظت کہ کہیں کوئی لمحہ کسی بھیڑیے کی گرفت میں نہ آجائے ورنہ کسی اور ننھی کلی پر کوئی مکروہ نگاہیں جمائے بیٹھا ہوگا مسلنے کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کو۔

سوچا جائے تو نرم و نازک وجود کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے کتنی دیر کی تسکین پائی ہوگی ان بھوکے بھیڑوں نے' جب اپنے آپ کو غلاظت میں دھکیلنا ہی تھا تو بہت سی بدکار عورتیں چوراہوں پر مشہور مقامات کے باہر چند روپوں کے عوض بکنے کو تیار مل جاتی ہیں' ادھر ہی منہ مار لیتے کسی کی زندگی ویران کرنے سے کیا ملا۔

کسی کے وجود کو انی میں پرو کر تاحیات سسکانے سے کتنی دیر کی راحت ملی۔ جس دن ٹی وی پر یہ ہولناک بریکنگ نیوز ملی مجھے رات کو نیند نہیں آئی' بس یہی خیال میرے لمحوں کو شمار کرتا ہے۔

اپنے آپ کو بھیڑیوں اور کتوں میں گھرا دیکھ کر وہ معصوم کتنا ڈری ہوگی۔ جانے کہاں رکھا ہوگا اس معصوم کو ان غلاظت میں لتھڑے لوگوں نے۔ کس اندھیری جگہ اس کے معصوم ارمانوں کو تاراج کیا ہوگا۔ کتنا پکارا ہوگا اس ننھی فاختہ نے اپنے امی اور پاپا کو اور جواب نہ ملنے پر کتنا بلکی ہوگی۔ ان کی درندگی پر کتنی حواس باختہ ہوئی ہوگی اور ان درندوں نے کس طرح اس کی جان لی ہوگی۔ ذرا سا بھی ہاتھ نہیں کانپے ہوں گے اسے بلاک سے باندھ کر ٹینک میں ڈالتے ہوئے' ذرا سا بھی خوف خدا محسوس نہیں ہوا ہوگا اور ان ماں باپ نے وہ سارے لحات کیسے گزارے ہوں گے جو ہال کے باہر گزرے اپنی ننھی پری کو تلاش کرتے ہوئے اور اب آئندہ زندگی وہ کیسے گزاریں گے۔

جب مجھے ان شادی ہال کو دیکھ کر اتنا خوف محسوس ہوتا ہے تو اس کے والدین کا تو پل پل خوف کے حصار میں گزرتا ہوگا۔ کہتے ہیں ''خنزیر'' کا نام لینے سے زبان ناپاک ہوتی ہے لیکن میں تو کہتی ہوں ایسے لوگوں پر نظر پڑتے ہی روح آلودہ ہوجاتی ہوگی نگاہیں ناپاک ہوجاتی ہوں گی۔

وہ ننھی بچی تو ابھی حوروں کے ساتھ ہوگی لیکن اسے انجام تک پہنچانے والے لوگوں کی ایک عدالت اور بھی ہے جہاں انصاف ضرور ہوگا۔ اس کے والدین کے صبر کو قرار آئے گا لیکن انتظار تو کرنا پڑے گا کیونکہ

''ان اللہ مع الصبرین''

(بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

چاند سے چاند تک

نادیہ احمد

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

اس نے بھیجے ہیں چاہت میں لپٹے ہوئے
پھول، خوشبو، حنا چوڑیا عید پر
کاش وہ آجائے جس کے ہیں منتظر
میرا دل، بام و در کھڑکیاں عید پر

گرمی کی شدت کو چند روز پہلے کی بارش بھی کم نہیں کرپائی تھی۔ صحن میں لگی بوگن ویلیا کی بیل اور کیاریوں میں لگے موتیے کے جھاڑ جو بارش میں نہا کے نکھر گئے تھے ایک بار پھر سورج کی حدت سے کملائے ہوئے تھے۔ پتوں پر جمی گرد کچھ اور بھی اداسی بکھیر رہی تھی۔ پرندے منہ چھپائے گھونسلوں میں بیٹھے تھے۔ ایک طرف سورج اہلِ زمین پہ قہر برسا رہا تھا تو دوسری طرف بجلی کی آنکھ مچولی نے سب کا جینا دوبھر کیا ہوا تھا۔ اس سب کے باوجود ہر طرف ایک خاص جوش وخروش تھا۔ بازاروں میں چہل پہل تھی۔ رمضان کے بابرکت مہینے کا آغاز ہونے والا تھا اور موسم کی زور آوری کو بھول کر ہر کوئی اسی کی تیاریوں میں لگا تھا۔ کہیں سحر وافطار کی خریداریاں ہورہی تھیں تو کوئی گھروں میں صفائی کا خاص اہتمام کررہا تھا۔ اقرا نے بھی آج کالج سے خاص چھٹی کی تھی کیونکہ زبیدہ کی خواہش تھی کہ گھر کی اچھی طرح صفائی ہوجائے۔ گرمی سے بے نیاز وہ باورچی خانے میں لگی تھی۔ کچن کی الماریاں صاف کرنے کے بعد وہ اب برتنوں کو خشک کپڑے سے سکھا رہی تھی جب زبیدہ کچن میں داخل ہوئی۔

"اقرا ابھی رخسانہ بھابی کا فون آیا تھا۔" زبیدہ نے

اطلاع دی۔

"اچھا کیا کہہ رہی تھیں؟" حالانکہ اسے یہ جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن پھر بھی وہ زبیدہ کی بات کونظرانداز نہیں کرسکتی تھی۔

"ہماری خیریت پوچھ رہی تھیں اور رمضان کی مبارک باد دے رہیں تھیں۔" زبیدہ کا چہرہ دیکھے بنا اس کی آواز میں چھپا جوش اور رخسانہ کے لیے محبت بھرے جذبات وہ محسوس کرسکتی تھی۔

"یہ بھی بتارہی تھیں کہ کل شام اسفند پاکستان آرہا ہے اپنے کسی کام کے سلسلے میں۔ میں نے تو کہا شکر ہے اسے بھی اپنے وطن آنے کا خیال تو آیا۔ کتنے سال پہلے آیا تھا وہ پاکستان بھائی اور فرخ بھائی کے ساتھ۔ کہہ رہیں تھیں چند ہفتے رہے گا وہ۔" زبیدہ کا جوش ان کی خوشی کا پیغام دے رہا تھا۔ اقرا برتن واپس الماریوں میں رکھتے ہوئے بے توجہی سے ان کی باتیں سنتی رہی۔

"بتارہی تھیں اسفند ہمارے پاس ہی ٹھہرے گا۔" پہلی بار زبیدہ کی بات پہ اقرا نے مڑ کے دیکھا۔

"ہمارے گھر کیوں رہے گا وہ؟" زبیدہ کے ماتھے پہ واضح بل نمودار ہوئے۔ وہ جانتی تھی اقرا اپنے ددھیالی رشتے داروں سے خائف ہے۔

"کیوں کا کیا مطلب ہے اقرا ہمارا رشتے دار ہیں۔ تمہارے ابو کے کزن اور ان کے سب سے عزیز دوست کا بیٹا ہے اسفند۔ وہ ہمارے گھر آ کر رہے گا یہ بات سن کر تو تمہیں خوش ہونا چاہیے۔" زبیدہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"امی..... ایک تو میں آپ کی اس خوامخواہ کی مہمان نوازیوں سے بہت تنگ ہوں۔ اس مہنگائی کے دور میں جہاں ہمارا اپنا گزارا مشکل سے ہوتا ہے آئے دن ابو کا کوئی نہ کوئی دور یا قریب کا رشتہ دار چلا آتا ہے خدمتیں کروانے اب یہ اتنے رئیس لوگ ہیں ابا کے دور کے کزن۔ ان کا بیٹا کسی ہوٹل میں بھی تو رہ سکتا ہے ہمارے غریب خانے میں کیا کرنے آرہا ہے۔" زبیدہ کو اقرا کی بات ناگوار گزری۔

"ہائے لڑکی کیسی باتیں کرتی ہے مہمان تو خدا کی رحمت ہوتا ہے اور اگر کوئی آئے گا تو اپنے حصے کا رزق ساتھ لائے گا خبردار جو ایسی احمقانہ بات دوبارہ منہ سے نکالی۔" وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی زبیدہ کی یہ باتیں اسے ہرگز شرمندہ نہیں کرتی تھیں۔

"امی ہمارا گھر ان لوگوں کے شایان شان کہاں ہے۔ کہاں وہ رئیس ابن رئیس اور کہاں ہمارا غریب خانہ۔ ان کے ہم پلہ یہاں کئی رشتے دار ہیں وہ ان کے گھر میں بھی تو رہ سکتا ہے۔" زبیدہ جتنی خاموش طبع اور محتاط انداز میں گفتگو کرنے والی تھی اقرا اس کے بالکل برعکس تھی۔ جو بات پسند نہیں ہوتی منہ پہ مارتی لیکن اس کا یہ رخ بھی فقط زبیدہ پہ ہی عیاں تھا۔ بھلے کوئی لاکھ ناپسند ہو وہ کسی سے بدتمیزی نہیں کرتی تھی۔

"آپ نے گھر کا حال دیکھا ہے ہمارے کل دو ہی تو کمرے ہیں اور اس پہ برسوں سے گھر کی مرمت نہیں ہوئی ایسے میں وہ کینیڈا سے آ کے یہاں رہے گا۔ ویسے بھی مہمان رحمت ہوتا ہے لیکن بن بلایا مہمان صرف زحمت ہوتا ہے۔" اس کی بات بھی غلط نہیں تھی۔ گھر کی حالت پہ تو زبیدہ بھی چپ سی ہوگئی۔ سچ میں ہر سال کوشش کے باوجود اتنے پیسے نہیں بچ پاتے تھے کہ چھوٹی موٹی مرمت ہی کروائی جاسکے۔ سفید پوشی کا بھرم قائم ہے یہی بہت ہے۔

"اب یہ بات میں رخسانہ بھابی سے کہتی اچھی لگتی کیا؟ اور پھر اگر انہوں نے اتنے رشتے داروں کی موجودگی میں اسفند کے یہاں رہنے کو ترجیح دی ہے تو میں کون ہوتی ہوں منع کرنے والی۔" زبیدہ دھیمے لہجے میں بولی۔ اقرا برتنوں کو الماری میں واپس رکھ کر کچن کاؤنٹر صاف کرنے لگی تھی۔ ساتھ ساتھ زیر لب بڑبڑائے جارہی تھی۔

"عجیب لوگ ہیں ایک دن رہ گیا ہے رمضان شروع ہونے میں اور یوں منہ اٹھائے چلے آرہے ہیں۔ لوگ رمضان اپنے گھر میں گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ صاحب منہ اٹھائے پاکستان آرہے ہیں وہ بھی اتنی گرمی میں۔" زبیدہ نے کھا جانے والی نگاہوں سے اقرا کو دیکھا جو اب فریج سے پانی کی بوتل نکال کر پانی پی رہی تھی۔ اس کی سرگوشی زبیدہ نے سن لی تھی وہ غصے سے ہاتھ ہوا میں لہراتی واپس چلی گئیں۔

دونوں ماں بیٹی میں اکثر ایک ہی بات کو لے کر اختلاف رائے ہوجاتا تھا۔ زبیدہ آج بھی سسرال والوں کی بے اعتنائیاں نظرانداز کرکے ان کی آؤ بھگت میں لگی رہتی تھی جبکہ اقرا کو اس کا یہ رویہ سخت ناگوار گزرتا تھا۔ ماں کی وجہ سے وہ کبھی ان لوگوں کے سامنے اپنی ناپسندیدگی جتا نہیں سکی تھی لیکن زبیدہ کو وہ اکثر اپنے دل کی بات کہہ دیتی تھی۔ وہ اسے

سمجھاتی، صبر کی تلقین کرتی لیکن اقراء پہ اس واحد نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔

......☆☆☆......

اقراء کے والد کے انتقال کے بعد زبیدہ نے ایک نجی ادارے میں ملازمت کرلی تھی، اقراء اس وقت میٹرک میں تھی۔ شوہر کے انتقال کے بعد سسرال والوں نے منہ موڑ لیا یہاں تک کہ اس کے والد کا جو ترکے میں حصہ تھا اس سے بھی دونوں ماں بیٹی کو محروم کردیا۔ زبیدہ نے اس معاملے کو اللہ پہ چھوڑ دیا تھا۔ زندگی خاوند کی موت کے بعد آسان نہیں تھی پھر بھی وہ دونوں ایک دوسرے کا سہارا تھیں۔ زبیدہ کا تعلق آج بھی سسرال والوں کے ساتھ مثالی تھا اس نے انہیں دیکھ کر کبھی ماتھے پہ بل نہیں آنے دیے تھے۔ لیکن اقراء کو وہ لوگ ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔ فرخ، یوسف صاحب کے چچا زاد ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے بہترین دوست تھے اور ایک طویل عرصہ سے کینیڈا میں مقیم تھے۔ ان کی وفات کے بعد بھی رخسانہ اور فرخ کا زبیدہ سے رابطہ رہا تھا۔ جب بھی پاکستان آتے ان سے ضرور ملتے اسی لیے زبیدہ بھی ان کی دل سے عزت کرتی تھی۔

''اچھا یہ بتائیں وہ رہے گا کہاں' کیا نام بتایا تھا' آپ نے ہاں وہ عزت مآب اسفند صاحب۔ اب کیا اسے ڈرائینگ روم میں سلائیں گے۔'' زبیدہ کا موڈ اب تک خراب تھا۔ اقراء صوفے پہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ ماں کو زیادہ دیر ناراض بھی تو نہیں رکھ سکتی تھی اس لیے اس کا پسندیدہ موضوع چھیڑ دیا۔

''تمہارا کمرہ دے دیں گے اسے رہنے کے لیے اور تم میرے ساتھ سوجایا کرنا۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولیں۔

''ہرگز نہیں۔ میں اپنا کمرہ کسی صورت اسے نہیں دوں گی امی۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے مجھے اپنے کمرے کے علاوہ کہیں نیند نہیں آتی اور میں اسے کسی اور کے ساتھ ہرگز شیئر نہیں کروں گی۔'' وہ یک دم ہتھے سے اکھڑ گئی۔

''وہ کون سا ساری زندگی وہاں رہنے والا ہے بس کچھ دنوں کی تو بات ہے اتنے دن تم میرے ساتھ سوجانا میرے کمرے میں۔'' ان کے پاس حل موجود تھا۔

''امی......! میں کچھ نہیں جانتی آپ لٹائیں ان پہ محبتیں اور مجھے اس سے دور ہی رکھیں۔ میں اتنی فراخ دل نہیں ہوں۔ میرا کمرہ یوں بھی مجھے بہت عزیز ہے اس لیے میں اپنا کمرہ کسی صورت نہیں دوں گی۔'' وہ دوٹوک انداز میں بولی۔ پہلے ہی بن بلائے مہمان کے آنے کا قلق اس پہ کمرہ ہاتھ سے جانے کا غصہ، اس کی سنہری رنگت لال ہورہی تھی۔

''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔ پالتی رہو کدورتیں دل میں۔ میں سوجایا کروں گی ڈرائینگ روم میں اور اپنا کمرہ اسے دے دوں گی۔'' زبیدہ غصے سے کہتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ وہ پیچھے بیٹھی لب کاٹتی رہ گئی۔

......☆☆☆......

''کھانا کھالیں امی۔'' وہ بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھیں جب اقراء کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کی بات کے جواب میں انہوں نے ذرا بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔

''امی......سوری۔ میں جانتی ہوں میں نے آپ کا دل دکھایا ہے لیکن آپ کو تو پتا ہے۔ میں بھی بھی کچھ بھی بولتی رہتی ہوں۔ بس مجھے یہ سوچ کر الجھن ہورہی ہے کہ اتنے دن ایک اجنبی شخص کے ساتھ کیسے رہیں گے۔ ہماری بھی تو کوئی پرائیویسی ہے۔'' ماں کا ہاتھ تھامے وہ اس کے پاس ہی بیٹھی تھی، اس کی الجھن زبیدہ سمجھ سکتی تھی۔

''اسی لیے تو کہتی ہوں خود میں تھوڑا تحمل اور برداشت پیدا کرو۔ کمپرومائیز کرنا سیکھو زندگی میں سب کچھ اپنی منشاء کے مطابق نہیں ہوتا۔ لڑکیوں کو بہت زیادہ صبر کرنا آنا چاہیے ایسے رویے ماں کے گھر چلتے ہیں سسرال میں یہی باتیں پریشانی میں مبتلا کردیتی ہیں۔ کیا تم چاہتی ہو لوگ میری تربیت کو الزام دیں؟'' ساری بات سر جھکائے سنتی رہی اس آخری بات پہ وہ بلاوجہ چڑ گئی تھی۔ یہ اکثر ہوتا زبیدہ اسے صبر و تحمل کی نصیحتیں کرتی اور بات اس کی شادی اور سسرال پہ آتی اور اس کا موڈ آف ہوجاتا۔

''امی آپ پھر شروع ہوگئی ہیں فی الحال صد سالہ پلاننگ کو رہنے دیں کھانا ٹھنڈا ہورہا ہے آکر کھالیں۔'' وہ تنگ کر بولی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

......☆☆☆......

رات آٹھ بجے اسفند کی آمد ہوئی اور اسی وقت ٹی وی پہ اطلاع آئی کہ کل پہلا روزہ ہوگا مطلب رمضان المبارک کا چاند نظر آگیا تھا۔

''آؤ بیٹا آؤ...... ہم تمہارا ہی انتظار کررہے تھے بڑے اچھے موقع پہ پہنچے ہو۔'' زبیدہ نے محبت اور خلوص سے اس کا

استقبال کیا۔ جبکہ اقراء بے دلی سے پاس ہی کھڑی تھی۔

"کتنے سالوں بعد تمہیں دیکھا ہے جب کئی سال پہلے تم پاکستان آئے تھے تو بہت چھوٹے سے تھے اب تو ماشاءاللہ......" زبیدہ جذباتی ہو رہی تھیں۔ چھ فٹ قد، بھوری آنکھیں، صاف رنگت اور چہرے پہ مسکراہٹ، بلیو ڈینم جینز پہ سیاہ پولو شرٹ پہنے۔ بندہ کافی ہینڈسم تھا۔

"یہ اقراء ہے اور اقراء یہ اسفند ہے فرخ بھائی کا بیٹا۔" انہوں نے دونوں کا تعارف کروایا۔ اقراء نے رسماً سلام کیا جس کا جواب بھی اسی فارمل انداز میں دیا گیا۔

"بھائی اور بھابی کیسے ہیں؟" اقراء تو باورچی خانے میں جا چکی تھی اور زبیدہ صوفے پہ سٹنگ ایریا میں اسفند کے ساتھ ہی بیٹھی تھیں۔

"دونوں خیریت سے ہیں۔" وہ مؤدب انداز میں بولا۔

"امی کھانا لگاؤں؟" وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھی۔

اسفند نے اس کی آواز پہ نظر بھر کے دیکھا جو اس کی طرف دیکھے بغیر زبیدہ سے ہم کلام تھی۔ لائٹ پنک کلر کے پرنٹڈ سوٹ میں شانے تک آتے سیاہ بالوں کو کیچر میں لپیٹے سادہ سے حلیے میں بھی وہ کافی خوب صورت لگ رہی تھی۔ شاید چولہے کے سامنے کھڑے رہنے کی وجہ سے اس کی سرخ و سفید پیشانی پہ پسینے کے چند قطرے ٹمٹما رہے تھے۔

"ہاں میرا خیال ہے لگا دو کھانا اگر زیادہ لیٹ کھایا تو صبح سحری نہیں کی جائے گی۔ کیا خیال ہے اسفند؟" زبیدہ ایک وقت میں دونوں سے مخاطب تھیں۔

"جی جیسے آپ مناسب سمجھیں۔" اسفند کی فرماں برداری اقراء کو تپا گئی تھی۔ وہ اگلے ہی پل کچن کی طرف پلٹ گئی۔

"چلو پھر تم فریش ہو جاؤ۔ کھانا کھا کر آرام کر لینا۔ سفر بھی تو اتنا لمبا کر کے آئے ہو تھک گئے ہو گے۔" انہوں نے اسے کمرے تک رہنمائی کی۔ اندر آ کر اسفند نے بیڈ پہ بیٹھ کر کمرے کا ناقدانہ جائزہ لیا۔ صاف ستھرا کشادہ کمرہ، ایک طرف کتابوں کی الماری میں سلیقے سے رکھی کتابیں اور چھوٹی سی اسٹڈی ٹیبل جو ایک کونے میں رکھی تھی۔ جوتے اتارتے ہوئے اس کی نگاہ میز کے اس حصے پہ مرکوز تھی جہاں ایک عدد ڈائری رکھی تھی۔ اسفند نے آگے بڑھ کر وہ ڈائری اٹھالی۔ "اقراء یوسف" ڈائری کی جلد پہ کافی اسٹائلش انداز میں بڑا بڑا لکھا تھا۔ الٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد اس نے وہ ڈائری دوبارہ اسی جگہ واپس رکھ دی۔

کھانے کے بعد اسفند اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ اقراء کچن میں برتن دھونے کے بعد زبیدہ کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ اپنا ضرورت کا سامان وہ آج صبح ہی اس کمرے میں منتقل کر چکی تھی۔ وہ کمپیوٹر سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی اور یہ اس کا آخری سمیسٹر تھا پڑھائی کے سلسلے میں اسے اکثر رات دیر تک جاگنا پڑتا تھا جبکہ زبیدہ جلدی سو جاتی تھیں۔ لیکن اب اسے اس تمام عرصہ ماں کے شیڈول کے مطابق رہنا تھا۔

"صبح سحری میں کیا بناؤں؟" زبیدہ بیڈ پہ نیم دراز تھیں۔ اس نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میں تو اپنا روٹین کا ناشتہ ہی کروں گی ویسے بھی پہلا دن ہے اتنی صبح کچھ کھایا بھی نہیں جائے گا تم اسفند سے پوچھ لو شاید اس کی کوئی خاص فرمائش ہو۔" زبیدہ نے اسے ایک نئی مشکل میں ڈال دیا تھا۔

"امی اب کیا میں اس سے جا کر اس کی فرمائشیں پوچھوں کہ شہزادے صاحب سحری میں کیا کھانا پسند کریں گے اور افطاری کیسی تناول فرمائیں گے اور ڈنر میں کیا چاہیے۔ یہ گھر ہے کوئی ہوٹل نہیں جو ہم کھائیں گے اسے بھی وہی کھانا ہو گا۔" اسے سوچ کر ہی الجھن ہو رہی تھی کہ اب اتنے دن اسے یہ خیال بھی رکھنا ہو گا کہ جناب کو کھانے میں کیا پسند ہے۔ ویسے بھی اپنا کمرہ چھوڑنے کا دکھ وہ بھولی نہیں تھی۔

"بری بات اقراء مت بھولو وہ ہمارا مہمان ہے اور پھر اتنے بابرکت مہینے میں مہمان کی خدمت کا اجر بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اٹھو جاؤ وہ ابھی سویا نہیں ہو گا۔" وہ بے زار شکل بنائے بیڈ سے اٹھی۔

"اور سنو ذرا تمیز سے بات کرنا۔" زبیدہ نے جاتے جاتے یاد دلایا۔ ان کی بات پہ سیخ پا ہوتی وہ کمرے سے نکل گئی۔

......☆☆☆......

کھانے کے بعد وہ اس وقت صرف ریسٹ کرنا چاہتا تھا۔ ایک تو اتنی لمبی فلائیٹ اس پہ نئی جگہ اور نئے لوگ وقت کے فرق کی وجہ سے اسے نیند تو خیر کیا آنی تھی لیکن لیٹ کر تھکن تو اتاری جا سکتی تھی۔ دروازے پہ ہلکی سی دستک سن کر وہ بیزاری سے اٹھا۔

"امی پوچھ رہی ہیں آپ سحری میں کیا کھائیں گے؟" ضرورت سے زیادہ سنجیدگی چہرے پہ سجائے اس نے دروازہ کھلتے ہی سوال کیا۔

''جو آپ کھلائیں گی۔'' زیر لب مسکراہٹ دبائے۔ وہ شرارت سے بولا تو اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اقراٗ کو ایک اجنبی سے اس شوخی کی توقع نہیں تھی۔

''میرا مطلب کچھ بھی جو آپ آسانی سے پکا سکیں۔ میری کوئی خاص فرمائش نہیں۔'' اس کا منہ کھلتا دیکھ کے اسفند نے وضاحت کی۔ سحری کا پوچھ کر وہ فوراً وہاں سے پلٹ آئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد بھی اسفند چند سیکنڈ وہاں کھڑا رہا تھا۔

سحری کے بعد اسفند تو سونے چلا گیا تھا۔ زبیدہ کو چونکہ دفتر جانا تھا اور رمضان میں دفتروں کے اوقات جلدی کے ہوگئے تھے اس لیے نماز اور قرآن سے فارغ ہوکر وہ اپنی تیاری میں لگ گئی تھیں۔ اقراٗ کا کالج لیٹ شروع ہوتا تھا اسی لیے وہ بھی سوئی ہوئی تھی اور پھر بڑی مشکل سے اس کی آنکھ الارم کے چیختے چنگھاڑنے سے کھلی۔ پہلا روزہ اور نیند الگ پوری نہیں ہوئی تھی۔ وہ جلدی جلدی تیار ہورہی تھی اس کی وین آنے ہی والی تھی۔ سی گرین شارٹ شرٹ پہ سفید ٹراؤزر پہنے بالوں کو کھلا چھوڑ کر سفید بڑا سا دوپٹہ سنبھالتی وہ افراتفری میں کمرے سے باہر نکلی۔ اپنی رسٹ واچ پہنتے ہوئے وہ سامنے کھڑے اسفند سے جا ٹکرائی جو حیران پریشان اس اچانک افتاد سے بوکھلا یا گیا۔

''یہ جو اتنی بڑی بڑی آنکھیں دی ہیں اللہ نے یہ محض سجاوٹ کے لیے نہیں ہیں بلکہ ان سے دیکھنے کا کام لیا جاتا ہے۔'' اپنا ماتھا سہلاتے وہ جل کر بولی۔

''محترمہ میں تو یہاں کھڑا تھا سامنے سے آکر ٹکرائی تو آپ ہیں۔'' اس اچانک حملے کے لیے وہ تیار نہیں تھا۔

''ہاں تو سامنے سے ہٹ جاتے میں نے نہیں دیکھا آپ تو دیکھ سکتے تھے۔'' اس کی لاجک پہ ہونٹ بھینچے وہ مزید کچھ نہیں کہہ پایا تھا کیونکہ اس کا دھیان اب اس کی تیاری پہ تھا۔ کندھے پہ لٹکا بیگ اس بات کی نشاندہی کررہا تھا کہ وہ کہیں جارہی ہے۔

''آپ کہیں جارہی ہیں؟'' بالآخر اس نے پوچھ ہی لیا۔

''کالج جارہی ہوں۔'' وہ بے پروائی سے بول کر دروازے کی طرف بڑھی۔

''چچی جان نظر نہیں آرہی ہیں۔'' اگلا سوال سن کر اس کے قدم رک گئے۔

''امی آفس جاچکی ہیں آج سے ان کے آفس کا ٹائم بدل گیا ہے فکر نہ کریں وہ جلدی واپس آجائیں گی۔'' اس نے تفصیلاً بتایا۔

''لیکن میں یہاں اکیلا کیا کروں گا؟'' اس کی بات پہ اقراٗ نے پلٹ کر دیکھا۔

''یہ تو آپ خود بہتر جانتے ہیں ویسے بھی آپ یہاں کسی کام کے سلسلے میں آئے ہیں ناکے ہم سے ملنے تو ایسا کیوں نہیں کرتے اپنا وہی کام کرلیں جتنی جلدی آپ کا کام ختم ہوگا اتنی جلدی آپ کی واپسی ہوگی۔'' آخری بات اس نے قدرے دھیمی آواز میں کہی تھی لیکن اسفند کے تیز کانوں سے سن لی تھی۔

''جی وہ تو میں کرلوں گا لیکن آپ دونوں خواتین باہر ہوں گی تو میں یہ گھر...... میرا مطلب گھر کھلا چھوڑ کے کیسے جاؤں گا۔'' اس کی بات کو نظر انداز کرکے وہ کافی ضبط کا مظاہرہ کررہا تھا۔

''اس کے لیے یہ رکھیں۔'' سامنے کیل پہ لگا چابی کا گچھا اتار کر اقراٗ نے اسفند کو پکڑایا۔

''یہ کیا ہے؟'' ایک تو سفر کی تھکان، بے آرامی، نیند کا غلبہ اوپر سے اس سر پھری لڑکی کی باتیں۔ دل چاہ رہا تھا اپنے بال نوچ لے۔

''یہ چابی ہے۔ کہیں جانا ہو تو دروازہ لاک کرجایئے گا میرے اور امی کے پاس اپنی اپنی چابی ہے۔'' بڑے تحمل سے جواب دے کر وہ دروازے کی طرف لپکی۔ باہر اس کی وین کھڑی ہارن پہ ہارن بجارہی تھی۔

''اچھا یہ تو بتاتی جائیں آپ واپس کب تک آئیں گی؟'' وہ پیچھے سے چلایا۔

''فکر نہ کریں افطار سے پہلے ہی آجائیں گے۔'' جاتے جاتے وہ بھی اسی کے انداز میں چلائی اور گھر سے باہر نکل گئی۔ عجیب لڑکی ہے ہوا کے گھوڑے پہ سوار رہتی ہے۔ وہ اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔

......☆☆☆......

''کیا بات ہے آج بہت چپ چپ لگ رہی ہو لگتا ہے نیند پوری نہیں ہوئی۔'' عافیہ نے آرٹیفیشل انٹیلی جنس کی کلاس سے نکلتے ہوئے پوچھا۔ وہ اقراٗ کی اکلوتی جان سے پیاری سہیلی تھی۔ اقراٗ اور عافیہ کا ساتھ لگ بھگ دس سال پرانا تھا۔ بھلے عادتوں میں مماثلت کم ہی تھی لیکن دوستی ان میں بلا کی تھی۔ اسکول سے کالج تک دونوں ایک ہی کلاس اور ایک ہی

مضامین پڑھتی رہی تھیں۔ سارا دن کالج میں دونوں کی گھسر پھسر چلتی رہتی اور باتوں کا یہ نا ختم ہونے والا سلسلہ گھر آ کر فون کی مہربانی سے بھی جاری رہتا۔ زبیدہ کو ان کی دوستی پہ تو خیر کبھی اعتراض نہیں تھا کیونکہ وہ عافیہ کو بچپن سے جانتی تھیں اور یہ بھی علم تھا کہ وہ ایک سلجھے ہوئے گھرانے کی شریف بچی ہے لیکن یہ جو منٹ منٹ کی فون کالز گھر آ کر شروع ہو جاتی تھیں اس بات سے زبیدہ خائف تھی اس لیے اب اقراء اس کے سامنے عافیہ سے بہت کم ہی فون پر بات کرتی تھی۔

وہ رات کو اکثر اپنے کمرے میں پڑھائی کے دوران یا پھر کوئی اسائنمنٹ بناتے ہوئے ایک دوسرے کو کال ملا لیتی تھیں۔ بات پڑھائی سے شروع ہوتی اور پھر پتا نہیں کون کون سے قصے شروع ہو جاتے۔ اقراء اب اپنے کمرے میں نہیں تھی تو اس کے لیے سب سے بڑا اور اہم مسئلہ عافیہ سے بات کرنا تھا۔ کیونکہ جب تک گھنٹہ بھر تسلی سے فون پہ بات نہ ہو جاتی دونوں کا کھانا کہاں ہضم ہوتا تھا۔

"ہاں کل رات ٹھیک سے سو نہیں پائی مجھے میرے کمرے کے علاوہ نیند نہیں آتی۔" دونوں کا رخ لائبریری کی طرف تھا۔ یہ فری پیریڈ تھا عام دنوں میں تو دونوں اس وقت کینٹین میں پائی جاتی تھیں لیکن آج روزہ تھا اس لیے سوچا لائبریری میں وقت گزار لیا جائے۔

"کیوں تمہارے کمرے کو کیا مسئلہ ہے وہاں کیوں نہیں سوئی؟" وہ چلتے چلتے رک گئی تھیں۔ اتفاق سے کل چھٹی تھی اور اقراء کا موڈ خراب اسی لیے یہ کہانی اب تک عافیہ کے گوش گزار نہیں ہو پائی تھی۔

"یار ابو کے کزن کا بیٹا کینیڈا سے آیا ہے کل رات اور امی نے اسے میرا کمرہ دے دیا ہے۔" اس کا موڈ رونے والا ہو رہا تھا۔ عافیہ کو ہنسی آئی۔ اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ اقراء کو اپنا کمرہ کتنا پسند ہے۔ شاید اسی لیے رات کو اس نے عافیہ کو کال کرنے سے بھی منع کر دیا تھا۔

"اچھا تو کزن صاحب کی آمد ہوئی ہے وہ بھی چاند کے ساتھ۔ یہ تو بتاؤ دیکھنے میں کیسا ہے؟" وہ اسے چھیڑنے کے موڈ میں تھی۔ وہ نیند سے بیزار ہو رہی تھی اور ان محترمہ کو چٹکلے سوجھ رہے تھے۔

"مجھے کیا پتا میں نے تو ڈھنگ سے دیکھا بھی نہیں اور تم کیا چسکے لے رہی ہو دیکھنے میں کیسا ہے؟" اقراء نے تپ کر اس کی نقل اتاری۔

"اچھا اچھا ناراض کیوں ہوتی ہو میں تو مذاق کر رہی تھی۔ ویسے یہ تمہارا کزن یہاں آیا کس چکر میں ہے؟" عافیہ کا تجسس عروج پہ تھا اور پھر اقراء کے جواب سے اس کی ساری امیدیں صابن کے جھاگ کی طرح ماند پڑ گئیں۔

"ہاؤ بورنگ میں تو سمجھی کوئی رشتے وغیرہ کا چکر ہے۔" عافیہ انڈین فلموں اور ناولوں کی شوقین ہر جگہ اپنے مطلب کی باتیں سوچتی تھی۔

"کتنی بار کہا ہے تم سے فلموں اور رسالوں سے دور رہا کرو۔ ہر جگہ فیری ٹیل ڈھونڈتی ہو۔" اقراء نے منہ پہ ہاتھ رکھ کے جمائی روکی۔ ابھی گھر جا کر افطار کا انتظام بھی کرنا تھا۔ زبیدہ کی ہدایت تھی آج مہمان کے شایان شان خاص افطاری بنے گی۔

"یہ فلمیں اور رسالے بھی کہیں نہ کہیں سچ پہ مبنی ہوتے ہیں اور پھر کیا پتا سچ میں یہ ٹرپ کوئی رومینٹک سین میں بدل جائے۔" عافیہ کے ڈرامائی انداز پہ اقراء نے ایک دھپ لگائی۔

"اچھا غصہ کیوں کرتی ہو۔" اپنی کمر کو سہلاتی وہ اس کے ساتھ چل پڑی۔

......☆☆☆......

وہ گھر پہنچی تو زبیدہ اس کے آنے سے پہلے ہی گھر پہنچ چکی تھیں۔

"السلام علیکم!" کمرے میں زبیدہ کے ساتھ اسفند بھی بیٹھا تھا۔ دونوں نے ایک ساتھ اس کے سلام کا جواب دیا۔

"آج دیر ہو گئی اقراء۔" گرمی کے باعث اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا کمرے کی طرف جاتے ہوئے زبیدہ نے پوچھا۔

"امی آج ٹریفک اتنا زیادہ ہے آفس ٹائم بدلنے سے لگتا ہے سارا شہر ہی باہر نکل آیا ہے۔" اس کی بات سن کر زبیدہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں مجھے بھی کافی وقت لگ گیا۔ جاؤ تم فریش ہو جاؤ اور کچھ دیر آرام کر لو آج کھانا میں پکا لیتی ہوں۔" بیٹی کا کملایا ہوا چہرہ دیکھ کر زبیدہ نے کہا۔

"نہیں امی آپ کیوں پکائیں گیں کھانا میں بالکل ٹھیک ہوں بس کپڑے بدل کر آتی ہوں پھر سب ہو جائے گا۔" اسفند ان دونوں کی باتوں سے بے نیاز سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اقراء نے ایک نظر اس اکڑو کو دیکھا اور پھر کپڑے بدلنے چلی گئی۔

......☆☆☆......

اس کے فون کی بیل کافی دیر سے بج رہی تھی۔ کمرے میں داخل ہو کر اس نے ایک نظر اسکرین پہ نظر آتے نمبر پہ ڈالی اور اگلے ہی پل کال ریسیو کرلی۔

"السلام علیکم ممی! کیسی ہیں آپ؟" رخسانہ نے بیٹے کی آواز سنی تو سکون کا سانس لیا۔

"وعلیکم السلام! اسفند بیٹا تم کیسے ہو سفر تو ٹھیک گزرا کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟" اسفند ماں کے فکرمند سے انداز پہ مسکرا دیا۔

"جی ممی...... میں خیریت سے ہوں۔ بس تھوڑی گرمی ہے یہاں اور میں ان لوگوں سے مل بھی بہت سالوں کے بعد رہا ہوں وہ بھی آپ کے بغیر باقی سب فرسٹ کلاس ہے۔" رخسانہ اس کی بات سن کر ہنس پڑیں۔ وہ اس کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھیں۔

"اب یہ ٹینشن بھی تو تم نے خود سمیٹی ہے میری بات مان لیتے تو اس وقت وہاں اکیلے پریشان نہ ہو رہے ہوتے۔" وہ ان کی بات کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

"اچھا یہ بتاؤ زبیدہ کیسی ہے، تمہیں دیکھ کر تو بہت خوش ہوئی ہوگی۔"

"چچی ٹھیک ہیں اور بالکل ویسی ہی جیسی آپ نے بتایا تھا۔ سوئیٹ اور کیئرنگ۔ بہت زیادہ خیال رکھنے والی۔" وہ سچ میں زبیدہ کی محبت اور خلوص سے متاثر تھا۔ بہت کم وقت میں جس طرح وہ اس کا خیال رکھ رہی تھیں اسے وہ بہت اچھی لگی تھیں۔

"میں نے کہا تھا نہ وہ تمہارا مجھ سے زیادہ خیال رکھے گی۔ وہ ہمیشہ سے ایسی ہی ہے۔ بے لوث اور پرخلوص۔ اچھا یہ بتاؤ اقرأ کیسی لگی؟" اسفند اس سوال سے بچنا چاہ رہا تھا لیکن ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ رخسانہ اس سے اس کی بابت نہ پوچھتیں۔

"جی ملا ہوں آپ کی فیورٹ اقرأ سے۔ سچ بتاؤں تو وہ مجھے بالکل ہری مرچ جیسی لگی وہ بھی میکسیکن تیز اور کراری۔" رخسانہ کو اس کے تجزیے پہ ہنسی آئی۔

"اچھا بکومت اتنی پیاری لڑکی پسند کی ہے میں نے تمہارے لیے اور تم ہو کہ مزاج دکھا رہے ہو۔" رخسانہ نے گھر کا۔

"خوب صورت تو خیر وہ بہت ہے اس میں کچھ شک نہیں۔" اسفند نے اس کا چہرہ نگاہوں میں رکھتے ہوئے سوچا لیکن یہ سب ماں سے نہیں کہا۔

"کیا لڑکی پسند کی ہے ممی آپ نے میرے لیے۔ ہر وقت مرچیں چبائے رکھتی ہے۔ پتا نہیں آپ کو اس میں کیا نظر آیا۔ مجھ سے تو ایک بار بھی اس بندی نے سیدھے منہ بات نہیں کی بلکہ ایسا لگ رہا ہے وہ میرے یہاں آنے سے کچھ زیادہ خوش نہیں۔" وہ سنجیدگی سے اپنا تجزیہ رخسانہ کے گوش گزار کر رہا تھا۔

ہر ماں کی طرح رخسانہ کے دل کا ارمان بھی اکلوتے اور لاڈلے بیٹے کی شادی تھا لیکن مغربی ماحول میں رہتے ہوئے جو ایک خدشہ ہردم پریشان کرتا ہے وہ یہ کہ اس معاشرے سے متاثر ہو کر اولاد کہیں اپنے شریک حیات کا چناؤ غلط نہ کرلے۔ اس صورت حال سے بچنے کا ایک ہی طریقہ تھا جو رخسانہ نے بھی آزمایا اور اسفند کو اپنے وعدے میں جکڑ لیا۔

"تم یہ سب عجلت میں کہہ رہے ہو اسفند جہاں تک میں جانتی ہوں اقرأ بہت پیاری اور خیال کرنے والی بچی ہے اور اس کی خوب صورتی اس کا پلکس پوائنٹ ہے۔ میں نے اسے کچھ سوچ کر ہی تمہارے لیے پسند کیا ہے۔ وہ بہت سلجھی ہوئی اور سمجھدار لڑکی ہے اور آج کل کی لڑکیوں کی طرح نہیں ہے۔ اگر تمہاری ضد نہ ہوتی کہ تم پہلے اسے دیکھو گے ملو گے تو میں اور فرخ کبھی زبیدہ سے جھوٹ نہ بولتے اور ہم اس بات سے خاصے شرمندہ بھی ہیں۔" اقرأ کو ان دونوں نے دو سال پہلے دیکھا تھا ملاقات مختصر تھی لیکن جس طرح اس نے پورا گھر سنبھالا ہوا تھا اور جس طرح وہ زبیدہ کا خیال رکھتی تھی وہ رخسانہ کو بہت اچھی لگی تھی۔ وہ آج کل کی لاابالی لڑکیوں سے بہت مختلف تھی۔ ذمہ دار بھی رخسانہ کو لگا بس یہی ہے جو ان کی بہو بننے کے لائق ہے۔ اقرأ اس وقت پڑھ رہی تھی اور رخسانہ قبل از وقت کوئی بات منہ سے نہیں نکالنا چاہتی تھیں اسی لیے اپنی خواہش کو دبائے وہ واپس آگئیں لیکن زبیدہ سے ان کا رابطہ پہلے سے بڑھ گیا تھا۔ اپنی خواہش کا ذکر جب انہوں نے اسفند سے کیا تو اسے ماں کی بات سے کوئی اعتراض تو نہیں تھا لیکن وہ اقرأ سے ملنا چاہتا تھا اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے درخواست کی تھی کہ وہ شادی کا فیصلہ اس ملاقات تک مؤخر کردیں اور پھر فرخ اور رخسانہ نے اس کے زور دینے پہ اسفند کے پاکستان آنے کی بات بنائی تھی۔

"اب اگر اپنی من مانی کر کے چلے ہی گئے ہو تو تھوڑا تحمل سے کام لو تم ابھی وہاں بہت دن ہو اسے سمجھو، اس کے مزاج کو جانو بعض اوقات لوگ جیسے نظر آتے ہیں درحقیقت وہ ویسے

ہوتے نہیں ہیں۔ میرے حساب سے اقرا بہت حساس لڑکی ہے پھر وہ ہماری طرح آئیڈیل حالات میں نہیں رہتی ایسے میں کچھ نہ کچھ تلخی تو مزاج میں آ ہی جاتی ہے۔'' رخسانہ کی بات اسفند کے دل کو لگی تھی۔

......☆☆☆......

''توبہ ہے اتنی شدید گرمی اور اس پہ بجلی غائب اور یہ مچھر۔'' خود کلامی کرتے ہوئے اس نے سگریٹ سلگایا۔ وہ سونے کے لیے لیٹا تھا کہ لائٹ چلی گئی اور پھر مچھروں کی یلغار سے تنگ آ کر وہ ٹیرس پر چلا آیا۔

''کس خیر خواہ نے مشورہ دیا تھا اس گرمی میں پاکستان کا رخ کرنے کا۔ سوئیٹزرلینڈ چلے جاتے۔'' اندھیرے میں اس نے آواز کا منبع تلاش کرنے کی کوشش کی کچھ دیر میں جب آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئیں تو اسے کرسی پہ بیٹھے وجود کا اندازہ ہوا۔

''آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں؟'' اقرا ہنوز وہیں بیٹھی تھی۔

''امی جلدی سو جاتی ہیں اور مجھے ایک اسائنمنٹ بنانا تھا وہ ڈسٹرب نہ ہوں یہی سوچ کر میں لاؤنج میں بیٹھی تھی اور لائٹ چلی گئی اس لیے یہاں آ گئی۔'' اسے صحن میں دیکھ کر وہ بھی سیڑھیاں اتر آیا تھا۔ سگریٹ بجھا کر پاس رکھی کرسی کھینچ کر وہیں بیٹھ گیا۔

''ویسے آپ کو گرمی نہیں لگتی مچھر آپ کو بھی تو کاٹتے ہوں گے۔'' وہ بیچارہ اب تک وہیں پھنسا تھا۔

''ظاہر ہے گرمی ہے تو لگے گی بھی موسم کی شدت ہر نارمل انسان کو محسوس ہوتی ہے لیکن صبر سے برداشت کرنے کے سوا اور دوسری کوئی چوائس نہیں اور یہ مچھر ہمارے پالتو تھوڑا ہیں جو ہمیں نہیں کاٹیں گے۔'' وہ تو اپنے مسئلے کا حل چاہتا تھا کیا پتا یہاں جواب میں زبان سے ڈرون حملہ ہو گا۔ پتا نہیں یہ لڑکی کسی سے پیار سے بات کر بھی سکتی ہے یا نہیں۔ اس کی بات پہ سر دھنتا وہ لاجواب ہو گیا تھا۔

''کیا پڑھ رہی ہیں آپ؟'' اس نے بات ہی بدل ڈالی۔

''بی ایس کمپیوٹر سائنس، آخری سمیسٹر ہے۔'' اقرا اچانک ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آپ جا رہی ہیں؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''پتا نہیں لائٹ کب آئے بہتر ہے سونے کی کوشش کی جائے۔'' اقرا کو یوں وہاں اس کے ساتھ بیٹھنا مناسب نہیں لگ رہا تھا اور اسفند کو بھی اس کا اندازہ ہو گیا تھا وہ وہاں سے چلی گئی تو اسفند بھی کچھ دیر وہاں بیٹھنے کے بعد اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔

......☆☆☆......

''جی فرمائیں؟'' کمرے کا دروازہ مسلسل کھٹکھٹایا جا رہا تھا۔ سحری کے بعد مشکل سے آنکھ لگی تھی۔ نیند میں آنکھیں ملتا وہ دروازے تک آیا تو باہر اقرا پریشانی سے ہاتھ مل رہی تھی۔

''میں اپنی ایک ضروری چیز یہاں بھول گئی ہوں وہی لینی تھی۔'' ہائے ری قسمت اپنے ہی کمرے میں آنے کی اجازت مانگنی پڑ رہی تھی۔ اسفند یکدم راستے سے ہٹ گیا۔ وہ جانتا تھا یہ کمرہ اقرا کا ہے۔ تیزی سے اندر آ کر وہ بیڈ کے سائیڈ ٹیبل کی دراز کھولے الٹ پلٹ رہی تھی۔ وہاں اسفند کا والٹ، اس کا سگریٹ کیس، لائیٹر سب تھا لیکن جو چیز وہ ڈھونڈ رہی تھی وہ غائب تھی۔ اس کا پارہ اور بھی چڑھ گیا۔

''نہیں تو رکھی تھی کہاں چلی گئی؟'' وہ بڑبڑائی۔ اس کے چہرے پہ جو پریشانی تھی اس سے با آسانی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ جو چیز ڈھونڈ رہی ہے وہ اس کے لیے بے حد اہم ہے۔ اس کا رخ اب دوسری دراز کی طرف تھا۔

''آپ کہیں اس کو تو نہیں تلاش کر رہی؟'' اسفند کی آواز پہ اس نے سر اٹھایا اس کی ڈائری ہاتھ میں تھامے وہ اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ اقرا نے جلدی سے ڈائری جھپٹی۔

''یہ آپ کے پاس کیسے پہنچی؟'' اس کے چند صفحے الٹ پلٹ کر دیکھتے وہ باقاعدہ غرائی۔

''یہ وہاں میز پہ رکھی تھی۔'' اسفند نے اشارہ کیا۔ اس دن اپنی چیزیں نکالتے ہوئے اس نے ڈائری نکالی تھی لیکن میز سے اٹھانا بھول گئی تھی۔ آج اتنے دن بعد ڈائری کا خیال آیا تھا۔ کہیں اس نے پڑھ نہ لی ہو۔ دل میں یہ خدشہ بھی تھا۔ اگر پڑھ لی تو وہ مزید کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

''ویسے جتنی بددعائیں اس ایک کمرہ میں رہنے پہ مجھے ملی ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک بھی پوری ہو گئی تو میں اللہ کو پیارا نہ بھی ہوا تو لولہ لنگڑا ضرور ہو جاؤں گا۔'' سینے پہ ہاتھ باندھے مسکراتے ہوئے وہ اسے دیکھ رہا تھا اور ہیں کا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ لیکن اگلے ہی لمحے خود پہ قابو پاتے ہوئے وہ ڈھٹائی سے بولی۔

"کسی کی ذاتی ڈائری پڑھتے آپ کو شرم نہیں آئی؟" اسفند اس کی بات سے خاصا محظوظ ہوا۔

"یہ وہاں ٹیبل پہ پڑی تھی اور پھر اس میں میرے متعلق اتنا کچھ تھا کہ اخلاقیات کو نظر انداز کرکے پڑھ لی۔ ویسے اتنے رومانوی اور ادبی خیالات رکھنے والی لڑکی کی ایسی جارحانہ سوچ۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ اقراء نے نظریں جھکالیں۔ اس سے پہلے کے وہ مزید کچھ کہتا وہ وہاں سے چلی آئی یوں بھی عافیت اسی میں تھی کافی سبکی ہوگئی تھی۔

......☆☆☆......

"تمہاری جان کو بھی چین نہیں ہے۔" عافیہ کی کال اٹینڈ کرکے اس نے موبائل کو کندھے کی سپورٹ پہ کان سے لگالیا تھا اب وہ باآسانی دونوں ہاتھ استعمال کرسکتی تھی۔ افطار میں ابھی کچھ وقت تھا وہ پکوڑوں کے لیے بیسن گھول رہی تھی کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔

"ہیں! خیر تو ہے یہ کس کا غصہ کس پہ نکال رہی ہو کہیں روزہ تو نہیں لگ رہا؟" عافیہ تشویش سے بولی۔ "کیا کررہی ہو اس وقت؟" کھٹ پٹ کی آوازیں سن کر اس نے سوال کیا۔

"یار وہ جو بن بلایا مہمان آیا ہے نا اس کے لیے افطار تیار کررہی ہوں محترم کو پکوڑے بہت پسند ہیں اس لیے ان کی فرمائش پہ آلو اور پالک کے پکوڑے بنارہی ہوں۔" وہ جل کر بولی۔

"ارے واہ...... تو بات فرمائشوں تک جا پہنچی ہے۔ لگی رہو میری جان آخر کینیڈین کزن کو امپریس کرنے کا اس سے اچھا موقع کہاں ملے گا۔" عافیہ اس کی بات کو خوب انجوائے کررہی تھی۔

"امپریس کرتی ہے میری جوتی یہ سب تو میں امی کی وجہ سے کررہی ہوں تمہیں تو پتا ہے امی کو بلڈ پریشر اور کولیسٹرول کا مسئلہ ہے اور انہی کی وجہ سے میں بھی فرائی چیزیں نہیں کھاتی لیکن اب وہ صاحب کہہ رہے ہیں تو خاص ان کی خاطر امی کا حکم ہے کہ یہ سب اہتمام کیا جائے۔" کڑاہی میں تیل ڈال کر اس نے چولہا جلایا۔

"چلو کوئی بات نہیں مفت کا ثواب مل رہا ہے کیوں غم کرتی ہو۔ جلنا کڑھنا چھوڑو اور سچویشن کو انجوائے کرو۔" اس سے پہلے کے اقراء کچھ کہتی زبیدہ باورچی خانے میں آگئیں اور اس نے بات بدل دی۔ چند منٹ یہاں وہاں کی بات کرکے اس نے فون بند کردیا۔ وہ جانتی تھی زبیدہ کو اس کا عافیہ سے فون پہ لمبی لمبی باتیں کرنا اچھا نہیں لگتا اور وہ اکثر اسے ڈانٹ بھی دیتی تھی لیکن آج زبیدہ اس کے پاس ہی کھڑی تھیں لیکن انہوں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ اقراء کو وہ کچھ خاموش لگیں اس نے چور آنکھوں سے دیکھا مگر وہ جیسے کسی گہری سوچ میں تھیں۔

......☆☆☆......

"اقراء تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کیوں دن بہ دن تلخ ہوتی جارہی ہو۔ اگر آج اسفند تمہاری باتیں سن لیتا تو کیا سوچتا۔ اس کے ساتھ جیسا تمہارا رویہ ہے اور جو تمہاری سوچ ہے اگر اس نے یہ بات اپنے والدین سے کہہ دی تو وہ لوگ کیا سوچیں گے ہمارے بارے میں۔" رات کو کمرے میں آکر زبیدہ نے پہلی بات یہی کی۔ بات تو ٹھیک تھی اگر زبیدہ وہ باتیں سن سکتی تھی تو اسفند بھی تو اس کی گفتگو اور اپنے لیے برملا ناپسندیدگی سن سکتا تھا۔

"پہلے تو تم اتنی تلخ نہیں تھی تمہارے رویے میں کڑواہٹ بھرتی جارہی ہے۔ خود کو بدلو بیٹا ایسے تو زندگی گزارنا بڑا مشکل ہو جائے گا تم تو میری بہت پیاری، بہت صبر کرنے والے اور محبت کرنے والی بیٹی ہو پھر کیوں تم میں اتنا غصہ بھرتا جارہا ہے۔" اس کا رویہ وہ کافی دن سے نوٹ کررہی تھیں اتنے دنوں میں اس نے ایک بار بھی اسفند سے ڈھنگ سے بات نہیں کی تھی۔

"جن حالات میں ہم زندگی گزار رہے ہیں وہ کسی بھی نارمل انسان کو اتنا ہی تلخ کرسکتے ہیں جتنی میں ہوں۔ اپنی بیماری کو نظر انداز کرکے آپ اتنے سالوں سے اکیلی محنت مشقت کررہی ہیں اس گھر کا خرچ میری تعلیم کے اخراجات برداشت کررہی ہیں اور میں چاہ کر بھی آپ کی یہ ذمہ داری نہیں بانٹ سکتی۔ ابا کی وفات کے بعد ان کے رشتے داروں نے تو ہمیں ہمارے شرعی حق سے بھی محروم کردیا اور ایک آپ ہیں جو اب بھی کسی نہ کسی طرح ان سے جڑی ہوئی ہیں۔ یہ سب دیکھ کر میرا دل کڑھتا ہے پتا نہیں آپ میں کیسے اتنا صبر ہے آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ان مطلب پرست لوگوں کی شکل بھی نہ دیکھتا۔" اپنی محرومیوں اور مشکلات پہ انسان صبر کرلیتا ہے لیکن وہ اس تکلیف کو کیونکر فراموش کرے جو اس کی ماں نے اٹھائی اور جس کا احساس اسے پچھلے چند سالوں میں پہلے سے زیادہ ہورہا تھا۔ اس کی ان لوگوں سے شکایت بڑھتی جارہی تھی۔

"صبر اللہ دیتا ہے۔ جہاں تک شرعی حق کا مسئلہ ہے وہ میں

نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا ہے اور رشتہ داری قطع کرنا اللہ کو سخت ناپسند ہے میں کیوں اللہ کی ناراضگی سمیٹوں اور پھر کچھ بھی ہے وہ ہمارے اپنے ہیں اور مجھے ان سے کوئی گلہ نہیں۔ میری تو بس صرف اتنی سی تمنا ہے، اللہ سے دعا ہے کہ کوئی نیک اور اچھا رشتہ مل جائے اور تمہاری تعلیم پوری ہوتے ہی میں تمہاری شادی کے فرض سے سبکدوش ہوجاؤں۔ میری نیک سیرت اتنی پیاری بیٹی جس دن اپنے گھر کی ہوجائے گی میں سمجھوں گی میرے جینے کا مقصد پورا ہوگیا۔'' زبیدہ نے اسے پیار سے سمجھایا۔

''اچھے رشتے آج کل انہی گھروں میں جھانکتے ہیں جہاں انہیں دولت نظر آئے، یہ پارسائی، خوب صورتی اور تعلیمی قابلیت تو آج کل ثانوی چیزیں ہیں۔'' زبیدہ کو اس کی بات سن کر دکھ ہوا لیکن وہ بھی کیا کرتی حقیقت تلخ ہی ہوتی ہے۔

''تم بلاوجہ منفی سوچ رہی ہو اقرا انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جو اس کے مقدر میں ہوتا ہے اور مجھے پورا یقین ہے اللہ نے میری بچی کا نصیب بہت اچھا لکھا ہے۔'' اسے اپنی ماں کے حوصلے پہ رشک آیا تھا وہ ہمیشہ اتنی ہی پُرامید رہتی تھیں۔

''اور ایک بات...... ہمارے ساتھ جو کچھ بھی تمہارے ابا کے بھائیوں نے کیا اس میں رخسانہ بھابی اور فرخ بھائی کا کوئی حصہ نہیں بلکہ وہ لوگ تو ہمیشہ مجھے کسی نہ کسی طرح سپورٹ کرتے رہے ہیں۔ فرخ بھائی تو مالی مدد بھی کرنا چاہتے تھے لیکن یہ بات میرے لیے قابل قبول نہیں تھی میرے لیے یہی بہت ہے کہ وہ ہمیں اس قابل سمجھتے ہیں کہ اپنے اتنے سارے امیر رشتے داروں کے ہوتے ہوئے ہمارے گھر میں رہنے کو ترجیح دیتے ہیں تم بھی اسفند سے اپنا رویہ ٹھیک کرو میں نہیں چاہتی تمہارے رویے سے وہ لوگ ہمارے لیے دل برا کریں۔ کیا تم چاہتی ہو ان کے سامنے مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے۔'' وہ ماں کو دکھ تو کبھی نہیں دے سکتی تھی۔

''ٹھیک ہے امی آپ کو آئندہ میری وجہ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔'' زبیدہ نے اس کا ماتھا چوما۔

''مجھے تم سے یہی امید تھی۔ رات بہت ہوگئی ہے اب سو جاؤ سحری کے لیے بھی اٹھنا ہے۔'' وہ دوا لے چکی تھیں اور اقرا کو بھی آج نیند آرہی تھی۔ اس لیے بتی بجھا کر وہ بھی ماں کے برابر میں لیٹ گئی۔

......☆☆☆......

اس کا موبائل سائلنٹ پہ تھا۔ زیرو کے بلب کی روشنی میں جلتی بجھتی فون کی اسکرین نے اس کی کچی پکی نیند اڑادی تھی۔

''ہیلو'' عافیہ کا نمبر اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔ سب سے پہلے اس نے بیڈ پہ لیٹے ساتھ سوئی زبیدہ کو دیکھا۔ وہ سکون آور دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند میں تھی۔ پھر بھی اقرا سرگوشی کی حد تک مدھم آواز میں بولی کہ کہیں وہ جاگ نہ جائے۔

''کب سے فون کررہی ہوں، اب تو نا امید ہو کے بند ہی کرنے لگی تھی۔ اتنی دیر کیوں لگادی فون اٹھانے میں؟'' عافیہ کی شکوہ بھری آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ کمرے کا دروازہ بند کرکے وہ ننگے پاؤں بلی کی طرح دبے پیروں چلتی ہوئی لاؤنج تک آگئی۔

''یار امی سو رہی تھیں۔ انہی کی وجہ سے فون سائلنٹ پہ لگا دیا تھا۔ تمہیں تو پتا ہے نا انہیں کتنا اعتراض ہے اور پھر میری بھی آنکھ لگ گئی......'' اگرچہ کمرے کا دروازہ بند تھا پھر بھی وہ اب تک سرگوشی میں ہی بات کررہی تھی۔ ساتھ ساتھ پیچھے مڑ کر ایک نظر بند دروازے پہ ڈال رہی تھی کہ کہیں ماں پیچھے سے نہ آجائے لیکن ایک نظر سیڑھیوں پہ ڈالنا بھول گئی۔ نائٹ بلب کی روشنی میں سیڑھیوں پہ کھڑے اسفند کی پیاس یک دم غائب ہوگئی تھی۔ اقرا کو یوں چوروں کی طرح کان سے فون لگائے لاؤنج میں دیکھ کر وہ فریز ہوگیا تھا۔

''اچھا سنو۔ تمہیں ایک بات بتانی تھی۔ میں کل کالج نہیں آؤں گی۔'' عافیہ کی بات سن کر اقرا کا موڈ آف ہوگیا تھا۔ پہلے ہی وہ گھر میں اسفند کی موجودگی سے بیزار تھی اور اب کالج میں ایک برا دن۔ اس کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

''کیوں؟'' تسلی سے بات بھی کرنا مشکل تھا۔ اس کرفیو کی کیفیت میں تو وہ ڈھنگ سے بات بھی نہیں کرپائے گی یہی سوچ کر وہ اب لاؤنج سے باہر نکل کر صحن میں آگئی۔ اسفند کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنا شروع ہوگئی تھیں۔ رات کے اس پہر، ماں سے چھپ کر ایک لڑکی کا موبائل فون پہ یوں سرگوشیوں میں گفتگو کرنا اس کے اندر کا جاسوس یک دم الرٹ ہوا تھا۔

''یار ابو کے دوست کی فیملی کل میرے رشتے کے سلسلے میں آرہی ہیں۔ افطار پہ اچھا خاصا انتظام کرنا ہوگا تو امی نے کہا کالج سے چھٹی کرلو۔'' اقرا صحن میں پہنچی اسی پل اسفند تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر ٹیرس میں جا کھڑا ہوا۔ صحن میں لگے املی کے درخت کی شاخیں کچھ اس طرح پھیلی ہوئی تھیں

کہ وہ وہاں بیٹھی اقرأ کو تو ہرگز دکھائی نہیں دے رہا تھا ہاں البتہ وہ اقرأ کو باآسانی دیکھ سکتا تھا اور اس کی آواز سننے کی کوشش کررہا تھا۔ زرد بلب کی روشنی میں اس کے چہرے پہ پھیلی پیاری سی مسکراہٹ دیکھ کر کوئی بھی دیوانہ ہوسکتا تھا لیکن اسے جی بھر کر غصہ آرہا تھا۔ اتنے دن سے لاکھ کوشش کے باوجود وہ اقرأ کی یہ مسکراہٹ دیکھ نہیں پایا تھا اور اس وقت وہ کسی اور سے باتیں کرتے ہوئے کتنی خوش اور مطمئن لگ رہی تھی جیسے سارے جہان کی دولت پالی ہو۔

''اچھا تو یہ چکر ہے۔ کتنا خودغرض زمانہ آگیا ہے ویسے میرا تو ایک بار بھی نہیں سوچا ہوگا کہ تم سے ملوں گی نہیں تمہیں دیکھوں گی نہیں تو میرا کیا ہوگا۔'' وہ اس وقت فل نوٹنکی کے موڈ میں تھی۔ عافیہ کا ہنس ہنس کے برا حال ہوگیا تھا۔ اسفند کے کانوں میں اقرأ کے یہ جملے گرم سیسے کی طرح اترے تھے۔ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے وہ اب اقرأ کے قہقہے سن رہا تھا یقیناً دوسری طرف سے فون پہ کوئی چٹکلا سنایا گیا تھا۔

وہ دونوں اب بھی ہنسی مذاق میں لگی تھیں لیکن اسفند کے لیے اب مزید وہاں کھڑے رہنا مشکل ہوگیا تھا اس لیے غصے سے اپنے کمرے میں چلا آیا۔

''اس جیسی لڑکی تو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔'' زیرلب اپنی ماں کے الفاظ طنزیہ انداز میں دہراتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ میں سلگتا ہوا سگریٹ اور دوسرے ہاتھ میں اپنا سیل فون اٹھایا۔

''ابھی بتاتا ہوں مما کو ان کی فیورٹ اقرأ کے کارنامے۔ کس طرح یہ لڑکی معصوم بن کر اپنی ماں اور باقی سب کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہے۔'' اپنی کانٹیکٹ لسٹ سے رخسانہ کا نمبر نکالتے ہوئے وہ مسلسل بڑبڑا رہا تھا۔

''یہ تو اچھا ہوا میں نے آنکھیں بند کرکے مما کی بات پہ بھروسہ نہیں کرلیا۔'' دوسری طرف بیل جارہی تھی لیکن رخسانہ فون نہیں اٹینڈ کررہی تھی۔ اس کا غصہ مزید بڑھ گیا۔

''اگر اس قسم کی لڑکی سے شادی کرنی تھی جس کے ڈھکے چھپے افیئر ہوتے تو پھر کینیڈا میں کون سی لڑکیوں کی کمی ہے۔'' فون ایک بار پھر ملایا گیا تھا یقیناً رخسانہ اس وقت کہیں مصروف تھی ورنہ اسفند جب سے پاکستان آیا تھا رخسانہ کا اس سے مستقل رابطہ تھا بلکہ اسے تو اسفند کے فون کا انتظار رہتا تھا۔ اپنا غصہ اس نے اپنے قیمتی فون پہ نکالا جو قسمت سے بیڈ پہ گرا اور ٹوٹنے سے بچ گیا۔ ایک بار پھر وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ٹیرس کی طرف آگیا تھا۔

''اچھا چلو پھر پرسوں ملاقات ہوگی۔ کل کا دن میں تمہاری جدائی برداشت کرلیتی ہوں۔'' اقرأ کی شوخ آواز اسفند کے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ اب فون بند کرکے گھر کے اندر چلی گئی تھی۔ ٹیرس کے جنگلے کو سختی سے تھامے اس نے لوہے کی گرل پہ ایک زوردار ٹھوکر مار کر اپنا غصہ نکالا اور کمرے میں چلا گیا۔

''یہ اسفند کہاں رہ گیا؟ تم نے اٹھایا نہیں اسے سحری کا وقت نکلا جارہا ہے۔'' اقرأ میز پہ کھانے پینے کا سامان لاکر رکھ چکی تھی۔ زبیدہ کو بھی اس نے کچھ دیر پہلے ہی جگایا تھا اور اسی کی ہدایت کے مطابق وہ ایک بار اسفند کا دروازہ کھٹکھٹا آئی تھی۔

''میں نے روز کی طرح دروازے پہ دستک دی ہے امی۔'' چائے کی پیالی زبیدہ کی طرف سرکاتے ہوئے وہ تسلی سے بیٹھی اپنا پراٹھا کھارہی تھی۔

''تو پھر آیا کیوں نہیں ذرا جاؤ ایک بار پھر دروازہ کھٹکادو۔ کیا پتا گہری نیند کی وجہ سے آنکھ نہ کھلی ہو۔ اتنا لمبا روزہ ہے بغیر کھائے پیے کیسے رکھے گا بے چارہ۔'' زبیدہ کو تشویش ہوئی۔ اقرأ کے ماتھے پہ آئے بلوں کو نظرانداز کرتے ہوئے اس نے اسے ایک بار پھر اٹھنے کا کہا۔ چاروناچار اسے جانا ہی پڑا۔

''کیا بات ہے؟'' ایک، دو، تین جب چوتھی بار دستک دینے پہ بھی دروازہ نہیں کھلا تو اس نے دروازہ بے تحاشہ پیٹ ڈالا۔ اب کی بار تنگ آکر اسفند کو دروازہ کھولنا پڑا۔ اس کا موڈ فل آف تھا اور اس کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں جیسے وہ تمام رات جاگتا رہا ہو۔

''سحری کا وقت ختم ہونے والا ہے۔ امی آپ کو بلا رہی ہیں۔'' اقرأ کو اس کے رویے سے حیرت ہوئی۔ کچھ بھی تھا وہ اس سے ہمیشہ بہت ڈیسنٹ اور دوستانہ انداز میں بات کرتا تھا۔ یہ پہلی بار تھا وہ اقرأ کو کھانے کو آرہا تھا۔

''شاید اس کا دماغ گرمی اور لوڈشیڈنگ سے خراب ہوچکا ہے۔'' وہ بس سوچ ہی سکی تھی۔

''مجھے بھوک نہیں ہے آپ چچی جان سے کہہ دیں۔'' دوٹوک انداز میں کہتے ہوئے اس نے اسی کے کمرے کا دروازہ اس کے منہ پہ بند کیا اور وہ حیرت سے دیکھتی رہ گئی۔ دل تو چاہا اس بے عزتی پہ ابھی کے ابھی اس نواب کے بچے کا سامان اٹھا کے باہر پھینک دے لیکن افسوس یہاں نوے فیصد پاکستانی

عوام فقط سوچ ہی سکتی ہے اس پہ عمل کہاں ہوتا ہے ورنہ یہ ملک بھی سپر پاور ہوتا۔ وہ دانت پیستی ہوئی واپس آئی اور نہایت خراب موڈ میں زبیدہ کو سارا قصہ گوش گزار کر کے اپنی ٹھنڈی چائے پراٹھے سے غم غلط کرنے لگی۔

......☆☆☆......

اس کا سارا دن انتہائی برا گزرا تھا۔ پوری رات جاگ کے گزارنے کے بعد بناء کچھ کھائے پیے روزہ رکھا، موڈ عجیب چڑچڑا ہو رہا تھا۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا جب پاس پڑا فون بجنے لگا۔ رخسانہ کا نمبر دیکھ کر اس نے بے دلی سے فون اٹھایا۔ رات والا غصہ اور جذباتیت اب کہیں نہیں تھے۔ اس وقت تو وہ یہ سوچ رہا تھا کہ جب رخسانہ کو وہ اقرا کی سچائی بتائے گا تو اس کو کتنا گہرا صدمہ پہنچے گا۔ فقط خود سے منسوب ہونے والی لڑکی سے چند دن کا سامنا ہونے پہ وہ اس کی طرف کھنچاؤ محسوس کر رہا تھا۔ رخسانہ تو دو سال سے اقرا کو اپنی بہو بنانے کا خواب دل میں لیے بیٹھی ہے۔ وہ انہیں کیا بتائے۔

''ہیلو اسفند، کیسے ہو بیٹا؟'' رخسانہ کی آواز سن کر اندر تک سکون اترتا محسوس ہوا۔ سچ ہے مشکل پریشانی میں ماں کی آواز بھی پُرسکون کر دیتی ہے۔

''السلام علیکم ممی!'' وہ چاہ کر بھی اپنی آواز کو بشاش نہ کر سکا۔

''کل تم فون کر رہے تھے۔ میں کچھ بزی تھی اس لیے کال بیک نہیں کر سکی سب خیریت تو ہے نا میری جان؟'' رخسانہ کی آواز میں فکر مندی تھی۔

''آپ سے بات کرنے کو دل چاہ رہا تھا اس لیے کال کی تھی۔'' پتا نہیں کیوں وہ اسے سچ کیوں نہیں بتا پا رہا تھا حالانکہ یہ بات آج نہیں تو کل اس کے والدین کو معلوم ہو جائے گی۔

''اوہ میرا بچہ...... میں اور تمہارے پاپا بہت جلد پاکستان آرہے ہیں ڈونٹ وری۔'' وہ سر پکڑ کے بیٹھ گیا یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کچھ دن میں فرخ اور رخسانہ رشتے کی بات کرنے پہنچ جائیں گے۔

''کیا ہوا اسفند تم کچھ پریشان لگ رہے ہو بچے۔'' اس کی طرف سے طویل خاموشی پا کر رخسانہ کو کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا۔

''آپ ٹھیک کہتی ہیں ممی بعض اوقات لوگ جیسے نظر آتے ہیں در حقیقت وہ ویسے ہوتے نہیں ہیں۔'' رخسانہ کو اس بے محل بات کا سیاق و سباق معلوم تھا نہ اسفند کے دل کا حال۔ اس سے پہلے کے وہ کچھ کہتیں اسفند نے یہ کہہ کر لائن کاٹ دی کہ وہ پھر بات کرے گا۔ اس کا انداز اس کی خاموشی رخسانہ کو مزید پریشان کر گئی تھی۔

......☆☆☆......

وہ لیٹیں تو اقرا بھی بتی بجھا کر سونے کے لیے لیٹ گئی تھی رات کے کسی پہر اس کی آنکھ کھلی، ایک انجانہ سا احساس ایک غیر مرئی خوف اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔ موبائل اٹھا کر وقت دیکھا تو ابھی سحری میں کچھ وقت باقی تھا اسی لیے کروٹ بدلی اور ایک بار پھر سونے کی کوشش کی لیکن اچانک اسے احساس ہوا کہ زبیدہ کا بستر خالی پڑا ہے۔ بتی جلا کر اس نے اس بات کی تصدیق کی۔ ان کا بستر خالی تھا اور پھر اس نے سب سے پہلے باتھ روم میں دیکھا وہ وہاں بھی نہیں تھیں۔ شاید پانی پینے گئی ہوں یہ سوچ کر وہ باورچی خانے میں آئی لیکن زبیدہ اسے وہاں بھی نہیں ملیں اور پھر وہ صحن کی طرف انہیں دیکھنے آگئی۔ اقرا کو ان کے اس طرح جاگنے سے تشویش ہو رہی تھی۔ دل ہی دل میں پریشان ہوتی وہ صحن میں آئی تو وہاں زبیدہ کرسی پہ بیٹھی تھیں۔ بلب کی روشنی میں اقرا کو ان کا چہرہ تھکا تھکا اور زردی مائل لگا۔

''امی آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں؟'' وہ دانتوں سے ہونٹ بھینچے درد کو دبانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''امی کیا ہوا ہے آپ کو...... مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی؟'' وہ اپنا بایاں کندھا دائیں ہاتھ سے مسلسل ملے جا رہی تھیں۔ وہ ایک لمبے عرصے سے ہائی بلڈ پریشر اور کولیسٹرول کی مریضہ تھیں لیکن ادویات کے مسلسل استعمال کے ساتھ وہ ایک نارمل زندگی گزار رہی تھیں۔ اقرا کے سامنے انہوں نے کبھی بھی اپنی بیماری کو ایشو نہیں بنایا تھا۔

''میں ٹھیک ہو بیٹا۔ بس دل گھبرا رہا تھا اندر اس لیے سوچا کچھ دیر کھلی فضا میں جا کر بیٹھوں۔'' وہ اپنی تکلیف اس سے چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن ان کی آواز میں تکلیف کی شدت نمایاں تھی۔ اقرا کو اندازہ ہو رہا تھا کہ اس وقت یقیناً ان کے ساتھ کوئی بڑا مسئلہ ہے۔

''لیکن مجھے تو آپ کی طبیعت بالکل ٹھیک نہیں لگ رہی۔'' اس کی آواز میں خوف بھی تھا اور پریشانی بھی۔ ان کا ہاتھ تھاما تو وہ برف کی طرح سرد تھا۔ اقرا کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ اس کی ماں تھیں، اس کی کل کائنات اس کی چھت۔ والد کی وفات کے بعد وہ اس کا واحد سہارا تھیں اس دنیا میں ان کی گود

اس کی سب سے محفوظ پناہ گاہ تھی۔ رات کے اس پہر وہ کیسے انہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر جائے۔ وہ یہی سوچ رہی تھی اور پھر وہ یک دم پلٹی۔

''امی آپ دو منٹ رکیں میں ابھی آتی ہوں آپ کو ہسپتال لے کر جانا بہت ضروری ہے۔'' وہ قریباً بھاگتی ہوئی گئی تھی۔

دروازہ بے تحاشہ بجایا جارہا تھا۔ اسفند گہری نیند میں سویا ہوا تھا۔ دروازے پہ ہونے والے تشدد کی آواز سے ہڑبڑا کر اٹھا اور نیند میں سلیپر پاؤں میں پھنساتا دروازے تک آیا لیکن دروازہ کھولتے ہی اس کی نیند کافور ہوگئی تھی۔ اقرأ آنکھوں میں آنسو اور چہرے پہ بے تحاشا خوف لیے اس کے سامنے کھڑی تھی۔

''امی..... امی کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہے۔ وہ وہاں صحن میں بیٹھی ہیں انہیں ایمرجنسی میں لے کر جانا ہوگا۔ آپ پلیز.....'' روتے ہوئے اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔ اسفند اس کی کسی بھی بات کا جواب دینے کے بجائے فوری طور پہ کمرے سے نکل کر صحن کی طرف آیا تھا۔ زبیدہ کی طبیعت پہلے سے زیادہ بگڑ چکی تھی۔ اگلے ایک گھنٹے میں وہ انہیں اسفند کی مدد سے ہسپتال لے آئی تھی۔ ماں کو اس حال میں دیکھ کر اس کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے اور اگر اسفند نہ ہوتا تو پتا نہیں آج آدھی رات کو کیا ہو جاتا۔

''آپ کی والدہ کو Atherosclerosis ہوا ہے۔ دراصل ان کے دل کی شریانیں بند ہیں اور ان میں plaque بھرا ہوا ہے۔ ہمیں فوری طور پہ ان کی Angioplasty کرنی ہوگی۔'' زبیدہ کے مختلف ٹیسٹ اور انہیں کچھ دقت چیسٹ پین سینٹر میں رکھنے کے بعد ڈاکٹر نے انہیں بتایا تھا۔ ''اچھا ہوا آپ لوگ انہیں جلدی ہسپتال لے آئے ورنہ ایسے کیس میں اگر دیر ہو جائے تو ہارٹ اٹیک کا خدشہ ہوتا ہے۔'' وہ ڈاکٹر کی بات سن کر جتنی گھبرا گئی تھی اسفند اتنا ہی مطمئن اور کمپوزڈ تھا۔ اسے زبیدہ کے پاس بھیج کر وہ خود سارے انتظامات کرتا پھر رہا تھا۔ اگلے چند گھنٹوں میں آپریشن کر کے stent ڈالا جا چکا تھا۔ زبیدہ کو کمرے میں دیکھ کر اقرأ کی جان میں جان آئی تھی۔ اسفند بھی اس وقت وہیں موجود تھا۔ زبیدہ اس کی بے حد شکر گزار تھی جس نے اس مشکل وقت میں ان کی مدد کی اور شکر گزار تو اقرأ بھی تھی کہ وہ ان کے لیے فرشتہ ثابت ہوا تھا۔

☆☆☆

''مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا۔'' چوبیس گھنٹے بعد زبیدہ کو ڈسچارج کر دیا گیا تھا ان کی حالت بہت بہتر تھی اور ڈاکٹر نے پوری تسلی کے بعد انہیں گھر جانے کی اجازت دے دی تھی۔ اقرأ زبیدہ کو کمرے میں لٹا کر اسفند کے پاس آئی تھی جو خود بھی آرام کی غرض سے اپنے کمرے میں جارہا تھا۔ پچھلا پورا دن اور آدھی رات وہ ان دونوں کے ساتھ ہسپتال میں ہی تھا۔

''آپ سچ میں ہمارے لیے رحمت کا فرشتہ بن کر آئے ہیں یہ سوچ کر ہی میری جان نکل جاتی ہے اگر آپ نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔'' وہ اس کی احسان مند تھی۔ اسفند نے ایک نظر اس کے چہرے پہ ڈالی جہاں اس وقت پریشانی اور پشیمانی دونوں عیاں تھیں۔ غصے میں بھی یہ چہرہ اپنی رعنائی برقرار رکھتا تھا لیکن آج وہ چاند چہرہ پریشانی کی بدلیوں سے چھپا تھا۔

''میں نہ ہوتا تو کوئی اور ہوتا۔ آپ کو میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے جو بھی کیا اپنا فرض سمجھ کے کیا۔ وہ آپ کی والدہ ہیں تو میری بھی چچی ہیں اور ان کا حق بنتا ہے مجھ پر۔'' اس لڑکی کا وہ نک چڑا اور اکھڑا اکھڑا روپ دیکھنے کی کچھ ایسی عادت ہوگئی تھی کہ اس کی ممنون صورت اور بے چارگی اسے عجیب ہی لگ رہی تھی۔ وہ بہت لیے دیے انداز میں بات کر رہا تھا۔ ایک ڈھکا چھپا شکوہ تھا جو چھپائے نا چھپ رہا تھا۔ کچھ بھی تھا بھلے وہ اس کی پسند نہیں تھی لیکن اسے پہلی نظر میں دل میں اترنے کا فن آتا تھا۔ اسفند اسے اپنی شریک سفر بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن اچانک اقرأ کی ذات کا جو پہلو اس کے سامنے آیا تھا تو ظاہری بات ہے وہ اس سے شادی تو اب نہیں کر سکتا تھا لیکن اسے دل سے نکالنا اتنا آسان بھی نہ تھا۔

''کچھ بھی ہے لیکن میں آپ کی احسان مند ہوں امی کو خدا ناخواستہ اگر کچھ ہو جاتا تو میں تو مر ہی جاتی آپ نہیں جانتے وہ میرے لیے کیا ہیں۔'' فرط جذبات سے اس کے آنسو بہہ نکلے تھے۔ اقرأ اس کے لہجے کی درشتی کو اپنے گزشتہ رویے کی وجہ سمجھ رہی تھی۔ اس بات سے انجان کے اسفند کے دل میں اس کے لیے کون سے جذبات سر اٹھا رہے ہیں اور اس رات کے بعد وہ رقابت کی کون سی آگ میں جل رہا ہے۔ وہ اگر جان جاتی تو یقیناً اپنا سر پیٹ لیتی۔

''اولاد کے لیے ماں کی اہمیت کیا ہوتی ہے میں اچھی طرح

جانتا ہوں لیکن اب آپ یہ سب مت سوچیں بلکہ اللہ کا شکر ادا کریں کہ چچی بالکل ٹھیک ہیں۔ آپ بہت تھکی ہوئی بھی ہیں بہتر ہوگا آپ آرام کریں۔" اس بار انداز حقیقتاً جان چھڑانے والا تھا۔ تھکی ہوئی تو وہ بھی بہت تھی اور پھر اسفند کو بھی آرام کرنا تھا یہی سوچ کر وہ سر ہلاتی زبیدہ کے کمرے میں چلی آئی۔

......☆☆☆......

"ارے بھئی زبیدہ یہ اچانک کیا کرلیا بیٹھے بٹھائے اپنی طبیعت خراب کرلی۔ مجھے تو اسفند نے بتایا کہ چچی کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی۔" رخسانہ بھابی کا اگلے ہی دن فون آگیا تھا۔ زبیدہ کی اچانک طبیعت کا سن کر وہ بھی خاصی پریشان ہوگئی تھیں۔

"بس بھابی کچھ پتا ہی نہیں چلا۔ وہ تو بھلا ہو اسفند کا جو اس پریشانی میں مددگار ثابت ہوا ورنہ اقراء اکیلی کیسے سب مینج کرتی۔" زبیدہ آہستہ آہستہ بول رہی تھیں۔

"اسفند تمہاری اولاد کی طرح ہے اس کا فرض بنتا ہے بھئی اور پھر اپنے ہوتے کس لیے ہیں۔ بس تم کوئی ٹینشن مت لو اور آرام کرو۔" رخسانہ بھابی کے خلوص اور محبت نے زبیدہ کو پرسکون کردیا تھا۔

انہوں نے آفس سے ایمرجنسی لیولی تھی اور آج کل وہ گھر پہ ہی آرام کررہی تھیں اقراء بھی کالج سے رخصت لے کر گھر پہ ہی تھی۔ زبیدہ تو ڈاکٹر کی ہدایت اور اپنی طبیعت کی وجہ سے پرہیزی کھانا کھا رہی تھیں اور روزے بھی نہیں رکھ رہی تھیں لیکن آج اقراء نے افطار میں خاص اہتمام کیا تھا شاید وہ اسفند کا شکریہ اس انداز سے ادا کرنا چاہتی تھی۔ افطار کا وقت ہونے والا تھا لیکن وہ اب تک گھر نہیں آیا تھا۔

پتا نہیں وہ آج افطار پہ آئے گا بھی یا نہیں۔ گزرتے وقت کے ساتھ اس کی تشویش بڑھتی جارہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہیں اس کی ساری محنت رائیگاں نہ چلی جائے اور اسی وقت دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اقراء کے قدم انٹرنس کی طرف بڑھے اسی وقت اسفند اندر داخل ہوا۔ اقراء اچانک رک گئی لیکن اس کے رکنے کی وجہ اسفند نہیں بلکہ اس کے ساتھ دروازے سے داخل ہوتے رخسانہ اور فرخ تھے جنہیں اچانک گھر میں آتا دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔ ابھی تین دن پہلے ہی تو انہوں نے زبیدہ کی طبیعت دریافت کی تھی فون پہ اور اب اچانک اس طرح بغیر کسی اطلاع کے وہ لوگ کینیڈا سے پاکستان آگئے تھے۔ خود اسفند کو بھی اس بارے میں ہرگز علم نہیں تھا۔ وہ چاہ کر بھی رخسانہ کو اقراء کے متعلق کچھ بتا نہیں پایا تھا۔ زبیدہ کی بیماری کے بعد رخسانہ اور اس کے درمیان اس موضوع پہ بات اس لیے نہیں ہو پائی تھی کیونکہ وہ خود یہ فیصلہ نہیں کرپایا تھا کہ انہیں اپنا انکار کن لفظوں میں پہنچائے۔ ہر ماں کی طرح رخسانہ بھی جذباتی خاتون تھیں اور اسفند کا یہ کہنا کہ اقراء کا کسی کے ساتھ افیئر چل رہا ہے رخسانہ کو اس کا ایکسکیوز لگتا۔ اسی لیے وہ تو خود واپس جانے کے لیے پر تول رہا تھا۔ لیکن اس سے پہلے ان دونوں نے اچانک پاکستان آکر اسے حیران کردیا تھا۔

......☆☆☆......

"زبیدہ......! میں اس بار تمہارے پاس ایک بہت ہی خاص اور ضروری کام سے آئی ہوں۔" کھانے کے بعد چائے کا دور چلا۔ اقراء کچن میں برتن سمیٹ رہی تھی جب رخسانہ کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"مجھ سے بھلا آپ کو کیا خاص کام ہوسکتا ہے بھابی پھر بھی میں اگر میرے بس میں ہوا تو مجھے آپ کی خدمت کرکے خوشی ہوگی۔" رخسانہ نے معنی خیز نظروں سے پاس بیٹھے اسفند کو دیکھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ اسے رخسانہ سے اتنی جلد بازی کی امید نہیں تھی۔

"ممی......مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔" اسفند نے پہلو بدلا۔ یہ بات اگر زبیدہ تک پہنچ گئی تو بات سنبھالنا مشکل ہوجائے گا۔ زبیدہ کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ایسے میں وہ کسی جذباتی شاک کے لیے ہرگز تیار ہوں گی۔ اسے ماں کو رشتے کی بات کرنے سے ہر حال میں روکنا تھا۔

"تمہاری بات بھی سن لوں گی پہلے مجھے وہ بات تو کہنے دو جس کی خاطر ہم کینیڈا سے پاکستان آئے ہیں۔" رخسانہ نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں گھرکا۔ وہ اب انہیں کیا بتاتا۔ یوں سب کے سامنے کسی کو منع بھی تو نہیں کیا جاسکتا۔

"زبیدہ...... میں تم سے تمہاری سب سے قیمتی اور پیاری چیز مانگنے آئی ہوں۔ اپنے اسفند کے لیے اقراء کو مانگنا چاہتی ہوں میں۔" صوفے پہ بیٹھی زبیدہ کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا جبکہ کچن میں کام کرتی اقراء فریز ہوگئی تھی۔ جو بات رخسانہ کہہ رہی تھیں وہ ان کے تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھی۔

"بھابی......! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں......؟" جذبات کی شدت سے زبیدہ کچھ بول ہی نہیں پائی تھی۔

"میری بڑی خواہش تھی اقرأ میرے گھر کی بہو بنے اور پھر اسفند کی بھی یہی مرضی ہے اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو۔"
قسمت اس طرح مہربان ہوگی زبیدہ نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اسفند سر جھکائے رخسانہ کے آخری جملے سے اپنا جگر چھلنی ہوتا محسوس کر رہا تھا۔

"بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھابی۔ اقرأ آپ کی بھی بیٹی ہے اور اسفند جیسا داماد تو قسمت والوں کو ملتا ہے۔" گھر بیٹھے اتنا اچھا رشتہ آ گیا تھا اس کے تو خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔

"بس تو پھر ایسا کرتے ہیں عید والے دن دونوں کا نکاح رکھ لیتے ہیں اور پھر اقرأ کے امتحانوں کے بعد رخصتی کر لیں گے' کیا خیال ہے؟" فرخ نے تجویز پیش کی۔

"جیسے آپ لوگوں کی مرضی۔ خوشی کا دن ہے اور بچوں کے نکاح کے ساتھ یہ خوشی دوبالا ہو جائے گی۔" زبیدہ نے خوشدلی سے کہا۔

"میرا خیال ہے آپ لوگ ایک بار اقرأ سے بھی اس کی مرضی پوچھ لیں۔ شاید وہ کہیں اور انٹرسٹڈ نہ ہو۔" اس خوش گوار ماحول میں اس کی آواز کی سنجیدگی سب کو حیران کر گئی تھی۔ کچن میں کھڑی اقرأ بھی اسفند کی بات کا سیاق و سباق سمجھنے سے قاصر تھی۔

"اقرأ کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ وہ بڑی تابعدار بیٹی ہے میری، وہ جانتی ہے زندگی میں اس کے لیے میں نے ہمیشہ خوب تر کا انتخاب کیا ہے اور اس بار بھی میرا فیصلہ اس کے لیے بہترین ہوگا۔" زبیدہ کے مان پہ اقرأ جیسے جی اٹھی تھی۔ اچھی بیٹیاں سچ میں اپنے والدین کا سر اونچا رکھتی ہیں۔ اسفند کے پاس کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا۔

"اچھا بھابی آپ کے لیے ایک خوشی کی خبر اور ہے۔" کمرے میں چھائی خاموشی کو فرخ کی پُرجوش آواز نے توڑا۔

"یوسف کے بھائیوں نے آپ کا اور اقرأ کا جو حصہ بنتا تھا ان کے والد کی جائیداد میں سے وہ آپ لوگوں کو دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" آج سچ میں ان دونوں ماں بیٹی کے لیے حیرت اور خوشیوں کا دن تھا۔

"آپ تو جانتی ہیں یوسف مجھے کتنا عزیز تھا اور میری ہمیشہ سے خواہش تھی اس کا حق اس کی بیوی اور بیٹی کو ضرور ملے اسی سلسلے میں میری ان کی بات چیت چل رہی تھی، بہرحال اب وہ لوگ بخوشی آپ کو آپ کا حق دینے کے لیے تیار ہیں۔"

"میں آپ کو بتا نہیں سکتی فرخ بھائی آپ نے مجھے کتنی بڑی خبر سنائی ہے یہ میرے اللہ نے مجھے میرے صبر کا انعام دیا ہے کہ ایک ہی دن مجھے میری زندگی کی دو بہت بڑی خوشیاں ملی ہیں۔" زبیدہ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

فرخ بھائی اور رخسانہ بھابی رات کو ہی چلے گئے تھے۔ اسفند بھی ان کے ساتھ ہی چلا گیا تھا۔

......☆☆☆......

"ہیلو میں اسفند بول رہا ہوں۔" اقرأ کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔ سمجھ نہیں آ رہا بات کہاں سے اور کیسے شروع کرے۔ اسفند نے بہت سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ خود اقرأ سے اس موضوع پہ بات کرے گا۔ اسے اعتماد میں لے کر اس بات کی یقین دہانی کرائے گا کہ وہ اپنی مرضی سے جس سے چاہتی ہے شادی کر سکتی ہے اسے زبیدہ کے پریشر میں آنے کی ضرورت نہیں۔ اقرأ کے فرشتے بھی اس کے ارادوں سے بے خبر تھے۔ تین دن بعد ان کا نکاح تھا اور پچھلے چند دن سے رخسانہ اسے اپنے ساتھ شاپنگ پہ لے کر جا رہی تھی۔ زبیدہ کو تو ڈاکٹر نے آرام کرنے کا کہا تھا اس لیے نکاح کے تمام انتظامات کی ذمہ داری رخسانہ نے اپنے سر لے لی تھی۔ اسفند ان کے ساتھ بھی نہیں آیا تھا اور نہ ہی اس نے اس دوران اقرأ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن آج اس وقت اچانک اس کی کال آئی تھی۔

"مجھے تم سے ایک بہت ضروری بات پوچھنی ہے، وہ بات جواب تک تم سے کسی نے نہیں پوچھی۔" رک رک کر لفظوں کو تولتے ہوئے وہ بہت سنجیدگی سے اپنا مدعا بیان کر رہا تھا۔

"کیا تم اس شادی سے خوش ہو؟" وہ جو دل کو پہلی نظر میں اپنا لگے اسے اپنی خوشی سے کسی دوسرے کا ہو جانے دینا کیا اتنا مشکل ہوتا ہے۔ ذرا سی بات کہنے کے لیے اتنا جوکھم۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں، آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں، میں بھلا اس شادی سے خوش کیوں نہیں ہوں گی؟" اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اسفند اس سے یہ سب کیوں پوچھ رہا ہے۔

"دیکھو اقرأ میں سمجھتا ہوں شادی انسان کو وہاں کرنی چاہیے جہاں اس کا دل مائل ہو۔ زبردستی کی بنیادوں پہ بنائے گئے رشتے تمام عمر کا عذاب بن جاتے ہیں۔" بہت دھیمے اور دل کو چھو لینے والے لہجے میں کی جانے والی بات اقرأ کو مشکل

میں ڈال گئی تھی۔

"تو کیا اسفند مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا' کیا اس کے دل میں کوئی اور ہے' کیا یہ مجھ سے شادی رخسانہ چچی کے پریشر میں آکر کررہا ہے؟" دل میں بے پناہ شکوک وشبہات ناگ کی طرح پھن اٹھائے کھڑے تھے۔

"اس کا مطلب آپ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے، ہمارا رشتہ زبردستی جوڑا گیا ہے۔" ایک طویل خاموشی کے بعد سلسلۂ کلام اقراء نے جوڑا۔

"میں؟" اسفند کو لگا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔ وہ تو راجہ اندر بن کر اپنے دل کی سلطنت وان کرنے جارہا تھا اور یہ محترمہ اسی پہ فرد جرم عائد کررہی ہیں۔ اس کا دل کیا اپنے بال ہی نوچ ڈالے۔

"میں سمجھ سکتی ہوں اسفند، آپ ایک آزاد مغربی معاشرے میں پلے بڑھے ہیں۔ وہاں تو یہ سب بہت عام سی باتیں ہوتی ہیں۔ اگر آپ کسی اور کو اپنا شریکِ حیات بنانا چاہتے ہیں تو آپ کو میری طرف سے پریشان ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں بلکہ یہ بات تو آپ کو چچی جان کو پہلے ہی بتادینی چاہیے تھی۔" وہ نان اسٹاپ بولے جارہی تھی اور اسفند کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک رہی تھی۔

"یہ کیا تم ساری بات میرے سر ڈال رہی ہو؟ میری زندگی میں اب تک تمہارے سوا ایسی کوئی لڑکی نہیں آئی جسے میں نے اپنے لائف پارٹنر کے طور پہ چنا ہو لیکن ہاں تم ضرور کسی اور کو اپنے دل میں بسائے بیٹھی ہو اور اب زبیدہ چچی کی بیماری کی وجہ سے اپنے دل کی بات ان سے کہنے سے ڈررہی ہو۔" غصے سے زیادہ اسے افسوس ہورہا تھا۔ سچ ہے یہاں بدلہ بھلائی کا برائی سے ہی ملتا ہے۔ وہ خودترسی کی انتہا پہ تھا۔

"میں؟ یہ کیا اول فول بولے جارہے ہیں آپ' کس کو دل میں بسایا ہے میں نے ذرا مجھے بھی تو پتا چلے؟ حد ہوگئی کیا آپ نے مجھے ایسی لڑکی سمجھا ہوا ہے جو محبت کسی ایک سے کرے گی اور شادی کسی دوسرے شخص سے کرے گی۔" لحاظ تو پہلے بھی کبھی اس نے نہیں کیا تھا اور یہاں تو اس پہ کسی شخص میں انوالو ہونے کا الزام لگایا جارہا تھا۔ وہ چپ کیسے رہتی۔

"وہی جس سے تم رات کو اکثر فون پہ ہنس ہنس کے باتیں کرتی ہو۔ میں نے خود سنا ہے تمہیں کسی لڑکے سے باتیں کرتے ہوئے۔ اقراء میں نہیں چاہتا ہم ایک منافقت بھری

کیسے مناؤں عید

مجھے یاد آتی ہے
میں عید نہیں مناتی کہ
عید کے دن جب میں نیا جوڑا پہننے لگتی ہوں
تو مجھے یاد آتی ہے
اس اداس ماں کی
جو ہر ممکن کوشش کے باوجود
اپنے بچوں کو عید کے لیے نئے کپڑے نہ دلوا سکی
عید کی صبح جب میں شیرخورمہ دیکھتی ہوں
تو وہ میرے حلق سے نہیں اترتا
کہ اس پل میری نگاہوں کے سامنے
تھر کے وہ معصوم بچے آجاتے ہیں
جنہیں بھوک نے نگل لیا
جب میں اپنے ہاتھوں پر مہندی رچانے لگتی ہوں
تو مجھے وہ اجڑی ہوئی دلہن یاد آتی ہے
جس کے سہاگ کو بنا کسی جرم کی پاداش میں
خون میں نہلادیا گیا
اب میرے ہمدم
تو ہی بتا!
میں کس طرح عید مناؤں
کیسے اپنے آپ کو سجاؤں

شاعرہ: انشاں شاہد...... کراچی

زندگی گزاریں۔" وہ منہ کھولے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ کاش یہ شخص میرے سامنے ہوتا تو یوں بہتان تراشی پہ اس کا منہ نوچ لیتی۔ اپنے فائل ہوئے خوب صورت اور لمبے ناخنوں کو دیکھ کر اس کے دل نے عجیب خواہش کی تھی۔

"اچھا تو آپ نے مجھے راتوں کو کسی لڑکے سے فون پہ باتیں کرتے سنا ہے؟" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔ اس جھوٹے کو تو اس کے گھر پہنچا کر آؤں گی میں۔ اس نے دل میں پختہ ارادہ کیا۔

"میں نے سنا تو نہیں لیکن وہ اتنی رات کو ایک خوب صورت لڑکی کسی سے فون پہ ہنس ہنس کے باتیں کررہی ہو تو دیکھنے والے کو تو سمجھ آہی جاتی ہے نا کہ دوسری طرف لڑکا ہے؟" اس کا لہجہ بے یقین تھا۔ وہ اب کچھ کچھ گھبرایا ہوا تھا۔ اس جھانسی کی رانی سے وہ کچھ بھی امید کرسکتا تھا۔ ویسے بھی اب وہ جتنے غصے میں تھی فون پہ اسے اتنی کھری کھری سناسکتی تھی کہ اس کی تو

نسلیں یاد رکھتیں۔

"مسٹر اسفند۔ اپنے تجزیے اپنے پاس رکھیں۔ اگر رات کو ایک لڑکی فون پہ کسی سے بات کررہی ہے اور آپ کو لگ رہا ہے وہ کوئی لڑکا ہی ہے تو اس میں آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ بھاڑ میں جائے یہ رشتہ، بھاڑ میں جائے یہ شادی۔" خود پہ اتنا بڑا الزام وہ کیسے برداشت کرتی۔

"اور ہاں میں نہیں سمجھتی مجھے آپ کو صفائیاں دینے کی ضرورت ہے کیونکہ آدھی ادھوری بات کو جانتے ہوئے اپنی مرضی کے نتائج اخذ کرنے والے کو بیوقوف کہا جاتا ہے اور ایک بیوقوف کی میرے نزدیک ہرگز یہ اہمیت نہیں ہے کہ اسے صفائی دوں لیکن اس رشتے میں میری امی بھی شامل ہیں اور اس شادی کے نہ ہونے سے انہیں دکھ ہوگا اور آپ کی غلط فہمی دور کرنا ضروری ہے تاکہ آپ مجھ سے شادی نہ کرنے والی بات میرے سر نہ ڈال سکیں۔" اور پھر اس نے اسفند کو ساری بات بتادی تھی۔

زندگی میں اس سے زیادہ خجالت شاید ہی کبھی اس نے جھیلی ہوگی جو وہ اقراء کے سامنے محسوس کررہا تھا۔ ایک مفروضے کی بنیاد پر کتنا لمبا چوڑا ایشو بنالیا تھا اس نے اور یہاں تو کھودا پہاڑ نکلا چوہا کے مترادف بات ہوئی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ ہنسے یا روئے۔ بہرحال اتنا تو طے تھا اس کی باتوں نے اقراء کو بہت ہرٹ کیا ہے اور اب اسے منانا بھی ضروری تھا۔

آج چاند رات تھی اور کل ان کا نکاح۔ رخسانہ اور زبیدہ کو ساری بات وہ خود ہی بتا چکا تھا۔ اپنی غلط فہمی اور اقراء کا غصہ۔ رخسانہ کا تو ہنس ہنس کر برا حال ہوگیا تھا۔ زبیدہ بھی اچھی خاصی محظوظ ہوئی پھر انہی کے مشورے سے وہ اسے چوڑیوں اور مہندی کے لیے ساتھ لے گیا۔

......☆☆☆......

"محبت اپنے آغاز سے لے کر انجام تک وسوسوں میں گھیرے رکھتی ہے اور یہ شبہات اس وقت اور زور پکڑتے ہیں جب آپ محبوب تک رسائی نہ رکھتے ہوں۔ کچھ ایسا ہی معاملہ میرے ساتھ بھی ہوا۔ گو کے غلطی میری ہی تھی کہ تم تو میرے حال دل سے ناواقف تھیں پر اس رات مجھے لگا میں اگر تمہیں پا بھی لوں تو تمہارے دل تک نہیں پہنچ پاؤں گا۔ جانتا ہوں تمہیں بہت دکھ دیا ہے لیکن یہ سب ایک غلط فہمی میں ہوا اور اب جبکہ میرا دل یہ اطمینان کامل پاچکا ہے کہ تمہاری زندگی میں وہ مقام کسی کو حاصل نہیں جو میرا ہونے جارہا ہے تو اقراء تمہاری ناراضگی کا خوف مجھے پریشان کررہا ہے۔" اقراء کے ہاتھوں میں کلائیوں تک مہندی لگوانے سے پہلے ان دونوں نے ڈنر کیا تھا۔ پہلی بار وہ اسفند کے ساتھ اس طرح آئی تھی اور وہ بیچارہ تمام وقت اسے اپنی غلط فہمی کی توجیہات ہی پیش کرتا رہا تھا۔

"ساری غلطی بہرحال آپ کی نہیں جو حالات اور واقعات تھے اس کے مطابق کوئی بھی ہوتا تو یہی سمجھتا۔" ساری بات پہ ٹھنڈے دماغ سے غور کرنے اور زبیدہ کے سمجھانے کے بعد وہ خود بھی اسفند کو حق بجانب سمجھ رہی تھی۔

"اور نہ مانو ماں کی بات، وہ تو اسفند اپنے گھر کا بچہ ہے اور رخسانہ بھابی کو تم پر پورا اعتماد ہے ورنہ کوئی اور تمہیں یوں راتوں کو چھپ چھپ کر فون پہ سہیلیوں سے باتیں کرتا دیکھ لیتا تو سوچو یہ بات کہاں سے شروع ہوتی اور خاندان میں کہاں تک پہنچتی۔ دنیا کو تو عادت ہے یوں بھی رائی کا پہاڑ بنانے کی۔" اسفند کی زبانی زبیدہ کو سارے قصے کا علم تو پہلے ہی ہوچکا تھا۔ اقراء نے شور مچایا کہ جو شخص شادی سے پہلے اسے شک کی نگاہ سے دیکھ رہا ہو وہ شادی کے بعد نا جانے کتنی ہی بے بنیاد باتوں پہ اس کا جینا حرام کرے گا لیکن اس کی بات کا زبیدہ پہ الٹا اثر ہوا تھا اور اس نے محترمہ کی طبیعت صاف کردی تھی۔ بہرحال دونوں کو اس مختصر ملاقات کے بعد ایک دوسرے سے کوئی گلہ شکوہ نہیں تھا۔

کل وہ دونوں نکاح کے بندھن میں بندھنے والے تھے۔ اسفند کا سرخ قیمتی چوڑیوں کا تحفہ اور خوب صورت کارڈ اسے سرشار کرگیا تھا۔ جگنو کی طرح دمکتی آنکھوں میں حیا کی لالی اسے اور بھی حسین بنارہی تھی۔

سنو اک خواہش بیتاب
جو تری چاہ کی خوشبو سے معطر ہے
دل میں آئی ہے
سوالی ہے کہ کچھ تکمیل ہو اس کی
کوئی فریاد ہی سن لے
کہ اب تجھ تک رسائی ہے۔

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

عید کا چاند نظر آئے گا جس دم مجھ کو
میں ترے وصل کی اے دوست دعا مانگوں گی
میں تو برسوں سے ہوں تنہائی کے صحرا میں مقیم
اب تیری رفاقت کی دعا مانگوں گی

رمضان کا آخری ہفتہ تھا۔ اس بار پورا رمضان ہی اللہ کا خاص کرم رہا۔ دن کے وقت بادل رہتے، ٹھنڈی ہوا چلتی اور رات کی جانب سفر کرتے ہی مطلع صاف ہوجاتا۔ لیکن آخری ہفتہ تو اور بھی زیادہ خوش گوار ثابت ہوا جو بادلوں نے برسنا شروع کردیا تھا۔ زیادہ تر ہلکی ہلکی بوندا باندی ہوتی اور کبھی کبھار ہی ایک دم سے تیز بارش شروع ہوجاتی۔ جو دس منٹ کے مختصر دورانیے پر مشتمل ہوتی اور تن من میں عجیب سی سرخوشی سی بھر جاتی تھی۔ افطاری کے بعد مریم گھر کے کچھ کام نپٹا کر کافی کا کپ تھامے باہر برآمدے میں نکل آئی۔ ستون سے ٹیک لگا کر کافی کے سپ لیتے اس نے اطمینان بھری نظر اپنے گھر کے صاف ستھرے چھوٹے سے سرسبز لان پر ڈالی۔ پودے بارش میں نہا کر مزید نکھر گئے تھے۔ لان کے چاروں طرف بنی سنگی روش بارش سے دھل کر کس قدر پیاری ہوگئی تھی۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ ابھی چند ماہ قبل ہی وہ اپنے سسرالی گھر سے یہاں شفٹ ہوئی تھی۔

وہ پانچ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی۔ تب ہی سب سے لاڈلی اور قدرے ضدی بھی تھی۔ خاندان بھر کے بے جا لاڈ پیار نے اس کی طبیعت میں عجیب سی کاہلی اور خود سری سی بھر دی تھی۔ شادی کے بعد جہانگیر کی قربت نے جیسے اس کی زندگی مکمل کردی تھی۔ جہانگیر ایک بہترین شوہر اور ہمدرد ساتھی کے طور پر اس کی زندگی میں شامل ہوئے تھے۔ مریم شادی کے بعد جیسے ہواؤں میں اڑنے لگی تھی۔ ان کی جوائنٹ فیملی تھی۔ تین بھائی اور تینوں ساتھ رہتے تھے۔ پہلے دونوں بھابیوں میں بہترین دوستی تھی اور انہوں نے مریم کے ساتھ بھی یہی رویہ روا رکھا تھا۔ تین ہفتوں تک جاری رہنے والی دعوتوں میں مریم نے کیا پہن کر جانا تھا، کیسا میک اپ کرنا تھا۔ سب ان کی ذمہ داری تھی۔ ہنی مون کے لیے اس کی ساری تیاری بھی بھابیوں نے مل کر ہی کی۔ اسے تو گویا دنیا میں ہی جنت مل گئی تھی۔

امیر اور ظہیر بھائی دونوں کے ہی تین تین بچے تھے۔ امیر بھائی کے دو بیٹے ایک بیٹی اور ظہیر کے تینوں بیٹے۔ مگر اس قدر سلجھے ہوئے کہ مجال ہے جو وقت بے وقت گھر کے نئے ممبر کو کبھی تنگ کیا ہو۔ مریم کے لیے سب کچھ پرفیکٹ تھا وہاں لیکن صرف شادی کے تین ماہ تک ہی۔ ڈھیر ڈھیر ذمہ داریاں بڑھیں تو اسے احساس ہوا کہ اس نے تو بس خسارے کا سودا کیا تھا۔

گھر میں سب سے بہترین جاب جہانگیر کی تھی اور

اس لحاظ سے آمدنی بھی۔ وہ صرف دو لوگ اور باقی پوری فیملی میں وس...... اس نے ہمیشہ سے شادی کے بعد الگ گھر میں رہنے کا خواب دیکھا تھا۔ شادی کے ابتدائی دنوں کی محبتوں میں اندھی ہوکر وہ یہ خواب بھلا بیٹھی تھی مگر اب...... اس کے ساس سسر بھی حیات نہ تھے۔ تو پھر یوں تینوں بھائیوں کا ایک ساتھ رہنا اور ''اس کے'' جہانگیر کی آمدنی سے فائدہ اٹھانا۔ اس نے جہانگیر سے بات کرنے کا سوچا تھا۔

❀......❀......❀......❀

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو مریم؟'' اس کی بات سن کر وہ شاکڈ رہ گیا۔

''کیوں کوئی انوکھی بات کردی ہے میں نے۔ بھئی الگ گھر ہر شادی شدہ لڑکی کا حق ہے۔'' بے فکری سے ہاتھوں پر لوشن لگاتی وہ اس کی طرف مڑی۔

''ماں بابا کی وفات کے بعد امیر بھائی نے ہم دونوں بھائیوں کو بہت پیار سے پالا ہے۔ درحقیقت ہماری وجہ سے ہی انہوں نے شادی بھی لیٹ کی۔ ورنہ آج ان کے اپنے بچے جوان ہوتے۔ ہم سب ایک دوسرے کے عادی ہوگئے ہیں۔ پھر میرے خیال میں یہ ہمارے لیے اچھا بھی ہے۔ تم سب یہاں ایک ساتھ مل کر ہوتی ہو تو باہر کام کرتے ہوئے ہمیں بھی فکر نہیں ہوتی۔ اکیلے تو سب کام خود ہی دیکھنے پڑتے ہیں۔'' وہ کتاب سائیڈ پر رکھ کر اسے سمجھانے لگا۔ مریم اٹھ کر اس کے پاس آ گئی۔

''تو اس میں بڑی بات کیا ہے۔ جب ذمہ داری آتی ہے تو کام کرنے ہی پڑتے ہیں جہانگیر۔''

''کام کرنے سے کوئی نہیں گھبراتا لیکن خوامخواہ خود کو تکلیف میں ڈال لینا کہاں کی سمجھداری ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''حیرت ہے' ایک اچھی اور مکمل زندگی آپ کو تکلیف لگ رہی ہے۔'' وہ منہ بنا گئی۔

''یہ بات مجھے نہیں تمہیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔'' اس نے شرارت سے مریم کے ماتھے پر آئی لٹ کو پکڑ کر کھینچا۔

''مجھے کبھی بھی سمجھنے کی ضرورت نہیں۔ میں بس اتنا جانتی ہوں کہ یہی ہمارے لیے بہتر ہے اور میرا حق بھی ہے۔'' وہ اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی اور اس کے قطعی لہجے پر وہ سوچتا رہ گیا۔

❀......❀......❀......❀

وہ جانتی تھی قول عمل کے بغیر بے کار ہے۔ اس نے اس بات کو اپنے مقصد کے لیے بہت اچھی طرح استعمال کیا تھا۔ اس نے ایک دو بار نہیں' کئی بار جہانگیر سے اپنی خواہش کا اظہار کیا مگر وہ اب اس بحث سے چڑنے لگا تھا۔ سو مریم کو اپنے قول کو عمل کے ذریعے سامنے لانے کی سوجھی۔ وہ اقرا بھابی اور ہما بھابی کے دوستانہ رویے کا جواب تختی اور بے اعتنائی سے دینے لگی۔ بچوں کے ساتھ اس کا رویہ دن بدن اس قدر اجنبیت اختیار کرتا گیا کہ رشتے کا ادراک ہوتے اس کے ساتھ گھل مل جانے والے بچے دوبارہ سے پہلے دن والے فاصلے میں سمٹ گئے۔ اس کے بے زار رویے نے نہ صرف سب گھر والوں کو دونوں میں اس سے دور کیا تھا بلکہ جہانگیر کو بھی گھر والوں کی اچانک خاموشی اور لاتعلقی کھلنے لگی تھی اور گھر کی روٹین بدلنے لگی تھی۔ پہلے سب مل کر کھانا کھاتے تھے۔ گھر میں صرف جہانگیر ہی تھا جو صبح سویرے سب سے پہلے نکلتا اور رات کو سب سے آخر میں گھر لوٹتا لیکن گھر کا ہر فرد اس کا انتظار کرتا۔ لیکن اب...... ایسا نہیں رہا تھا۔ وہ گھر واپس آتا تو سب کھانا کھا کر اپنے کمروں میں جاچکے ہوتے اور اس کے پوچھنے پر مریم طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہتی۔

''میں ہوں نہ تمہارا ویٹ کرنے کے لیے۔ میں نے کہا تھا نہ کہ وقت کے ساتھ ساتھ حیثیت' وقت سب بدل جاتا ہے۔'' اور وہ اندر تک اداس ہوجاتا۔

چھٹی والے دن' سارا دن کوئی نہ کوئی مسکراتا چہرہ اس کے کمرے کے دروازے سے جھانکتا رہتا تھا۔ اپنائیت بھرا یقین وہ چہرے سے لیے اسے اندر تک سرشار کرجاتے تھے لیکن اس اتوار ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ سب اپنے آپ میں مگن رہے تھے اس نے صاف محسوس کیا تھا اس کی ماں جیسی بھابیاں بھی اس سے تب ہی بات کرتیں جب وہ خود سے مخاطب کرتا۔

''میں نے تو پہلے ہی تمہیں کہا تھا اب تم پر یہ ذمہ داری آ گئی ہے اور ان سب کو احساس ہوگیا ہے کہ اب تم ان کے کسی کام کے نہیں رہے۔'' ہر شام ٹیرس پر چائے پیتے ہوئے وہ بیوی کے ساتھ دل کا بوجھ ہلکا کرنے لگا تھا اور مریم وہ بوجھ بڑھانے لگی تھی۔

''ہمیشہ وہی میرے کام آتے رہے۔ میں کب ان کے کام آیا۔'' وہ اداس تھا۔

''تمہاری اسی انکساری نے ان کو اتنا سر چڑھا رکھا ہے۔'' مریم کو غصہ آنے لگا۔

''تم جانتے ہو جہانگیر۔ اس گھر میں سب سے زیادہ تم ہی کماتے ہو۔ امیر اور ظہیر بھائی جتنا کماتے ہیں اس سے تو اس گھر کے آدھے اخراجات بھی پورے نہ ہوں اور تم ہو کہ ہر وقت ان کے ہی احسانات کے بوجھ تلے دبے رہتے ہو۔'' مریم کی زبان زہر اگل رہی تھی جہانگیر کی چائے کڑوی ہوگئی۔

اور پھر اگلے روز اس نے ہما بھابی سے براہ راست بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس روز مریم میکے گئی ہوئی تھی اور وہ آفس سے سیدھا ہما بھابی کے کمرے کی طرف آیا۔ کھلے دروازے سے سامنے ہی اسے ہما اور اقرا بھابی باتیں کرتی دکھائی دیں اسے دیکھ کر جس طرح وہ دونوں اچانک خاموش ہوئیں تھیں اسے بری طرح محسوس ہوا تھا وہ اندر چلا آیا۔

''کوئی کام تھا جہانگیر۔ مجھے بتادیا ہوتا۔'' ہما بھابی نے پوچھا۔ اقرا سر جھکائے بیڈ شیٹ پر ہاتھ پھیرتی رہیں۔

''جی آپ دونوں سے ضروری بات کرنی تھی۔'' وہ سامنے ہی چیئر پر بیٹھ گیا۔

''ہاں ہاں کہو۔'' ہما بھابی نے ہی جواب دیا۔

''گھر میں کوئی بات ہوئی ہے؟'' اس نے بغور ان دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ہما اور اقرا بھابی دونوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ خاموشی سے ان کے جواب کا منتظر رہا۔

''ہم چاہتے ہیں کہ تم اور مریم الگ گھر میں شفٹ ہو جاؤ۔ ویسے بھی تمہاری آمدنی اتنی ہے کہ تم لوگ اکیلے ایڈجسٹ ہوسکتے ہو۔'' ایک پہاڑ سا جہانگیر کے دل پر آگرا تھا۔

بات کس نے کی تھی۔ اصل جھگڑا کیا تھا۔ وجہ کون تھا اور گھر کا ماحول کیوں ایک دم سرد سا ہونے لگا تھا۔ اس پر ساری حقیقت کھل گئی تھی۔

''یہ بات ہم دل سے کہہ رہے ہیں جہانگیر۔ سب کچھ بہت سوچ سمجھنے کے بعد۔ یقین مانو اس طرح کچھ نہ کچھ بھرم رہ جائے گا ورنہ یقین کرو مریم دل ہی دل میں خود ساختہ دیواریں کھڑی کرتی جائے گی۔'' ہما بھابی اسے سمجھانے لگیں۔

''یاد رکھو جہانگیر رشتے اور تعلقات رابطوں کے نہیں ساتھ کے محتاج ہوتے ہیں۔ فاصلہ جتنا بھی ہو دھیان سے کوئی اپنا محرم نہ رہے یقین کرو اس طرح ہمارے تعلقات مضبوط رہیں گے ورنہ مریم یونہی غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کرے گی اور دلوں میں کدورت بڑھتی جائے گی۔''
ہما اور اقرا بھابی کی باتوں نے اسے اس قابل کردیا تھا کہ جب وہ وہاں سے اٹھا تو فیصلہ کرچکا تھا۔

❁......❁......❁......❁
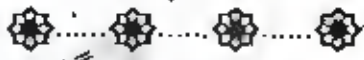
مریم میکے سے اسی شام واپس آگئی اور آتے ہی جہانگیر نے اسے سرپرائز دیا تھا۔

''سامان کی پیکنگ شروع کردو۔ میں نے نئے گھر کا کہہ دیا ہے۔ فی الحال رینٹ پر رہیں گے جب تک کسی اچھی جگہ مستقل رہائش کا بندوبست نہیں ہو جاتا۔'' وہ تو جیسے پھولی نہ سما رہی تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ ضرور پیچھے کچھ نہ کچھ جھگڑا فساد ہوا تھا کہ جس کی وجہ سے جہانگیر نے اچانک ہی اتنا بڑا فیصلہ لے لیا تھا۔ لیکن اسے اب اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اس کی خواہش پوری ہو رہی تھی اس کے لیے کافی تھا اور پھر بڑے چاؤ سے اس نے وہ گھر چھوڑا جہاں اس کی نئی زندگی محبتوں کی چھاؤں تلے شروع ہوئی تھی نہ جانے کیوں اس گھر کی چوکھٹ پار کرتے وقت اسے جہانگیر کی آنکھیں نم لگیں تھیں۔

''توبہ ہے...... پہلے کتنا منع کررہے تھے الگ گھر کے لیے اور اب دیکھو۔ خوشی کے مارے مجھ سے بھی زیادہ جذباتی ہورہے ہیں۔'' گاڑی میں بیٹھتے ہوئے مریم نے مسکراتے ہوئے سوچا۔

❁......❁......❁......❁

ڈور بیل کی چنگھاڑتی آواز پر چونکی تھی۔ بارش رک چکی تھی۔ اس کی کافی ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ وہ نہ جانے کتنی دیر وہاں کھڑی نئے اور پرانے گھر کو سوچتی رہی۔ گھنٹی دوبارہ بجی تھی اس نے کپ ستون کے ساتھ رکھی ٹیبل پر رکھا اور گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ اسے لگا جہانگیر نماز پڑھ کرآئے ہوں گے۔

"انیلہ بھابی۔" دروازے پر اس کی بڑی بھابی تھیں۔
وہ ان سے لپٹ گئی۔

"میں بھی ہوں بھئی۔" عذرا باجی کی مسکراتی آواز پر وہ چونکی۔

"آپ لوگ آگئے۔ میں بہت خوش ہوں۔" وہ واقعی بے حد خوش تھی۔

"گھر تو ماشاء اللہ اچھا ہے مگر تمہارا اپنا گھر زیادہ پیارا تھا۔" عذرا باجی جو اس سے چھ سال بڑی بہن تھیں نے چاروں طرف جائزہ لیتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ نہ جانے کیوں اسے اچھا نہ لگا۔

"میرے لیے تو یہی زیادہ پیارا ہے۔" وہ بمشکل بول پائی۔

"اچھا یہ سامنے والی دکان سے میں کباب لیتی آئی ہوں۔ کچن کس طرف ہے میں چائے بھی بنالاؤں۔ بھئی آخر اب تمہارا وہ سسرال تو ہے نہیں جو ہماری اتنی خاطر داری کیا کرتا تھا۔" انیلہ بھابی نے سادہ لہجے میں کہا تھا۔ مگر نہ جانے کیوں اسے یہ خود پر طنز لگا تھا۔ حالانکہ یہی سچ تھا اس کے گھر والوں کو واقعی وہاں بہت اعلیٰ طریقے سے ٹریٹ کیا جاتا تھا۔

"سچ بتاؤں تو مجھے تو یقین ہی نہیں آیا۔ جب امی نے بتایا کہ تم نے بھابیوں کے رویے سے تنگ آکر الگ گھر میں شفٹ ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے مجھے تو بے حد سمجھی ہوئی خواتین لگیں تھیں وہ۔" عذرا باجی بولیں۔

"واقعی مجھے بھی۔" انیلہ بھابی نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ مریم نے چپ چاپ ان کو کچن دکھایا۔ الگ گھر اور بھابیوں کے بارے میں نہ جانے کیوں وہ کوئی بات نہیں کر پارہی تھی۔ اسے لگا جلد از جلد موضوع گفتگو بدلنا چاہیے۔

"آپ اس بار پھر جلدی آگئیں۔ عید پر ہی آجاتیں ہمیشہ عید پر آپ کو اتنا مس کرتے ہیں ہم سب۔" انیلہ بھابی کے جانے پر وہ عذرا باجی کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے موضوع بدل گئی۔

"اور میں بھی ہر بار تمہیں سمجھاتی ہوں میری گڑیا کہ اب اصل گھر تو تمہارا وہی ہے۔ سو سچ کہوں تو یہ عید تہوار سب اپنے اپنوں سے ہی لگتے ہیں جب اپنے ساتھ ہوں۔ اسی لیے عید سے پہلے یہاں آکر تم سب کے لیے گفٹ بھی لادیتی ہوں اور مل بھی لیتی ہوں لیکن عید وہیں اپنے گھر والوں میں ہی اچھی لگتی ہے اگر دوسرے شہر کا مسئلہ نہ ہوتا تو ضرور عید کے روز بھی ملنے آتی لیکن پھر بھی تیسرے روز تک تو آہی جاتی ہوں نہ۔" انہوں نے محبت سے اسے سمجھایا۔

"لیکن امی ابو کا گھر وہاں بھی تو ہماری ضرورت ہوتی ہے۔" وہ معصومیت سے بولی۔

"ضرورت کب ایک ہی رہتی ہے مریم۔ ہر وقت بدلتی رہتی ہے اب تم خود سوچو ہم لوگ اپنی جگہ پُر کررہے ہیں اور ہماری جگہ انیلہ بھابی یقین کرو اب امی ابو کو ہم سے بھی زیادہ ان کی ضرورت رہتی ہے۔ بیٹیاں بہت پیاری ہوتی ہیں گھر کو سجادیتی ہیں لیکن بہوئیں اور بھی زیادہ پیاری ہوتی ہیں سارے رنگ ہی ہمارے گھروں کو بخش دیتی ہیں۔ بھلے خود مرجھا جائیں۔ ہمارے گلشن کو ہمیشہ سجائے رکھتی ہیں۔ بس کہیں کہیں مسئلہ تب ہوجاتا ہے جب بہو ہمیشہ خود کو پرانے رشتے "بیٹی" سے جوڑے رکھ کر نئے رشتے کو اہمیت نہیں دیتی۔ یا پھر نیا گھر اور نئے گھر والے بہو کو بیٹی ماننے پر تیار ہی نہیں ہوتے ورنہ تو آسانی ہی آسانی ہے۔ سکھ ہی سکھ ہے۔" وہ مسکرائیں۔

"لیں جی گرما گرم چائے اور ٹیسٹی کباب۔" انیلہ بھابی چائے لے آئیں اس کی نظریں باہر کے منظر پر جمی تھیں بارش ایک مرتبہ پھر شروع ہوچکی تھی۔

❁ ❁ ❁ ❁
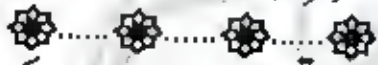
آج چاند رات تھی شادی کے بعد اس کی پہلی چاند رات۔ جہانگیر مارکیٹ گئے ہوئے تھے اس کے اور اپنے گھر والوں کے لیے تحفے لینے۔ اس کے بعد ان دونوں کو اپنوں سے ملنے جانا تھا۔ جہانگیر کے مطابق وہ اسے اپنی امی کے گھر ڈراپ کرکے گھر چلا جائے گا تاکہ ہمیشہ کی طرح اپنے پیاروں کے ساتھ یہ لمحات گزار سکے۔

"تو کیا میرے گھر والے تمہارے کچھ نہیں لگتے تم ان کے ساتھ بھی تو چاند رات منا سکتے ہو؟" وہ سنتے ہی تلخی سے بولی۔

"اگر یہی بات تم خود سے پوچھ لو......؟" اور وہ خاموش ہوگیا۔

"بات صاف ہے مریم' تم بھی ہمیشہ کی طرح یہ خوشی

اپنوں کے ساتھ انجوائے کرنا چاہتی ہو۔ بالکل اسی طرح میرے اپنے بھی تو ایسا ہی چاہتے ہیں۔ تو اچھا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لیے آسان راہ بنادیں۔'' دلوں میں میل آئے بنا ہی اس نے بات ہی ختم کردی تھی۔

مریم شادی کی پہلی چاندرات پر بہت بے دلی سے تیار ہوئی تھی۔ نہ جانے کس خسارے کا احساس تھا جو دل کو چیرے دے رہا تھا۔ پنک اور سبز کلرز کے کمبی نیشن کے شفون سوٹ پر گہرا دوپٹہ لیے اسے اپنا آپ بہت اداس اور خالی خالی سا لگا۔ اس نے غائب دماغی سے جیولری اور میک اپ کے بارے میں سوچا۔

''اقرا اور ہما بھابی ہوتیں تو سب کچھ آناً فاناً ہوجاتا۔ میک اپ جیولری سب بالکل پرفیکٹ۔'' اس نے اداسی سے سوچا۔

''آج آخری روزہ ہے اور ہم دونوں افطاری علیحدہ علیحدہ کریں گے۔'' وہ رونے کو تھی۔ شام سے ذرا پہلے جہانگیر واپس آیا۔ اس نے گفٹ الگ الگ کئے اور سب گاڑی میں پچھلی سیٹ پر ترتیب سے رکھ دیئے۔ افطاری سے کچھ دیر پہلے وہ اپنی امی کے گھر کے گیٹ پر کھڑی تھی۔

''میں خان بابا سے کہہ کر تحفے اٹھوالیتی ہوں۔'' وہ جاتے ہوئے بولی۔

''ٹھہرو۔'' جہانگیر بھی نیچے اتر آیا۔ مریم پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔ جہانگیر نے پچھلی سیٹ سے کچھ تحائف اٹھائے اور اس کے پاس آگیا۔

''چلو۔'' اس کے قریب سے گزرتے ہوئے بولا۔

''تم۔'' وہ حیران ہوئی۔

''تمہیں نہیں لگتا چاندرات کو چاند اور تارہ ایک ساتھ اچھے لگتے ہیں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔ مریم کو لگا جہانگیر نے اس کی عزت رکھ لی تھی۔ اس کو چاندرات کا سب سے بڑا تحفہ دے دیا تھا سب کو صفائیاں اور وضاحت دیتے یہ چاندرات گزر جاتی تھی۔

''شکریہ......'' افطاری کے بعد وہ لوگ باہر آئے تو مریم نے فوراً اسے کہا۔ وہ مسکرادیا۔

''مان، عزت اور دھیان ہر رشتے کا فخر ہوتے ہیں مریم۔'' اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

''لیکن یہ فخر کوئی کوئی ہی اپنے رشتوں کو دے پاتا

ہے۔" وہ باہر دیکھنے لگی۔
"صحیح بات ہے مگر یہ سب کے اپنے اختیار میں ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔
"میں جانتی ہوں یہ سب بہت آسان ہے۔" اس کی نظریں جھکیں۔
"اچھا؟" وہ مسکرایا۔
"اگر انسان انجان نہ ہوتو۔" بڑے سلیقے سے صفائی دی۔
"یہ فخر کبھی بھی دیئے جاسکتے ہیں جب بھی انسان جان جائے۔" جہانگیر نے اس کے لیے مزید آسانی کی۔
"میرا بھی یہی خیال ہے۔" اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگادی۔

❁......❁......❁......❁

اپنے گھر کے اندر قدم رکھتے ہی عجیب سی خوشبو اور سرخوشی نے اسے گھیرا تھا۔ گاڑی کی آواز سن کر بھی گھر والے لان کی جانب لپکے تھے۔ اقرا بھابی اور ہما بھابی تو خوشی کے مارے چلا اٹھیں۔ بچے آکر ان سے لپٹ گئے۔ ایک سکون سا مریم کے رگ وجاں میں سرایت کرنے لگا لیکن وہیں نہ جانے کیوں وہ ان سب سے نظریں بھی چرا رہی تھی۔
"میں نے آج جلیبیاں بنائیں تھیں اور کتنی بار تمہیں یاد کیا کہ جہانگیر اوتلی جلیبی نکال کر کھاجایا کرتا تھا۔" اقرا بھابی ماں کی طرح ان دونوں کے واری جارہی تھیں۔
"سچ میں یار۔ تم دونوں نے تو ہمارا گھر ویران کردیا۔ بچے تک اپنے کمروں میں مقید رہتے ہیں۔" ظہیر نے دوسری بار جہانگیر کو گلے لگایا۔
"چلو شکر ہے یار تم آگئے۔ میں نے تمہاری آمدنی میں سے کچھ رقم بچا کر رکھی تھی۔ کئی بار سوچا کہ تمہیں دے آؤں مگر مصروفیت ہی رہی اب چیک لیتے جانا۔ نئے گھر کی خریداری میں کام آجائیں گے۔ پچیس تیس لاکھ تو ہیں۔" غالباً امیر بھائی کی بات پر نہ جانے کیوں جہانگیر نے مریم کی طرف دیکھا۔ اس کی نظریں مزید جھک گئیں۔
پھر جو اقرا بھابی اور ہما بھابی کے ہاتھ کی مٹھائی اور آئس کریم چلی تو جیسے سارے گھر کی فضا میں محبت بھرے گیت سنائی دینے لگے۔ وہ سب بے حد خوش تھے۔ گھر مکمل لگ رہا تھا۔
اس کی شادی کی پہلی چاندرات جو کچھ دیر پہلے سونی سونی سی تھی ایک دم سے ہی محبت اور خلوص کے رنگوں میں ڈھل کر بہت اپنی اپنی سی لگنے لگی تھی۔ اقرا بھابی برتن رکھنے کچن میں گئیں تو مریم بھی ان کے پیچھے آگئی۔
"بھابی......" وہ جو برتن دھونے میں مصروف تھیں اس کی آواز پر چونک کر پلٹیں۔
"ارے مریم آؤ بیٹھو۔" وہ ہاتھ تولیہ سے پونچھتے ہوئے بولیں۔ چہرے پر وہی دوستانہ مسکراہٹ رقم تھی۔
"بھابی ایک بات کرنی تھی آپ سے۔" وہ ہچکچائی۔
"ہاں ہاں بولو۔" وہ اس کے قریب آگئیں۔ مریم کی پلکیں بھیگنے لگیں۔
"ارے کیا ہوا مریم؟" اقرا بھابی تو گھبرا گئیں۔
"بھابی......" مریم نے شرمندہ سی نظریں اٹھائیں۔
"کہو مریم میرا دل گھبرا رہا ہے۔ خیر تو ہے نہ۔" وہ واقعی پریشان ہوگئیں۔
"کیا ہم اپنے اس گھر میں دوبارہ آسکتے ہیں مجھے نہیں چاہیے نیا گھر۔ مجھے یہیں اپنوں کے ساتھ اپنے گھر میں رہنا ہے۔" وہ روتے ہوئے بولی۔
"مریم......!" اقرا بھابی کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ انہوں نے فوراً اسے گلے سے لگالیا۔
"اس گھر کے دروازے بند ہی کب ہوئے تھے تم پر پگلی...... یقین کرو تم لوگوں کے جانے کے بعد آج ہی ہم کھل کے مسکرا سکے ہیں۔ یوں لگتا تھا جیسے تم لوگوں کو ہمیشہ کے لیے کھودیا ہم نے۔ میں ابھی سب کو یہ خوش خبری سناتی ہوں۔" وہ خوشی سے اس کی پیشانی چومتی باہر کو لپکیں۔ مریم نم آنکھیں لیے مسکراتے ہوئے کھڑکی سے باہر نظر آتی آتش بازی کو دیکھنے لگی۔ اسے خوشی تھی کہ اس نے اپنوں تک آنے میں دیر نہیں کی تھی۔ اس دفعہ کی عید اسے واقعی اپنی اپنی سی لگی تھی۔ محبتوں اور امیدوں سے بھری اپنی سی عید۔

تجھے کنگنا پیارا

ندا حسنین

عید سعید عید سعید عید سعید

تارے اترے جب پھیلایا دامن کو
عید کے چاند میں دیکھا میں نے ساجن کو
چاند رات کی مہندی مجھ سے کہتی ہے
تم بھی اِک پیغام لکھو نا ساجن کو

کمرے کی کھڑکیوں پر ہلکے سنہرے رنگ کے دبیز پردے تھے جنہیں دیکھ کر سورج کی کرنیں بھی منہ پھیر کر اپنا راستہ بدل جانے پر مجبور تھیں' آگ برساتے غضب ناک سورج کی شدت بھی اس کمرے میں ایئر کنڈیشن کی خنکی کے آگے ہتھیار ڈالتی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ نرم وگداز بستر پر محوِ خواب دونوں ہاتھوں کا تکیہ بنائے اپنے رخسار تلے دبائے' وادی نیند کی پُرسکون گہرائیوں میں گم تھی اس کے بستر کے دائیں جانب کارنر ٹیبل پر الارم کلاک رکھی ہوئی تھی جس کے نو کے ہندسے پہ چھوٹا کانٹا جم کر کھڑا تھا تو بڑا کانٹا بارہ پر براجمان تھا اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ارسل غسل لے کر تروتازہ سا تولیے سے اپنے بالوں کو خشک کرتا برآمد ہوا ایک نظر اس نے سوئی ہوئی سویرا پر ڈالی اور مطمئن سے انداز میں مسکراتا ہوا آئینے میں اپنے وجیہہ عکس کو دیکھتا ہوا ہلکے نم بالوں میں برش پھیرنے لگا کچھ ہی دیر میں وہ ہلکی نیلی شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس آفس جانے کے لیے تیار تھا اپنا والٹ سنگھار میز کے دراز سے نکال کر کارنر ٹیبل سے موبائل اٹھاتے ہوئے وہ سوئی ہوئی سویرا کی جانب بڑھا نرمی سے اس کے شاداب چہرے پر بکھرے بال ہٹائے اور ابھی جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ ایک جھٹکے سے رک گیا پلٹ کر دیکھا تو سویرا نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا وہ مسکرا دیا۔

"ایسا کیسے ممکن ہے کہ آپ آفس جائیں اور میں آپ کو الوداع بھی نہ کہوں۔" اس نے مسکراتی ہوئے کہا۔

"تم رات بھر کی جاگی ہوئی تھیں سحری کے بعد کچھ ہی دیر تو گزری ہے تمہیں سوئے ہوئے اسی لیے تمہیں جگانا مناسب نہیں سمجھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ کر نہ اٹھائے جانے کی توجیہہ پیش کی۔

"جتنا بھی تھکی ہوئی ہوں آفس جاتے ہوئے مجھے ضرور جگایا کیجیے۔" اس نے ٹوکا۔

"اوکے' آئندہ یہ بھول سرزد نہیں ہوگی مجھ سے' اب اجازت بیگم صاحبہ۔" وہ اسے آئندہ کے لیے یقین دلاتا ہوا بولا۔

"جی اجازت...... مگر یاد ہے ناں آج شاپنگ پر جانا ہے ہمیں۔" وہ اجازت دیتے ہوئے اسے یاددہانی کرا گئی۔

"بالکل یاد ہے یار۔" وہ اس سے اپنا ہاتھ نرمی سے چھڑاتے ہوئے بولا۔

"اپنا خیال رکھیے گا۔" اس نے مسکرا کر الوداع کہتے اس کا ہاتھ دھیرے سے چھوڑا' وہ آفس چلا گیا۔ تب وہ ایک بار پھر آنکھیں موند گئی تھی۔

ان کی شادی کو فقط چار ماہ ہی گزرے تھے ان دونوں کی فیملی حیدرآباد میں مقیم تھی۔ ارسل البتہ اپنی ملازمت کے سلسلے میں کراچی میں رہائش پذیر تھا۔ شادی کے بعد وہ سویرا کو بھی کراچی لے آیا تھا۔ جہاں ان کی ایک چھوٹے مگر خوب صورت سے فلیٹ میں سکونت تھی۔ ان دونوں نے بہت کم عرصے میں ہی اپنی محبت سے اپنے تین کمرے کے خوب صورت سے فلیٹ کو اپنی جنت بنا ڈالا تھا گو کہ ان دونوں کی شادی ارینج میرج تھی مگر نکاح کے دو بولوں میں محبت کی وہ تاثیر چھپی تھی جو زبان سے ادا ہوتے ہی ان کے رشتے میں کھل کر محبت سے بھرپور رشتہ بنا چکی تھی ان دونوں کے درمیان صرف محبت ہی نہیں ذہنی ہم آہنگی بھی کمال کی تھی ان دونوں کی جوڑی مثالی تھی۔

کریمی فروٹ چارٹ بناتے ہوئے وہ اپنی شادی شدہ زندگی کے اب تک کے قیمتی و خوب صورت لمحات کو سوچتی مسکرا رہی تھی۔ اس کا شمار ان لڑکیوں میں ہوتا تھا جن کی رائے ارینج میرج کے حوالے سے کچھ خاص نہ تھی جن کی نظر میں پسند کی شادی ہی ایک کامیاب و خوش گوار زندگی کی ضمانت ٹھہرتی ہے اور کیونکہ اس نے اپنے اردگرد کئی ایسے جوڑوں کو دیکھا تھا جو پسند کی شادی کے بعد ایک نہایت خوش گوار اور خوب صورت زندگی گزار رہے تھے جن کی محبت کی مثال زمانہ دیا کرتا تھا تب ہی سے اس کے دل میں یہ خواہش جاگی کہ اس کی شادی بھی اس کی پسند سے ہو پر ضروری تو نہیں کہ آپ کے دل میں جو خواہش ابھرے وہ پوری بھی ہو یوں بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ کی خواہش آپ کی چاہ سے بڑھ کر بھی کچھ آپ کے نصیب میں لکھا ہو۔ اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا اس نے اپنی گریجویشن مکمل کی ہی تھی کہ ارسل بخاری کا رشتہ آ گیا۔ رشتہ ہر لحاظ سے مکمل و بہترین تھا ارسل تعلیم یافتہ اچھے گھرانے کا چشم و چراغ تھا جو کراچی کی ایک کمپنی میں اچھے عہدے پر فائز بھی تھا سویرا کے لیے اس رشتے پر راضی ہونا اتنا آسان نہ ہوتا اگر ارسل ایک انتہائی خوش شکل اور خوب صورت شخصیت کا مالک نہ ہوتا وہ اس کی ظاہری شخصیت سے متاثر ہو کر اس رشتے کے لیے رضامند ہو گئی تھی ان دونوں کی جلد ہی منگنی کر دی گئی، اس نے اپنی سہیلیوں سے سن رکھا تھا کہ منگنی کے بعد کا پیریڈ ایک الگ ہی کشش رکھتا ہے سو وہ ان گنت خوش کن خوابوں و خیالوں میں اڑتی چلی گئی۔

مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد وہ دونوں شاپنگ کے لیے نکل پڑے وہ پہلے اپنے ساس سسر کے لیے عید کے جوڑے خریدنا چاہتی تھی اس کے اس خیال کے اظہار کرنے پر ارسل بے حد خوش بھی ہوا تھا سویرا کا اپنے والدین کے لیے اتنے خلوص سے سوچنا اسے کافی اچھا لگا تھا۔ شاپنگ کے دوران ارسل کو پہلی بار اندازہ ہوا کہ سویرا کا تعلق خواتین کے اس طبقے سے ہے جو شاپنگ کا جنون کی حد تک شوق رکھتی ہیں جن کے شاپنگ کرنے کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔ جو ایک آئٹم کی خریداری کے لیے بھی پوری مارکیٹ چھان مارتی ہیں اور پھر لیتی سب سے پہلی دکان سے ہی ہیں یہ ان کی چیزوں کی چھان بین کا خاص و معروف طریقہ ہے اور جہاں سویرا اس روایتی خریداری کی عادی تھی وہیں ارسل روایتی مردوں کی طرح شاپنگ سے دور بھاگتا تھا اور اس ایک پہلے وزٹ میں ہی وہ سویرا کی شاپنگ سے بے زار ہو چکا تھا جس میں وہ فقط ونڈو شاپنگ کر کے خالی ہاتھ واپس آئے تھے۔

❁......❁......❁

اس کی منگنی کے بعد آنے والا وہ پرکشش دور اس کے دل و نظر سے کشش مٹاتا چلا جا رہا تھا ارسل نے منگنی کے بعد سے اس سے کوئی رابطہ نہ کیا تھا بہت دنوں تک تو وہ اس کے رابطے کا انتظار کرتی رہی مگر رابطہ نہ ہونے پر مایوس ہونے لگی۔ وہ کوئی ہلکے کردار یا سطحی سوچ رکھنے والی لڑکی ہرگز نہ تھی یہ ایک فطری خواہش تھی اس کی کہ جس کے نام سے وہ اپنی ذات منسوب کر چکی ہے وہ شخص اس کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے اسے اپنے نام سے منسوب کرنے کے بعد اس کے جذبات کیا ہیں۔ مگر ارسل کا اس سے رابطہ نہ کرنا اندر ہی اندر مضطرب کیے جا رہا تھا۔

''کیا وہ اس رشتے سے خوش نہیں، کیا یہ رشتہ اس کی مرضی سے نہیں جوڑا گیا، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہو اور زبردستی اس کا رشتہ مجھ سے کر دیا گیا ہو؟'' وہ ان ہی پریشان کن سوچوں میں گھری اندر ہی اندر مضطرب رہنے لگی تھی اور اس کے ان تمام خدشات کو ارسل کی محبت اور خلوص نے شادی کے اوائل دنوں میں ہی کہیں دور بھگا دیا تھا وہ اس کے لیے ایک بے انتہا محبت و خیال رکھنے والا شوہر ثابت ہوا تھا اور اسے اب تک کہ تمام اندیشے اپنی بے وقوفی لگنے لگے تھے اسے اب اپنے ماں باپ کا کیا گیا یہ فیصلہ بہترین لگنے لگا تھا۔

❁......❁......❁

آج پھر وہ ارسل کے ہمراہ شاپنگ کے لیے مارکیٹ آئی تھی چھٹی کا دن تھا سو ظہر کے بعد ہی وہ دونوں مارکیٹ کے لیے نکل گئے ارسل نے اسے اپنے والدین کے ساتھ اس کے اپنے ماں باپ کے لیے بھی خریداری کرنے کا کہا تھا وہ اس کے والدین کے لیے اتنے خلوص سے سوچ سکتی تھی تو وہ بھی تو اس کے والدین کا خیال رکھ سکتا تھا۔ انہیں مارکیٹ میں گھومتے ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا پر ابھی تک اسے کوئی سوٹ پسند نہیں آیا تھا وہ اچھا بھلا پیچ کلر کا نفیس سی کڑھائی والا خوب صورت سا سوٹ تھا جو بڑی تگ و دو کے بعد پسند آیا تھا مگر اچانک ہی اس کے ذہن میں جھماکا ہوا۔

”ارے یاد آیا۔ ارسل ایسا سوٹ تو میری ممانی کے پاس بھی ہے اب اگر انہوں نے دیکھا تو کہیں گی کہ ان کے سوٹ کی کاپی لے آئی اور بھئی یہ تو پھر ڈیزائن بھی تو پرانا ہوا ناں، ناں بھائی صاحب کوئی اور ڈیزائن دکھائیں اور جدید ڈیزائن دکھائیں یہ پرانے بچے کچھ نہیں۔“ وہ بڑے آرام سے اس سوٹ کو مسترد کرتے ہوئے بولی۔ دکان دار کے چہرے پر ہلکی سی ناگواری کی لکیر ابھری مگر وہ پیشہ وارانہ مسکراہٹ کے ساتھ مسکراتا ہوا دوسرے ڈیزائن دکھانے لگا جبکہ ارسل خجالت سے اپنے اردگرد موجود لوگوں پر نظر دوڑانے لگا مگر وہ سب ہی اپنی اپنی خریداریوں میں مصروف تھے مزید کچھ وقت اس برانڈڈ شاپ پر برباد کر کے وہ خالی ہاتھ بڑبڑاتی ہوئی شاپ سے باہر نکلی۔

”ہونہہ، اونچی دکان پھیکا پکوان اتنی ایڈورٹائزنگ کر رکھی ہے ہر جگہ مگر یہاں تو کوئی ایک بھی اچھا سوٹ نہ تھا۔“

”روزے میں تو جھوٹ نہ کہو یار..... اتنے پیارے پیارے ڈیزائنز تو تھے تم پسند ہی نہیں کر رہی تھیں۔“ ارسل سے برداشت نہ ہوا تو سنجیدگی سے بول ہی پڑا۔

”حد کرتے ہیں آپ ارسل وہ جنہیں آپ پیارے پیارے ڈیزائن کہہ رہے ہیں ناں وہ ہماری ماؤں کی عمر کی خواتین کے لیے تھوڑی نہ تھے وہ تو مجھ جیسی لڑکیوں کے لیے تھے۔“ وہ اس کی بات پر ہنستے ہوئے شاہ سفیناز کی جانب بڑھی اور ارسل بے چارگی سے اس کے پیچھے چل پڑا۔

”نہیں ذرا یہ والا ڈیزائن دکھایئے گا۔“ وہ ایک دکان دار سے مخاطب ہوئی دکان دار جھٹ سے سر ہلاتا سوٹ نکال لایا۔ وہ سیاہ اور گلابی رنگوں کے امتزاج کا خوب صورت کام والا اسٹائلش سا سوٹ تھا۔

”کیسا لگ رہا ہے ارسل؟“ وہ پُراشتیاق انداز میں اس سے پوچھنے لگی۔

”سوٹ تو بہت خوب صورت ہے لیکن ہماری ماؤں کے لیے نامناسب ہے سویرا۔“ ارسل نے پُرسوچ انداز میں سوٹ دیکھتے ہوئے اسے مشورہ دیا۔

”اف خدایا..... ارسل آپ بھی ناں یہ تو میں اپنے لیے دیکھ رہی ہوں۔“ وہ ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے یوں بولی گویا اس کی عقل پر ماتم کر رہی ہو۔

”اوہ اچھا اچھا..... تم پر بہت پیارا لگے گا۔ لے لو ناں یہ سوٹ۔“ وہ مسکرا کر اسے دیکھتا ہوا بولا۔

”اتنی آسانی سے اپنے لیے عید کا جوڑا خرید لوں، ابھی کچھ دن اور گزرنے دیں پھر دیکھیے گا کتنی زبردست ورائٹی آئے گی مارکیٹ میں تب لوں گی میں اپنا سوٹ۔“ وہ بڑے مزے سے اپنے ارادوں کا اظہار کر رہی تھی اور ارسل کا اس بات پر مزید منہ لٹک گیا۔

اللہ اللہ کر کے اسے اس شاپ سے کپڑے پسند آ ہی گئے ارسل نے سکھ کا سانس لیا اب انہیں ارسل کی امی کے لیے سوفٹی اور ابو کے لیے شلوار قمیص لینا تھا شلوار قمیص لینے کی ذمہ داری ارسل کی تھی جو کہ اس نے جلد ہی پسند کر کے لے لیے اب مرحلہ تھا ارسل کی امی کے لیے سوفٹی لینے کا تو ایک بار پھر اسے نئے سرے سے پورے مال کے چکر لگانے پڑے۔

”یہ سوفٹی ہینڈ پینٹڈ نہیں۔“ ایک شاپ پر نخوت سے کہتے ہوئے اس نے سوفٹی کو مسترد کیا۔

”سوفٹی تو بہت آرام دہ ہیں مگر ڈیزائن اچھا نہیں۔“ اگلی دکان میں بھی اعتراض۔

”ڈیزائن بھی اچھا ہے، آرام دہ بھی ہے مگر کلر اچھا نہیں۔“ اس نے منہ بناتے ہوئے مسترد کیا تو ارسل نے اسے غصے سے گھورا مگر مال کی چکا چوند روشنی اور رونق میں بھی وہ اپنے شوہر کے تیور نہ دیکھ پائی۔

بالآخر بڑی مشکل سے اسے سوفٹی پسند آ ہی گئیں ارسل نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا مگر سویرا کا گھر جانے کا ارادہ ابھی نظر ہی نہ آتا تھا وہ ابھی کسی جیولری شاپ میں گھس رہی ہوتی تو کبھی کاسمیٹکس شاپ میں تو کبھی ہینڈ بیگز کی شاپ میں۔

”سویرا عصر کا وقت بھی ہو چکا گھر نہیں چلنا کیا تمہیں افطاری بھی تو بنانی ہوگی۔“ اس نے جھنجلا کر اس سے کہا۔

"ارسل آپ بھی ناں حد کرتے ہیں آج سارا دن روزے کی حالت میں شاپنگ کی خواری اور اب میں گھر جا کر اس گرمی میں افطاری کی تیاری کروں وہ بھی اتنے مختصر وقت میں؟" وہ حیرت سے آنکھیں پھیلاتی اس سے سوال کر رہی تھی پھر اس کے چہرے پر پھیلا استفسار دیکھ کر خود ہی بول اٹھی۔

"ہم یہاں فوڈ کارنر میں افطاری کرلیں گے۔" وہ چٹکی بجاتے حل پیش کرگئی ارسل کے پاس فقط اثبات میں سر ہلانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ افطاری سے ٹھیک دس منٹ پہلے وہ فوڈ کارنر پہنچے جو لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا یوں لگتا تھا جیسے پورا شہر ہی آج یہاں افطاری اور شاپنگ کرنے کے لیے امڈ آیا ہو۔

"پتا ہے رمضان کی یہی تو خوب صورتی ہے بازاروں میں رونق، سڑکوں پر رونق، کتنا اچھا لگتا ہے ناں یہ سب۔" وہ اپنے اردگرد ہنستے مسکراتے باتیں کرتے لوگوں کو دیکھتے ہوئے بولی تو اس کے چہرے پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے مسکرا اٹھا۔

"مجھے بہت اچھی لگتی ہیں یہ رونقیں ارسل۔" وہ اب اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"رمضان کی اصل خوب صورتی عبادتوں میں چھپی ہے رونقوں میں نہیں اور دیکھو ان رونقوں کے چکر میں آج کے دن کی ساری نمازیں قضا ہوگئیں۔" ارسل نے اسے اس جانب احساس دلانے کی کوشش کی۔

"یہ تو ہے..... مگر دیکھیں شاپنگ بھی تو ضروری تھی آج ہم نے شاپنگ کرلی تو آنے والے دنوں میں ہم یہ تحفے پہنچا سکتے ہیں تاکہ عید سے قبل ہمارے والدین تیاری کرلیں۔" اس کا عذر کافی حد تک مدلل تھا مگر اتنی سی شاپنگ کے لیے جہاں پورا دن لگایا یہ کام مختصر وقت میں بھی اچھا اور جامع طور پر کیا جاسکتا تھا۔ ارسل یہ بات اسے سمجھانا چاہتا تھا مگر فضا میں بلند ہوتی اذان کی صدا نے اسے کچھ کہنے سے روک دیا وہ دونوں رب العظیم کی عظمتوں اور کرم نوازیوں پر شکر ادا کرتے دعا مانگتے ہوئے روزہ کھولنے لگے۔

"ارسل ابھی تو ہمیں مارکیٹ کے کافی چکر لگانے پڑیں گے ماما بابا کی تو شکر ہے شاپنگ ہوگئی مگر ابھی اور بھی بہت کچھ رہتا ہے۔" اس نے دوران افطاری پھر سے گفتگو کا آغاز کیا۔

"بس میری اور تمہاری شاپنگ رہ گئی ہے یہ تو ایک دن میں ہوجائے گی۔" اس کی بات پر وہ بے فکر انداز میں بولا۔

"ایک دن کی بات کیسے، میں نے پورے تین سوٹ لینے ہیں عید کے لیے اور ان تین سوٹ کے ساتھ کم از کم دو سینڈلیں تو بنتی ہیں ناں، بیگ، جیولری وغیرہ الگ اور چوڑیاں تو میں چاند رات کو ہی جاکر پہنوں گی اور پھر آپ کی بھی شاپنگ یہ سب کچھ ایک دن میں کیسے ہوگا۔" وہ روانی سے کہتے ہوئے چٹ پٹی چاٹ کھا رہی تھی اور مرچیں ارسل کو لگ رہی تھیں۔

"اور ہاں ارسل میں کہہ رہی تھی ہماری شادی کے بعد پہلی عید ہے ہمیں سعدیہ آپی اور ظہیر بھائی کے لیے بھی کچھ تحفے لینے چاہیے انہیں بے حد خوشی ہوگی اور دیکھیں دونوں کے لیے جو بھی لیں گے ایک جیسا لیں گے کہیں کوئی یہ نہ کہے کہ سویرا نے آتے ہی جٹھانی اور نند میں تفریق شروع کردی۔" وہ اپنے زریں خیالات کا اظہار کرتی جارہی تھی اور وہ سنتا سر دھن رہا تھا۔

"اور ارسل جب آپ اتنا سب کچھ اپنے گھر والوں کے لیے لے رہے ہیں تو ایک خوب صورت سا اسٹائلش سا سوٹ میری چھوٹی بہن اسما کے لیے بھی لے لیں۔" وہ چہرے پر معصومیت سجائے بڑے پیار سے مزید پھیلتی چلی گئی۔

"جی..... جی بالکل۔" وہ پانی کا گھونٹ خشک ہوتے حلق سے اتارتا ہوا بولا۔

"تھینک یو ارسل آپ بہت اچھے ہیں۔" وہ مسرت سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

"اور آپ بے حد نا سمجھ ہیں بیگم صاحبہ بڑی منصوبہ بندی بنا رکھی ہے میری محنت مشقت کی کمائی کو چٹکیوں میں اڑانے کی۔ آپ کے اس شاپنگ کے جنون کو ختم کرنے کا کوئی نہ کوئی حل تو نکالنا ہوگا۔" وہ دل ہی دل میں ارادے باندھتا منصوبہ بندی کرنے لگا۔

اگلے ہفتے وہ دونوں حیدرآباد گئے تھے ایک دن وہاں قیام کیا تحفے تحائف دیے اور واپس آگئے کچھ دن بعد ارسل کو آفس کے کام کے سلسلے میں اسلام آباد جانا پڑا۔ اسلام آباد میں کم از کم چار دن تو لگ ہی جانے تھے اس نے سویرا کو اس کے میکے بھیجنے کا فیصلہ کیا اور اسلام آباد چلا گیا۔ پندرہ سے زائد روزے گزر چکے تھے سویرا شدت سے ارسل کی منتظر تھی اس کی عید کی شاپنگ کا آغاز اب تک نہ ہوسکا تھا۔

"سویرا بیٹا ارسل کو جانے کتنے دن لگ جائیں تم یوں کیوں نہیں کرتی کہ جہیز یا بری کے سوٹ میں سے ایک دو جوڑے سلوالو، جہیز میں تو سارے جوڑے تم نے اپنی پسند کے بنائے

تھے۔" اس دن وہ رفیعہ بیگم کے ساتھ کچن میں افطاری بنا رہی تھی تبھی وہ کہنے لگیں۔

"امی پہلی عید ہے، میں اس پر نئے جوڑے بھی نہ بناؤں کیا، بری اور جہیز کے سوٹ تو سالہا سال بھی بنا سکتی ہوں ناں۔" وہ تربوز کا شربت فریج میں رکھتے ہوئے بے پروائی سے بولی۔

"ٹھیک ہے جیسا تم مناسب سمجھو مگر بیٹا شادی کے جوڑے نئے ڈیزائین کے ہیں بعد میں فیشن پرانا ہو جاتا ہے تو سلوانے کا جی بھی نہیں چاہتا اس لیے مشورہ دیا تمہیں کہ ان میں سے سلوالو۔" رفیعہ بیگم نے سرسری انداز میں اسے پھر سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"امی وہ سارے بہت ہیوی کام والے سوٹ ہیں اور عید پر میں ذرا منفرد اسٹائلش سا سوٹ لینا چاہتی ہوں آپ فکر نہ کریں ارسل کے آتے ہی ہم شاپنگ کرلیں گے۔" وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ اس کی ماں اس کے اب تک شاپنگ نہ کیے جانے پر پریشان ہے۔

"میں جانتی ہوں بیٹا تم لوگ شاپنگ کرلو گے مگر سویرا اب ذرا سمجھداری سے بھی کام لیا کرو، میں جانتی ہوں تمہاری عادت کو شاپنگ کے لیے کتنی کریزی ہو پیسوں کی نہ قدر کرتی ہو نہ خیال رکھتی ہو۔ اب شادی شدہ ہو ارسل کے مزاج اور اس کے جیب کا بھی خیال رکھا کرو۔" اب کی بار رفیعہ بیگم نے صاف لفظوں میں سمجھایا اب کی بار وہ خاموش رہی، دو دن بعد ہی ارسل اسلام آباد سے واپس آ گیا اور وہ اس کے ہمراہ کراچی واپس آ گئی۔

وہ اسلام آباد سے آیا تھا تو خالی ہاتھ اس کے لیے کچھ بھی نہ لے کر آیا تھا۔ کتنے دن تک تو وہ اس سے ناراض رہی، بول چال بندر کھنے کا یہ عالم رہا کہ سحر میں جگانے کے علاوہ ہر بات لکھ کر کی جاتی وہ اس کے خفگی جتانے کے اس انداز پر کبھی کبھار بے ساختہ مسکرا جاتا اور کبھی جان بوجھ کر نظر انداز کر جاتا یہاں تک کہ اب اسے ان کاغذوں کی چٹ پر شاعری کا انداز اختیار کر کے ستایا جانے لگا۔ اس دن سحری میں جب اس نے دودھ کا گلاس اٹھایا تو چٹ کو اس کے نیچے دبا ہوا پایا جس میں بڑی نفاست سے لکھا گیا تھا۔

وہ کہیں بھی گیا لوٹا تو خالی ہاتھ آیا
بس یہی بات ہے بری، میرے ہرجائی کی

اس نے بے ساختہ در آنے والی مسکراہٹ کو بامشکل لب بھینچ کر دبایا اور دودھ کا گلاس منہ سے لگا گیا۔ اس دوران وہ ترچھی نگاہوں سے اپنے سامنے بیٹھی سویرا کو بھی وقفے وقفے سے دیکھتا رہا جو سنجیدگی چہرے پر سجائے خاموشی سے سحری کر رہی تھی اس سے بالکل بے نیاز اس بار وہ اپنی مسکراہٹ چھپائے بغیر نہ رہ سکا۔ بالآخر اپنی ناراضگی ایک طرف رکھ کر اس نے ارسل سے پوچھ ہی لیا۔

"ارسل شاپنگ پر کب جانا ہے؟ اب تو عید بھی بے حد نزدیک ہے بائیس روزے گزر چکے۔" جواب میں وہ ہوں ہاں کر کے ٹال گیا اس دوران اس کا حیدرآباد کا چکر لگا تو وہ بری اور جہیز کے چند سوٹ اپنے ٹیلر کو بھی سلنے دے آئی کیونکہ ارسل کے رویے کو دیکھ کر اسے امید نہ تھی کہ وہ اسے اب مارکیٹ لے جائے گا اور اب ارسل سے ناراض ہو کر اس کے اس جرم کی پاداش میں اس کے خلاف ایک سخت قسم کی سرد جنگ چھڑ چکی تھی۔

❁......❁......❁

آج چاند رات تھی صبح سے ہی اس کا موڈ بے حد خراب تھا اور اس خراب موڈ کا عتاب ظاہر ہے ارسل کو ہی بننا تھا آج اس کی چھٹی تھی اور وہ دیر تک آرام کرنا چاہتا تھا مگر وہ ہر تھوڑی دیر بعد کمرے میں کچھ نہ کچھ ایسا شور ضرور پیدا کر دیتی کہ اس کی نیند میں خلل آئے ابھی بھی وہ جان کر اس کے سرہانے رکھے الارم کلاک پر الارم لگا آئی تھی جس کے شور سے پورا گھر گونجنے لگا تھا دفعتاً دروازے پر بجتی ڈور بیل نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ وہ دروازہ کھولنے لگی کوریئر والا تھا جو اس کے سامنے مختلف باکس اٹھائے کھڑا تھا۔

"مسز ارسل نواز کا گھر یہی ہے۔" اس نے استفہامیہ انداز میں پوچھا وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔ اس لڑکے نے سارے باکس اس کے حوالے کیے اور دستخط لے کر شکریہ ادا کرتا چلا بنا وہ باکس اٹھائے اندر آ گئی۔

پہلا باکس کھولا اس کے فیورٹ ڈیزائنر کا سرخ اور گرے رنگوں کے امتزاج کا نہایت دلکش اور اسٹائلش سا سوٹ نکلا اس کے ساتھ ہی ایک اور ڈریس تھا جو نسبتاً پہلے والے سے کام میں تھوڑا ہلکا مگر بے انتہا خوب صورت ہلکے فیروزی رنگ کا سوٹ تھا اگلے ڈبوں میں اس کے لیے ہائی ہیل پمپی اور ہینڈ بیگ تھے اور وہ سب ہی بے حد منفرد تھے۔

"کیسی لگی تمہیں عید کی شاپنگ۔" وہ کب اس کے عقب میں آن کھڑا ہوا اسے خبر ہی نہ ہوئی، بے اختیار پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہ.......یہ سب کچھ آپ نے میرے لیے آرڈر کیا ہے؟" ایک بے یقینی سی تھی اس کی آنکھوں میں۔

"نہیں گھر میں جو کام والی آتی ہے اس کے لیے آرڈر کیا تھا۔" وہ اس کے اس بے وقوفانہ سوال پر تپ کر بولا۔ وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"اچھا چلو بتاؤ کیسی لگی میری سرپرائز شاپنگ۔" وہ خوش ہوکر پوچھ رہا تھا۔

"بہت اچھی، بہت خوب صورت۔" وہ محبت سے سرشار لہجے میں ان تحائف کے اوپر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی وہ دل سے مسکرا اٹھا۔

"مگر ایک بات بتائیں جب آپ نے شاپنگ کرانی ہی تھی تو مارکیٹ سے کیوں نہیں کرائی آن لائن شاپنگ کیوں کی؟"

"اس کی کچھ خاص وجوہات تھیں پہلی وجہ تو یہ تھی کہ بیگم صاحبہ آپ مارکیٹ جاتی ہیں تو پھر گھر واپس آنا بھول جاتی ہیں اور جتنی آپ شاپنگ کے لیے کریزی ہیں میں اتنا ہی شاپنگ سے دور بھاگتا ہوں دوسری وجہ یہ ہے کہ اتنی شدید گرمی میں سارا سارا دن مارکیٹ میں گھومنا پھرنا نڈھال کردیتا ہے، جو خریداری ہم مختصر وقت میں کرسکتے ہیں وہ آپ کے شوق کے باعث پورا دن نکال دیتی گھر پہنچ کر بندہ اس قدر نڈھال ہوجاتا ہے کہ نہ روزہ اچھے ڈھنگ سے رکھ پاتا ہے نہ ہی عبادت میں خشوع و خضوع برقرار رکھ پاتا ہے تیسری اور آخری وجہ یہ ہے کہ جو شاپنگ بجٹ آپ نے بنایا تھا وہ میرے اگلے دو ماہ کے بجٹ کو متاثر کررہا تھا لہٰذا اسی لیے میں نے آپ کی شاپنگ مارکیٹ سے دور رہ کر کرلی۔" وہ اسے آرام سے اپنی منطق سناتا کارنامے کی تفصیل سنا رہا تھا اور اب اپنی بات ختم کرکے استفہامیہ نگاہوں سے اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے اس کی رائے جاننا چاہ رہا ہو۔

"آپ اتنا کچھ کررہے تھے میرے لیے اور میں خوامخواہ بدگمان ہوتی رہی کہ آپ کو میرا ذرا بھی خیال نہیں اور میں تو بس آپ کی فیملی کے لیے سوچ رہی تھی کہ ہم انہیں تحائف دیں گے تو وہ خوش ہوں گے۔" وہ پشیماں سی کہہ رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں تم میرے گھر والوں کے لیے سوچ رہی تھیں ان سب کو خوش کرنا چاہتی تھیں مگر ان سب سے پہلے ذرا میرے بارے میں بھی سوچ لو میری جیب کی فکر بھی کرلو تو مجھے بھی تھوڑی خوشی مل جائے گی تمہاری بدولت۔" وہ ہنستا ہوا اسے چھیڑ رہا تھا اور وہ اس کی بات کو سمجھتے ہوئے مسکرادی۔

"تو اب کیا آپ ہمیشہ یوں ہی میری شاپنگ کریں گے مجھے بازار نہیں لے جائیں گے۔" اس کے دل میں یہ ڈر اٹھا۔

"نہیں ایسا بالکل نہیں یہ صرف رمضان کے لیے تھا مگر میں امید کرتا ہوں تم میری بات کو سمجھو گی اور آئندہ جب بھی شاپنگ کروگی میرا خیال ضرور کروگی۔" وہ پُریقین انداز میں اس سے مخاطب تھا۔ وہ خوش دلی سے اقرار کرگئی۔

"مگر آپ کی شاپنگ تو رہ ہی گئی۔" اچانک اسے خیال آیا۔

"وہ کون سا بڑا مسئلہ ہے آج شام میں چل کر کرلیں گے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں گویا ہوا۔

❁......❁......❁

مغرب کے بعد چاند نظر آنے کے اعلان نے ہر سو رونق بکھیر دی، وہ سویاں بنا کر جلدی جلدی مارکیٹ جانے کے لیے تیار ہونے لگی ہلکے میک اپ اور ادھ کھلے بالوں کے ساتھ وہ بے حد پیاری لگ رہی تھی۔

"چاند رات مبارک۔" وہ اس کے عقب پر آ کھڑا ہوا آئینے میں نظر آتے اس کے عکس کو اپنی نظروں میں سموتے ہوئے بولا۔

"آپ کو بھی۔" اس نے پلٹ کر مسکراتے ہوئے جوابی مبارک باد دی۔

"چلیں شاپنگ پر آج چوڑیاں بھی تو پہننی ہیں ناں تمہیں۔" وہ اسے اس دن کی بات یاد دلا رہا تھا وہ جھینپ کر ہنس دی۔

شہر کراچی جگمگا رہا تھا اور اس کی جگمگاہٹیں آنکھوں کو خیرہ کیے دے رہی تھیں راستے بھر چاند رات کی رونقیں اس کے لبوں پر مسکان بکھیرتی رہیں اتنے دنوں بعد اسے خوش دیکھ کر ارسل کو بھی اچھا لگ رہا تھا وہ پہلے ڈولمن مال گئے وہاں سے ارسل نے اپنے لیے شاپنگ کی پھر سویرا کو مہندی لگوائی اور ایک بار پھر وہ دونوں گامزن سفر تھے وہ ساحل سمندر کے راستے پر گاڑی کو مڑتے دیکھ کر چونکی۔

"ہم کہاں جارہے ہیں؟"

''ذرا سا صبر کرو..... پھر خود دیکھ لینا۔'' وہ بتانے سے گریز کررہا تھا۔ ان کی گاڑی سمندر کنارے رکی تو سویرا کو خوش گوار حیرت ہوئی۔

''آپ چاندرات کو مجھے یہاں لے کر آئے ہیں؟'' اس نے گاڑی سے اترتے ہوئے پوچھا۔

''ہونہہ..... مجھے اپنی شریکِ حیات کے ساتھ ساحل سمندر کے کنارے یوں ہاتھ تھام کر گیلی ریت پر چہل قدمی کرنا کافی فیسینیٹ کرتا ہے۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے دھیمی مسکان سجائے اور آنکھوں میں چاہت کے رنگ سموئے اسے دیکھ رہا تھا وہ مسکرادی یہ انوکھی چاندرات اسے بھی اچھی لگ رہی تھی۔

''تم نے تو مجھے بڑے طعنے مارے تھے اسلام آباد سے خالی ہاتھ آنے پر۔'' اسے یاد آیا تو سویرا نے اس سے باز پرس شروع کردی تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

''تو اور کیا اتنا دل جلایا ہے ناں میرا کہ کوئی حد نہیں قسم سے میرے دل میں ایسے جلے بھنے شعر جنم لیتے تھے ناں کہ کوئی حد نہیں۔'' وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے گیلی ریت پر چلتے چلے جارہے تھے۔ سمندری ہوائیں سویرا کے چہرے پر زلفیں بار بار بکھیر رہی تھیں آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور ان بادلوں کے کہیں پیچھے باریک سا چاند نیچے زمین پر اپنے نام سے ہونے والی رونقیں دیکھ کر بدلی کی اوٹ میں چھپا مسکرا رہا تھا۔

''اچھا ذرا مجھے بھی سناؤ وہ جلے بھنے شعر۔'' وہ ہنسا اس کی بات پر۔

''نادانیوں میں آپ کا کوئی ثانی نہیں
اناڑی پیا بھی اتنا اناڑی نہیں۔'' وہ شرارت سے شعر گنگنا رہی تھی۔

''یہ اناڑی پیا کون ہے۔'' ارسل کا ذہن اناڑی پیا پر جا اٹکا اور اسے یوں مشکوک دیکھ کر وہ بے اختیار ہنس دی۔

''ہے میری ایک دوست، وہ اپنے شوہر کو اناڑی پیا کہتی ہے جبکہ وہ اتنا بھی اناڑی نہیں کم از کم اسے خوش رکھنے کی کوشش تو کرتا ہے ناں جبکہ آپ تو.....!'' وہ فقرہ ادھورا چھوڑ کر معنی خیز انداز میں خاموش ہوگئی۔

''کیوں ناکہ جبکہ میں تو اسلام آباد سے بھی خالی ہاتھ چلا آیا تھا۔'' وہ شرارت سے کہتا اپنا دایاں ہاتھ پاکٹ میں ڈال کر کچھ نکالنے لگا۔

''بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی۔'' وہ اس کا دل جلانا نہ بھولی۔

''خالی ہاتھ نہیں آیا تھا تمہارے لیے یہ کندن کی چوڑیاں لے کر آیا تھا پر تمہارے ارادے کے مطابق آج یعنی چاندرات کو جو پہنانا تھا۔'' وہ اس کی کلائیوں میں بے انتہا خوب صورت کندن کی موٹی موٹی چوڑیاں پہناتے ہوئے بول رہا تھا وہ بالکل بھی توقع نہیں کررہی تھی کہ ارسل نے اس کے لیے مزید بھی کوئی سرپرائز رکھا ہوگا۔

''ارسل تھینک یو سوچ آپ بہت اچھے ہیں۔'' وہ شدت جذبات سے بے ساختہ کہہ اٹھی۔

''تم بھی بہت اچھی اور بہت ہی پیاری ہو۔'' وہ اس کی ناک کھینچتا ہوا اقرار کرگیا۔ یہ کوئی صحیح سوچ نہیں کہ شادی محبت کی، کی جائے تو ہی کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نکاح کے دو بولوں میں ہی بڑی طاقت ہے اور یہ دو بول ہی دل کی جڑوں میں محبت کے بیج بوتے ہیں اور ان جڑوں کو مضبوط کرنے کے لیے نہ تو کسی جوگ لینے کی ضرورت ہے نہ ہی دودھ کی نہریں کھودنے کی صرف ایک دوسرے کے احساسات و جذبات کا خیال اپنے ساتھ ہونے کا احساس ایک دوسرے کے غمگسار ہمدرد ساتھی بننے سے ہی محبت کی جڑیں مضبوطی پکڑتی چلی جاتی ہیں بلاشبہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کے دلوں میں ہمارا قد اونچا کرتی ہیں وہ آج ان تمام باتوں کی گہرائی کو بہت اچھی طرح جان چکی تھی قدرت نے اس کے لیے بہترین ساتھی کا چناؤ کیا تھا جو اس کی خامیوں پر بھی پردہ ڈال سکتا تھا اور اس کی محبتوں کی قدر بھی کرتا تھا۔

وہ دونوں چلتے چلتے آگے بڑھ چکے تھے سمندر کی تیز اونچی لہر نے ان دونوں کو بھگو ڈالا تھا اس کی کھنکتی ہنسی اور چوڑیوں کی کھن کھن فضا میں گونج رہی تھی۔ ارسل کی سرگوشیاں سائیں سائیں کرتی لہروں کے سنگ گیت گا رہی تھیں چاندرات کی خوب صورت رات سرکتی ہوئی ان کے ہمراہ آگے بڑھتی چلی جارہی تھی۔

طلعت نظامی

خون کی کمی یا انیمیا (Anaemia) خواتین کا ایک عام مرض ہے جس میں کم وبیش ہر عمر کی خواتین مبتلا رہتی ہیں اس مرض میں تو خون کی مقدار کم ہوجاتی ہے یا (Red Boold Cell) کی تعداد کم ہوجاتی ہے جسے ہیموگلوبن کہتے ہیں جب ایسی کیفیت وقوع پذیر ہوجائے تو مریض کا رنگ پیلا یا زردی مائل سبز ہوجاتا ہے اسے انگریزی میں گرین سکنیس (سبز بھس) یا انیمیا کہتے ہیں۔

خون میں ہیموگلوبن کی کمی R.B.Ces کی نارمل تعداد میں کمی اور جسم میں تبدیلی انیمیا کہلاتی ہے۔ مختلف محققین نے مختلف تعریف کی ہے پہلی Classic Fication جن کا انحصار RBC کی مارفالوجی پر ہے مندرجہ ذیل ہے۔

Microcytic Aaemia یا Megaloblastic

اس قسم کے انیمیا میں وٹامن بی یا فولک ایسڈ کی کمی ہوجاتی ہے۔

Hypochronic Microcytic Anaemia

اس قسم کے انیمیا میں بھی جسم کی کسی بھی خرابی کی بنا پر فولاد کی کمی واقع ہوجاتی ہے۔

Simple Microcytic Anaemia

اس قسم کے انیمیا میں کسی بھی وجہ سے جسم میں خون پیدا نہیں ہوتا۔

Pathogensis Anaemia

اس قسم کے انیمیا میں کسی بھی خرابی کی وجہ سے خوراک صحیح طور پر جز وبدن نہیں بن پاتے۔ ریڈ بلڈ سیلز ہماری ہڈیوں کے سرخ گودے (Red bone marrow) میں بنتے ہیں۔ بون میرو کو پوری خوراک میسر نہ ہونے کی وجہ سے وہ ناپختہ (Immature) رہ جانے کی وجہ سے خون میں شامل نہیں ہوتے اس طرح خون میں R.b.c کی کمی واقع ہوجانے سے انیمیا کی حالت پیدا ہوجاتی ہے۔

Normocytic Anaemia

اس قسم کا انیمیا عام طور پر اچانک جسم سے بہت زیادہ مقدار میں خون کے ضائع ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔

خون میں R.b.c کے خلاف (Anti bodies) کا بن جانا۔

فولاد کی کمی کا انیمیا

Microcytie Anaemia of (Hypochronic)

اس قسم کے انیمیا میں فولاد کی کمی واقع ہوجاتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں R.b.c کی رنگت ہلکی پڑ جاتی ہے اور ان کا حجم کم ہوجاتا ہے اس قسم کے انیمیا میں دراصل ہیموگلوبن کی کمی واقع ہوجاتی ہے۔ جس میں R.b.c کی کمی تو ہوتی ہے لیکن ہیموگلوبن کے حساب سے تناسب میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ فولاد ہیموگلوبن کا اہم جزو ہے جو کہ غذا سے حاصل کرتے ہیں۔ خوراک میں فولاد کی کمی سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے۔

علامات مرض

جلد' ہونٹ اور رطوبتی جھلیوں کا رنگ زردی مائل سفید ہوجاتا ہے۔ رنگت پھیکی پڑجاتی ہے آنکھوں کے گرد حلقے' زبان ہموار اس پر (Papilla) کے ابھار نہیں ہوتے۔ مسوڑھوں کی رنگت بھی پھیکی پڑجاتی ہے۔ زبان کی سوزش ہوجاتی ہے' جسم کا درجہ حرارت نارمل سے کم ہوجاتا ہے۔ ہاتھ پاؤں سرد رہتے ہیں یا سُن ہوجاتے ہیں' ناخن سفید اور خشک ہوجاتے ہیں۔ ٹیڑھے ہوجاتے ہیں' بچے کمزور پیدا ہوتے ہیں۔ ہاضمہ خراب ہوجاتا ہے' بھوک کم لگتی ہے جوڑوں اور ہڈیوں میں درد' نبض باریک' کمزور ہوتی ہے۔ تھوڑی سی محنت سے تھکان ہوجاتی ہے' سانس پھول جاتا ہے' دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے۔

خواتین میں Mences (حیض) بند ہوجاتے ہیں یا آتے بھی ہیں تو پتلا اور پھیکا خون آتا ہے۔

کمی خون سے مریض پست ہمت ہوجاتا ہے اور اونچی آواز بھی برداشت نہیں کرسکتا۔

وٹامن بی 12 یا فولک ایسڈ کی کمی کا انیمیا

(Pernicions Anaemia).

Anaemia کی یہ قسم ایک سائنسدان

(Addison) نے دریافت کی اسی وجہ سے اس انیمیا کو (Addisons Anaemia) بھی کہتے ہیں۔

انیمیا کی اس قسم میں وٹامن بی 12 یا فولک ایسڈ کی کمی واقع ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں خون کے سرخ جسیموں (R.b.c) کی شکل خراب ہو جاتی ہے اور وہ حجم میں نارمل سے بڑے ہو جاتے ہیں اور ناپختہ رہ جانے کی وجہ سے خون میں شامل نہیں ہو پاتے اس طرح جسم میں خون کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔

وجوہات

(1) متوازن خوراک کا میسر نہ آنا خوراک میں وٹامن بی 12 کی کمی۔

(2) شراب خوری سے جگر متاثر ہوتا ہے۔

(3) (Interinsic Factor) ہمارے معدہ کے اندرونی استر میں موجود غدودوں میں بنتا ہے اگر یہ موجود نہ ہو تو وٹامن بی 12 ہماری چھوٹی آنت سے خون میں جذب نہیں ہو پائے گا اس کی عدم موجودگی میں وٹامن بی 12 جسم میں جذب نہیں ہو سکتا' اس طرح انیمیا کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔

(4) حمل اور رضاعت میں جسمانی ضروریات بڑھ جانے سے۔

(5) خون کے مختلف امراض میں خون کے کینسر میں۔

(6) پیٹ میں کیڑوں کی موجودگی سے' نفسیاتی امراض میں۔

علامات مرض

جلد' چہرہ اور تمام میوکس ممبرین (رطوبتی جھلیاں) اور آنکھیں زرد ہوں گی۔ بھوک کم لگتی ہے' نظام انہضام خراب ہو جاتی ہے' اسہال آتے ہیں وزن کم ہونے لگتا ہے۔ رقت تنفس ہو جاتا ہے' ہاتھ' پاؤں ٹھنڈے اور ان میں سن ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ حافظہ کمزور ہو جاتا ہے' ڈپریشن ہوگا' بانجھ پن' بڑھاپے میں ہاضمہ خراب ہونے کی وجہ سے وٹامن بی 12 جذب نہیں ہوتا۔ سر درد' سر میں بھاری پن' تلی کے حجم میں اضافہ' اٹھتے بیٹھتے آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ چکر آتے ہیں' کام کرنے کو دل نہیں چاہتا' خواتین میں بندش حیض ہو جاتا ہے۔

انیمیا کے اسباب

(1) تازہ ہوا کا میسر نہ آنا اور اندھیری جگہ میں رہنا۔

(2) خونی بواسیر کا ہونا یا خونی دست کا ہونا' خونی پیشاب یا خونی قے کا ہونا' نکسیر کی وجہ سے یا کسی چوٹ کی وجہ سے خون کا بکثرت ضائع ہو جانا۔

(3) پیچش' اسہال یا بخار کے مرض میں عرصہ تک مبتلا رہنا۔

(4) دماغی محنت کرنا لیکن کھلی ہوا میں ورزش نہ کرنا۔

(5) کسی پھوڑے یا زخم سے عرصہ تک خون یا پیپ کا خارج ہوتے رہنا۔

(6) بدہضمی یا دائمی قبض کا رہنا۔

(7) ناقص و ناکافی غذا کھانا۔

(8) سست و کاہل رہنا۔

(9) رنج و غم اور فکر و تردد میں رہنا۔

(10) پیٹ میں کیڑوں کا موجود رہنا۔

(11) ٹی بی یا امراض گردہ میں مبتلا رہنا۔

(12) خواتین کا کثرت حیض' وضع حمل کے بعد زیادہ خون کا خارج ہونا' عرصہ تک بچے کو دودھ پلانا۔

علاج

فیرم میٹلیکم:۔ فولاد انیمیا کی بالمثل دوا ہے' خواہ کمی خون کی وجہ کوئی بھی ہو۔

پلسا ٹیلا:۔ جب مریضہ کا جسم خون کی کمی سے ٹوٹا ہوا ہو اور ٹھنڈ بھی محسوس کرتی ہو' نقص ہاضمہ اور حیض کی بے قاعدگی ہو۔

چائنا یا سنکونا:۔ رطوبات زندگی کے ضائع ہونے سے جب خون کی کمی ہو گئی ہو مثلاً عرصہ تک بچے کو دودھ پلاتے رہنا یا اخراج منی یا بکثرت حیض یا لگاتار اسہال کا آتے رہنا۔

نیٹرم میور:۔ مریضہ کی جلد گندی اور بے قاعدگی حیض کا عارضہ ہو۔

کلکیریا فاس:۔ کمی خون کی بہت اعلیٰ دوا ہے خاص کر نوجوان لڑکیوں میں جن کی جلد موم کی مانند' ہونٹ اور کان سفید' آنکھیں چمکدار' مریضہ کو خون حیض وقت سے پہلے آتا ہو۔

اس کے علاوہ کلکیریا کارب' ایلومینا' نیٹرم میور' سہاگہ جیسی دوائیں علامات کے مطابق دی جا سکتی ہیں۔

بیاضِ دل

میمونہ رومان

ماہم ماہی......

میں نے چاہا تجھے عید پہ کچھ پیش کروں
جس میں احساس کے سب رنگ ہوں روشن روشن
جن میں آنکھوں کے ترشتے ہوئے موتی لاکھوں
جن میں شامل ہو میرے قلب کی دھڑکن دھڑکن

دلکش مریم...... چنیوٹ

کیسی عید ہے دلکش
گلے کوئی اپنا نہیں ملتا

نائمہ غزل......

کاجل، بندیا، ہار، سنگھار
ساجن بن ہے سب بے کار

ثمن آفندی......

تمہارے چاند سے چہرے کی اگر دید ہو جائے
قسم ہے اپنی آنکھوں کی ہماری عید ہو جائے

اریشہ فاروق......

سنو اگر تمہاری دید ہو جائے گی
دیکھو پھر ہماری عید ہو جائے گی
سنو اگر تم نظر نہیں آؤ گے تو
ہجر کی رات طویل ہو جائے گی

فاطمہ نور......

چشم تو وسعت افلاک میں کھوئی ساغر
دل نے اک اور جگہ ڈھونڈ لیا عید کا چاند

سیدہ فاطمہ عروج...... ملتان

دھیمے سے لہجے میں جب تم مجھ سے بات کرتے ہو
اس دن مسکراتی ہوں میں اسی دن عید ہوتی ہے

زرنش خان...... لیہ

گزر گئی یہ عید بھی غم زندگی کی طرح وصی
ہوتا جو کوئی اپنا تو ہم بھی خوشیاں مناتے

فرح بھٹو...... حیدرآباد

چاند دیکھنے کو نظر اٹھاؤں اور تجھے دیکھوں
میں دعا کو ہاتھ اٹھاؤں اور تجھے دیکھوں
کاجل سرخی کنگن پائل سارے ہار سنگھار
عید کے دن پور پور سجاؤں اور تجھے دیکھوں

مونا شاہ قریشی...... کبیر والا

تیرے وصل کے سراب میں
میری خواہشیں سو گئی ہیں
تم جب سے گئے ہو جاناں
میری عیدیں کھو گئی ہیں

عائشہ پرویز صدیقی...... کراچی

سو بار اسے عید مبارک تہہ دل سے
اس دور میں جو عید مبارک کہے دل سے

ایشا سید......

تم کیا گئے کہ بن تیرے عیدیں بنی ہیں سوگ
ہم سے گلے کسی کو لگایا نہ جاسکا

عائشہ انصاری......

چاند رات تھی اور تیری یاد تھی
عید بھی گزر گئی تنہائی ساتھ تھی

کوثر ناز...... حیدرآباد

حسرتیں، خواہشیں تو سبھی لاحاصل رہیں
تم نے دیکھا عید کا چاند تو عید ہوگئی

مسکان شہزاد...... لاہور

جان ہو تم میری پہچان ہو تم
اے دوست میری عید کا چاند ہو تم

قمر شریف......

کیا لطف عید ہے جو اگر تم سے دور ہوں
گزرے گا روز عید تصور میں آپ کے

عائشہ بتول...... خانیوال

ہر سال عید آتی ہے اور گزر جاتی ہے
جس عید پر تم آئے مجھے وہی پسند ہے

رخسانہ سعید...... کراچی

اِدھر سے چاند تم دیکھو، اِدھر سے چاند ہم دیکھیں
نگاہیں یوں ٹکرائیں کہ دو دلوں کی عید ہو جائے
زہرہ شفیق...... پاکپتن

کپڑوں کی دکان سے دور چند سکوں کو گنتے گنتے
ایک غریب کی آنکھوں میں عید کو مرتے دیکھا ہے
کائنات غزل...... کہروڑ پکا

حسرت ہی رہی ہے یہ ہمدم
عید کے دن ہو ساتھ تمہارا
مگر بن گئے تم عید کا چاند
ادھوری رہ گئی میری ہر بات
مہرین خان...... گجرات

نظر عید کے چاند میں بھی آنے لگے ہو
کیوں مجھ کو ایسے تم تڑپانے لگے ہو
نازش خلیل...... حیدرآباد

تین لفظ یہ مکمل کہانی
میں، تم اور عید کا چاند
ارم فردوس...... کراچی

ماں کی ہی وجہ سے تو
سہانی ہر عید ہوتی ہے
ماں رونق گھر کی ہوتی ہے
محبت کا گیت ہوتی ہے
نداحریم...... میرپور خاص، سندھ

سنو یہ عید تم بن بڑی اداس ہے
دل ہی دکھانے آجاؤ پاس میرے
جویریہ عامر...... کراچی

سنو آج ہے سوچا ہم نے کچھ خاص کرتے ہیں
سب سے پہلے آپ کو ہم عید مبارک کہتے ہیں
حیا کاشف...... ڈگری، سندھ

دل کی نگری سنسان ہوئی
نا جیت ہوئی نا مات ہوئی
اب کی عید بھی تنہا گزری
نا دیکھا تم کو نا بات ہوئی

نائلہ مصطفیٰ...... ٹنڈو الہیار

سنو ہمدم تھے تم تو چاند میری عید کا
اب کسے دیکھ کر منائیں عید کا دن
ملیحہ طارق...... سکرنڈ

خوشیوں کے لمحات میں عام جذبات میں
تم ہمیں بھی یاد رکھنا عید کے لمحات میں
شازیہ احمد...... شادی لارج

میری آرزوؤں کی تمہید تم ہو
میرا چاند تم ہو میری عید تم ہو
حیا وقار...... ٹنڈو آدم

دستور ہے دنیا کا مگر یہ تو بتاؤ
ہم کس سے ملیں کس سے کہیں عید مبارک
نائلہ اشفاق...... ڈیرہ اسماعیل خان

رہے گی بے کلی دل میں تو بھاری عید ہوگی
ملو گے تم نہیں تو کیا ہماری عید ہوگی
شمائلہ ناظم...... منڈی بہاؤالدین

اس عید پر جو مل نا سکے ہم تو کیا ہوا
جذبوں میں ہو خلوص تو عیدیں ہزار ہیں
عائشہ صدیق...... ٹنیاری، سندھ

خوش بو، بادل، پھول، کلیاں، شبنم تیرے نام
دوست عید کی خوشیاں ہیں سب تیرے نام
جھلمل کرتا نیلا پانی، جگمگ کرتے چاند تارے
رات کے تارے، کرنیں، چندا، پونم تیرے نام
حنا خان...... کراچی

اے میرے بھولنے والے تیری خوشیوں کی قسم
مجھ کو اب کچھ بھی تیرے غم کے سوا یاد نہیں
چاند دیکھا ہے تو یاد آئی ہے صورت تیری
ہاتھ اٹھے ہیں مگر حرف دعا یاد نہیں

ہم نازیہ عباسی، فہیم انجم اور ریحانہ آفتاب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے عید کے حوالے سے اس مقابلے کے انعقاد میں مدد کی۔

biazdill@aanchal.com.pk

اسپیشل عید سویاں

اجزاء

سویاں	ایک پاؤ
چھوٹی الائچی	سات عدد
پانی	ایک گلاس
چینی	ایک کپ
زردے کا رنگ	کھانے کا ایک چمچہ
پسا ناریل	آدھا کپ
بادام پستہ	حسب ضرورت
کھویا	آدھا کپ
چھوٹی چم چم اور چھوٹے گلاب جامن	حسب ضرورت
فریش کریم	آدھا کپ
گھی	4 کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

گھی گرم کرکے اس میں سویاں ڈال کر ہلکی آنچ پر دو سے تین منٹ بھونیں اور چولہے سے اتار لیں اب ایک الگ پتیلی میں پانی الائچی اور زردے کا رنگ ڈال کر پانچ منٹ تک پکائیں پھر اس میں سویاں ڈال کر پکائیں پانی خشک ہوجائے تو کیوڑہ ڈال کر دم پر رکھیں اب کھلی ڈش میں سویاں نکالیں گلاب جامن چم چم کھوپرے بادام کھوئے پستے اور فریش کریم سے گارنش کریں اور مزیدار ذائقہ انجوائے کریں۔

کنزہ مریم......

خستہ کباب

اجزاء:۔

چکن بون لیس	آدھا کلو
دال	پاؤ
آلو	4 عدد
پیاز	4 عدد
ہری مرچ ٹماٹر	حسب پسند
انڈے	دو عدد
گرم مصالحہ	حسب پسند
نمک	حسب پسند
سرخ مرچ	حسب پسند
ہلدی	ایک چمچ
دھنیا	ایک مٹھی
ادرک لہسن	دو چمچ
گھی	تلنے کے لیے

ترکیب:۔

سب سے پہلے چکن دال آلو کو بوائل کرلیں ایک برتن میں یہ تینوں چیزیں ڈال کر میش کرلیں پیاز ہری مرچیں ٹماٹر ادرک لہسن ہلدی سرخ مرچ نمک گرم مصالحہ انڈے دھنیا ان سب چیزوں کو مکس کرکے کباب بنالیں پھر تھوڑی دیر کبابوں کو فریزر میں رکھ دیں جب تھوڑے فریز محسوس ہو تو ایک برتن میں تین انڈے پھینٹ لیں پھر اس میں کباب ڈبو کر تل لیں لو جی کباب تیار ہیں مایونیز اور کیچپ کے ساتھ نوش فرمائیں۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

چنے کی دال کا حلوہ

اجزاء:۔

چنے کی دال	ایک پاؤ
گھی	آدھا پاؤ
چینی	ایک پاؤ (پیس لیں)
الائچی	پانچ دانے
کھوپرا	آدھا پاؤ (کدوکش کرلیں)
بادام	ایک مٹھی

طریقہ:۔

ایک دیگچی لیں اس میں چنے کی دال کو ابال لیں جب گل جائے تو اسے پیس لیں علیحدہ برتن میں گھی گرم کرکے اس میں الائچی پیسی ہوئی دال ڈال کر دو منٹ تک بھونیں اس کے بعد کھوپرا اور چینی مکس کریں پانچ منٹ تک مزید بھونیں اب چولہے سے اتار لیں بادام کا چھڑکاؤ کریں ٹھنڈا ہوتے پر پیش کریں۔

سائرہ خان سمیعہ......محمد پور دیوان

سیب کا حلوہ

اجزاء:۔

سیب — ایک پاؤ
چینی — ایک کپ
بادام — دس گرام
دودھ — ایک پاؤ
کھویا — ایک پاؤ
آئل — ایک پاؤ
چھوٹی الائچی — چار سے پانچ عدد
بریڈ — تین عدد

ترکیب:۔
بریڈ کو دودھ میں بھگو دیں اور سیب کو کاٹ کر ابالیں اور ان کو میش کریں۔ اب دیگچی میں آئل ڈال کر اس میں میش کیے ہوئے سیب ڈال کر بھونیں اب اس میں بریڈ میش کر کے ڈال دیں اور اس کو تھوڑی دیر بھونیں اب اس میں کھویا ڈال کر بھونیں تھوڑی دیر کے لیے اس کے بعد ڈرائی فروٹ ڈال کر اتار لیں سیب کا حلوہ تیار ہے مزے سے کھائیں اور مجھے دعائیں دیں۔

جویریہ ضیاء......کراچی

گلاب جامن

اشیاء:۔
خشک دودھ — ایک پیالی
سوجی — آدھی پیالی
میدہ — آدھی پیالی
پھیکا کھویا — آدھی پیالی
بیکنگ پاؤڈر — چوتھائی چائے کا چمچ
تیل — دو کھانے کے چمچ

ان سب چیزوں کو اچھی طرح ملا کر آٹے کی طرح گوندھ لیں۔ پانچ منٹ کے لیے رکھ دیں پھر چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا لیں۔

شیرا بنانے کے لیے
چینی — دو پیالی
پانی — ایک پیالی
چھوٹی الائچی — آٹھ عدد

ترکیب:۔
چھوٹی الائچی کے دانے نکال کر باریک پیس لیں۔ چینی میں پانی ملا کر ہلکی آنچ میں شیرا بنا لیں۔ جب شیرا بننے لگے تو الائچی ڈال کر اتار لیں۔ ایک کڑاہی میں گھی گرم کریں گھی تقریباً دو پیالی ہونا چاہیے تاکہ گلاب جامن اچھی طرح تلے جا سکیں۔ جب گھی تیز گرم ہو جائے تو ہلکی آنچ کر کے پیڑے تلنا شروع کر دیں جب براؤن ہو جائیں تو نکال کر شیرے میں ڈال دیں گلاب جامن شیرے میں ڈال کر ہلکی آنچ میں دم پر رکھ دیں۔

عائشہ سلیم......کراچی

کھوئے کی زعفرانی سویاں

اجزاء:۔
سویاں — 11/2 پیکٹ
دودھ — 11/2 کپ
چینی — 1/2 پاؤ
کھویا — 1/2 پاؤ
زعفران — چٹکی بھر (پسی ہوئی)
گھی — حسب ضرورت
پستہ بادام کیوڑہ — حسب ضرورت
الائچی پاؤڈر — 1/2 چمچ
زردے کا رنگ — 1 چٹکی

ترکیب:۔
گھی گرم کریں، سویوں کو توڑ لیں اور دھیمی آنچ پر گولڈن براؤن ہونے تک یا پانچ چھ منٹ تک بھون لیں۔ گھی میں ابلا ہوا دودھ ڈالیں۔ ساتھ ہی زردے کا رنگ ڈال کر سویوں کو پکائیں یہاں تک کہ دودھ خشک ہو جائے۔ ان سویوں کو علیحدہ رکھ دیں۔ بادام کا چھلکا اتار کر گرائنڈ کر لیں۔ ایک علیحدہ برتن میں ایک گلاس پانی ڈالیں اور اس میں شکر ڈال کر اچھی طرح پکائیں۔ جب شیرہ گاڑھا ہو جائے تو اس میں کھویا، گرائنڈ کیے ہوئے بادام الائچی پاؤڈر اور زعفران ڈال کر پانچ منٹ تک پکائیں پھر اس میں سویوں کو شامل کر لیں۔ چند قطرے کیوڑے کے ڈال کر مکس کر لیں۔ کٹے ہوئے بادام اور پستہ سے گارنش کر کے پیش کریں۔

مسز طلعت نظامی......کراچی

بادامی کھیر

اجزاء:۔
دودھ — 1 لیٹر
بادام — 1 پیالی
چاول — 1/2 پیالی

چینی	1 پیالی
کھویا	1 پیالی
چھوٹی الائچی	5 عدد
گھی	1 چمچ کھانے کا
کیوڑہ	چند قطرے
بادام پستہ چاندی کے ورق	سجانے کے لیے

ترکیب:۔
بادام کو دھو کر خشک کر لیں۔ الائچی کے دانے نکال لیں۔ ان دونوں چیزوں کو موٹا موٹا کاٹ لیں اور دودھ میں ڈال کر ہلکی آنچ پر بیس منٹ پکنے دیں۔ چاولوں کو دھو کر ایک گھنٹہ بھگو دیں پھر پھیلا کر خشک کر لیں اور گرائینڈر میں باریک پیس لیں اور اس میں گھی ملائیں۔ پکتے ہوئے دودھ میں ڈال دیں اور چمچ ہلاتے رہیں۔ جب چاولوں کی خوش بو آنے لگے تو چینی شامل کر دیں۔ پندرہ منٹ تک مزید پکائیں۔ جب کھیر گاڑھی ہو جائے تو ٹھنڈا کریں کھویا شامل کر کے بادام اور پستے سے سجالیں۔ بادامی کھیر تیار ہے۔

صوفیہ خان...... سعودی عرب

بروسٹ چکن

اشیاء:

میدہ	2 کپ
پانی	1 کپ
کالی مرچ، نمک	حسب منشاء
مرغی	1/2 کلو
انڈا	ایک عدد
لیموں کارن	ایک بڑا چمچ
گھی/تیل	حسب ضرورت

ترکیب:
ایک برتن میں میدہ، پانی، لیموں کارن، انڈا، نمک اور کالی مرچیں یکجا کر لیں اور انہیں اچھی طرح مکس کر کے پھینٹیں۔ یہاں تک کہ سارا آمیزہ یکجان ہو جائے پھر اس میں اچھی طرح مرغی کے ٹکڑوں کو ڈِپ کریں اور تیز گرم گھی میں تل لیں۔ براؤن ہونے پر ڈش میں نکال کر پیش کریں۔

ہما ایوب شیخ...... عاف والہ

مکھڈی حلوہ

اجزاء:

سوجی	1 کلو
دودھ	حسب ضرورت
چینی	1 پاؤ
پانی	حسب ضرورت
گھی	3 پاؤ
بادام پستہ کی ہوائیاں	حسب پسند

ترکیب:
سوجی کو دودھ میں گھنٹہ بھر پہلے بھگو دیں۔ گھی گرم کر کے چینی کی چاشنی تیار کریں، براؤن ہونے پہ سوجی ڈال دیں اور ہلاتی جائیں، نیچے نہ لگنے پائے جب سوجی ہلکی براؤن ہو جائے تو بادام پستے کی ہوائیاں اوپر ڈال دیں، مزے کا حلوہ تیار ہے۔

طیبہ عبید...... کراچی

لب شیریں

اجزاء:

دودھ	ایک لیٹر
رنگ دار سویاں	آدھا کپ
کارن فلور	دو کھانے کے چمچ
چینی	حسب ذائقہ
کھویا	دو کھانے کے چمچ
فلیورڈ جیلیز	تین پیکٹ
کیلے	چار عدد
سیب	دو عدد چھیل کر کاٹ لیں
بادام	چھ سے سات پسے ہوئے

ترکیب:۔
دودھ کو چولہے پر ابلنے کے لیے رکھ دیں۔ پھر اس میں آدھا کپ سویاں ڈال دیں اور نرم ہونے تک پکائیں۔ پھر اس میں دو کھانے کے چمچ کارن فلور اور چینی ڈال دیں اور چمچ سے اچھے طریقے سے ہلائیں اور کچھ دیر بعد کھویا بھی ڈال دیں۔ پندرہ منٹ کے لیے پکائیں پھر چولہے سے اتار کر ٹھنڈا کریں۔ ٹھنڈا ہونے کے بعد اس میں جیلیز ڈالیں اور پھل بھی پھر آخر میں پسے ہوئے بادام ڈال دیں۔ اب ٹھنڈا ہونے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔

فرخندہ...... خانیوال

کباب پراٹھا رول

اشیاء:

قیمہ | آدھا کلو
نمک | حسب ذائقہ
انڈے | چار عدد (ابلے ہوئے)
لال مرچ | آدھا چائے کا چمچ
کالی مرچ | آدھا چائے کا چمچ
پیاز (چوپ کی ہوئی) | آدھا کپ
کارن فلور | آدھا کپ
زیرہ (پسا ہوا) | ایک چائے کا چمچ
انار دانہ (پسا ہوا) | ایک چائے کا چمچ
ادرک پیسٹ | ایک چائے کا چمچ
ہری مرچ | ایک چائے کا چمچ
ہرا دھنیا (چوپ کیا ہوا) | آدھا کپ
پراٹھے | حسب ضرورت

ترکیب:

قیمے کو چوپر میں پیس لیں اور اس میں نمک، کٹی ہوئی مرچیں، سیاہ مرچ، پیاز چوپ کی ہوئی، زیرہ، کارن فلور، انار دانہ، ادرک پیسٹ، ہری مرچیں اور ہرا دھنیا مکس کر لیں۔ انڈے کے سلائس رکھتے ہوئے لمبے لمبے کباب بنا کر فرائی کریں۔ پراٹھے کو آدھا کاٹ لیں۔ اس میں کباب رکھ کر کون کی شکل دے دیں اور گرم گرم سرو کریں۔

پروین افضل شاہین۔ بہاولنگر

چکن چنکس میٹ

اشیاء

چکن چنکس | آدھا پیکٹ
ٹماٹر | دو سے تین عدد
سبز مرچ | دو سے تین عدد
الائچی | آدھا چمچ
نمک | حسب ضرورت
کالی مرچ | حسب ضرورت
سفید مرچ | حسب ضرورت
سفید زیرہ | آدھا چمچ

ترکیب:

تیار چنکس کو ڈبے سے نکال کر ہلکا سا براؤن کر لیں۔ گھی یا تیل میں پہلے ٹماٹر بغیر چھلکے کے ڈال کر اچھی طرح تل لیں اور ساتھ سبز مرچ ڈال کر ہلکا سا بھونتے جائیں۔ نمک حسب ضرورت ڈالیے چونکہ چنکس میں پہلے سے مسالا جات شامل ہوتے ہیں۔ اب الائچی، سفید زیرہ اور سفید مرچ بھی شامل کریں اور دو منٹ تک تیل نکل آنے کے بعد ڈش کو اتار لیں۔ مزے دار چکن چنکس میٹ تیار ہے۔ گھر میں بنے پھلکوں کے ساتھ رائتہ یا زیرے کی چٹنی کے ساتھ گرما گرم پیش کریں۔

نزہت جبین ضیاء..... کراچی

پوٹیٹو فرائی فنگرز

اشیاء

آلو بڑے | دو عدد
نمک | حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر | آدھا چائے کا چمچ
سویا ساس | چار چائے کے چمچ
چائنیز نمک | حسب ضرورت
کارن فلور | دو چائے کے چمچ
بیسن | دو چائے کے چمچ
تیل | حسب ضرورت

ترکیب:

آلو چھیل کر موٹے فنگرز کاٹ لیں اور ٹھنڈے نمک ملے پانی میں بھگو دیں۔ کڑاہی میں درمیانی آنچ پر تیل گرم کر کے اس میں آلو ڈال کر سنہری ہونے تک تل لیں پھر چھان لیں اور ایک ڈش میں ڈال دیں۔ اب ان پر نمک، سویا سوس، چائنیز نمک، لال مرچ پاؤڈر، کارن فلور اور بیسن لگا دیں اور اچھی طرح ملائیں۔ دس منٹ تک میرینیٹ کر لیں۔ اس کے بعد گرم تیل میں ڈال کر درمیانی آنچ پر سنہرا ہونے تک فرائی کر لیں۔ گرما گرم پوٹیٹو فنگرز چپس تیار ہیں۔ کیچپ کے ساتھ سرو کر لیں۔

ندا مہرین..... کراچی

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

مہندی اور جیولری

مہندی خوشی سے جڑا ہوا رنگ ہے دنیا کے دیگر ممالک کی طرح پاکستان میں بھی مہندی کے نت نئے ڈیزائن اور اسٹائل متعارف ہو چکے ہیں اس کی علاوہ گلیٹر وغیرہ سے سجانے کا رواج بھی ہے۔ نوجوان لڑکیوں میں مہندی کی نت نئے اسٹائل اور انہیں مختلف رنگوں سے سجا کر لگانے کا شوق عروج پر ہے جس کی بنیادی وجہ عید کی خوشی ہے یوں تو ہر محلے اور ہر گلی میں بیوٹی پارلر کھل گئے ہیں جہاں عید کے موقع پر خواتین اور لڑکیوں کے ہاتھوں پر مہندی لگانے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے مگر ہمارے ہاں مشرقی گھرانوں میں آج بھی خواتین اور لڑکیاں گھر پر ہی سب جمع ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھوں پر مہندی لگاتی ہیں جس کے باعث پورے گھر میں مہندی کی خوشبو بکھر جاتی ہے اگر آپ بھی گھر پر مہندی لگاتی ہیں تو چند باتوں کا خاص خیال رکھیں کیونکہ مہندی کا رنگ اگر اچھا نہ آئے تو مہندی لگانے کا مزا نہیں آتا۔ سب سے پہلے تو یہ خیال رکھیں خشک مہندی خریدتے وقت اس کا رنگ ضرور دیکھیں یہ سیاہ نہ ہو کیونکہ ایسی مہندی پرانی اور زائد المعیاد ہونے کے باعث اصل خواص سے محروم ہو چکی ہوتی ہے جبکہ اس سے جلد کو نقصان پہنچنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے صحیح مہندی کا رنگ سبز ہونا چاہیے لیکن اگر آپ کو اس میں ملاوٹ کا شک ہو تو اس کی تھوڑی سی مقدار پانی میں گھول کر اپنی ہتھیلی پر چیک کر لیں اگر چار سے پانچ منٹ لگانے کے بعد آپ کے ہاتھ پر نارنجی رنگ نظر آئے تو یہ مہندی تازہ ہے۔ اگر آپ مہندی کا بہت گہرا رنگ کرنے کی خواہش مند ہیں تو اسے کم از کم چھ گھنٹے تک ہاتھوں پر لگا رہنے دینا چاہیے لیموں اور چینی کا محلول ہلکی مقدار میں لگا کر اسے ہیئر ڈرائر کی مدد سے خشک کرتی جائیں رات بھر مہندی لگی رہنے سے رنگ گہرا ہوتا ہے جب مہندی بالکل خشک ہو جائے اور اتارنا مقصود ہو تو آہستگی سے ناخن کی مدد سے چھیل دیں اور نیم گرم پانی سے ہاتھوں کو دھو لیں لیکن ہاتھوں کو بار بار پانی اور صابن سے نہ دھوئیں تاکہ اچھی طرح وہ جلد میں جذب ہو سکے اور رنگ گہرا ہو جائے۔

اریبہ منہاج..... ملیر کراچی

عید الفطر شکرانے کا دن

خوشیوں بھرا تہوار

یکم شوال وہ مبارک دن ہے جو عظیم الشان اسلامی اخوت ومساوات کا روح پرور منظر پیش کرتا ہے عہد رسالت ﷺ سے عصر حاضر تک امت مسلمہ عید الفطر کے عظیم دن کو خاص اہتمام مذہبی عقیدت اور والہانہ جوش جذبے سے مناتی رہی ہے۔ الحمدللہ! ہم مسلمانوں کی زندگی میں پھر یہ لمحہ مسرت آیا ہے کہ ماہ رمضان کے اختتام پر افق ہلال عید مسکرایا ہے یہ مبارک دن دنیا بھر کے فرزندان جشن عید کی آمد پر ہر طرف شادمانی اور گہما گہمی کا سماں ہے۔ لسان العرب اور تاج العروس میں عید کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ "وہ دن جو ہر سال نئی خوشیاں لائے۔" لغوی اعتبار سے اسے خوشی اور فرحت کے لوٹ آنے کا موسم بھی کہا گیا ہے۔

عید الفطر دراصل ماہ صیام کے روزوں سے حاصل ہونے والی فضیلتوں پر شکر خداوندی ادا کرنے کا خاص دن ہے عید کو عید کہنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس دن باری تعالیٰ نے روزے داروں کو اجر کا صلہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ عید الفطر رمضان المبارک کے مقدس مہینے کو احکام خداوندی اور سنت رسول ﷺ کے مطابق گزارنے والوں کے لیے عطائے مغفرت کا دن ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے عید الفطر کی عظمت و بزرگی سے متعلق ارشاد فرمایا کہ جب لوگ شکرانہ ادا کرنے نماز عید کے لیے عید گاہ کی طرف آتے ہیں تو باری تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے کہ اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جو اپنا کام پورا کر چکا ہے۔ "فرشتے کہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار مزدور کی مزدوری کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری دی جائے۔" تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اے فرشتوں گواہ رہنا کہ میں اپنے ان بندوں کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے اپنی رضا و مغفرت عطا کر دی۔

عید کی نماز کے لیے عید گاہ جانا اور نماز ادا کرنا حضور اکرم ﷺ کی سنت ہے صحابی رسول حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کے دن مدینے میں خوب بارش ہوئی تو آپ نے عید کی نماز مسجد میں پڑھائی۔ اللہ کے پیارے نبی ﷺ کا معمول تھا کہ عید کے دن خوب صورت اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے، کبھی سبز سرخ دھاری دار چادر اوڑھتے۔ یہ چادر یمن کی ہوتی، جسے بردہ یمانی کہا جاتا ہے عمدہ لباس کی غایت یہ بتائی گئی ہے کہ یوم عید کے شایان شان ہونے کا برملا اظہار ہو یہ سنت اتنی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

مقبول عام ہوئی کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو کہ جو عید کے دن عمدہ لباس پہننے کی کوشش نہ کرتا ہو۔ حضور اکرم ﷺ کی عادت تھی کہ نماز عید کے لیے جب گھر سے روانہ ہوتے تو چند کھجوریں ضرور تناول فرماتے جو طاق عدد میں ہوتیں کھجوریں کھانے کی حکمت یہ ہے کہ وہ مٹھاس اور شیرنی ہے جو قوت بینائی میں اضافے کا سبب ہے نماز عید سے قبل صدقہ الفطر ادا کرنا واجب ہے جو رمضان کے روزوں کو پاک وصاف کرنے اور غریبوں کے لیے خوراک کا باعث بنتا ہے یوم عید کا آغاز عبادت الٰہی سے ہوتا ہے کیونکہ یہ یوم تشکر ہے حضور اکرم ﷺ یوم عید کو نماز عید کے خطبہ سے پہلے پڑھتے اور جب نماز سے فارغ ہوجاتے تو کھڑے ہو کر خطبہ فرماتے۔ خطبہ سننا بھی سنت ہے امت محمدی ﷺ کے لیے عید الفطر اللہ کا انعام ہے جو بے شک خوشی اور شکرانے کا دن ہے۔

طیبہ خان..... کراچی

بیوٹی ٹپس

خواتین اپنے آپ کو خوب صورت بنانے کے لیے میک اپ کا استعمال کرتی ہیں میک اپ ایک ایسی تکنیک ہے جو حقیقتاً ایسی شبیہہ تخلیق کرتی ہے جو کسی کی خواہش ہوتی ہے اور یہ طویل تجربے اور مشق کا نتیجہ ہوتی ہے یہ قدرتی طریقہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک تکنیک ہے جو سیکھنے کے بعد مہارت حاصل کرلی جاتی ہے اس میں خواتین اپنے مشاہدے اور قوت کو استعمال کرتی ہیں اس میں بہترین ذوق اور رنگوں کا کردار اہم ہوتا ہے خواتین جب بھی میک اپ کا استعمال کریں تو ان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ احتیاط کے ساتھ تمام کاسمیٹکس کا انتخاب کریں تاکہ جلد کو نقصان نہ پہنچے اور جلد کی خوب صورتی برقرار رہے چہرے کی دلکشی میں اضافے کے لیے ضروری ہے کہ میک اپ کا استعمال اپنی جلد کی کیفیت اور ساخت کو مدنظر رکھ کر کیا جائے تاکہ جلد کی صحت بھی قائم رہے پروفیشنل میک اپ بنیادی تکنیک پر استوار ہوتا ہے یعنی بلینڈنگ شیڈ وانگ اور ہائی لائٹنگ بینڈنگ میں مختلف مرحلوں کو مدنظر رکھ کر میک اپ کیا جاتا ہے جس میں فاؤنڈیشن لگا کر کلر کا اضافہ کرکے فنشنگ ٹیز کے ساتھ جلد کی خوب صورتی کو اجاگر کیا جاتا ہے آپ کلرز کا انتخاب بہت احتیاط سے کریں اور کوشش کریں کہ میک اپ ہمیشہ لائٹ ٹچ کے ساتھ اندر سے باہر کی طرف اسٹروک کے ساتھ کریں اسی طرح شیڈ ونگ کو آئی شیڈ کے ساتھ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

فاؤنڈیشن

فاؤنڈیشن چہرے کے میک اپ کے لیے انتہائی اہم چیز ہے یہ معمولی سے معمولی نقص کو چھپا کر باقی میک اپ کے لیے ایک سطح فراہم کرتا ہے فاؤنڈیشن چہرے کے بعض حصوں کو نمایاں کرنے اور چمک دار بنانے کا کام بھی کرتا ہے فاؤنڈیشن دو قسم کے ہوتے ہیں ایک میں چکنائی بنیادی عنصر کے طور پر شامل ہوتی ہے اور دوسرے میں پانی بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا جلد کی مناسبت سے اس کا انتخاب کریں فاؤنڈیشن خریدنے سے پہلے بوتل سے تھوڑا سا فاؤنڈیشن نکال کر اپنی کلائی پر ملیں اگر یہ جلد پر نمایاں نظر نہیں آرہا تو سمجھ لیں یہ شیڈ آپ کے لیے مناسب ہے پورے چہرے پر فاؤنڈیشن لگانے کے بجائے جہاں ضرورت ہو وہاں لگائیں گردن اور کانوں پر بھی ہلکا فاؤنڈیشن لگائیں تاکہ یہ حصے بھی چہرے کی رنگت کے مطابق نظر آئیں۔ فاؤنڈیشن کا بہترین انتخاب چہرے کی خوب صورتی کو بڑھانے کے ساتھ اسے تروتازہ بھی رکھتا ہے۔

ہیئر اسٹائل

آج کے دور میں فیشن بہت تیزی سے بدلتے ہیں اسی لیے لباس کے ڈیزائن بدلتے ہیں تو ہیئر اسٹائل بھی بدلنے لگتے ہیں کبھی شولڈر کٹ بالوں کا فیشن تو کبھی لمبے بال پسند کیے جاتے ہیں کبھی اسٹیپ کٹنگ مقبول ہوجاتی ہے تو کبھی بوائے کٹ طرز کے چھوٹے بال خواتین کی پسند بن جاتے ہیں خواتین ہمیشہ منفرد نظر آنے کے لیے ہیئر اسٹائل تبدیل کرتی رہتی ہیں کیونکہ یہ ہیئر اسٹائل انفرادیت کے ساتھ اپنے اندر حسن لیے ہوتے ہیں شادی بیاہ کے فنکشن یا عام تقریبات پر خواتین کا اہم مسئلہ یہی ہوتا ہے کہ ہیئر اسٹائل کیسا بنایا جائے۔ پہلے دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ آپ کے بال صحت مند نرم اور چمکدار بھی ہیں یا نہیں۔ آج کے دور میں بالوں کو کنڈیشنگ کروانے کا بڑا رواج ہے۔ ہیئر کنڈیشنر بالوں پر لگائیں پھر کھلے دندانوں کی کنگھی پھیریں دو منٹ کے بعد بالوں کو سادہ پانی سے دھو ڈالیں۔ اس سے بالوں کو کھردرا پن دور ہوجاتا ہے واضح رہے کہ یہ عمل شیمپو کرنے کے بعد کرنا چاہیے بالوں کو خشک کرکے ان میں سیٹنگ لوشن لگانا بھی خوب صورت ہیئر اسٹائل کی تشکیل میں معاون ثابت ہوسکتا ہے۔

ہالہ وعائشہ سلیم..... اورنگی ٹاؤن

نیرنگ خیال

ایمان وقار

لوٹ آؤ ماں

اب کہ عید آئے تو
تم بھی لوٹ آنا ماں
جب سے تو نہیں ہے نا
کوئی بھی نہیں کہتا
جلدی سے نہا دھو لو
آج عید کا دن ہے
میرے میلے ہاتھوں پہ
عیدی کوئی نہیں رکھتا
جب سے تو نہیں ہے نا
تب سے میں نے جانا ہے
عیدیں ان کی ہوتیں ہیں
مائیں جن کی ہوتی ہیں

پہلی پوزیشن: ثوبیہ اطہر......

میرے ہمدم

سنو
اب لوٹ آؤ نا
کہ اب تو
عید آئی ہے
یہ دیکھو
ہاتھوں میں میرے
لگی مہندی کی خوشبو سے
فضا بھی
جھوم اٹھتی ہے
یہ دیکھو
آنکھ کا کاجل
تمہاری یاد میں اکثر
یونہی کچھ
پھیل جاتا ہے
یہ دیکھو نا
میرے ہاتھوں کے
گجرے بھی
فقط تم کو بلاتے ہیں
میرے کانوں کے
جھمکے بھی
تمہارے گیت گاتے ہیں
میرے ہمدم
یہ دیکھو نا
کہ میرے سرخ ہونٹوں پر
تمہارا نام
اب بھی ہے
میری آنکھوں
کے خوابوں میں
تمہارا خواب
اب بھی ہے
میری بے چین نظریں
آج بھی
وہ راہ
تکتی ہیں
جسے تم
بھول بیٹھے ہو
میرے ہمدم سنو
اب تو چلے آؤ
چلے آؤ میرے ہمدم
کہ اب تو

دوسری پوزیشن: نمرہ فرقان......

انتظار عید

ہم نے ہر بار کی طرح اب بھی
اس طرح تیرا انتظار کیا
گھر کے پردوں کو اور تکیوں کو

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

من پسند تیرا ہے جو، رنگ دیا
اک امر بیل بھی لگا دی ہے
جو سنے گی تمہاری آہٹ کو
چوڑیاں چوڑی دان میں سج کر
ڈھونڈتی ہیں تمہاری چاہت کو
یوں سجایا ہے پیرہن ہم نے
کر لباس عروس ہو جیسے
بیٹھ کر نار کوئی پنگھٹ پر
راہ تیری ہے تک رہی جیسے
میری بندیا! بھی شیشے پر
منتظر ہے تمھارے ہاتھوں کی
اور چوکھٹ پہ اب بھی رہتی ہے
چاشنی وہ تمھاری باتوں کی
ہاں میری چاندرات تب ہو گی
مجھ کو جب تیری دید ہو جائے
عید کے اس حسین موقع پر
تو جو آئے تو عید ہو جائے

تیسری پوزیشن: عرشیہ ہاشمی...... آزاد کشمیر

نظم

اک تمہاری دید ہونے سے
میری تو عید ہوتی ہے
مہندی اور کاجل آنکھوں کا
سب ہی ناراض ہیں مجھ سے
تمہارا پوچھتے ہیں مجھ سے
کہو میں کیا کہوں ان سے
سنو تم لوٹ آؤ نا
مجھے بھی عید کرنی ہے

سیدہ عروج فاطمہ...... ملتان

عید ملن

عید اس بار
تیرے ملن
کی امید
لائی ہے
تیرے سپنوں
سے سجی
چاندرات
آئی ہے
کنگن پہنا
ہے کلائی
میں تیرے
پیار کا
ہاتھوں میں
تیرے نام
کی مہندی
لگائی ہے
عید اس بار
تیرے ملن
کی امید
لائی ہے
پھول مہکے
ہیں محبت
کے چہار سو
وفا کی
خوشبو
باد صبا لائی ہے
عید اس بار
تیرے ملن
کی امید
لائی ہے
کٹ گئی
ہیں ہجر
کی طویل
گھڑیاں
وصل کی

بہار چوکھٹ
پر کھڑی
پائی ہے
عید اس بار
تیرے ملن
کی امید
لائی ہے

شاعرہ: فرح بھٹو..... حیدرآباد

عید

بڑی سج دھج کے بعد سنورتی ہے
عید دلہن کی طرح لگتی ہے
نہ ہو جس شب دید یار
چاندرات بہت بری لگتی ہے
پھول خوشبو گجرے چوڑی کنگن
عید ملن کی گھڑی لگتی ہے
بے اختیار ڈھونڈنے لگتی ہوں تجھے
قریہ قریہ جب صدا لگتی ہے
خواہشات کا درپن جذبات کی چلمن
نادیدہ احساسات کی جھڑی لگتی ہے
عہد وفادار رسید روزہ دار
اصول اسلام کی کڑی لگتی ہے
کیا چھوا کبھی ماہتاب کو حرا
زمیں کا عشق فلک کی جائے لگتی ہے

شاعرہ: حرا قریشی.....

عید

عید، تہوار خوشی کے موسم
آپ کے بن ادھورے ہیں بابا
چاندراتوں کا چاند اُداس ہے
آپ سے ملنے کی ناآس ہے
چوڑی ہاتھوں میں اب کھنکتی نہیں
مہندی اب ہاتھوں میں رچتی نہیں
نہیں اب کوئی ماتھے پہ بوسہ دینے والا
مجھے دیکھ اب کسی کی عید نہیں ہوتی
نہیں اب عیدی کی وہ پہلی خوشی
آنکھ چھلکتی ہے، خالی مکان دیکھ کر
عید اب عید لگتی نہیں آ جاؤ نا بابا
آ کر پھر سے گلے سے لگاؤ
کہ عید مجھ کو عید لگنے لگے

شاعرہ: سدرہ شیخ......

ہماری عید

وہ عید ہی کیا؟
پھول اور کارڈ کی چھوڑو
وہ عید ہی کیا؟
جب تم پاس نہیں
مہندی اور چوڑی کی چھوڑو
وہ عید ہی کیا؟
جب تم پاس نہیں
کاجل اور بندیا کی چھوڑو
وہ عید ہی کیا؟
جب تم پاس نہیں
یاد اور احساس کی چھوڑو
وہ عید ہی کیا؟
جب تم پاس نہیں

ازقلم: دلکش مریم..... چنیوٹ

عید

عید کے لمحوں میں
اک یاد تمہاری
اشک سے لبریز آنکھیں ہماری
مہندی میں ہجر کی خوشبو
دل میں بجی تصویر تمہاری
تیری آہٹ کی منتظر میں
پھر یہ کیسے عید ہماری
پیا تم دور دیس بہت
ہم کو لمحہ لمحہ یاد آئے تمہاری

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

اب کہ برس تم لوٹ آؤ پیا
لبوں پہ دعا ہے ہماری
تم بن سُونی ہر عید ہماری

شاعرہ: سارہ خان......

یادوں کا سایہ

یادوں کا سایہ ہے
سوچ میری مایہ ہے
منتظر دل کو پایا ہے
سسکیوں کو دبایا ہے
آرزو دل میں پائی ہے
تمنا رنگ لائی ہے
منتظر یار رات کائی
عید میری اب آئی ہے
سو ہم لمن چھایا ہے
دعا میں درجہ پایا ہے
منتظر یا دل جس کا
وہ اب ملنے آیا ہے

زرمین سرھیو......

بے رنگ عید

میرے گجرے کی خوشبو تو
تمہیں مسحور رکھتی تھی
میری آنکھوں کا کاجل تو
تمہیں مدہوش رکھتا تھا
کہ میرے مسکرانے سے
تمہاری عید ہوتی تھی
پھر ایسا کیا ہوا ہے اب
میرے گجرے کی خوشبو سے
میری آنکھوں کے کاجل سے
میرے مسکرانے سے
تمہیں فرق اب نہیں پڑتا
ایسا کیا ہوا ہمدم
میری سونی کلائیوں کی

میری ویران آنکھوں کی
میری بے رنگ عیدوں کی
وجہ تم خود ہی بن بیٹھے
بتاؤ نا میرے ہمدم
کہ ایسا کیا ہوا ہے اب
آجاؤ کہ
چاندرات ہے
تیرے سوا سنگ ہر سوغات ہے
تم جو آؤ تو
ہر غم کو مات ہے
آجاؤ کہ
میرے ہاتھوں میں روشن
شمع امید ہے
نگاہ ترستی ہے جسے
وہ تیری دید ہے
آجاؤ کہ
تم بن عید
وعید ہے

شاعرہ: ریمل آرزو......اوکاڑہ سٹی

عید چلی جائے گی

عید آئی اور چلی بھی گئی
عجب ہے یہ دوری اب کی
اس بار پھر انتظار کروائے گی
ہر بار کی طرح اب کی بار بھی یونہی گزر جائیگی
ہم تو پہلے ہی تنہا تھے
اب کی بار پھر چاندرات
یونہی گزر جائیگی
کیا ہر بار کی طرح عید
پھر آئیگی اور چلی جائیگی

عائشہ پرویز......کراچی

عید آئی ہے

افق پہ نور کا ہالا

حسیں اک چاند روشن ہے
کہ استقبال کرنے کو
سبھی دالان روشن ہیں
خوشی کے رنگ گہرے ہیں
حنا کی خوشبو چھائی ہے
کہیں چوڑی کہیں کنگن
دھنک سا ہے کہیں آنچل
ہنسی چہرے کی زینت ہے
خوشی لفظوں سے ظاہر ہے
ہے سندیا دور آنکھوں سے
دلوں کی ایسی حالت ہے
کہ شب کے بیت جانے پہ
جو روشن دن وہ آئے گا
اسے گل رنگ کرنے کو
گلوں میں رنگ بھرنے کو
یہ سب رونق سجائی ہے
کہ دیکھو عید آئی ہے
وہ دیکھو عید آئی ہے

سیدہ فرحین جعفری.....

خوش امیدی

میرے ہمدم کیا ممکن ہے
سمٹ جائیں فاصلے سارے
رنج و غم کا کوئی موسم نہ ہو
محبتوں کا ہر سو طلسم ہو
ہجر کی سوغاتیں تھم جائیں
محو رقص خوشیاں ہو جائیں
کوئی روٹھا نہ رہے
کوئی بھوکا نہ رہے
آرزؤں کا نہ گلا گھونٹے کہیں
جام خواہشوں کا نہ چھلکے کہیں
اس عید پر کیا ایسا ممکن ہے
بدل جائیں سارے قصے
خوش امیدی خوش گمانی رہے
آفتاب پر نصیب کے سکھ جاری رہے

کوثر ناز..... حیدر آباد

نظم

میرے ساجن
چوڑی بھی کھنکتی ہے
بندیا بھی چمکتی ہے
لبوں پہ گہری لالی ہے
آنکھیں بھی متوالی ہیں
مگر یہ سب ہے بے مایا گر تم ان کو نہ سراہو
اسی لیے تو کہتی ہوں
اس عید پر تو آ جاؤ
میرا جیون مہک اٹھے
میرے سپنے چہک اٹھیں
دل کی کلی کھل جائے
زمانے کی ہر خوشی مل جائے
مراد بر آئے
زلف لہرا جائے
گر تم اس عید پر آ جاؤ
میرے من کو مہکا جاؤ
اندیشے دفن ہو جائیں
خزاں دل سے رخصت ہو
بہاریں لوٹ کر آئیں
آ جاؤ بس آ جاؤ
اس عید پر تو آ جاؤ

شاعرہ: حمیرا نوشین..... منڈی بہاؤالدین

عید پہ اس نے آنا ہے
خود کو سجانا ہے
عید پر اس نے آنا ہے
ملنا ملانا ہے
ہاتھوں پہ مہندی لگانا ہے
عید پہ اس نے آنا ہے

گھر بھی سجانا ہے
لمحہ لمحہ عید ساتھ اس کے بتانا ہے
عید پہ اس نے آنا ہے
کلائیوں میں گجرا سجانا ہے
رنج و غم مٹانا ہے
عید پہ اس نے آنا ہے
سج سنور کر گجرا لگانا ہے
چاند چہرہ اپنا دکھانا ہے
عید پہ اس نے آنا ہے
جو بنایا ہے دل میں جام محبت
گھونٹ گھونٹ اسے پلانا ہے
عید پہ اس نے آنا ہے
ہمیں مسکرا کے شرما کے
گلے اس کو لگانا ہے
عید پہ اس نے آنا ہے
ساتھ اپنے بٹھانا ہے
آنے کا ہے اس کا وعدہ
وعدہ اس نے نبھانا ہے
عید پہ اس نے آنا ہے
فصیحہ آصف خان..... ملتان

عید آئی
عید آئی، بہار لائی ہے
گل انوکھا نکھار لائی ہے
ہر اک چہرے پر مسکراہٹ ہے
سب دلوں میں یہ پیار لائی ہے
چھوٹے بچوں کی شوخیاں دیکھو
رنگ، خوشیاں، ہزار لائی ہے
میٹھے پکوان اور میٹھے کھجوں سی
چاہتوں کی پھوار لائی ہے
چوڑیاں، بالیاں اور حنا ہاتھ کی
گل یہ سولہ سنگھار لائی ہے
سباس گل..... رحیم یار خان

عید مبارک

میرے بغیر کیسے یہ عید منائی ہوگی
نجانے میری یاد تم کو آئی نہ آئی ہوگی
ہر سال کی طرح اپنے ہاتھوں سے
سرخ چوڑی کس کو پہنائی ہوگی
عید ملنے کو تم بھی مچلتے ہوگے
آنسوؤں کی ندی بھی بہائی ہوگی
عید مبارک کہہ کر کون گلے ملا ہوگا
اور عیدی کو ہتھیلی کس نے پھیلائی ہوگی
ہاتھوں پہ نام مہندی سے کس نے لکھا ہوگا؟
اور تیری نظروں کے سامنے کون مسکرائی ہوگی
شاید یہ عید تنہا ہی منائی ہو تم نے
اور سویاں دودھ والی بھی نہ کھائی ہوں گی
اس عید پر کس نے ضد کی تھی تم سے انجم
ضرور یہ عید افسردہ ہی منائی ہوگی
نجم انجم اعوان..... کورنگی، کراچی

ہم نادیہ احمد، ندا حسنین، سحرش فاطمہ، نزہت جبین اور سباس گل کے بے حد مشکور ہیں کہ انہوں نے عید کے موقع اس مقابلہ کے انعقاد میں مدد کی۔

ہما احمد

"اناڑی پیا" کے فینز کے نام

السلام علیکم! میری تمام بہنوں کو دل کی گہرائیوں سے رمضان المبارک کی مبارک باد! اللہ پاک ہم سب کو اس با برکت مہینے میں اور ہمیشہ اپنی رحمتوں سے نوازے اور ہمت و طاقت اور سمجھ عطا کرے کے ہم سب اس پاک ذات کو راضی رکھ کر اس کی عنایتوں سے مستفید ہوتے رہیں (آمین ثم آمین)۔ عید کی آمد بھی ہے تو تیاریاں مکمل ہیں کیا؟ اللہ کرے یہ عید تمام مسلمانوں کے لیے مسرت کا باعث بنے اور اہل اسلام جن جن مشکلوں کا شکار ہیں ان کا خاتمہ ہو جائے (آمین)۔ آنچل کے توسط سے میں ان تمام بہنوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنہوں نے "اناڑی پیا" اور "اناڑی پیا بڑا تڑپائے" کو بے تحاشہ پسند کیا آپ سب کی محبتوں کی میں مقروض ہوں۔ بہت سے میسجز اور تبصرے موصول ہوئے جن میں تعریف کے ساتھ ساتھ کچھ مشورے اور کچھ شکایات بھی تھیں جن کی میں تہہ دل سے قدر کرتی ہوں۔ "اناڑی پیا" کے حوالے سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔ میری یہ سیریز "اناڑی پیا" چھ اقساط پر مبنی ہے (ان شاء اللہ) کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ "اناڑی پیا بڑا تڑپائے" میں روشانے اور موسیٰ کی کہانی نہیں ہونی چاہیے تھی مجھے صرف فاطمہ اور حنین پر ہی فوکس کرنا چاہیے تھا لیکن جب زندگی میں ہم آگے بڑھتے ہیں تو بہت سے اور لوگ بھی ہمیں ملتے ہیں؟ ہم ان کے ساتھ بھی وقت گزارتے ہیں ان کی پرابلمز بھی سامنے آتی ہیں اور اگر ہم حساس طبیعت کے انسان ہیں تو ہم اپنی سمجھ سے ان کو اس مشکل سے نکالنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ یکسانیت سے اکتاہٹ ہو جاتی ہے۔ فاطمہ اور حنین کی زندگی کے شروع کا وقت گزر گیا ہے، وہ اب رشتوں کو دیکھ رہے ہیں، سمجھ رہے ہیں، اب ان کی زندگی صرف ایک کمرے تک محدود نہیں رہی۔ آپ پہلے پارٹ اور دوسرے کا موازنہ نہ کریں، فاطمہ اور حنین کمرے سے نکل کر صحن میں آ گئے ہیں اور جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے ہیں ہمیں بہت کچھ فیس کرنا پڑتا ہے اگر ایک ہی جگہ رک جائیں تو سارا چارم جاتا رہے گا۔ "اناڑی پیا" کے اگلے پارٹس میں دیکھیں کہ کیا کیا ہوتا ہے۔ امید کرتی ہوں "اناڑی پیا" کے اگلے پارٹس بھی اسی طرح اتنی ہی مقبولیت کے حامل ہوں گے اور آپ سب کو اسی طرح پسند آئیں گے۔ یہ عام سیریز سے ہٹ کر ہوگی اور آپ سب نے ہی اناڑی پیا کو ایک کامیاب سیریز بنانا ہے۔ ان شاء اللہ آپ سب کے ساتھ اور دعا کی تو مجھے ہمیشہ ضرورت رہے گی اور ضرورت ہے! ادارہ کے ایڈیٹر کے بعد قاری کی تعریف و اصلاح ہی رائٹر کے قلم کو مزید نکھارتی ہے تو آپ سب میرا ساتھ دیں گے ناں؟ اناڑی پیا کے اگلے قدم کے آئیڈیاز کے لیے میرا فیس بک ان بکس ہمیشہ کھلا ہے تو میں آپ کی طرف سے آئیڈیاز کی منتظر رہوں ناں؟ میں اپنے فیس بک پیج کی ایڈمن طوبیٰ رفاعی کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جس کے آئیڈیاز اور بہترین ایڈیٹنگ کے وجہ سے اناڑی پیا مزید نکھر کر سامنے آیا۔ ادارہ آنچل خصوصاً طاہر قریشی بھائی کی تہہ دل سے مشکور ہوں جن کے تعاون کی بدولت آج صائمہ قریشی اس قابل ہوئی کہ ایک رائٹر کی حیثیت سے آپ سے مخاطب ہے اللہ پاک آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا کرے آمین۔ دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیے گا تمام آنچل ریڈرز کو اناڑی پیا کی جانب سے عید مبارک اللہ نگہبان

صائمہ قریشی...... آکسفورڈ

آنچل بہنوں کے نام

تمام بہنوں کو میری طرف سے السلام علیکم! میری عزیز بہنو! فریدہ جاوید فری، نسیم سکینہ صدف، سباس گل، اقبال بانو، نسیم نیازی، کاجل شاہ، نزہت جبیں ضیاء، صدف آصف، رفاقت جاوید، سعدیہ ہما شیخ، طلعت نظامی، شمع مسکان، کوثر خالد، سنبل بٹ، باجی نگہت غفار، آمنہ زبیدہ اسلم اور تمام جتنی بھی آنچل کی نئی پرانی پڑھنے والی بہنیں ہیں آپ سب کو میری طرف سے دلی عید مبارک قبول ہو۔ اللہ کرے عید کا دن آپ کے من اور آنگن میں مہکنے والی بہاروں کے پھول کھلائے

آمین۔ آپ سب کے لیے ایک شعر۔

عید کی سچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے
آپ ہم سب دور ہو' کیا خاک ہماری عید ہے

فصیحہ آصف خان...... ملتان

دل والوں کے نام

السلام علیکم! جناب تمام آنچل فرینڈز اور بہت ہی پیارے لوگوں کیا حال چال ہیں یقیناً ٹھیک ہوں گے تو میری بہت ہی پیاری نازی آپی بہت بہت مبارک ہو آپ کو اور آپ کے تمام گھر والوں کو عبدالہادی کی اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں عطا کرے' آمین۔ تو جناب بھائی ساجد بہت بہت مبارک ہو جہلم جانے کی اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی تندرستی عطا کرے اور قدم قدم پر کامیابیاں عطا کرے' آمین۔ بھائی بشارت واقعی میں' میں آپ کو جان گئی (سچی)۔ ماجدئی دکان کی بہت بہت مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا کرے اور آپ کے دشمنوں کو خدا ہدایت عطا کرے۔ باجی عارفہ ارشد آپ کو شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ بہت خوشی ہوئی ہے سچی آپ یقین نہیں کرسکتیں اور آپ کی شادی کی تصاویر بھی بہت اچھی ہیں خاص طور پر ولیمہ کی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں' سمیعہ اسلم سمیہ جاوید بہت مبارک ہو۔

ماروی یاسمین...... ج 44

بہت اپنوں کے نام

السلام علیکم! تمام رائٹرز اور قارئین کو میرا محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ سب کو سدا خوش رکھے' آمین۔ میرے سیکنڈ ائر کے پیپر تھے اس لیے پچھلے ماہ حاضر نہ ہوسکی۔ لاریب انشال کھرل (ادکارہ) میں تم کو بتانے سے قاصر ہوں کہ میری اس وقت کیا کیفیت تھی جب اچانک غیر ارادی طور پر تمہارے لکھے لیٹر پر نظر پڑی' مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ میں جو لیٹ کر آنچل پڑھ رہی تھی فوراً اٹھ بیٹھی اور اپنی خالہ کو بھی پڑھ کر سنایا' سنانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ جو سب مجھے دنیا کا واحد عجوبہ تصور کرتی ہیں اس غلط فہمی سے باہر آجائیں کہ میرے جیسی ایک اور پندرہویں صدی کی لڑکی بھی ہے۔ دعاوینے پر جزاک اللہ میں تمہیں ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھوں گی' دوستی پکی۔ سمیرا میں تم کو بہت یاد کرتی ہوں' ندا خالق تمہاری شرارتیں چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دیتی ہیں' نائلہ تم کیسی ہو؟ مس فائزہ عید مبارک اللہ آپ کو سدا خوش رکھے آئی لو یو۔ پروین افضل شاہین آپی اللہ آپ کو دو جڑواں بیٹے دے' آمین (ایک کا نام میں رکھوں گی' مذاق مت سمجھنا)۔ ڈاکٹر عدی (نام کی ڈاکٹر ہے لڑکیوں سچ مت سمجھنا) میں زندگی بھر تم کو نہیں بھلا سکتی' ہم اچھے دشمن ہیں اور سدا رہیں گے۔ فروا افضل کال ضرور کرنا' صائمہ شہادت (ریناخورو) تمہاری عید کے بعد شادی ہے' سدا خوش رہو۔ شمائلہ عبدالرحمن یار اس بار ل جاؤ اداس ہوگئی ہوں۔ مس مریم جمیل سدا سکھی رہیں' مس عاصمہ روبینہ اللہ تعالیٰ آپ کو دائرہ اسلام میں داخل کرے' آمین۔ میری باقی فرینڈز مہوش' ساویہ (خان صاحب) فروا' لاریب اسرار' شاری (شارق)' نویدہ آپی فوزیہ' باجی انیسہ' باجی رباب (شکریہ آپی) سب کو محبتوں بھرا سلام رب راکھا۔

ایس کو ہر طور...... تاندلیانوالہ' فیصل آباد

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل قارئین اینڈ اسٹاف امید کرتی ہوں آپ سب اللہ کے فضل وکرم سے ٹھیک ہوں گے' سب سے پہلے تو تمام مسلمانوں کو رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ بہت زیادہ مبارک ہو۔ جن بچوں کے پیپرز ہورہے ہیں یا جن کے ہوگئے ہیں میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ان بہنوں' بچوں کو کامیابی وکامرانی عطا فرمائے' آمین اور میرا یہ پیغام ہے اپنی بھائی نازیہ کنول نازی کے لیے کہ آپ حوصلے اور ہمت سے کام لیں ''شب ہجر کی پہلی بارش'' جو ناول ہے اس پر اپنی پوری توجہ دیں' بہت اچھا جارہا ہے ماشاء اللہ سے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں' میری دعا ہے کہ اللہ کرے یہ ناول بھی ٹاپ پر جائے اور مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرے' آمین' والسلام۔

عاصمہ اقبال عاصی...... عارف والا

کچھ پیاروں کے نام

اور رمضان کے روزے بھی رکھ رہی ہوں گی اور ساتھ ساتھ عید کی تیاری بھی ہو رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سب کو عید کی خوشیاں دیکھنی نصیب فرمائیں' عنیشاء آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اپنی خالہ کو معاف کر دینا اس دفعہ تمہیں کوئی گفٹ نہیں دے سکتی اگلی بار زندگی رہی تو بہت ہی پیارا گفٹ دوں گی اور آپ اپنی پڑھائی پر دھیان دو جانو اور خوب دل لگا کر پڑھائی کرو اور امی اور آپی کا کہا مانا کرو خوش رہو اور ثمرین اور سمیعہ میں نے سوچا کہ کیوں نہ تم دونوں کو بھی ایڈوانس میں برتھ ڈے وش کردوں' ایڈوانس بھی اتنا لمبا نہیں۔ یار اگست میں تو ہے دونوں کی سالگرہ بندہ کیا روز روز سب کو وش کرتا رہے میں نے کہا کہ ایک ساتھ ہی کام ختم کردوں۔ ثمرین مجھے تمہاری ایک عادت بہت اچھی لگتی ہے کہ تم غصہ بہت جلدی ختم کردیتی ہو' اللہ تمہیں سارے جہاں کی خوشیاں دے۔ سمیعہ آپ میں بھی بہت سی اچھی باتیں ہیں اگر ناراض نہ ہو تو رک کر بات کردیا روزانہ اسکول جایا کرو پلیز اپنی بیماری کو دور پھینک دو' اللہ تمہیں لمبی اور تندرستی والی زندگی دے' آمین۔ مِنی مِنی ہیپی برتھ ڈے' آتے ہیں آنچل کی طرف مدیحہ نورین مہک' ایم فاطمہ سیال دعائے سحر نورین' مسکان عشیرہ' پروین افضل شاہین' حرا قریشی آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ اجازت دیں اگلی بار دوستی کی ریکوئسٹ منظور ہونے پر آؤں گی۔

شبنم کنول...... حافظ آباد

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! پیاری اینڈ کیوٹ دوستو جلدی سے مجھے مبارکباد دو کہ 13 مارچ کو میری شادی ہوگئی ہے شادی کے بعد پہلی بار خط لکھ رہی ہوں۔ لاریب انشال میرا نام پسند کرنے کا شکریہ' صائمہ کشف' طیبہ نذیر' نورین انجم' مدیحہ نورین' تسلیم شہزادی کیسی ہیں آپ سب جہاں بھی رہو خوش رہو اور میرے لیے دعا ضرور کرنا' اللہ مجھے یہ رشتہ نبھانے کی توفیق دے' آمین' اللہ حافظ۔

وثیقہ زہرہ...... سمندری

سرور فاطمہ ہنی! آپ نے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا' میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا۔ لاریب انشال کھرل! آپ کو میرا نام پسند ہے' بہت شکریہ۔ منفرد نام تو آپ کا بھی ہے حنا اشرف! آپ کو میں اچھی لگتی ہوں یہ تو آپ کا حسن نظر ہے جو لوگ خود اچھے ہوں انہیں باقی سب بھی اچھے لگتے ہیں۔ لائبہ میر' مدیحہ نورین مہک! میں بالکل ٹھیک ہوں آپ لوگ کیسی ہیں؟ فائزہ بھٹی! میرے لیے اولاد کی دعا کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپی فریدہ جاوید فری! آپ کی طبیعت ناساز رہتی ہے' ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو مکمل صحت تندرستی عطا فرمائے اور ہاں اس بار پھر ماہنامہ ریشم کی طرف سے ایوارڈ جیتنے پر دلی مبارک باد قبول فرمائیں۔ اللہ آپ کو ایسی ڈھیر ساری خوشیاں دکھائے' آمین۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

کچھ اپنوں کے نام

تمام قارئین آنچل دفرینڈز شمع مسکان کو اپنی نٹ کھٹ شرارتی سی فرینڈز کا فرینڈلی سلام قبول فرمائیں۔ سب کو میری طرف سے ڈھیروں عید کی مبارک باد' سب سے پہلے میں اپنی زندگی (شاہ زندگی) کو سوری کہتی ہوں کہ برتھ ڈے وش نہیں کر پائی پر قصور میرا نہیں' میرے وہ میسجز شائع نہیں ہوئے جس میں تمہیں وش کیا' لیٹ وش...... ہیپی برتھ ڈے ٹو یو مائی سویٹ ہارٹ۔ کرن ملک نہیں پریئی میں تمہیں نہیں بھولی۔ شائلہ کرن! تمہیں تو میں نے دیکھا ہوا ہے' ایک بار ملی بھی ہوں بہت شرارتی اور بہت پیاری ہو تم پر کراچی کیوں شفٹ ہوئیں کہیں' شادی......؟ خیر علشبہ وغیرہ بھی کافی عرصہ سے نہیں ملیں جو ان سے پتا کرتی اب خود تم کراچی کی وضاحت کرو۔ لائبہ میر پکی والی دوستی اپنی۔ دعائے سحر' فائزہ بھٹی (ہیپی برتھ ڈے سویٹی) حنا اشرف' منزہ حیدر (بے وفا)' نورین شفیع' سدرہ خان' ماہ رخ سیال' طیبہ افضل' طیبہ نذیر' امبر گل (بھول گئیں نا مجھے)۔ مہر گل' دعا گل' جیا عباس' فریحہ شبیر' صبا کے ایس (یار کہاں غائب ہو پلیز کم بیک) قرۃ العین' صائمہ عمبرین' آنسہ شبیر' عائشہ خان' (انٹری دو یار...... شوہر اور

بچوں کی مصروفیت میں سے ہمارا حصہ بھی نکال لیا کریں)۔ کومل رباب، نادیہ یاسین، فاخرہ ایمان، ایس انمول، کائنات عابد، مسکان، ثوبیہ کوثر، پلوشہ گل، ایس بتول شاہ، پارس شاہ آپ سب کو میں بہت مس کرتی ہوں۔ لاسٹ میں صبا جاوید، نغمہ باجی، خدیجہ، تنگی آپی (تگڑی عیدی وصولنی ہے آپ سے)۔ آفتاب بھیا، کاشی (بھانجا) اور ننھی منی پریاں انشراح، دعا، اریشہ، طیبہ اور کیوٹ سے بھتیجے معاذ کو عید کی بہت ساری خوشیاں مبارک ہوں، والسلام۔

شمع مسکان...... جام پور

سعدیہ خواجہ کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آنچل میں تمہارا تعارف پڑھا جب پتا چلا تم کشمیری ہو میں بھی ہجیرہ سے آگے دمر بازار جھاوڑہ کی ہوں پر رہتی کراچی میں ہوں۔ تمہارے بارے میں جان کر دل کیا تم سے دوستی کروں تبھی یہ پیغام تمہیں لکھ رہی ہوں۔ ہماری قارئین سب بہت حساس دل کی ہیں اور بھی کوئی دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم! سعدیہ تمہارے جواب کا انتظار رہے گا اگر ہاں ہوا تو بات ہوتی رہے گی، اپنا خیال رکھنا اور دعا میں یاد رکھنا، اللہ حافظ۔

کرن شبیر...... کراچی

دل کے باسیوں کے نام

تمام اہل مسلمہ کو میری طرف سے دلی عید مبارک۔ میری کزن عاصمہ، مونا، سمیہ، سدرہ او بھابی حمیرا کیسی ہو؟ سب آنٹی انکل، مٹھو بھائی اور رانی سب کو میری طرف سے عید کی ڈھیروں ڈھیر مبارک باد۔ کنجوسوں آپ لوگوں نے تو یاد کرنا ہی چھوڑ دیا۔ عاصمہ اور مونا جلدی جلدی شادی کی تیاریاں کرو میں آپ لوگوں کی شادی میں آؤں گی، دعاؤں میں یاد رکھنا۔ بیہ نذیر سنا ہے اپ بھی پیا دیس سدھارنے والی ہیں بہت بہت مبارک باد کیونکہ آپ کو ٹرپل مبارک باد عید کی شادی کی اور...... اور برتھ ڈے کی، میں بھولی نہیں ہوں۔ پچھلی مرتبہ کچھ مصروف تھی چلو مکیہ نے تو دش کر دیا تھا ہمیں خوشی نے یاد ہی نہیں کیا، ہاہاہا۔ فائزہ بھٹی یاد کرنے کا شکریہ۔ شمع مسکان آپ کو بھی ڈبل مبارک آپ سمجھ گئی نہ کہ اگلے ماہ...... لائبہ میر آپ کی دعائیں بھی مجھ تک پہنچ گئی ہیں، مدیحہ نورین اور پروین افضل شاہین تسی مینوں جاندے او۔ ارم کمال آپ تو سیر سپاٹے کر رہی ہیں۔ نورین انجم گڑیا کیسی ہو، نجم انجم مناؤں کیسی گزر رہی ہے جن کے نام رہ گئے، تمام فرینڈز کو سلام، اللہ کرے آنچل کے ساتھ ہماری کئی ایسی عیدیں گزرے، آمین۔

کرن ملک...... جتوئی

سمیرا شریف طور کے نام

سب سے پہلے میری طرف سے آپ کو محبتوں بھرا سلام۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد از جلد صحت یاب کریں، آمین۔ پیاری آپی "ٹوٹا ہوا تارا" کے لیے آپ کو ڈھیروں مبارک باد۔ میں جتنی تعریف کروں کم ہوگی کیونکہ اس میں کوئی ایسی قسط نہیں ہے جس پر آپ کی گرفت مضبوط نہ رہی ہو اس کے علاوہ آپ کو یہ چاہتیں یہ شدتیں" ڈرامائی شکل میں پیش ہونے پر بھی مبارک ہو۔ یہ میرا پہلا پیغام ہے جو میں نے کسی بھی رائٹر کو دیا ہے اور پھر آپ تو میری آئیڈیل ہو، میری بہن سعدیہ تو آپ کی حد سے زیادہ دیوانی ہے جو ایک بار آپ سے ملنے کی دعائیں کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہزاروں خوشیاں دیکھنا نصیب فرمائے اور غم کا سایہ بھی نہ ہو، آمین۔ آپ ہمیشہ میری دعاؤں میں شامل رہیں گی، اللہ حافظ۔

ثوبیہ ملک...... کورنگی، کراچی

دل میں بسنے والوں کے نام

میری پیاری اور دلاری بہنوں میری طرف سے میٹھی میٹھی سی عید مبارک قبول کر، خوب ڈھیر ساری سویاں کھانا (بس ہاضمہ نہ خراب ہو) خوب رنگا رنگ لباس پہنا، سولہ سنگھار کرنا، آنکھوں کو کاجل کی دھار سے تیز کر کے اپنے "ان" پر جادو چلانا کیونکہ موقع ہے عید کا۔ طیبہ نذیر آپ کو پیا سنگ سدھارنے کی بہت بہت مبارک ہو بس اتنا کہنا ہے کہ اپنے ان میں کھو کر ہمیں نہ بھول جانا۔ صائمہ ذوالفقار آپ کو بھی شادی کی بہت مبارک باد، مٹھائی کھانے کب آئیں، جلدی سے بتا دیں۔ حنا اشرف آپ کے ماموں اور خالہ کو اللہ تعالیٰ جلد از جلد شفایابی عطا فرمائے، آمین۔ پروین افضل

شاہین میرے بھائی پرنس افضل کو خوب اچھے سے سویاں پکا کر کھلانا' کوثر خالد آپ عید پر کیا کیا بنا رہی ہیں؟ شمع مسکان' سعدیہ عظیم' سامعہ ملک اعوان' دعائے سحر' جازبہ عباسی' سنیاں زرگر' اقصیٰ زرگر' دلکش مریم' حرا قریشی' نورین انجم انجم' سیدہ لوبا سجاد' وثیقہ زمرہ' بشریٰ باجوہ' حافظہ سمیرا' انجم انجم اعوان' مدیحہ نورین' ساریہ چوہدری' ایس بتول شاہ' فوزیہ سلطانہ' کرن ملک' سعدیہ رمضان' حمیرا قریشی' صبا اعوان' شازیہ ہاشم' رشک حنا' ماہ رخ سیال' نزہت جبیں' عقیلہ رضی' عائشہ پرویز' ارم ہانی' طلعت نظامی' سباس گل' صدف آصف اور جن کے نام نہیں لکھ سکی ان سب کو بھی ڈھیروں عید مبارک قبول ہو' عید کے تینوں دن خوب خوش رہیں اور خوش رکھیں اور مجھے نہ بھلا دینا۔

ارم کمال...... فیصل آباد

قیصر آراء اور آنچل پریوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال چال ہیں دوستو؟ امید ہے کہ سب ٹھیک ہی ہوں گے۔ قیصر آراء آپی اپریل کے شمارے میں آپ نے مجھے بڑے پیار سے سدا سہاگن رہنے کی دعا دی ہے' میں تو سر سے پاؤں تک آپ کی مقروض ہوگئی۔ آپ کا ٹھنڈا نرم لہجہ سیدھا دل میں اتر جاتا ہے' آپ کی پُراثر گفتگو دماغ کی بہت سی الجھنیں دور کر دیتی ہے۔ آپ جب اپنے مخصوص انداز میں جوابات دیتی ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ماں' بیٹی کا تعلق ہو یا کوئی عزیز مخلص دوست مگر آپی جان میری تو ابھی شادی ہی نہیں ہوئی صرف منگنی ہوئی ہے اور مستقبل میں مجھے آپ کی دعاؤں کی بہت ضرورت پڑنے والی ہے' اللہ پاک آپ کی عمر دراز کرے' آمین اور آنچل کی پریوں طیبہ نذیر' فوزیہ سلطانہ' مدیحہ نورین' پروین افضل میرا ڈھیروں سلام آپ سب کو۔ کوثر خالد آئی سلوٹ یو' ہمیشہ یونہی ہنستی مسکراتی رہو۔ ہر دکھ' ہر غم چھپا کر بھی مسکرانا کوئی آپ سے سیکھے۔ فائزہ بھٹی! کیسی ہو میری سویٹی؟ تم سے رابطہ کرنا ہے جانی کوئی طریقہ بتاؤ' مجھے گل مینا خان! اتنی خوب صورت سی جگہ پر رہتی ہو یار! میرا تو دل کرتا ہے کہ میں بھی تمہارے پاس ہی رہنے لگوں اور آنچل کی رونق شاہ زندگی' زنیرہ طاہر کہاں گم ہیں آج کل؟ زنیرہ طاہر آنچل میں انٹری دو یار کافی عرصے سے غائب ہو تم تو۔ حرا قریشی کیا بات ہے آپ کی یار بہت مزا آتا ہے' تمہارا لکھا پڑھ کر۔ یاسمین کنول! تمہاری امی کی وفات کا پڑھا یقین جانو آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اللہ پاک تمہاری امی کے درجات بلند فرمائے اور تمہیں صبر و جمیل عطا فرمائے' آنچل کی ہر رائٹر ہر ریڈرز کو ڈھیروں سلام۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ سب کی اپنی۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

میری بہن R کے نام

وہ کون تھی جو میری چوٹ کو سہلاتی تھی
میرے غم پر میرے ساتھ روتی تھی
میری ہر خوشی پر مسکراتی تھی
میرے روٹھنے پر مجھے مناتی تھی
میرے ڈرنے پر مجھے اپنی آغوش میں چھپاتی تھی
وہ جو میرا سکھ' میری خوشی' میرا چین تھی
میری ہر خوشی میں میرے ساتھ تھی
میری ہر کامیابی کی وجہ تھی
وہ صرف میری بہن تھی
وہ میری پیاری آپی تھی

پیاری آپی رخسانہ السلام علیکم! 10 جولائی کو آپ کی سالگرہ ہے' میری دلی خواہش تھی کہ میں آپ کو آنچل ڈائجسٹ کے ذریعے وش کروں' آپی میری طرف سے آپ کو آپ کی سالگرہ کا دن بہت مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ آپ کی زندگی میں یہ دن خوشیوں سے بھرپور ہو اور بار بار آئے' اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ کی لائف خوشیوں سے بھر دے آمین۔

سدرہ بتول...... فتح پور لیہ

جویریہ سالک

میرے لفظوں میں

ایک بار میری خالہ نے مجھے کہا سدرہ آج روٹیاں تم پکالینا اور سنبھال کے کچن میں رکھنا۔ میں نے سوچا خالہ نے کافی عرصے بعد کہا ہے یقیناً کوئی ضروری کام ہوگا۔ میں نے روٹیاں پکائیں اور اندر رکھ دیں۔ جب خالہ آئیں تو میں بہت خوش ہوئی کہ خالہ کو کتنی خوشی ہوگی انہوں نے دور سے مجھ سے پوچھا کہ روٹیاں پکائیں تو میں نے اثبات میں سر ہلا دیا تو وہ سیدھا کچن میں گئیں اور وہیں سے مجھے پکارا۔ اتنی تیز آواز اور اتنا غصہ میں فوراً بھاگ کے آئی تو دیکھا کہ ساری روٹیاں جو کچھ دیر پہلے میں نے دھوپ میں بیٹھ کر پکائی تھیں بکریاں کھا گئی تھیں صرف دو ایک روٹیاں باقی بچی تھی۔ خالہ نے مجھے غصے سے دیکھا اور کہا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا خالہ مجھے نہیں پتہ یہ سب کیسے ہوگیا تو خالہ نے کہا۔ اگر روٹیاں پکا ہی لی تھی تو ان کو محفوظ کس نے کرنا تھا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تم نے۔ اب میں ہوٹل سے روٹیاں لے آتی ہوں آئندہ خیال رکھنا۔ وہ تو یہ کہہ کر چلی گئی مگر اتنی دیر میں حیران کھڑی رہی مجھے ایسا لگا جیسے ابھی آگہی کا در کھلا ہو میں نے سوچا اور فوراً لکھ لیا۔ ہم میں سے ایسے ہزاروں لوگ ہوں گے جن کے پاس نیک اعمال کا ڈھیر ہے اور وہ پرسکون ہیں کہ قیامت کے دن رب سامنے ان سے بہت خوش ہوگا مگر ہم اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتے جس طرح میں روٹیوں کی نہ کرسکی اور وہ ساری ختم ہوگئیں اور وہاں ہمارا عمل اور نیکیاں بھی ایسے ہی ختم ہوجائیں گی ان لوگوں کو دیتے ہوئے جن کے ساتھ زیادتی کی ہوگی۔ خالہ تو ہوٹل سے روٹیاں لے آئیں مگر وہاں تو کوئی ہوٹل نہیں ہوگا اور نہ کوئی وہاں نیکی دے گا۔ یہ سوچ کر انسان کوئی غلط بات منہ سے نہیں نکال سکتا کیونکہ جس کا زبان پر کنٹرول ہے اس کے نیک اعمال محفوظ ہیں اللہ سے دعا ہے وہ عمل کی توفیق دے آمین۔

ایس گوہر طور...... فیصل آباد

چلی سوس

انسان کا ضمیر جاگ جائے تا تو وہ اسے سونے نہیں دیتا۔ شکوے گلے نفرتیں کدورتیں صرف سانس چلنے تک ہی ہوتے ہیں بعد میں تو صرف پچھتاوے رہ جاتے ہیں۔

سباس گل...... رحیم یار خان

انمول موتی

☆ جو شخص اپنے مال کو بے جا خرچ کرتا ہے جلد غریب ہوجاتا ہے۔
☆ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کر اور بدی اپنے نفس کے ساتھ کر۔
☆ نفس کو قابو میں رکھنے کے لیے کم کھاؤ اور کم سوؤ۔
☆ جو شخص علم کے باوجود بے عمل ہو اس کا شماران مریضوں میں ہوتا ہے جن کی دوا تو ہوتی ہے مگر علاج نہیں کرسکتے۔
☆ مصائب سے مت گھبرایئے کیونکہ ستارے اندھیرے میں چمکتے ہیں۔
☆ اصلاح نفس کی فکر میں مشغول رہ تاکہ بجائے بد صفات کے نیک صفات پیدا ہوسکیں۔
☆ مصائب دنیا کو سہل خیال کر اور موت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔
☆ نماز میں قلب کی اور مجلس میں زبان کی حفاظت کر۔
☆ حسن ظاہر کرنا دلیل سرداری اور بہترین نیکوکاری ہے۔
☆ غریب شخص امیر کا اتنا محتاج نہیں ہوتا جتنا کہ امیر شخص غریب کا کیونکہ غریب کے بغیر امیر کا کوئی کام نہیں چل سکتا۔
☆ اگر آدمی کسی کے ساتھ نیکی نہیں کرسکتا تو کم از کم اتنا کرے کہ اسے اس کی برائیوں سے آگاہ کرتا رہے۔
☆ زیادہ گرم کھانا سر پر گرم پانی ڈالنا آفتاب کی طرف دیکھنا اور نشہ آور اشیاء کا استعمال آنکھوں کے لیے نقصان دہ ہے۔
☆ تمام اعضاء جسمانی میں زبان زیادہ نافرمان ہے
☆ انسان صرف تدبیر کرسکتا ہے کامیابی تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔
☆ صداقت انسان کو اور انسان صداقت کو عظیم بنا دیتا ہے۔

مسز نگہت غفار...... کراچی

نفرت یا محبت

کوئی مجھ سے نفرت کرے یا محبت کرے دونوں میرے حق میں بہتر ہیں کیونکہ اگر نفرت کروگے تو میں تمہارے دماغ میں بس جاؤں گا اور اگر محبت کروگے تو میں تمہارے دل میں بس

جاؤں گا۔

ماریہ کنول ماہی..... گوجرانوالہ

رمضان المبارک

پھر زہے قسمت خدا کا شکر ہے
مل گیا جنت کا ساماں آپ کو
خوب جی بھر کے سمیٹو رحمتیں
ہو مبارک ماہ رمضاں آپ کو

راؤ تہذیب حسین تہذیب..... رحیم یار خان

خواہش

میری زندگی کی
دو ہی
خواہش ہیں
پہلی یہ کہ
مجھے حاصل کرلوں
اور دوسری یہ کہ
پہلی پوری ہوجائے

نورین مسکان سرور..... سیالکوٹ ڈسکہ

اللہ تعالیٰ کی تجارت

مورخین نے کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک عورت اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ "اے اللہ کے نبی علیہ السلام آپ کا پروردگار عادل ہے یا ظالم۔"

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ "تیرا ناس ہو اے عورت تو کیا بات کررہی ہے رب تعالیٰ تو سراسر عدل وانصاف ہے وہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔" پھر اس عورت سے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو تمہارا قصہ کیا ہے؟ اس عورت نے اپنا قصہ بیان کرنا شروع کیا۔

"اے اللہ کے نبی میں ایک بیوہ ہوں میری تین بچیاں ہیں جن کی پرورش میں اپنے ہاتھ سے سوت کاتی ہوں میں دن بھر اور راتوں کو جاگ جاگ کر سوت کاتتی ہوں گزشتہ روز میں اپنا کاتا ہوا سوت ایک سرخ کپڑے میں باندھ کر اسے بیچنے کے لیے بازار جانا چاہتی تھی کہ اس کی آمدنی سے بچیوں کے کھانے پینے کا بندوبست کروں لیکن اچانک ایک پرندہ مجھ پر ٹوٹ پڑا اور سرخ کپڑے کا ٹکڑا جس میں میں نے سوت باندھ رکھا تھا اسے گوشت کا ٹکڑا سمجھا اور لے اڑا۔ میں یونہی حسرت و یاس سے ہاتھ ملتی رہ گئی اب میرے پاس کچھ نہیں کہ میں اپنی بچیوں کو کھانا کھلاسکوں ابھی وہ حضرت داؤد علیہ السلام سے داستان بیان کررہی تھی کہ اتنے میں آپ کے دروازے پر دستک ہوئی حضرت داؤد علیہ السلام نے آنے والے کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی اجازت ملتے ہی دس تاجر اندر داخل ہوئے جن میں ہر ایک کے ہاتھ میں سو سو دینار تھے تاجروں نے عرض کیا۔

"اے اللہ کی نبی علیہ السلام! ہمارے ان دیناروں کو ان کے مستحق تک پہنچادیں۔" حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا۔

"میرے پاس یہ مال حاضر کرنے کا سبب کیا ہے۔"

"تاجروں نے جواب دیا۔ "اے اللہ کے نبی ہم ایک کشتی میں سوار تھے اتفاق سے ایک زوردار آندھی آئی جس سے ہماری کشتی میں ایک جانب سوراخ ہوگیا اور پانی کشتی میں داخل ہونا شروع ہوگیا۔ موت ہمیں سامنے نظر آرہی تھی ہم نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس طوفان سے نجات دے دے تو ہر شخص سو دینار صدقہ کرے گا۔ اب پانی کشتی میں تیزی سے داخل ہونے لگا۔ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے اس سوراخ کو بند کرسکیں۔ ادھر ہم نے نذر مانی ادھر اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کا بندوبست کردیا کہ ایک بہت بڑا پرندہ منڈلاتا ہوا کشتی کے اوپر آ گیا۔ اس کے پنجے میں سرخ رنگ کی ایک پوٹلی تھی اس نے دیکھتے ہی دیکھتے وہ پوٹلی کشتی میں پھینک دی ہم نے لپک کر اس پوٹلی کو پکڑا اس میں کاتا ہوا سوت تھا ہم نے فوراً اس سے کشتی کا سوراخ بند کیا اور اس میں داخل شدہ پانی کو ہاتھوں سے باہر پھینکا۔ تھوڑی دیر بعد طوفان تھم گیا اور یوں ہم موت کے منہ سے واپس آئے اب یہ صدقے کی رقم آپ کے ہاتھ میں ہے آپ جسے چاہیں اسے دے دیں۔ یہ قصہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام اس بیوہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ "پروردگار تیرے لیے بحر و بر میں تجارت کررہا ہے تو اسے ظالم گردان رہی ہے۔" پھر آپ علیہ السلام نے وہ دینار اس خاتون کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا۔ "جاؤ انہیں اپنی بچیوں پر خرچ کرو۔"

مجالس النسائی

لاریب انشال..... کھرل اوکاڑہ

انمول موتی

* خاموشی بغیر تخت کی بادشاہی ہے۔

*مصیبت کی جڑ انسان کی گفتگو ہے۔
*شہر دکھ اور محبتیں ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں کبھی پرانے نہیں ہوتے ہمیشہ نئے ہی لگتے ہیں۔
*صرف کمروں کی دیواریں نہیں ہوتی دل کی بھی ہوتی ہیں جن میں کئی خیال کئی خواب قید رہ جاتے ہیں۔
*دریا پہاڑوں میں سے سمٹ کر گزرتا ہے اور میدانوں میں پھیل جاتا ہے اپنے حالات کے مطابق سفر کرنا چاہیے انسان حالات سے باہر ہو جائے تو بکھر کر رہ جاتا ہے۔
*جو نہیں ہیں اس کا غم نہ کریں بلکہ جو ہے اس پر قناعت کریں۔
*دنیا تمہیں تب تک نہیں ہرا سکتی جب تک تم خود نہ ہار جاؤ۔

سرور فاطمہ ہنی..... صوابی

برتاؤ

کچھ لوگوں کے ساتھ عمر بھر رہ لو لمحے بھر کے لیے بھی یاد نہیں آتے اور کچھ لوگوں کے ساتھ ایک لمحہ گزار لو ساری عمر یاد آتے رہیں گے دل بھی کیا عجیب پاگل شے ہے کہ یادیں گزری مدت اور عرصے کی وجہ سے نہیں بلکہ روا رکھے گئے برتاؤ کی وجہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

شبانہ امین راجپوت..... کوٹ رادھا کشن

جنت کی سم

نیو سم آفر! اگر آپ ہر پریشانی سے بچنا چاہتے ہیں تو آپ صرف نماز کی سم استعمال کریں کیونکہ نماز دیتی ہے آپ کو رب سے فری بات کے پانچ مواقع اور وہ بھی روزانہ۔ اس کے ساتھ ساتھ ان لمیٹڈ فری رحمتیں، برکتیں اور سکون ہی سکون۔ صرف یہی نہیں بلکہ تہجد پیکج سے رات بارہ بجے سے صبح چار بجے تک سب کچھ منوائیے..... تو نماز پڑھو اور سب کہہ دو۔ سبحان اللہ (یہ آفر سانس رکنے سے پہلے تک ہے)

نعمت

خوب صورتی ایک نعمت ہے لیکن سب سے خوبصورت آپ کی زبان ہے چاہے تو کسی کا دل جیت لے چاہے تو کسی کا دل چیر دے!!!

رزق

صرف پیسے کا ہونا رزق نہیں ہے نیک اولاد اچھا اخلاق اور مخلص دوست بھی بہترین رزق میں شامل ہیں۔

مدیحہ نورین مہک..... برنالی

کام کی باتیں

*علم وہی جس نے پڑھ کر عمل کیا۔
*جو زیادہ پوچھتا ہے وہ زیادہ سیکھتا ہے۔
*بہترین لوگ وہ ہیں جو اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔
*تین چیزوں کا احترام کرو۔
استاد۔ والدین۔ قانون۔
*بہترین عمل وہ ہیں جو انسان کی موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔
*صدقہ جاریہ۔
*وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔
*نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔

صائمہ سکندر سومرو..... حیدر آباد

ایک اچھی بات

خلوص اور عزت بہت نایاب تحفے ہیں اس لیے ہر کسی سے ان کی امید نہ رکھو کیونکہ بہت کم لوگ دل کے امیر ہوتے ہیں۔

کبریٰ مہتاب..... بوسال سکھا

حالات اور وقت

وقت اور حالات کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے کیونکہ حالات ایک ادارہ ہے اور وقت اس میں سکھانے والا استاد ہے جب کوئی ادارہ ہی نہ ہو تو اس میں استاد کیسے آئے گا اور اگر استاد نہ ہو تو ایک ادارہ کیسے چل سکتا ہے۔ یہ ادارہ زندگی نے حالات کے نام پر کھولا ہے اور وقت کو اس کے لیے استاد کے طور پر منتخب کیا ہے یہ واحد ادارہ ہے جہاں پر کسی کو بلایا نہیں جاتا اور نہ ہی اس کی کوئی مقرر کردہ فیس ہوتی ہے لیکن کبھی کبھار اس ادارے میں آنے والے لوگوں کو اپنی غلطیوں کے عوض جرمانے کے طور پر بہت بڑا معاوضہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

یوں اس ادارے میں آنے والے پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ سب برابر ہوتے ہیں کیونکہ یہاں آنے والے کو وقت استاد ایک جیسا سکھاتا ہے بس اپنی صلاحیتوں اور ذہنیت کی بنا پر آنے والے سیکھ جاتے ہیں۔ زندگی چونکہ اس ادارے کا ہیڈ ہے اور زندگی کے آرڈر پر ہی حالات انسان کا امتحان لیتے ہیں اس کڑے امتحان میں کچھ تو کامیاب ہو جاتے ہیں اور کچھ نہیں۔ جو کامیاب ہو جاتے ہیں انہیں زندگی کا تجربہ حاصل ہو جاتا ہے زندگی کی طرف سے اور وہ وقت اور حالات کے تقاضوں کو

بھی اچھی طرح سمجھ جاتے ہیں۔
عظمیٰ جبیں...... لانڈھی کراچی

حسد

ریشماں کا منگیتر دبئی سے شادی کے لیے آرہا تھا ریشماں نے شرماتے ہوئے زرینہ سے کہا۔ ''وہ دبئی میں اپنے دوستوں سے کہتا پھر رہا ہے کہ میں شہر کی سب سے خوب صورت لڑکی سے شادی کرنے جارہا ہوں۔''

زرینہ ہمدردانہ لہجے میں بولی۔ ''ہائے اللہ! یہ تو بہت ہی بری بات ہے اتنا عرصہ منگنی تمہارے ساتھ رکھی اور اب شادی کسی اور سے کررہا ہے۔''

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

گناہ

گناہ اندرونی شکست وریخت اور فطرت سلیمہ کی مخالفت کی ایک قسم ہے گناہ میں مبتلا ہونے والا مسکین شخص ہے وہ بے نصیب ہے اور جس نے اپنی قابلیتوں اور تمام روحانی صلاحیتوں کے باوجود شیطان کی اطاعت کو قبول کرلیا اور اپنے آپ کو ضمیر کے عذاب اور دل کی رسوائیوں کے سپرد کردیا۔ اگر وہ ایک ہی گناہ کو بار بار کررہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیا ہے اس کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہے اور اس میں نفس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے کس قدر ذلیل ہے وہ انسان جو گناہ سے لذت حاصل کرتا ہے اور گناہ سے اپنی روح کو تباہ کردیتا ہے خاندان معاشرے اور وطن پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان ناپاک روحوں والوں سے بچیں جو توحید کے ذریعے تہذیب یافتہ نہیں ہوئے۔ اللہ تمام امت مسلم کو گناہ سے بچائے۔ (آمین)

سمیہ کنول تھری اسٹار گروپ...... بھیر کنڈ مانسہرہ

وطن

لا الہ الا اللہ کی بنیاد پہ بنا میرا عزیز وطن
شہیدوں کے لہو سے سینچا گیا میرا عزیز وطن
عصمتیں مٹی عورتوں کی عزتیں ہوئی پامال
بچے ہوئے ذبح پھر حاصل ہوا میرا عزیز وطن
لہو کی بہہ گئیں ندیاں اشکوں کے رواں ہوئے دریا
ان جانثاریوں قربانیوں کے بدلے ملا میرا عزیز وطن
نفاذ شریعت مصطفیٰ ﷺ کے لیے
علم توحید وسنت کے اقبال کے لیے بنا میرا عزیز وطن
افسوس صد افسوس نہ ملا ہمیں وہ گوہر مقصود
جس کے لیے بنا ہے یہ عزیز وطن
شاد حکمرانوں کی بے حسی ہے پر انگشت بدنداں
لٹ رہا ہے میرا پیارا وہ عزیز وطن
نامعلوم

کنفیوز

ایک صاحب کی بیوی ایکسیڈنٹ کے بعد کوما میں چلی گئیں عزیز واقارب دوست احباب سب نے اظہار افسوس ظاہر کیا۔ ایک دوست نے ازراہ ہمدردی پوچھ لیا۔ یار تم بتاؤ تمہاری حالت تو ٹھیک ہے نہ اور بھابی کی ٹینشن نہ لو وہ ٹھیک ہوجائیں گی تو شوہر نے جواباً کہا۔ یار حالت تو ٹھیک ہے پر میرے ذہن میں ایک وقت میں دو گانے چل رہے ہیں۔ آج اتنی خوشی ملی ہے میں روؤں یا ہنسوں کروں تو میں کیا کروں؟

منشی خان...... مانسہرہ

باتیں جو دل کو چھو جائیں

* وہ شخص کبھی محتاج نہیں ہوتا جو میانہ روی اختیار کرتا ہے۔
* جب تم دنیا کی مفلسی سے تنگ آجاؤ اور رزق کا کوئی راستہ نہ نکلے تو صدقہ دے کر اللہ سے تجارت کرو۔
* صرف اسلام ایک ایسا دین ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں مدد دیتا ہے۔
* اس دن پر آنسو بہا جو تیری عمر سے کم ہوگیا اور اس میں نیکی نہ تھی۔
* جس نے ایک اسکول کا دروازہ کھولا۔ اس نے ایک جیل کا دروازہ بند کردیا۔

جویریہ ضیاء...... کراچی

yaadgar@aanchal.com.pk

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ربّ ذوالجلال کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو خالق کونین اور مالکِ ارض وسماں ہے۔ جولائی کا شمارہ عید نمبر پیش خدمت ہے امید ہے آپ بہنوں کے معیار اور ذوق کے عین مطابق ہوگا آئیے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب جو آئینہ خانے کی جگمگاہٹوں میں اضافہ کررہے ہیں۔

اقصیٰ مریم...... فتح جنگ۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ تمام پڑھنے والوں اور لکھنے والوں کو رمضان اور عید کی بہت بہت مبارک باد۔ سمیرا شریف طور آپ کو ناول مکمل ہونے کی بہت بہت مبارک باد ہو۔ یقین مانیں میں آنچل صرف آپ کی وجہ سے پڑھتی ہوں' فرسٹ ٹائم جب میں نے آنچل پڑھا تو اس وقت آپ کی اسٹوری "یہ چاہتیں یہ شدتیں" چل رہی تھی اتنی زبردست اسٹوری جس نے مجھے آنچل پڑھنے پر مجبور کردیا تب سے میں ریگولر آنچل پڑھ رہی ہوں۔ اب آتے ہیں "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف بہت فنٹاسٹک ناول تھا' اتنا زبردست اینڈ کیا کہ کیا بتاؤں میں تو پورا مہینہ پریشان ہی تھی کہ پتا نہیں انا اور ولید کی شادی ہوگئی بھی کہ نہیں پڑھ کر مزا آگیا۔ ہمایوں کا بہت اچھا انجام ہوا اسے اپنے گناہ کی سزا مل گئی' عاولہ کو بھی اپنی غلطیوں کا احساس ہوگیا۔ حماد بے چارہ...... پھر شکر ہے انا اور ولید ایک ہوگئے۔ بابا جان کو ان کا سارہ خاندان مل گیا پھر یہ ولید بھی نہ بہت تنگ کرتا تھا بے چاری انا کو۔ چلو اب انا ساری زندگی اسے تنگ کرے گی پیار سے ہاہاہا۔ بہت بہت بیسٹ اینڈ ہوا' میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے ابھی صرف ٹوٹا ہوا تارا ہی پڑھ سکی ہوں' ایک بار پھر سمیرا آپی بہت بہت مبارک اور آپ سے امید ہے کہ آپ جلد ہی نیا ناول لے کر حاضر ہوں گی' اللہ تعالیٰ آپ کو بہت خوشیاں دے' آمین۔

☆ ڈیئر اقصیٰ! ٹوٹا ہوا تارہ کی پسندیدگی کا شکریہ۔ آئندہ دوسری مصنفہ کو بھی اپنے تبصرے میں شامل رکھیے گا۔

دلکش مریم...... چنیوٹ۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گی اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے' آمین۔ آنچل ہاتھ میں آتے ہی سب سے پہلے سرگوشیاں سنیں اور آ نئی قیصر آرا کی دعا پر دل سے آمین کہا۔ اس کے بعد حمد ونعت سے دل کو منور کیا۔ در جواب آں میں سمیرا شریف طور کی ناساز طبیعت کا جان کر بہت دکھ ہوا اور بے ساختہ دل سے دعا نکلی اللہ تعالیٰ آپ کو جلد صحت کاملہ عطا فرمائے' آمین۔ سامعہ ملک پرویز آپ کے والد کا جان کر دلی رنج ہوا' اللہ آپ کے والد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے اور آپ سب کو صبر دے' آمین۔ حنا اشرف آپ کی فیملی کے لیے بھی دعا گو ہے بات ہو جائے سلسلہ وار ناولز کی' موسٹ فیورٹ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کی آخری قسط بہت زبردست رہی بلکہ مکمل ناول ہی لاجواب تھا جس کی ایک قسط نے بھی بور نہیں کیا بلکہ ہر قسط دلچسپ رہی۔ جہاں اس کے خوب صورت اختتام پر خوشی ہوئی وہیں دل یہ بھی چاہا کہ کاش اس ناول کا اینڈ نہ ہوتا۔ سمیرا شریف طور اتنے خوب صورت ناول کے لیے بہت شکریہ اور مبارک باد' اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے اور آپ کے قلم کی روانی برقرار رکھے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ بہت خوب صورتی سے ناول آگے بڑھا رہی ہیں۔ پرانی حویلی کے مکینوں کے دکھ میں ہم بھی شریک ہیں۔ "ترے عشق نچایا" ناولٹ شروع کی اقساط بہت زبردست تھیں مگر اختتام جیسا سوچا ویسا نہیں ہوا نہ تانیہ سے ملوایا اور نہ صبا اور نشاء کے والد سے یعنی آخر تک انہیں لاتعلق ہی ظاہر کیا گیا۔ صبا' آصف جاہ' محسن' نشاء سب مل گئے اس کے باوجود ناول کا اختتام تشنہ رہا۔ نشاء کا خواب بھی واضح نہیں کیا گیا بس گاڑی میں بیٹھی اور مطلوبہ جگہ پہنچ گئی آمیزنگ۔ "چراغ خانہ" اللہ کرے پیاری کا بھائی مل جائے اور پیاری کی شادی دانیال سے ہی ہو۔ عالی جاہ تو پیاری کے لیے بالکل نہیں پسند۔ "سانسوں کی مالا پہ" اقرأ صغیر بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ "موم کی محبت" اللہ جانے شرمین کی آزمائش کب ختم ہوگی۔ صفدر کے اقدام پر بہت افسوس ہوتا ہے۔ افسانے "ٹھوکر" اور "حصار" پہلے نمبر پر رہے۔ "دل تو بچہ ہے" خوب صورت افسانہ جس نے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دی۔ سجود وقیام کے پیچھے' یقین کامل' خوب صورت قبر اور زرد پھولوں کی بارش بھی بہترین افسانے تھے۔ مستقل سلسلے ہمیشہ کی طرح لاجواب رہے' ہمارا آنچل میں بھی سب بہنوں

سے مل کر اچھا لگا جن بہنوں نے یاد رکھا ان کا بہت شکریہ سب کو سلام دعا' خوش رہیں اللہ نگہبان۔
☆ ڈیئر دلکش! آپ کا تبصرہ پسند آیا۔ تر ے عشق نچایا کے بارے میں یہی کہنا چاہوں گی کہ کچھ لوگ ساری زندگی نہیں بدلتے جن میں بلال احمد بھی شامل ہیں اور تانیہ آپ کو اپنے آس پاس نظر آئے گی۔

ریما نور رضوان...... کراچی۔ السلام علیکم! دل کی تمام گہرائیوں اور سچائیوں کے ساتھ منفرد ہوتے ہوئے منفرد لفظوں کے ساتھ تمام آنچل قارئین' آنچل رائٹرز' آنچل اسٹاف ممبر سبھی کو پیار اور خلوص بھرا سلام! آنچل ڈائجسٹ پورا ہی بہت زبردست بلکہ پیسے وصول ڈائجسٹ ہے۔ سلسلے وار ناول ہوں' مکمل ناول' ناولٹ یا افسانے تمام ہی مصنفات بہت زبردست لکھتی ہیں۔ ایک ہی جگہ الگ الگ مزاج کے رنگوں سے مزین منفرد موضوعات پر مبنی تحریر پڑھنے کو مل جاتی ہے۔ مستقل سلسلے تمام تر ہی بہت پسند ہیں' سرگوشیاں بہت پیارے احساس کے حصار میں قید کرتی ہیں۔ حمد ونعت دل کو روشن اور منور کردیتے ہیں' در جواب آں میں مدیرہ شگفتہ وشائستہ لہجے میں مخاطب کرتی بہت ہی اچھی لگتی ہیں۔ دوست کا پیغام سلسلہ بہت پسند ہے یہاں تمام ہی دوستوں سے ملاقات ہوجاتی ہے۔ بیاض دل' ڈش مقابلہ' بیوٹی گائیڈ' نیرنگ خیال' یادگار لمحے' آئینہ' ہم سے پوچھئے' آپ کی صحت' تمام سلسلے معلوماتی اور اچھے ہیں۔ اللہ پاک اس ڈائجسٹ کو ترتیب دینے والوں کو سدا سلامت اور خوش رکھے اس کی اتنی پیاری خوب صورت ترتیب پر کیا کہوں؟ بس آپ کا یہ گلدستہ میری زندگی میں بھینی بھینی خوشگوار مہک کی مانند ہے۔ میرا رب آنچل کو ڈھیروں ترقی' کامیابی' کامرانی سے نوازے میرا رشتہ آنچل سے بندھا رہے آمین۔
☆ آنچل کی پسندیدگی کا بے حد شکریہ اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سمیہ کنول...... بھیر کنڈ۔

تیرا خاور درخشاں رہے تا ابد چمکتا
تیری صبح نور افشاں کبھی شام کو نہ پہنچے

کیوٹ فرینڈز' رائٹرز اینڈ قارئین کو سمیہ کنول تھری اسٹار گروپ کی طرف سے چاہتوں بھرا' خلوص بھرا سلام قبول ہو۔ کیسے ہیں سب؟ یقیناً ٹھیک ٹھاک خوش باش' مجھے مس کیا کہ نہیں (سچی بتانا) دو ماہ کے بعد حاضر ہوئی ہوں پھر سے آپ کی محفل کو چار چاند لگانے (لگ گئے نہ چار چاند) اب آتی ہوں تبصرے کی طرف۔ اس گرمی کے موسم میں آنچل دلکش' ٹھنڈی ہوا کے معطر جھونکے کی مانند لگا۔ سب سے پہلے تعارف پڑھا اُم کلثوم سے ہیلو ہائے' بے تابی سے ابتدائی اوراق پلٹے تو یقین کیجیے "ٹوٹا ہوا تارا" کی آخری قسط دیکھ کر دل خوشی کے ہنڈولوں میں جھول گیا۔ شکر ہے ختم ہوگیا یہ ناول (اب کوئی اچھا سا ناول لکھیں آپی جی) اقبال بانو کی تحریر "ٹھوکر" بہت کچھ سمجھا گئی۔ مرد واقعی بڑے بے درد اور برے ہوتے ہیں (مجھے ایکسپرینس نہیں رائٹر سے ہی سن سن کے' ہاہاہا) اب پتا نہیں پیاری کے ساتھ کیا ہوگا (اس کی ٹینشن میں دبلی ہوگئی ہوں)۔ عرشیہ ہاشمی' شبینہ گل کے افسانے بھی اچھے تھے۔ طیبہ نذیر کا تبصرہ اچھا تھا اور نگہت عبداللہ آپ ہر بات پر بی پی کیوں بول دیتی ہیں؟ (عجیب لگتا ہے نا)۔ آخر میں آنچل سے جڑے تمام روشن ستاروں کی خدمت میں سلام اور دعائیں۔ آنچل ادارے اور قارئین سے گزارش ہے کہ مجھے گول گپوں کی ترکیب بتادیں میں نے بنانے ہیں (آپ کو بھی دوں گی) اوکے' رب راکھا۔
☆ ڈیئر سمیہ! آپ کی فرمائش نوٹ کرلی ہے۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی۔ السلام علیکم! رمضان المبارک کا شمارہ ہاتھ میں آیا بہت خوشی ہوئی۔ حمد ونعت سے دل کو منور کرکے ورق پلٹا در جواب آں میں آنٹی جی نے سب کے خطوں کے جواب بہت پیار سے دیئے تھے۔ دانش کدہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں پڑھ کر بہت کچھ جاننے کو ملا۔ ہمارا آنچل میں چاروں تعارف اچھے تھے ارے واہ بہنوں کی عدالت میں نگہت عبداللہ ابھی تک موجود ہیں۔ ماشاء اللہ نیرنگ خیال میں میری شاعری نہیں تھی' افسوس ہوا۔ مسز نگہت غفار' نزہت جبین ضیاء' سمیرا غزل صدیقی کی شاعری اچھی تھی۔ دوست کا پیغام آئے میں میرا پیغام شامل تھا' یادگار لمحے میں پرنس افضل شاہین آپی' سنیاں زرگر' سباس گل کا انتخاب اچھا تھا۔ ہم سے پوچھیے میں طیبہ نذیر' نجم انجم' پرنس افضل شاہین کے سوالات پسند آئے۔ بیاض دل میں سب کی شاعری اچھی تھی' سب افسانے اچھے لگے۔ سلسلے وار ناولز بہت

فٹ جارہے ہیں عائشہ نور محمد سے کہیں جلد ہی آنچل میں کوئی زبردست سی اسٹوری لکھیں۔ تمام اہل وطن کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے عید کی خوشیاں مبارک ہو رب را کھا۔

ثناء رسول ہاشمی...... صادق آباد۔ تمام قارئین کو سلام اور عید مبارک۔ امید ہے سب خیریت سے ہوں گے پچھلے دو مہینہ ماہ ایگزام کی مصروفیت رہی جون کا سرورق کافی دیدہ زیب ہے۔ مونالیزا جیسی مسکراہٹ لیے مہوش اچھی لگ رہی تھی۔ اشتہارات سے صرف نظر کرتے ہوئے حمد ونعت پر پہنچے اس کے بعد درجواب آں میں جھانکا۔ ہمارا آنچل میں تمام بہنوں کے تعارف بہت اچھے لگے۔ نگہت عبداللہ سے مختصری آدھی ملاقات بہت کچھ سکھا گئی اس بار تو دو دو ناولز اختتام پذیر ہوگئے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' بہت بہترین ناول تھا۔ سمیرا جی تنقید تو ہم کیا کریں ہمیں تو تعریف کے لیے بھی الفاظ نہیں مل رہے کہ ایسا شاہکار تخلیق کیا ہے آپ نے اتنا طویل ناول تھا لیکن کیا مجال ہے جو کوئی ایک سطر ایک جملہ بھی بور لگا ہو۔ کتابی شکل میں ہوتا تو ایک ہی نشست میں پڑھنے کی کوشش کرتے۔ آپ کے میچور ذہن اور آپ کی محنت شاقہ کا منہ بولتا شہ پارہ ہم ضرور کتابی شکل میں خریدیں گے اللہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ یونہی روشنیاں بکھیرتی رہیں۔ ''ٹھوکر'' از اقبال بانو بے حد سبق آموز تحریر تھی لیکن اگر کوئی سبق حاصل کرنا چاہے تو۔ ''چراغ خانہ'' از رفعت سراج میں پیاری کو ہر قدم پر ایک نئی الجھن کا سامنا ہے کیا عجیب مقدر ہے اس کا بھی۔ دانیال کے احساسات وجذبات کے لیے تو دل چاہتا ہے کہ جادو کی چھڑی سے سب ٹھیک کردوں۔ رفعت سراج صاحبہ آپ کا انداز تحریر تو ماشاء اللہ۔ ''سانسوں کی مالا پہ'' اقرا صغیر آپ نے تو سماں باندھ دیا ہے جی ہر قسط پہلی سے بڑھ کر ہوتی ہے بہت عمدہ اقرا جی! ''حصار'' طلعت نظامی ایک بہت بہترین کاوش طلعت صاحبہ نے ہمیشہ اچھا لکھا ہے اور ہر بار ان کی تحاریر دل موہ لیتی ہیں۔ اتفاق میں برکت کی تفسیر یہ افسانہ بہت پُر اثر تھا۔ ''موم کی محبت'' راحت وفا تحریر تو بہت بہترین مگر بعض قارئین کی شکایت ہے کہ طوالت کا شکار ہوتی جارہی ہے جبکہ مجھے تو یہ طوالت بھی مزہ دے رہی ہے ویسے پہلے میری بھی یہی شکایت تھی معذرت قبول کیجیے راحت۔ ''یہ دیا جلتا رہے'' راشدہ علی آپ تو پہلی بار میں ہی چھا گئیں جی مبارک باد قبول کریں اور لکھنا جاری رکھیے گا۔ ''ترے عشق نچایا'' نگہت عبداللہ آپ کے تو پہلے ہی سے معترف تھے ہم اب تو آپ پکی ہماری فیورٹ رائٹر ہیں۔ نشاء کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی تھیں شکر کہ اس کی آزمائش ختم ہوئی اور پھر سب ہنسی خوشی رہنے لگے بہت زبردست نگہت جی آپ نے تو ہمیں زیر دست کرلیا۔ ''زرد پھولوں کی بارش'' سمیرا غزل آپ نے تو ہمیں سیدھی راہ دکھائی بہت شکریہ۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' نازی جی آپ کے لفظ تو لفظ نہیں بلکہ کسی جادو کی طرح ہم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ تمام کرداروں کو مکمل انصاف سے آخر تک لانا یہ سب کچھ آپ ہی کرسکتی ہیں تعریف کے لیے الفاظ نہیں مل رہے۔ ''سجود وقیام کے پیچھے'' حمیرا نوشین ہمیں اپنے پیاروں کو کھو کر ہی اکثر ان کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ عرشیہ ہاشمی نے یقین کامل میں ہمارے یقین کو کامل بنانے کی کوشش کی جو ان شاء اللہ رائیگاں نہیں جائے گی۔ شینہ گل آپ کی گل کاریاں سیدھی دل پر لگیں بے حد مثبت انداز میں جزاک اللہ۔ ''دل تو بچہ ہے جی'' مصباح علی مزہ دے گیا افسانہ اتنے مختصر وقت میں دو تین بار پڑھ لیا اس قدر شگفتہ انداز بیاں محفل لوٹ لی آپ نے۔ بیاض دل تمام تر شعر بہترین رہے۔ یادگار لمحے میں بھی کچھ بیسٹ تھا گڈ جاب آنچل بہنو عشنا کوثر سردار اور ام مریم آپ دونوں کہاں ہیں آج کل؟ آپ کی کمی بہت محسوس ہوتی ہے تمام قارئین کو رمضان مبارک۔

☆ ڈیئر ثناء! ام مریم جلد حجاب کی زینت بنے گی۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف رائٹرز قارئین سب کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک۔ اس بار آنچل 24 کو مل گیا۔ ٹائٹل گرل کچھ خاص نہیں لگی۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' اوہو اس ناول کے اختتام پر تو ایسا لگا جیسے آنچل کا تارہ ٹوٹ گیا ہو بہرحال اینڈ اتنا شاندار تھا کہ ہماری سوچ سے بھی بڑھ کر (تھینک یو سمیرا آپی)۔ نازیہ آپی کو بیٹے کی بہت مبارک باد (نام تو بتایا نہیں بھئی)۔ ''ترے عشق نچایا'' اوہو اتنے جلدی اینڈ ہوگیا وہم وگمان میں بھی نہیں تھا اور اینڈ بہت جلدی میں کیا ہوا لگ رہا تھا بہت سی چیزیں وضاحت طلب تھیں۔ ''چراغ خانہ'' پیاری کی شادی عالی جاہ سے نہ کرد یجیے گا باقی تمام تحریریں لاجواب تھیں۔ ہمارا آنچل میں ام کلثوم کا تعارف پسند آیا (اسٹارٹ میں آرڈر...... آرڈر لکھا دیکھ کر تو میں سمجھی کہ

عدالت لگی ہوئی ہے ہاہاہا)۔ خیر تعارف بیسٹ تھا۔ یادگار لمحے میں راشدہ جمیل نورین مسکان صائمہ سکندر اقرا ماریہ کے مراسلے بہترین تھے۔ آئینہ میں تحریم اکرم چوہدری کا تبصرہ پسند آیا اوکے جناب اللہ حافظ۔

فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور۔ پیاری شہلا عامر جی السلام علیکم! جون کا آنچل ملا مگر نہ اس میں میرا لیٹر تھا نہ ہی شاعری شاید لیٹ ہوگیا اس مرتبہ بھی ناول اور افسانے سبھی بہترین لگے۔ سب سے پہلے حمد ونعت سے فیض یاب ہوئے مکمل ناول ''چراغ خانہ'' اور ''سانسوں کی مالا پہ'' پڑھ کر بے حد اچھا لگا۔ افسانے سبھی کے اچھے اور بہترین تھے۔ ''حصار' زرد پھولوں کی بارش' یقین کامل' خوب صورت قبر' دل تو بچہ ہے جی' میری طرف سے سب کو مبارک باد قبول ہو آپ کی صحت بہت ہی اچھا سلسلہ ہے اچھا جی اللہ حافظ۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں اور سب آنچل فیملی مجھے آنچل 24 کو مل گیا تھا سب سے پہلے آنٹی قیصر آرا کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد ونعت سے فیض یاب ہوئے۔ در جواب آں میں جھانکا تھینکس آنٹی جی آپ نے مجھے جگہ دی۔ دانش کدہ میں جھانکا تو مشتاق انکل ہماری معلومات میں بھرپور اضافہ کرتے نظر آئے آگے بڑھی تو ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں نے روک لیا آپ سب کے تعارف بہت پسند آئے۔ بہنوں کی عدالت میں نگہت عبداللہ جی بہت زبردست جواب دیئے آپ نے۔ سلسلے وار ناولز کی طرف بڑھے تو سمیرا آپی کافی لمبی چھلانگ لگائی' آپ نے ویسے اینڈ زبردست تھا۔ ''موم کی محبت'' ایک اچھے موڑ پر جارہی ہے یہ بوبی کدھر گیا ہے؟ ''ترے عشق نچایا'' ریئلی نائس اینڈ تھا بیوٹی فل جی۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' بہت اچھے موڑ پر جارہی ہے لیکن نازی آپی اتنا ظلم ریئلی مجھے بہت رونا آیا کہ اتنے ظالم لوگ بھی ہوتے ہیں افسانوں کی طرف بڑھے تو ''دل تو بچہ ہے جی'' مصباح علی جی بہت مزے کی اسٹوری تھی۔ ''خوب صورت قبر'' شبینہ گل جی بہت اعلیٰ ریئلی سو نائس سب سمجھنے کی باتیں ہوتی ہیں اگر کوئی سمجھے تو۔ ''یقین کامل'' عرشیہ ہاشمی ماشاء اللہ بہت سبق آموز اسٹوری تھی۔ ''سجود وقیام کے پیچھے'' حمیرا نوشین میری آنکھوں میں تو آنسو آگئے ویل ڈن جی سبق آموز اسٹوری تھی کاش ہر کوئی یہ باتیں سمجھ سکے۔ ''زرد پھولوں کی بارش'' سمیرا غزل جی بہت اعلیٰ سپر ہٹ۔ ''یہ دیا جلتا رہنے دو'' راشدہ علی پہلی بار آئی اور چھا گئی ہیں ٹھاہ کر کے۔ ''حصار'' طلعت نظامی جی بڑی ہٹ کے اور مزے کی اسٹوری تھی۔ ''ٹھوکر'' اقبال بانو جی بالکل جب تک انسان کو ٹھوکر نہ لگ جائے تب تک انسان نہیں سمجھتا وہ کہتے ہیں نا دوسروں کے تجربات سے سیکھنا چاہیے ورنہ اپنا تجربہ صرف سکھاتا ہی نہیں ساتھ میں رلاتا بھی ہے۔ ''سانسوں کی مالا پہ'' اقرا صغیر جی بہت اچھی جارہی ہے اسٹوری۔ کام کی باتیں عائشہ سلیم آپ نے کافی اچھی باتیں بتائیں۔ ہم سے پوچھیے مہناز یوسف' مدیحہ نورین' جاذبہ عباسی' پروین افضل آپ سب کے سوالات بہت زبردست تھے۔ نیرنگ خیال میں مسز نگہت غفار' سیما ممتاز' چاندنی روحید' مصباح مسکان آپ سب کی شاعری لاجواب تھی۔ بیوٹی گائیڈ' طیبہ عبید آپ نے کافی معلومات میں اضافہ کیا۔ ڈش مقابلہ میں روشی وفا' ماہم نعیم' صائمہ خان' طلعت نظامی آپ سب کے کھانے مزے کے تھے۔ بیاض دل نبیلہ ناز' ایقہ نور آسیہ توصیف' حور عین فاطمہ' امبرین خان آپ سب کی پسند بہت اعلیٰ تھی۔ ہومیو کارنر بھی معلومات میں اضافہ کرتا ہوا نظر آیا۔ آنچل پورے کا پورا بیسٹ تھا سبھی بہنوں نے بہت سبق آموز اسٹوریز لکھی اینڈ پہ سب کو بہت بہت عید مبارک۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پاکستان کو تاقیامت سلامت رکھے آمین اور آنچل سے وابستہ سب لوگوں کے لیے میری پرخلوص دعائیں' اللہ حافظ۔

فابیہ مسکان...... گوجرانوالہ۔ السلام علیکم! آنچل کی تمام رائٹرز اینڈ ریڈرز کو میری طرف سے سلام قبول ہو ویسے تو آنچل کو کافی عرصے سے پڑھ رہی ہوں لیکن خط لکھنے کی جسارت پہلی بار کررہی ہوں اور یہ خط لکھنے کی وجہ صرف اور صرف سمیرا شریف طور اور رفعت سراج ہیں ان کے ناول بہت اچھے ہیں' سمیرا جی پلیز اس کے بعد بھی اچھے سے ناول کے ساتھ انٹری مارنا اور ساتھ میں آنچل ادارہ کو کہنا چاہتی ہوں کہ پلیز وہ عشناء کوثر سردار کو ناول لکھنے کی درخواست کریں اور عشنا سسٹر میں بھی آپ سے ریکوئسٹ کرتی ہوں کہ ایک اچھے سے ناول کے ساتھ انٹری ماردو میں آپ کو بہت مس کرتی ہوں اور عشناء جی کا انٹرویو بھی شائع کریں مہربانی ہوگی' شکریہ۔

☆ ڈیئر فابیہ! خوش آمدید۔

شائستہ جٹ..... چیچہ وطنی۔ السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف قارئین اور پیاری شہلا آپی امید ہے کے مزاج بخیر ہوں گے۔ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ سب کو مبارک ہو اللہ ہم سب کو نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ عیدالفطر کی خوشی تو دیدنی ہوتی ہے اللہ پاک ہم سب کو خوشیوں بھری عید دیکھنا نصیب فرمائے آمین۔ تو بات ہو جائے ذرا ناول افسانوں کی تو بھئی آنچل ہمیشہ ٹاپ لسٹ پر رہا ہے۔ اس بار "ٹوٹا ہوا تارا" کا اینڈ پڑھ کر بہت مزا آیا' کمال کا ناول تھا سو موجی کو ناول کی کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد۔ سارے ناول میں ایک چیز پر بڑی گرفت رکھی سو موجی نے کہ ٹوٹا ہوا تارا ہے کون ہم سب نے تکے مارے شہوار تابندہ یوا لیکن نکلا تو فیضان صاحب بھئی ہم تو گرویدہ ہو گئے اور نازیہ جی کا ناول با کمال ہے۔ چراغ خانہ رفعت سراج کا ناول بے قاعدگی کا شکار ہے۔ باقی یادگار لمحے میں سب نے کمال کر دیا' ہم سے پوچھیے میں شمائلہ جی کا طنز و مزاح بے حد لطیف لگا اور دوست کا پیغام آئے' بیاض دل' نیرنگ خیال سب زبردست رہے۔ اللہ ہمارے ملک کو ہر طرح کی مصیبتوں سے دور رکھے اور ہم سب کو امن و امان اور ہدایت کے راستے پر چلنے کی توفیق دے اور آنچل کو ترقیوں سے نوازے آمین۔

رقیہ اصغر..... میلسی۔ السلام علیکم آپی! کیا حال ہے؟ امید کرتی ہوں کہ آپ اللہ کے کرم سے ٹھیک ٹھاک ہوں گی' میری طرف سے آنچل اسٹاف کو سلام کہیے گا۔ اب سلسلہ وار ناول کی طرف آتے ہیں جن کی وجہ سے میں نے آنچل پڑھنا شروع کیا سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" واہ آپی آپ نے کتنا اچھا اینڈ کیا دل خوش ہو گیا اور ساتھ ہی امجد خان کی فیملی کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔ ناول ختم ہونے پر آپی سمیرا شریف کو بہت بہت مبارک باد پیش کرتی ہوں اس کے ساتھ "ترے عشق نچایا" آپی نگہت آپ نے بھی بہت اچھا اینڈ کیا' مبارک ہو آپ کو۔ "موم کی محبت' سانسوں کی مالا پہ" اور "شب ہجر کی پہلی بارش" بھی زبردست جا رہی ہے۔ آپی نازی آپ تو کمال ہی کر دیتی ہیں اس میں حیام کا کردار بہت اچھا ہے' بہت پسند آیا۔ افسانوں میں "یقین کامل" عرشیہ ہاشمی نے خوب لکھا ہے اس سے سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھے' خوش رہو۔ "خوب صورت قبر" شیبہ گل نے بھی خوب لکھا ہے' اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ آنچل اسی طرح دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہے' آمین۔

ارم کمال..... فیصل آباد۔ پیاری اور بہت پیاری شہلا جی ہمیشہ خوش و خرم اور مسکراتی رہیں' آمین۔ امید ہے کہ رمضان المبارک کی برکات سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہوگا' عید کی تیاریاں زور و شور سے جاری ہوں گی میری طرف سے آپ سب کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک قبول ہو۔ آنچل 24 تاریخ کو ملا' سرگوشیاں سے رمضان المبارک کے بارے میں مفید اور جامع معلومات ملی' حمد و نعت سے روحانی سکون حاصل ہوا۔ در جواب آں سے ہوتے ہوئے ہمارا آنچل میں چھلانگ لگائی۔ عروسہ پرویز اور اقرأ محمود نے دل موہ لیے۔ بہنوں کی عدالت میں نگہت عبداللہ سے سوال و جواب کی محفل دلچسپ رہی' اس کے بعد اپنے موسٹ فیورٹ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" میں پہنچے انتہا زبردست خوب صورت اور ہارٹ بیٹ میں اتار چڑھاؤ لانے والے لمحات' پرفسوں ماحول' دل گداز ڈائیلاگ ڈیلیوری غرض کس کس چیز کی تعریف کروں ہر کردار اپنی جگہ ایک نایاب نگینہ کی طرح جگمگا رہا تھا۔ سمیرا شریف طور کو ڈھیروں مبارک باد کے ٹرک میری طرف سے قبول ہوں' ویری ویل ڈن۔ "ٹھوکر" پڑھ کر اپنی صنف کی نادانی پر بہت افسوس ہوا' جب تک لڑکیاں خود اپنے تقدس کا خیال نہیں کریں گی' حفظہ جیسی لڑکیاں جنم لیتی رہیں گی۔ "چراغ خانہ" میں لگتا ہے دانیال میاں سوچوں میں ہی پیاری کے سنگ رہیں گے اور اصل میں عالی جاہ میدان مار لیں گے لیکن میں ایسا بالکل نہیں چاہتی اس لیے دانیال میاں مرد بنو مرد۔ مانو آپا بوا کی کمی کافی حد تک پوری کر رہی ہیں۔ "سانسوں کی مالا پہ" میں الجھنیں اب سلجھ رہی ہیں لیکن یہ کیا جنت کو اتنا بھی صبر نہیں دکھانا چاہیے کہ دروازے میں ہاتھ پھنسا تو ڈر کے مارے بتایا نہیں اپنے اوپر ظلم کرنا ظالم کا ساتھ دینے کے برابر ہے اور اس طرح مردوں کو اور بڑھاوا ملتا ہے۔ "حصار" طلعت نظامی کی ایک جھنجھوڑ دینے والی تحریر تھی خصوصاً ان ماؤں کے لیے جو اپنے بچوں پر اندھا اعتماد کرتی ہیں' بچوں پر اعتماد کرنا چاہیے لیکن ان کے معمولات پر کڑی نگاہ رکھنی چاہیے تاکہ کسی غلطی کا احتمال نہ رہے۔ سلسلے وار ناول "موم کی محبت" موم کی طرح پگھل کر ایک جگہ جم گئی ہے سب کچھ تو اوپن ہو چکا ہے اب شرمین کو چاہیے کہ عارض کو معاف

کردے اور رہ گیا صفدر تو اس کا تو ذکر کرنے کا دل ہی نہیں کرتا۔ ”ترے عشق نچایا“ میں عجیب ہی ماجرا ہے کہاں تو نشاء مونی کے لیے راضی نہیں تھی اور کہاں محبت ہوئی تو ایسی کہ خواب میں آ گیا کہ مونی صاحب کہاں دھمالیں ڈال رہے ہیں۔ واقعی اے محبت تیرے رنگ نرالے ناول اپنے تھیم اور پلاٹ کے لحاظ سے سپر رہا۔ دیگر کہانیوں میں ”زرد پھولوں کی بارش“ بجود و قیام کے پیچھے“ خوب صورت قبر“ اور ”دل تو بچہ ہے جی“ بڑی زوردار تحریریں تھیں۔ ہومیو کارنر میں بریسٹ کینسر سے متعلق معلومات پڑھیں (اللہ تعالیٰ ہم سب بہنوں کو ان تمام موذی بیماریوں سے بچا کر رکھے اور جو ان کی زد میں آ چکی ہیں ان کو مکمل شفایابی عطا فرمائے‘ آمین)۔ بیاض دل میں سلمیٰ عنایت دیا‘ لاریب علیزہ خان اور شاء ناز کے اشعار نظروں میں سمائے‘ ڈش مقابلہ میں رمضان کی مناسبت سے پکوان فوراً نوٹ کیے۔ نیرنگ خیال میں مسز نگہت غفار‘ سمیرا غزل صدیقی‘ ساحل نور‘ مصباح مسکان رؤف اور شیریں تبسم سرفہرست رہے۔ دوست کا پیغام آئے میں سب کے محبتوں سے لبریز پیغامات پڑھ کر جھلسی ہوئی گرمی میں فرحت کا احساس جاگا۔ یادگار لمحے میں نورین مسکان سرور‘ صائمہ سکندر سومرو‘ سنیاں زرگر اقصیٰ زرگر‘ حمیرا نوشین اور اقرأ ماریہ کے مراسلے سپر سے بھی اوپر رہے۔ آنچل کے تمام اسٹاف کو درجہ بہ درجہ ساری رائٹرز بہنیں اور قارئین بہنوں کو بہت بہت عید مبارک قبول ہو‘ اچھا جی اللہ حافظ‘ فی امان اللہ۔

صائمہ اسلم...... ننکانہ صاحب۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف‘ رائٹرز‘ ریڈرز اور تمام پاکستانیوں کو محبت بھرا سلام قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے ملک پاکستان کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے‘ آمین۔ جون کا آنچل 24 کو ملا سب سے پہلے سرگوشیاں سنیں پھر حمد ونعت سے فیض یاب ہوئے اس کے بعد دوڑ لگائی ”ٹوٹا ہوا تارا“ پہ میں نے آنچل کو اس وقت پڑھنا شروع کیا جب سمیرا آپی کا ناول ”محبت دھنک رنگ اوڑھ کر“ شروع ہوا تھا اس کے بعد آج تک آنچل کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ میں سمیرا آپی کی بہت بڑی فین ہوں‘ سمیرا آپی آپ کا ناول پورے آنچل کی جان ہے اس میں میرے پسندیدہ کپل انا ولید‘ شہوار اور مصطفیٰ ہیں۔ سمیرا آپی آپ کے ناول نے شروع سے لے کر آخر تک اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔ کاشفہ‘ ایاز اور عادلہ وغیرہ کی بدتمیزیاں آخر تک قائم رہیں۔ سمیرا آپی اب غائب مت ہو جانا بلکہ عید کے لیے ایک ناول جلد ہی لکھ دیں اور کسی اسلامی ٹاپک پہ سلسلہ وار ناول جلد ہی شروع کریں۔ اس کے بعد تمام سلسلے ایک سے بڑھ کر ایک تھے‘ نگہت آپی‘ نازی آپی‘ رفعت آپی‘ راحت آپی‘ اقرا آپی بھی اچھا لکھ رہی ہیں۔ افسانے بھی سب لاجواب تھے۔ بیاض دل‘ در جواب آں‘ یادگار لمحے سب لاجواب تھے تقریباً پورا آنچل ہی بے مثال تھا‘ اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے اور یہ اسی طرح ہماری اصلاح کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ تمام رائٹرز کو صحت وایمان والی زندگی عطا کرے‘ والسلام۔

☆ ڈیئر صائمہ! آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

ایس گوہر طور...... تاندلیانوالہ‘ فیصل آباد۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ اور تمام آنچل فرینڈز کیسی ہیں؟ امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گی‘ اللہ آپ سب کو سدا خوش رکھے آمین۔ آنچل ہر بار کی طرح 28 کو ملا۔ سب سے پہلے ”ٹوٹا ہوا تارا“ پڑھی آخری قسط مزہ آ گیا۔ سمیرا آپی شکریہ اینڈ مبارک اتنا زبردست ناول لکھنے پر خدا سے دعا ہے کہ وہ آپ کے اس قلمی سفر کو یونہی رواں دواں رکھے آمین پھر دوڑ لگائی نازیہ کنول نازی کے ناول ”شب ہجر کی پہلی بارش“ کی طرف ہائے آپی یہ شہزاد کیا کر رہی ہے بے چارا صیام اب کیا ہوگا؟ آپی اچھا اچھا کرنا جو بھی کرنا۔ درمکنون بھی صیام کو پسند کرتی ہے مگر ابھی اپنی کیفیت سمجھ نہیں پا رہی شاید۔ ”موم کی محبت“ بھی اچھا جا رہا ہے کسی حد تک‘ اس ناول کو پڑھ کے لگتا ہے جیسے ہم مکالمہ پڑھ رہے ہوں۔ ”ترے عشق نچایا“ کا زبردست اینڈ خوش کر دیا آپی نگہت جی۔ ”سانسوں کی مالا پہ“ اور ”چراغ خانہ“ دونوں زبردست جا رہی ہیں۔ افسانے ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ ”ٹھوکر‘ حصار“ اور ”خوب صورت قبر“ ٹاپ پر رہے۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں کے انٹرویو پسند آئے۔ یادگار لمحے میں اقرأ ماریہ‘ رمشا فاروق اور لاریب انشال نے بہت اچھا لکھا۔ بیاض دل میں سب کے شعر بہت پیارے تھے مگر نبیلہ ناز‘ ثمن عبدالرحمٰن اور حسن شاہد کے اشعار پسند آئے۔ ہم سے پوچھیے میں پروین کمال کیا لکھتی ہیں‘ بے چارے ان کے شوہر توبہ کرتے ہوں گے‘ اللہ ایسی بیوی نہ دے کسی کو جو سارے جہان میں مجھے...... وہ کرتی پھرے (مذاق آپی یار)۔ اچھا آپی اب اجازت چاہتی ہوں‘ اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گے ہمارا اپنا

آنچل ہے۔جی رب را کھا۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ۔ السلام علیکم! لیجیے اس بار ہم بھی مکمل تبصرے کے اہل یوں ہوسکے کہ آنچل 24 کو دسترس میں آگیا اور ڈیڑھ دن کی مشقت سے اب قلم تیار ہے'بیٹی حسب معمول روٹھتی رہ گئی جب سارے رسالے لے آ جائیں تو بازار جائیں مگر میں نہ ٹلی اگر سب اکٹھے جائیں تو نہ اِدھر کی نہ اُدھر کی' لہٰذا تبصرہ سکون سے ہوگا۔کافی عرصے بعد سرورق نے توجہ کھینچی ہے وہ یوں کہ ہمارے زمانے کی شکیلہ قریشی کی جھلک اس میں نظر آئی' اچھا لگا مہوش کا روپ کچھ سادہ سا۔ ہماری عادت ہے بک اسٹال کے پاس ہی خالی جگہ بیٹھ کر اپنا نام ڈھونڈنا چونکہ نیرنگ خیال میں کافی عرصے سے نہیں آئے تو افسوس ہوا۔اس بار بھی نام نہ تھا مگر آدھے مستقل سلسلے پڑھ کر اس شاعری کو پڑھتے ''حمد'' جو نظر آئی تو اچھل پڑے' سوچا جلدی میں نام نظر نہ آیا تھا مگر اگلے صفحے' پر حمد کے اختتام پر نام تلاشا تو ندارد' لوجی ہم نامعلوم تھے۔جہاں تک ہمیں یاد ہے ہم نام و پتہ بھی لکھنا نہیں بھولتے ویسے دیر آید پسند آید۔مجھے ہمیشہ سب کی شاعری پسند آتی ہے حالانکہ میرے حسب حال نہیں ہوتی البتہ اس بار کافی منفرد قسم کے حالات نظر آئے۔ساحل نور نے جو دعا مانگی اللہ اسے جلد منظور کرلے آمین۔نزہت جبین نے سادہ مگر رواں لکھا' سیف الاسلام نے نہایت مشکل قافیہ نبھایا' شیریں نے بھی کمال لکھا۔ پارس' مصباح' ندا' ثناء عائشہ' نگہت غفار' سمیرا غزل بھی خوب چھا میں جبکہ فوزیہ ناصر کا شکریہ۔مجھے شکریہ کے قافیہ ردیف پر حمد عطا کر گیا' فوزیہ بہت شکریہ۔بیاض دل سے تو میں حسب معمول غائب تھی مگر ایک شعر نے محفل دل لوٹ لی۔اوہ بہت خوشی ہوئی آپ نے سنبل کی خواہش پر ڈش مقابلہ جاری کیا' میرے علاوہ باقی سب پرجوش ہوجائیں گے جو جیتے تو نام ہمیں بھی بتایئے گا۔ہومیو کارنر مفید لگا' ایسی آگاہی دیتے رہیے گا۔یادگار لمحے ایک سے بڑھ کر ایک' آئینہ میں سنبل کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی اور ہم سے پوچھیے میں خود کو دیکھ کر۔اس بار شمائلہ نے جواب بہت خوب صورت دیا' بھئی واقعی جتنی مٹھائی میں کھا چکی ہوں' شکر ہے سامنے کے دانت سلامت ہیں مگر شاید......اب ذرا دوست کی محفل میں چلتے ہیں۔لائبہ میر! اگر نظمی تعاون شائع نہیں ہوتا تو تم ہی اپنا بھیج دو' ویسے دل تو کرتا ہے تعارف بمعہ تصویر ہوتا کہ یاد رہ سکیں۔لائبہ اللہ کرے ہم سب کی ایک دوسرے کے لیے مانگی اچھی دعائیں و پیش گوئیاں قبول ہوجائیں۔میری بھانجی بھی لائبہ ہے۔سرگوشیاں میری بیٹی نے بھی سنیں اور روزہ کے اجر و ثواب سن کر جھوم اٹھی جبکہ ہم اللہ سے شرمندہ ہیں۔''حمد'' ثوبیہ ناز' کاش میرے جیٹھ کی بیٹی ثوبیہ بھی لکھ پائے ویسے کہانی تو اس نے دوبارہ لکھی مجھے تو پسند آئی مگر آپ کو نہیں بھیجی اور مولانا ماہر القادری تو نعت کے ماہر نکلے اور بھرپور قدرت نظر آئی۔کاش میں ایسے لوگوں سے مل پاؤں اور اصلاح لے سکوں۔در جواب آں' قیصر آرا آپ نے میری مشکل آسان کردی' شکریہ ہوسکتا ہے وہ وقت آئے کہ ہم کہانیاں بالکل پڑھنا چھوڑ دیں پھر تبصرہ بھی چھوٹ جائے بھئی اللہ کے پاس جانے کا اہتمام بھی تو کرنا ہے ناں۔دانش کدہ تمام واقعات کو السلام علیکم کے عنوان میں پرویا گیا' ماشاء اللہ' اللہ ہم سب کو سلامتی کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔ ہمارا آنچل سچی بات سب تعارف آپس میں گڈمڈ ہوجاتے ہیں' بس اتنا یاد رہا کہ ام کلثوم تھانیدار بنیں گی' چلیے آمین مگر ٹانگیں نہ توڑنا۔بہنوں کی عدالت' نگہت عبداللہ کے جوابات میں بی بی' بی بی کی تکرار سے ایک ڈاکٹر رؤف یاد آگئے' سب کو بی بی کہتے اور واہ بھئی بیٹیوں کے نام خلفائے راشدین کے نام پر رکھے۔ہمارے یہاں اسکول کے کیمپس کے نام بھی یہی ہیں اور ہاں ایک عورت نے 4 بچے لے کر پالے اور ان کے نام فرشتوں کے نام پر رکھے چلیے اب کہانیوں کی بات ہوجائے سب سے اچھا انداز بیان تو مجھے رفعت جی کا لگتا ہے ناولز میں۔''چراغ خانہ'' اول باقی سب ٹھیک نازیہ جی کی شاعری ڈھونڈ کر پڑھتی ہوں یا خاص باتیں۔لمبے چوڑے رشتے میری سمجھ سے بالا ہیں' دو ناول تو ختم ہوئے۔''ٹوٹا ہوا تارا'' کا پس منظر اچھا لگا' یہ غزل مجھے اور میری بیٹی کو پسند آئی تھی جب نبیل نے پڑھی تھی' رہ گئے افسانے تو سب ہی اپنے عنوان کے تحت خوب تھے مگر ''حصار'' سب سے بامقصد لگا' اچھا جی اب اللہ حافظ تمام چاہنے والوں کو دلی السلام علیکم۔

☆ ڈیئر کوثر! آپ کا جامع و مفصل تبصرہ پسند آیا۔

رباب اصغر...... گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں خیر و عافیت سے ہوں گی سب سے پہلے مجھے آپ کے آنچل میں خوش آمدید کہنے پر میں دل سے آپ کی مشکور ہوں' آنچل 24 کو مل گیا تھا اپنا نام دیکھنے کے

بعد خوشی کی انتہا نہ رہی پھر دوڑ کر پہنچے "ٹوٹا ہوا تارا" پر زبردست سمیرا جی آپی آپ نے جیسا شروع میں لکھا تھا کہ یہ ناول زبردست ہوگا تو بلاشبہ یہ زبردست نے بھی اوپر ہی رہا ایک بھرپور اینڈ کوئی تشنگی نہیں رہی۔ اس ناول کی کامیابی پر میں آنچل کے سارے اسٹاف اور خاص طور پر سمیرا آپی کو مبارک بادووں گی اور عادلہ کے اینڈ کے لیے شکریہ بالآخر اس نے ممتا کی توہین ہونے سے بچالی دیر آید درست آئے۔ پھر "موم کی محبت" کی طرف بڑھے شرمین صفدر کو معاف کرنے کا کہہ رہی ہے مگر خود عارض کے اعتراف پر اتنی بداعتمادی کیوں ظاہر کررہی ہے اور زیبا کے لیے تو بس دعا ہے کہ صفدر کا دل نرم ہوجائے پھر آئے نازیہ آپی کی طرف نازیہ آپی پلیز ورمکنون کو صیام سے الگ مت کیجیے گا اور عائلہ کے بارے میں بھی ضرور لکھا کریں پھر آئے نگہت عبداللہ کے "ترے عشق نچایا" سوری نگہت. جی ناول تو بہت اچھا مگر نہ جانے کیوں آپ نے اینڈ کرنے میں بہت جلدی کردی باقی جاذب جیسے کم ہمت لوگوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ باقی تمام سلسلے بھی بے حد اچھے تھے آخر میں آنچل کے لیے نیک خواہشات اور آپ سب سے نیک تمناؤں کی طالب۔

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی۔ السلام علیکم! تمام قارئین اینڈ آنچل اسٹاف کو پیارا بھرا اسلام۔ آنچل ہاتھ میں آتے ہی ایک خوشگوار احساس ہوا جس طرح کہ پیاسے کو پانی میسر ہوجائے۔ قلم پکڑتے ہی الفاظ غائب ہوجاتے ہیں پھر کچھ دیر بعد ذہن پر زور دینے سے قطار باندھے چلے آتے ہیں پھر ان میں دھکم پیل شروع ہوجاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کو پکڑیں اور کس کو چھوڑیں بالآخر کچھ دیر کی تگ و دو کے بعد ہم اپنی مرضی کا مضمون ترتیب دینے میں کامیاب ہو ہی جاتے ہیں ان حالات میں دھیان خود بخود ہی آپ کی طرف چلا جاتا ہے کہ آپی آپ ماشاءاللہ کس مہارت سے ہمارے خطوط کی محفل اور دیگر ماہناموں کے تمام معاملات سنبھالے ہوئے ہیں۔ ہمیں تو ایک تفصیلی خط لکھ کر ہی تھکاوٹ سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ اچھا جی اب ذرا چلتے ہیں تبصرے کی طرف سب سے پہلے ٹائٹل سے نظریں چار ہوئیں۔ ہاتھ نے دوپٹا پکڑ کر تھوڑی کے نیچے کیے ہوئے آنے والے خوب صورت و دلکش لمحات کے بارے میں سوچ کر مسکرا رہی ہے کہ میں اپنے عاشق نامراد کو کیسے ادائیں دکھاؤں گی ہاہاہا۔ چلو جی بات ہوجائے کہانیوں کی سب سے پہلے اس کہانی کی جو دل و دماغ میں تہلکہ مچا دینے والی کہانی ہے ہاں جی "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا آپی واہ آپی کیا اینڈ بنایا ہے اسٹوری کا پتا ہے آپی میں نے اپنی سسٹر اینڈ کزن کو کہا کہ دیکھنا اس کا اینڈ ایسا ہی ہوگا کہ انا کی شادی ولید سے ہورہی ہے اور انا کو کچھ بھی پتا نہیں چلے گا اور جب انا کمرے میں دلہن بنی بیٹھی ہوگی تو ولید کو اپنے سامنے پاکر کچھ ایسا ہی کہے گی۔ جی تو سچ کہا تھا میں نے ہم...... اچھا جی سمیرا آپی بہت بہت تھینکس اینڈ مبارک باد اتنا اچھا اینڈ بنانے کے لیے مجھے بہت خوشی ہوئی انا ولید مل گئے۔ سمیرا آپی پلیز کوئی اور اچھے اور رومانٹک ناول کے ساتھ حاضر ہوجاؤ ہاہاہا۔ سمیرا آپی اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کی ساتھ ہوں گی۔ اس کے بعد ہوجائے نشاء والی اسٹوری کی "ترے عشق نچایا" ارے واہ آپی تسی تو محسن کو ملنگ بنادیا ہاہاہا۔ آپی آپ نے بہت اچھا اینڈ کیا تھینکس آپی بہت خوشی ہوئی سب مل گئے اس کے بعد "شب ہجر کی پہلی بارش" نازی آپی بہت اچھا لکھ رہی ہیں ویل ڈن دونوں حویلیوں والے آپس میں لڑ رہے ہیں صرف ایک لڑکی کی وجہ سے اُف۔ اتنی نفرت کرتے ہیں ایک دوسرے سے واقعی آپی انسان کے اندر نفرتوں کی آگ بھر گئی ہے اور محبتوں کا نام و نشان تک نہیں ہے جس طرح انسان آکسیجن کو لیتا ہے اور کاربن کو خارج کرتا ہے اس طرح نفرتوں کو لیتا ہے اور محبتوں کو خارج کرتا ہے بہت ہی افسوس ناک تحریر ہے اور بالکل حقیقت لگی۔ "سانسوں کی مالا پہ" معاشرے کے بعض رویوں کا احاطہ کرتی ہوئی نظر آئی یہ کہانی زبردست موڑ لیتی ہوئی انجام کی طرف رواں دواں ہے۔ "موم کی محبت" کچھ خاص متاثر نہ کرسکیں بہت ہی بورنگ ہوگئی ہے اچھا اجازت دیں۔

☆ ڈیئر عنبر! آپ کا تبصرہ پسند آیا۔ ساتھ ہی آپ سب کے لیے خوشخبری ہے کہ سمیرا شریف طور بہت جلد اپنے نئے ناول کے ہمراہ جلوہ افروز ہوں گیں۔

AF افتخار...... عارف والا۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ لیں جی ایک بار ہم حاضر ہیں وہ علیحدہ بات ہے کہ کسی کو ہماری کمی محسوس نہیں ہوتی شاید اس وجہ سے کہ کوئی دوست نہیں ہے (چلو چھڈو جی) اب آتے ہیں اس ماہ کے شمارے کی طرف ٹائٹل بس ٹھیک تھا۔ حمد و نعت اور دانش کدہ سے مستفید ہوتے ہوئے چھلانگ لگائی "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف واہ

ڈیل ڈن سمیرا آپی دل خوش ہوگیا آپ نے کہانی کو اتنی خوب صورت سے طریقے کھولا اور اینڈ کیا کہ تعریف کے لیے لفظ نہیں مل رہے بس اگر امجد خان کے بیوی بچے بھی زندہ ہوتے تو کیا بات تھی لیکن زندگی میں کمی تو رہ جاتی ہے۔ ''موم کی محبت'' راحت آپی زیبا کے ساتھ اچھا نہیں ہوا اب جب ساری بات کھل بھی گئی تو مرد کو تو جیسے کوئی پوچھنے والا ہی نہ ہو۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' ہائے نازیہ جی اتنا ظلم معصوم بچوں اور عورتوں پر قسم سے میں تو رو دی پڑھتے وقت۔ بہت دکھ ہوا ہے اور یہ کیا صیام شہزاد سے شادی کرلے گا نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ ''ترے عشق نچایا'' نگہت آپی! بہت خوب کیا خوب صورت اینڈ ہے دل خوش ہوگیا۔ سب کچھ ٹھیک ہوگیا' صبا نے بہت اچھا فیصلہ کیا جاذب کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ مکمل ناول بھی اچھے جارہے ہیں' بس پیاری اور دانیال کو ایک کردیں پلیز۔ ''دل تو بچہ ہے جی'' مصباح علی کی ہلکی پھلکی تحریر نے مزہ دوبالا کردیا' باقی سب افسانوں سے سبق حاصل کیا سب افسانے اچھے تھے۔ آئینہ میں خود کو نہ دیکھ کر مایوسی ہوئی۔ یادگار لمحے بہت اچھا' دوست کا پیغام آئے' دوست کوئی ہے نہیں پیغام کس کا آنا تھا۔ نیرنگ خیال میں بھی سب کچھ اچھا تھا' ہم سے پوچھیے میں سب کے سوالات اور شائلہ آپی کے جوابات اچھے تھے (اب کسی ایک کی تعریف تو نہیں کرسکتے) آخر میں یہی کہیں گے اور ہمیں بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ ہر ایک کو اپنی امان میں رکھے' آمین' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر اے ایف افتخار! کوئی محسوس کرے یا نہ کرے' ہم نے آپ کی کمی محسوس کی اب ہر بار محفل میں شامل رہیے گا۔

دانیہ احمد...... ای میل۔ السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟ بہت ٹائم کے بعد شرکت کی ہے' بہت اچھا لگ رہا ہے آپ سے بات کرنا۔ میرے پیپرز ختم ہوگئے' پہلی خوشی اور دوسری آنچل نے دی' واہ بھئی واہ کتنا اچھا ترتیب دیا ہے' ایمان سے دل خوش ہوگیا۔ ناول سارے زبردست تھے ''ٹوٹا ہوا تارا'' کا اینڈ پسند آیا۔ افسانے سارے ہی مزے کے تھے حمیرا کا ''بجود قیام کے پیچھے'' گڈ۔ مصباح علی کو ویلکم' آپ نے دل جیت لیا۔ ''دل تو بچہ ہے جی'' بہت شاندار' پلیز آنچل کے لیے لکھتی رہیے گا۔ سمیرا اور شبینہ آپی کے افسانے اچھے تھے۔ اس بار ناولٹ نے خاص متاثر نہیں کیا' ویسے آپی نگہت اچھا لکھتی ہیں۔ آپی جی فواد بھائی کا انٹرویو بھی شامل کریں' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر دانیہ! آپ کی فرمائش نوٹ کرلی ہے۔

نازیہ عباسی...... ٹھٹھہ۔ آپی میں پہلی بار آئینہ میں شرکت کررہی ہوں اور وجہ سمیرا کا ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' ہے اور دوسری بات سمیرا نے مجھے اپنے خط میں یاد کیا تو سوچا میں بھی اسے آنچل میں یاد کرلوں اور تیسری بات بھی ہے وہ یہ کہ سمیرا مجھ سے گروپ میں تبصرہ نہ کرنے پر شکایت کرتی ہے تو اس بار میں نے سوچا آنچل میں تبصرہ کرکے اس کی شکایت ختم کردوں۔ سمیرا یار کیا تعریف کروں تمہارے ناول کی' شروع سے آخر تک اپنے سحر میں جکڑے رکھا بہت ہی شاندار ناول ہے آخری قسط کی کیا ہی بات ہے بہت ہی زبردست اینڈ تھا کوئی کمی نہیں تھی ہیپی لائف بھی پوری دکھادی۔ ناول کا اینڈ ایسا ہی ہونا چاہیے جس میں ہیپی اینڈ کے بعد ہیپی لائف دکھائی جائے۔ پورا ناول اداس' مسئلے مسائل' سسپنس' دکھ درد سب کچھ ہوتا ہے اور اللہ اللہ کرکے ہیپی اینڈ ہوتا ہے تو ناول میں یہ سب تکلیف دیکھنے کے بعد ہیپی لائف گزارتے ہوئے بھی دکھانا چاہیے جو تم نے دکھائی اور بہت ہی شاندار اینڈ کیا' گریٹ۔ تمہارا یہ ناول بھی ہمیشہ یاد رہے گا' اب تمہارے اگلے ناول کا انتظار بھی ہے' زیادہ انتظار مت کروانا۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' کے بعد جو آج کل مجھے جو ناول بہت پسند ہے وہ ہے اقراء صغیر احمد کا ناول ''سانسوں کی مالا پہ'' بہت زبردست ناول جارہا ہے' یہ ناول' گریٹ اقرا آپی۔ اب اجازت' ان شاء اللہ جلدی تفصیلی تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی' اللہ حافظ۔

☆ نازیہ خوش آمدید۔

افشاں علی...... کراچی۔ پرخلوص محبت کے ٹوکرے میں سجے دعاؤں کے پھول اور چاہت کی خوشبو کا نذرانہ لیے افشاں علی بزم آئینہ میں اپنے لفظوں کی افشاں بکھیرنے کو حاضر محفل ہے۔ پیاری سی شہلا آپی سمیت آنچل کے تمام اسٹاف اور ہماری ہر دل عزیز رائٹرز و قارئین بہنوں کو افشاں علی کا سلام الفت تہہ دل سے قبول ہو۔ اہل ایمان کے لیے اس فانی زندگی میں ابدی سعادتوں کی بارش برسانے والا رحمتوں' برکتوں و نعمتوں سے لبریز ماہ صیام کے توسط سے اللہ ہم سب کو اپنی رحمتوں و

نعمتوں سے نوازو دے آمین۔ پچھلے سال ماہ جون میں ہی میرا آنچل کے سنگ رشتہ جڑا اور یونہی آنچل کو تھامے یہ رشتہ اور گہرا اور مضبوط ہوتا چلا گیا۔ ایک سال کا عرصہ بیت چلا اور ایک بار پھر ماہ جون کا شمارہ ہاتھوں میں ہے اس بار ٹائٹل تھوڑا سو سولگا تیکھے نینوں سے دیکھتی مہوش آفتاب کے سر پہ آنچل سجا ہوتا تو کیا ہی بات ہوتی۔ میٹھی میٹھی سرگوشیاں سن کر ور جواب آں کے حوصلہ بخش جوابات پڑھ کر اور دانش کدہ سے دینی موتی چن کر جب آگے بڑھے تو آنچل کی شہزادیوں سے ملاقات کی۔ اب بات ہو جائے آنچل کی جان سب سے شاندار ناول کی جو بہت خوب صورتی و یادگار طریقے سے اختتام پذیر ہوا اور بلاشبہ یہ چاہتیں یہ شدتیں کی طرح کامیاب ٹھہرا ''ٹوٹا ہوا تارا'' کا خوب صورت سرورق اس کے خوب صورت اختتام کی مناسبت سے ہمیشہ یادگار رہے گا۔ ایک غزل سن کر اس پر اتنا طویل و شاہکار ناول لکھنا ریلی انسپائر ''ٹوٹا ہوا تارا'' کسی روشن ستارے کی مانند ہمارے ذہن و دل میں ہمیشہ چمکتا رہے گا۔ باقی سلسلے وار ناول ابھی زیر مطالعہ ہیں اب آتے ہیں افسانوں کی دنیا میں افسانوں پر تبصرہ کرنے سے پہلے میں اتنا ضرور کہوں گی کہ اس بار کے تمام افسانے بہت ہی زبردست و سبق آموز تھے۔ ناپختہ ذہنوں اور بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح پر لکھے جانے والے یہ چند الفاظ جہاد بالقلم ہی ہیں آنچل ہمیشہ سے بہتر سے بہترین کے سفر پر گامزن رہا ہے مگر ایسے اصلاحی و معاشرتی اور سبق آموز افسانے شامل کرنے اور ہم تک پہنچانے کے لیے آنچل اسٹاف بمعیت ہماری رائٹرز بھی تعریف و اسناد کی مستحق ہیں۔ ''دل تو بچہ ہے'' ٹھوکر'' لگے کبھی ''حصار'' سے باہر نکل ہی جاتا ہے۔ ''زرد پھولوں کی بارش میں'' خشوع و خضوع سے ادا ہونے والے ''سجود و قیام کے پیچھے'' یہ ''یقین کامل'' ہے کہ ''خوب صورت قبر'' منتظر ہوگی۔ ''دل تو بچہ ہی جی'' ہلکی پھلکی سی تحریر رہی شروعات سے آخر تک مزاح سے بھرپور۔ ٹھوکر اور حصار اقبال بانو آپا اور طلعت نظامی دو معزز نام جن کا نام ہی ان کی تحریروں کی پہچان ہے ان کی تحریریں ہمیشہ کڑوی حقیقتوں کا پردہ چاک کر کے ہمیں کوئی نہ کوئی سبق فراہم کرتی ہیں۔ ٹھوکر اور حصار بھی ایسے ہی دو افسانے رہے انسان کو جب تک ٹھوکر نہ لگے اسے اپنی غلطیوں کا نادانیوں اور خسارے کا احساس نہیں ہوتا اسی طرح انسان جب اپنے قائم کیے حصار سے باہر نکل آتا ہے تو ٹھوکر اس کا مقدر بن جاتی ہے دونوں ہی بہترین افسانے تھے۔ ''یہ دیا جلتا رہنے دو'' مختصر پیرائے میں لکھا اچھا افسانہ تھا۔ ''زرد پھولوں کی بارش'' سمیرا غزل کی موثر و اصلاحی پہلو پر مبنی تحریر تھی۔ ''خوب صورت قبر'' شبینہ گل آنچل میں ایک بہترین اضافہ ثابت ہو رہی ہیں ان کا افسانہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے الغرض اس ماہ تمام افسانے افسانوی دنیا میں حقیقت کا رنگ بھرتے نظر آئے۔ ہومیو کارنر کی کارآمد باتیں بہت معاون ثابت ہوتی ہیں۔ ڈش مقابلہ افطار ڈشوں سے سجا نظر آیا بیوٹی گائیڈ تو ہے ہی ہمیں گائیڈ کرنے کے لیے۔ نیرنگ خیال میں مسز نگہت غفار سمیرا غزل چاندنی فریحہ شبیر ندا مسکان مصباح مسکان شیریں تبسم کی شاعری پسند آئی۔ آئینہ میں سنبل ملک سامعہ ملک حافظہ صائمہ طیبہ نذیر تحریم اکرم گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس ارم کمال ہاجرہ کشف اور حسین ملک کا عکس ان کے تبصروں کے ہمراہ نمایاں رہا المختصر اس ماہ کا آنچل ہمیشہ سے بڑھ کر بہترین رہا آخر میں اس دعا کے سنگ افشاں کو اجازت۔

یونہی سلسلوں میں شاد و آباد رہے
یونہی پیغاموں سے چمکتا رہے
آنچل ہمارے سنگ سنگ
یونہی تحریروں سے مہکتا رہے

☆ اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی بندگی کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری لغزشوں کو معاف فرمائے آمین۔ آپ سب کو عید کی ڈھیروں مبارک باد اور اپنی خوشیوں کو دوبالا کرنے کے لیے غریبوں مسکینوں اور یتیموں میں بھی خوشیاں بانٹیں۔

aayna@aanchal.com.pk

آپ سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

نورین انجم..... کراچی

س: سویٹ آنٹی ہر سال کی طرح اس سال بھی میں اے ون گریڈ سے پاس ہوگئی ہوں اور پوزیشن کے ساتھ انعام بھی لیا ہے کم از کم مبارک باد تو دے دیں؟

ج: ویسے مبارک باد تو آپ کی ٹیچر کو دینی چاہیے جنہوں نے آپ کو برداشت کیا اور مجبوراً اچھے نمبروں سے پاس بھی کردیا تاکہ دوسری ٹیچر کوٹنگ کرو۔

س: ایک انار سو بیمار..... بے چارہ ایک انار ہے سو بیماروں میں تقسیم کیسے کیا جائے؟

ج: بیمار خود ہی بانٹ لیں گے تم بندر بانٹ کرنے مت بیٹھ جانا۔

س: اگر بندریا اوپن شرٹ پہن کے آئینے کے سامنے کھڑی ہوجائے تو کیسی لگے گی؟

ج: سوچتی کیوں ہو کھڑی ہوجاؤ آئینہ کے سامنے اور اپنی ایک عدد تصویر یہاں بھی ارسال کردینا تاکہ ہم بھی دیکھ کر لطف اندوز ہوسکیں۔

س: آنٹی عید مبارک! میں آرہی ہوں آپ سے عیدی وصول کرنے تو پھر تیار رہیں عیدی دینے کو؟

ج: بالکل تیار ہوں' پہلے میں خود تمہاری امی سے وصول کرلوں پھر دوں گی۔

س: میری مٹھی میں بند ہے کیا؟

ج: ایک عدد کھجور تاکہ جب چاہا روزہ افطار کرلیا۔

س: دن میں تارے کیسے نظر آتے ہیں؟

ج: بیٹا یہ سوال تو اپنے ابو سے پوچھو جنہیں شادی کے بعد دن میں بھی نظر آتے ہیں۔

ارم کمال..... فیصل آباد

س: مسکراتے لب' جھلملاتا لباس' سولہ سنگھار سارے پر آنکھوں میں اداسی کیوں؟

ج: عیدی جو نہیں ملی اور تمہارا خرچہ اتنا کروادیا۔

س: اس عید پر میں آپ کو بہت پیارا سا تحفہ دینا چاہتی ہوں بتایئے کیا لیں گی؟

ج: بس کرو اتنا مکھن مت لگاؤ۔

س: عید کے تین دنوں میں وہ میرے آس پاس کیوں گھومتے ہیں؟

ج: اس لیے کہ ان کے حصہ کی عیدی جو تم نے ہتھیائی ہے وہ انہیں دے دو۔

س: میں جب بہت ہنستی ہوں تو میری آنکھوں میں آنسو کیوں آجاتے ہیں؟

ج: بہت خوف ناک ہنسی ہوتی ہوگی جو آپ کی سماعت سن کر آنکھوں کو اشک بار کرجاتی ہوگی۔

س: عید پر ان سے عیدی بٹورنے کا کوئی یونیک سا آئیڈیا بتائیں؟

ج: کہہ دیں اس عید پر میں میکے نہیں جاؤں گی اگلی پچھلی تمام عیدی دیں گے۔

س: اداس لمحے کب مسکراتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں؟

ج: جب ان کی جانب سے شاپنگ پر جانے کا سگنل مل جائے۔

نجم انجم..... کراچی

س: میں جب بھی ان سے ملتی تھی وہ میرے حسن کے قصیدے پڑھتے نہ تھکتے تھے مگر اب وہ مجھے دیکھ کر منہ پھیر لیتے ہیں۔

ج: کیونکہ اب تم شادی شدہ اور ان کے بچوں کی اماں ہو منہ نہ پھیریں تو کیا کریں دیکھ دیکھ کر تھک گئے ہوں گے نا۔

س: مینڈکی کو زکام کب ہوتا ہے؟

ج: مسز مینڈکی یہ بات تم سے بہتر کون بتا سکتا ہے۔

نورین مسکان سرور..... ڈسکہ

س: آداب آپی جان! ہم ہیں آپ کے مہمان' سنا ہے آپ ہیں بڑے قدردان' سو پیاری میزبان۔ لے آیئے اب سامنے سارے پکوان۔

ج: تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے صدیوں کی بھوکی ہو۔

س: میں شادی کے لیے راضی ہوں مگر چند شرائط ہیں رنگ منڈے دا وائٹ ہووے لمبی اوہدی ہائٹ ہووے سیلری ذرا ٹائٹ ہووے تے ساڈی کدی ناں فائٹ ہووے' بس میری ہر گل اوہدے لیے رائٹ ہووے' پھر ہاں ہی ہاں ہے۔

ج: سیدھی طرح کہو گھر جمائی کے ساتھ کاٹ کا الو بھی چاہیے۔

س: اونچی دکان کے پکوان پھیکے کیوں ہوتے ہیں؟
ج: ان کے باورچی تم جیسے ہوتے ہیں اناڑی پھوہڑ۔
س: کبھی زندگی خوش گوار کبھی لگے بے کار کبھی اس سے ہم بے زار اور کبھی چاہے زندگی ہم سے فرار کیا کبھی اس کم بخت زندگی میں ملے گا بھی قرار؟
ج: فی الحال تو ہمارے خوش گوار موڈ کو تم نے بے کار سوالوں سے بیزار کر دیا ہے۔

بشریٰ سرور، سدرۃ المنتہیٰ..... ڈسکہ

س: پیاری آپی! ہم پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کرنے آئے ہیں کیسا لگا ہمارا آنا؟
ج: خالی ہاتھ آئی ہو تو کیسا لگے گا۔
س: آپی ہم دونوں (بشریٰ، سدرہ) بہت پیاری ہیں نظر بڑی جلدی لگتی ہے کوئی حل بتائیں؟
ج: چھری بلا سم چہرے پر اچھی طرح لگا کر لوگوں کے سامنے آیا کرو۔

بجیرا نیلم..... گجرات

س: آپی میں آئی ہوں آپ کی محفل میں پہلی بار کیا کہیں گی؟
ج: خوش آمدید۔
س: سخت گرمی میں ہمیں تو پسینا آتا ہے اور آپ کو؟
ج: تم پر غصہ آتا ہے اس موسم میں بھی گھر سے باہر نکل آتی ہو۔
س: اگر آپ نے میرے سوالات شائع نہ کیے تو میں.....؟
ج: آپ کے گھر میں جھاڑو پونچھا کرنا چھوڑ دوں گی نہیں پلیز یہ ظلم مت کرنا۔
س: ایک اچھا سا جملہ میرے لیے؟
ج: اب تو سدھر جاؤ اگلے گھر بھی جانا ہے۔

ایس کوہر طور..... تاندلیانوالہ فیصل آباد

س: آپی کیا حال ہے جی؟ کراچی میں گرمی کی کیا صورت حال ہے اگر گرمی نہیں تو ہمیں بلوا لو تاکہ آرام سے روزے رکھ سکیں۔
ج: اور تمہاری فضول کی باتوں سے ہم اپنا روزہ خراب کریں نہیں وہی بیٹھی رہو۔
س: آپی مجھے کراچی کا ساحل دیکھنے کی بڑی خواہش ہے کیا کبھی میری یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے؟
ج: بالکل ہو سکتی ہے گوگل کا زمانہ ہے سرچ کر لو۔

شازیہ اختر شازی..... نور پور

س: شعر کا جواب شعر میں دیں۔

جب جب اسے سوچا دل تھام لیا میں نے
انسان کے ہاتھوں سے ایک انسان پہ کیا گزری

ج: کیا فضول شعر ہے داد بھی نہیں دے سکتی۔
س: میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو بھی عمرے کی سعادت نصیب کرے آمین۔
ج: اللہ تمہاری زبان مبارک کرے آمین۔
س: اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت فی امان اللہ۔
ج: تم نے اچھی دعا دی اس لیے میری دعا ہے کہ اپنی ہر دعا میں تم مجھے یاد رکھو۔

اقراء ماریہ..... برنالی

س: میں دو ماہ غائب رہی مس کیا مجھے؟
ج: پہلے یہ بتاؤ مس غائب دماغ کہ کہاں غائب تھیں۔
س: ارے او یہ کیا چھپا کر کھا رہی ہیں اف اللہ رمضان کا کچھ تو لحاظ کریں نا؟
ج: تمہارے بے تکے سوالوں پر غصہ کھا رہی ہوں اور صبر کا گھونٹ پی رہی ہوں۔

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

س: آپ کو اور آنچل فیملی اینڈ فرینڈز آپ سب کو عید مبارک۔
ج: آپ کو بھی عید کی ڈھیروں مبارک باد۔
س: آپی جی کوئی ایسی دعا دیں کہ میرا دل خوش ہو جائے؟
ج: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے چاہنے والوں کے سنگ زندگی کی ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے آمین۔
س: ہر انسان اتنا خود غرض کیوں ہے (میں تو نہیں ہوں)؟
ج: یہی تو خود غرضی ہے کہ تمہیں صرف اپنی ذات نظر آئی۔

مدیحہ نورین مہک..... برنالی

س: آپی میں پھر آ گئی ہوں۔
ج: لیکن اس بار بھی خالی ہاتھ آئی ہو ادھار کب چکاؤ گی۔
س: آپ نے کیا سوچا میں آپ کی جان چھوڑ دوں گی نا جی نا؟
ج: ہمیں معلوم ہے شیطان کی خالہ تم کچھ لیے دیے بغیر جان نہیں چھوڑو گی۔

س: آپی اتنی گرمی ہے میرا میک اپ خراب ہوجاتا ہے۔
ج: اچھا ہے ویسے بھی اتنا تیز میک اپ کر کے تم بندریا ہی دکھتی ہو۔
س: آپ نے مجھے کتنی عیدی بھجوائی ہے؟
ج: اب خود ہی دیکھ لو اور دوسروں کو مت بتانا۔

عائشہ مسکان..... رحیم یار خان

س: میرے سامنے آنے سے اتنی کتراتی کیوں ہیں؟ جواب بھی سوچ کے دیتی ہیں؟
ج: تمہاری ڈراؤنی شکل دیکھ کر کتراتی ہوں اسی لیے جواب بھی سوچنا پڑتا ہے۔
س: اگر آپ نے میری انسلٹ کی تو پتا ہے میں کیا کروں گی وہی کروں گی جو آپ کرتی ہیں؟ سوری ویسے آپ کیا کرتی ہیں؟
ج: میری چھوڑو تم جاؤ اور منہ دھولو غصہ سے لال پیلی مت ہو۔
س: آپ کو پتا ہے اس وقت میری کیا کیفیات ہیں؟
ج: کھرے کھرے جواب سن کر خود پر افسوس ہورہا ہے۔
س: اچھی ہی دعا کے ساتھ پھر آپ کو ویلکم کرنے آؤں گی؟ ارے دعا تو دیں؟
ج: پہلے جاؤ تو سہی پھر لوٹ کر آنا سدا مسکراؤ۔

سعدیہ اخلاق شازیہ اخلاق..... جھنگ صدر

س: پہلی بار اپنی بزم کی مہمان بننے والوں کو تو ہاتھوں ہاتھ لیتی ہوں گی آپ نہ کہ آڑے ہاتھوں کیوں درست ارشاد فرمایا ہم نے بہنا؟
ج: جی بالکل درست فرمایا اب اپنے آڑے ہاتھ اوپر کر کے کھڑی ہوجاؤ لیٹ آنے پر۔
س: جب شدید محنت اور دعاؤں کے بعد بھی پرابلم ہورہی ہو کامیابی میں تو ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟
ج: رب کی رضا میں راضی ہو کر سارا معاملہ اس کے سپرد کردینا چاہیے۔

نبیلہ ناز..... اللہ آباد

س: آپی جن پر سب سے زیادہ اعتبار ہو اگر وہ دھوکہ دیں تو.....؟
ج: تو اس پر صبر و شکر کرنے کے ساتھ دوسری بار دھوکے کے لیے تیار ہوجاؤ۔
س: احساس کیا چیز ہے؟
ج: گھر کے کام کر کے اپنی والدہ کے بڑھاپے کا احساس کیا کرو یہ ہے احساس۔
س: دوست کا کھونا کیسا ہوتا ہے؟
ج: اگر وہ دوست ہے تو کھوئے گا کیوں۔
س: آپ کی کرسی پر اگر کوئی بیٹھ جائے تو آپ کہاں بیٹھ کر جواب دیں گی؟
ج: آپ کے سر پہ شیمپو سے سر دھو کر آنا۔

شائستہ جٹ..... چیچہ وطنی

س: رمضان کا مہینہ بہت بہت مبارک ہو؟
ج: ارے آنٹی اب تو عید مبارک کہو۔
س: میری مانو کے بال چڑیا کی طرح بکھرے کیوں رہتے ہیں؟
ج: اپنی طرح اس کے بھی بال کٹوا کر گنجی کروا دو پھر نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔
س: گرمی میں اسکول سے آ کر میری مانو آپ کی طرح تپتی کیوں ہے؟
ج: تم اس سے الٹے سیدھے سوال جو پوچھتی ہوگی اس لیے آنٹی!

صائمہ سکندر سومرو..... حیدرآباد سندھ

س: سنا ہے کہ اس بار گرمی کا بہانہ بنا کر آپ نے روزے نہیں رکھے کیا یہ سچ ہے؟
ج: اپنی طرح سمجھ رکھا ہے کیا روزہ خور۔
س: نکالیں میری عیدی ہر بار ٹال جاتی ہیں۔
ج: تمہیں دینے کے لیے ریزگاری نہیں ہے اس لیے انتظار کرو۔
س: آپی میرے میاں جی جب بھی گھر میں داخل ہوتے ہیں آتے ہی گہری سوچ میں چلے جاتے ہیں کیا آپ بتا سکتی ہیں وہ کیا سوچتے ہوں گے۔
ج: یہ ہی کہ اگر تھوڑا اور انتظار کر لیتا تو یقیناً تم سے بہتر کوئی مل ہی جاتی تھی۔
س: سرورق پر اگر لڑکی کے سر پر بھی آنچل مستقل ہو تو کیا ہی بات ہے؟
ج: اپنے سر پر بھی کبھی آنچل رکھ لیا کرو دوسروں کے سر پر تمہیں آنچل ضرور چاہیے۔

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا

سارہ ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ CARBO VEG-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور GRAPHITES-200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں ان شاء اللہ آپ کے دونوں مسئلے حل ہوجائیں گے۔

عائشہ مقدس شورکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ NUX VOMICA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور قوت ارادی سے کام لیں اس عادت کو ترک کردیں ان شاء اللہ کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہوگا۔

نائلہ فیصل سمندری سے لکھتی ہیں کہ خط شائع مت کریں علاج بتادیں۔

محترمہ آپ APIS-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ کھانے سے پہلے پیا کریں ان شاء اللہ آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں پڑے گی۔

یاسر عباس خانیوال سے لکھتے ہیں کہ میں بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں خط شائع کیے بغیر دوائی بتادیں۔

محترم آپ AGNUS CAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ کھانے سے پہلے پیا کریں۔

فاطمہ جڑانوالہ سے لکھتی ہیں کہ مجھے قبض کی شدید شکایت ہے پانچ دن کے بعد حاجت ہوتی ہے جس کی وجہ سے ناک ہونٹ پک جاتے ہیں اور کیا ہیئر گروور کو پلکیں بڑھانے کے لیے بھی استعمال کرسکتے ہیں۔

محترمہ آپ OPIUM 3C کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں ہیئر گروور کو پلکوں پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

سلمٰی صفی ٹمن سے لکھتی ہیں کہ میرے والد گزشتہ تین سال سے فالج کے مرض میں مبتلا ہیں فالج کی وجہ سے زبان اور جسم کا دایاں حصہ مفلوج ہوگیا ہے جس کی وجہ سے الفاظ کی ادائیگی میں مشکل پیش آتی ہے آپ سے ایک سال پہلے مشورہ کیا تھا آپ نے دو دوائیں بتائی تھیں اس سے فائدہ تو بہت ہوا مگر مکمل صحت یابی نہیں ہوئی۔

محترمہ آپ انہی دواؤں کا استعمال جاری رکھیں ان شاء اللہ مزید بہتری آئے گی۔

مسز علی فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے شدید چکر آنے کا مرض ہے مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں کوئی دوا تجویز فرمائیں اس کے علاوہ بیٹی کا بھی مکمل حال لکھ رہی ہوں اس کے لیے بھی کوئی علاج تجویز فرمائیں۔

محترمہ CONIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور بیٹی کو PULSATILLA-30 کے پانچ قطرے تینوں وقت روزانہ کھانے سے پہلے دیا کریں۔

عظمٰی لطیف میرپور خاص سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ CALC FLOUR-6X کی چار چار گولی روزانہ تینوں وقت کھانے سے پہلے کھایا کریں۔

مدیحہ بانو ماڈل ٹاؤن سے لکھتی ہیں کہ موٹاپا کم

کرنے کی دوا PHYTOLACCA جرمنی کی دوا استعمال کریں یا لوکل BARRY Q بھی کام کرے گی اور اس کے علاوہ میری بہن کو پانچ سال سے سیلان کا مرض لاحق ہے اور بڑی بہن کے چہرے پر براؤن تل ہیں۔

محترمہ بہتر رزلٹ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ SCHWABE جرمنی کی ادویات استعمال کی جائیں پہلی بہن کو BORAX-30 کے پانچ قطرے روزانہ تینوں وقت کھانے سے پہلے دیں دوسری بہن کو THUJA-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر روزانہ تینوں وقت دیا کریں اور اسی کو روزانہ تلوں پر ایک وقت لگا دیا کریں۔

ثمرہ بنت عبداللہ مرضی پورا سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ CARBO VEG 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر روزانہ تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور چہل قدمی ضرور کیا کریں۔

شہناز لاہور سے لکھتی ہیں کہ مجھے ماہانہ نظام کی خرابی ہے بہت کم مقدار میں اخراج ہوتا ہے اس کی وجہ سے میرا وزن بھی بہت بڑھ گیا ہے دوسرا مسئلہ سر کے بال بھی گر رہے ہیں برائے مہربانی میرے مسئلوں کا حل بتائیں۔

محترمہ آپ PITUITRIN-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔اس کے علاوہ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا ان شاء اللہ مسئلے حل ہوجائیں گے۔

سکندر خان پشاور سے لکھتے ہیں کہ میرے سر کے سارے بال ختم ہوچکے ہیں یہ ہمارا خاندانی مسئلہ ہے۔

محترم آپ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا تین چار بوتل کے استعمال سے سر پر گھنے لمبے اور خوب صورت بال پیدا ہوں گے۔

بانو لکھتی ہیں کہ میں دائمی نزلے کا شکار ہوں نو عمری سے لے کر آج تک بہت علاج کرائے مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا ہمارا یہ مرض خاندانی مسئلہ ہے اس کی وجہ سے پلکوں تک کے بال سفید ہونے لگے ہیں برائے مہربانی کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ KALI BICH-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر روزانہ تینوں وقت کھانے سے پہلے لیا کریں جوابی لفافہ بھیج کر ضائع نہ کیا کریں براہ راست جواب دینا ممکن ہے۔

شاہین احمد ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میری والدہ کو دمہ کا مرض ہے اور میں بہت دبلی پتلی ہوں دونوں کے لیے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ ALFALFA (Q) کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر روزانہ تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور والدہ کو BLATA ORNTALES (Q) کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر روزانہ تینوں وقت کھانے سے پہلے پلائیں۔

ثمن بہاولنگر سے لکھتی ہیں کہ میں بہت کمزور دبلی پتلی ہوں بھوک بھی بہت کم لگتی ہے مجھے اس کے لیے کوئی مناسب علاج بتائیں کہ میں موٹی ہوجاؤں۔

محترمہ آپ ALFALFA (Q) کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

فرزانہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ میری عمر سترہ سال ہے حسن نسواں کی بے حد کمی ہے نہ ہونے کے برابر

ہیں دوست مذاق بناتی ہیں۔

محترمہ آپ SABAL SERULATTA (Q) کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا دونوں چیزوں کے استعمال سے قدرتی حسن بحال ہوگا۔

سائرہ گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ مجھے معدے کا مسئلہ ہے الٹیاں بہت ہوتی ہیں اور ناک کے غدود بڑھے ہوئے ہیں علاج بتادیں۔

محترمہ آپ TEUCRIUM 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔ اور IPECOC 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں، یہ ادویات کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے جرمنی کی بنی ہوئی حاصل کریں۔

ثمرہ گلناز صدیق پیر محل سے لکھتی ہیں کہ میرا گلا خراب رہتا ہے کھانے پینے میں ایسا لگتا ہے کہ کھانا گلے میں اٹک رہا ہے ہر طرح کے ٹیسٹ کرا لیے کوئی خرابی نظر نہیں آئی اور میری بہن کے چہرے پر چھائیاں ہیں اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ BELADONNA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور بہن کو BERBARIS AQUI (Q) کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پلائیں۔

مہوش جبیں اٹک سے لکھتی ہیں کہ میرے دو بچے چھوٹے آپریشن کے ذریعے ہوئے میرا پیٹ لٹک گیا ہے بہت برا لگتا ہے اس کا کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CALC FLOUR 6X کی چار چار گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے کھالیا کریں چار پانچ ماہ کے استعمال سے پیٹ اصل حالت میں آجائے گا۔

ارم اقبال سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میں بہت امید کے ساتھ اپنے مسائل لے کر حاضر ہوئی ہوں میرا پہلا مسئلہ سر کے بال بہت گرنے لگے ہیں اور اب دو منہ کے ہیں باریک روکھے سوکھے اور بہت بے جان ہیں میرا دوسرا مسئلہ ماہانہ ایام کا بھی ہے دو تین ماہ کے وقفے سے آتا ہے اور مجھے سیلان کی بھی شکایت ہے۔

محترمہ آپ SENECIO 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

ساحرہ راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میں بہت کمزور ہوں غذا جسم کو نہیں لگتی دوسرا مسئلہ میرے کان میں ریشہ آتا ہے اور اس میں بد بو بھی ہوتی ہے اس کی وجہ سے مجھے کم سنائی دیتا ہے اور تیسرا مسئلہ میرا معدہ خراب رہتا ہے اور میرے سر کے بال بہت زیادہ گرتے ہیں۔

محترمہ آپ TELLORIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور CARBO VEG 6 کے پانچ قطرے رات سوتے وقت پیا کریں مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

آمنہ ملک لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرا معدہ ٹھیک نہیں رہتا مرچ مصالحے نہیں کھا سکتی تلی ہوئی چیزیں وغیرہ ہضم نہیں ہوتیں دوسرا مسئلہ میرے منہ پر براؤن تل ہیں مجھے اکثر قبض بھی رہتا ہے علاج بتادیں۔

محترمہ آپ NUX VOMICA 30 کے

پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور THUJA 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن پیا کریں۔

میمونہ ناز توحیدی راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں ایک ہفتے کے اندر APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا دو تین بوتل کے استعمال سے آپ کے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

فریدالدین ایبٹ آباد سے لکھتے ہیں کہ میری چار بیٹیاں ہیں اولاد نرینہ کی خواہش ہے میرے مسئلے کا بھی کوئی حل بتائیں کہ اللہ میرے ہاں بھی بیٹا دے۔

محترم آپ CALC PHOS-CM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر رات سوتے وقت حمل کے پہلے مہینے میں بیگم کو پلائیں اور دوسری خوراک پانچ قطرے دوسرے دن صبح نہار منہ دیں اللہ سے دعا کرتے رہیں اللہ مراد پوری کرے گا۔

ریحانہ کوثر ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے ماشاء اللہ 6 بچے ہیں مزید بچوں کی خواہش نہیں ہے برتھ کنٹرول کی ایلوپیتھک دوائیاں بہت نقصان دیتی ہیں اس وجہ سے ان کو استعمال کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے ہومیو پیتھک کی کوئی ایسی دوا بتائیں جس سے بلا نقصان کے مقصد حاصل ہوجائے۔

محترمہ آپ ماہانہ غسل کے پہلے دوسرے اور تیسرے دن NATRUM MUR 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پی لیا کریں ان شاء اللہ پورے ماہ محفوظ رہیں گی۔

نکہت بورے والا سے لکھتی ہیں کہ مجھے جب امید ہوتی ہے تیسرے ماہ تک حمل ضائع ہوجاتا ہے میں چار مرتبہ یہ تکلیف اٹھا چکی ہوں کوئی ایسا علاج بتائیں کہ میری گود بھی ہری ہوجائے۔

محترمہ آپ SABINA 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں ان شاء اللہ امید بر آئے گی۔

نعیم احمد ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ میں اپنی صحت اپنے ہاتھوں برباد کرچکا ہوں کئی جگہ علاج کرائے ہزاروں روپے خرچ ہونے کے باوجود کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

محترم آپ STAPHISAGARIZ 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

نیر سلطانہ جہلم سے لکھتی ہیں کہ مجھے ان لارج منٹ آف یوٹرس کی شکایت ہے ڈاکٹر آپریشن کا مشورہ دیتے ہیں میں آپریشن سے بہت ڈرتی ہوں میرے شوہر بھی آپریشن کو منع کرتے ہیں۔

محترمہ آپ SEPIA 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیوڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی۔ پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

عید اور گھر کی آرائش

یوں تو رمضان کا چاند نظر آنے کے ساتھ ہی عید کی تیاریاں شروع کردی جاتی ہیں کیونکہ مسلمانان اسلام چاہے دنیا کے کسی کونے میں رہیں اپنے مذہبی تہواروں کو روایتی جوش وخروش سے مناتے ہیں عید کا تہوار چونکہ خوب صورت روایتی تاریخی اور مذہبی تہوار ہے جس کا ہر لمحہ ہر انسان خوشگوار انداز سے گزارنا چاہتا ہے عید کے موقع پر گھر کے ماحول کو خوش گوار رکھنا بے حد ضروری ہے۔ تمام اہل خانہ اگر ایک دوسرے کی مصروفیات میں دلچسپی لیں' یہ وہ قیمتی موقع بھی ہے جب تمام اہل خانہ اپنے روزمرہ فرائض سے کچھ دن کے لیے فارغ ہوتے ہیں۔ باہم روابط' محبت دیگانگت بڑھانے کے لیے آپس میں ایک دوسرے کی پسند اور گفتگو بہت ضروری ہے۔

عید کے خوشیوں بھرے دن سے لطف اندوز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ عید کا دن افراتفری' بے سکونی اور اضافی کام کے بوجھ میں گزارنے کے بجائے دل پسند اور پرسکون انداز میں گزارنے کی منصوبہ بندی کی جائے۔ اگر عید کی آمد سے قبل ہی بہتر منصوبہ بندی اختیار کرلی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے گھروں کی رونقیں دوبالا نہ ہوجائیں۔ عموماً خواتین رمضان المبارک کی آمد سے قبل ہی پورے گھر کی صفائی ستھرائی اچھی طرح کرلیتی ہیں تاکہ رمضان المبارک میں ہلکی پھلکی صفائی کرنی پڑے۔ اسی طرح پورا رمضان سکون سے گزرتا ہے اور عبادات بھی کرنے میں لطف آتا ہے۔ صاف ستھرا گھر روحانی ماحول پیدا کرتا ہے۔

ہر خاتون خانہ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا گھر روز خصوصاً عید کے دن صاف ستھرا جگمگاتا نظر آئے اس مقصد کے لیے عید کی پیشگی تیاری بہت ضروری ہے لہٰذا آپ کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ عید کے موقع پر گھر کی ترتیب وآرائش اس طرح کی جائے کہ دیکھنے والے آپ کی سلیقہ مندی کی داد دیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنی مصروفیات کا تعین ایک روز پہلے ہی کرلیا جائے۔

سب سے پہلے گھر کی صفائی دھلائی پر توجہ دی جائے گھر کو صاف کرنے کے بعد پردے کشنز قالین وغیرہ دھو لیے جائیں تاکہ عید کے دن ہر چیز صاف ستھری نظر آئے اسی طرح گھریلو اشیاء کی چیزوں کو گرم پانی میں واشنگ پاؤڈر ملا کر ایک دو گھنٹے کے لیے بھگودیں۔ اسفنج کی مدد سے انہیں صاف کرکے دھوپ میں سکھادیں دوبارہ سے نئی لگیں گی۔ کرسٹل کی خوب صورت اشیاء کو بھی احتیاط سے پانی میں سرکہ ملا کر گھنٹے بھر کے لیے بھگودیں اور پھر نرم کپڑے سے خشک کرلیں۔ ان سے ان میں نئی چمک پیدا ہوجائے گی گھر میں موجود آئینے بھی صاف کرنے ضروری ہیں اس کے لیے پانی میں لیموں کا رس سفید سرکہ اور چند قطرے تیل ملائیں اس پانی سے آئینہ دھوئیں اور خشک اخبار سے سکھالیں۔ آئینے چمک جائیں گے اور گھر میں چمکتے ہوئے آئینے گھر کو خوب صورت بناتے ہیں گھر زیادہ چمکتا ہوا اور کشادہ محسوس ہوتا ہے۔

گھر میں فرنیچر کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے عید کے موقع پر فرنیچر کی خوشنمائی اور ترتیب بہت ضروری ہے اگر فرنیچر پرانا ہے تو آپ اسے پالش کروالیں اور اگر ہوسکے تو رمضان المبارک کی آمد سے قبل ہی پالش کروالیں اور اگر گھر میں بھی کلر کرانا ہو تو رمضان سے پہلے کروالیں تاکہ آپ کو رمضان میں سہولت رہے اور رمضان میں گھر صاف اور خوب صورت نظر آئے۔ اگر فرنیچر نیا ہے تو اسے صرف خشک کپڑے سے صاف کریں لکڑی کے فرنیچر کو عموماً قلیل وقت میں پالش کی ضرورت پڑجاتی ہے اس فرنیچر کو صاف کپڑے سے خشک کرنے کے بعد عام فرنیچر پالش سے گھر پر بھی پالش کیا جاسکتا ہے اس سے لکڑی میں چمک پیدا ہوتی ہے فارمیکا کے فرنیچر کے داغ دھبے ختم ہوجائیں گے اور فرنیچر نیا محسوس ہوگا۔ جو عید کے

موقع پر اچھا لگے گا۔ عید سے قبل باورچی خانہ اور غسل خانہ بھی اچھی طرح صاف کر کے ایک اچھا ماحول پیدا کر سکتا ہے دیسے بھی کچن کی صفائی حفظان صحت کے اصولوں پر مبنی ہے جو نا صرف خاص دنوں میں ضروری ہے بلکہ عام دنوں میں بھی کچن کی صفائی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کچن کی صفائی کرتے وقت چولہوں پر ضرور توجہ دیں صاف ستھرے چولہے کھانا پکانے کی بنیاد ہیں۔ اگر چولہے گندے ہوں گے تو کھانا پکاتے وقت اچھا محسوس نہیں ہوگا۔

عید کے دن اپنی خوشیوں کو دوبالا کرنے کے لیے پرانی رنجشوں اور کدورتوں کا خاتمہ کیجئے کہ یہ ایک خوب صورت موقع ہی نہیں بلکہ مسلم معاشرے میں محبت اخوت اور یکجہتی کے فروغ کا بہترین ذریعہ بھی ہے عید کے اجتماع سے مسلمانوں کی شان وشوکت اتحاد واتفاق کا خوب مظاہرہ ہوتا ہے اس اتحاد کو برقرار رکھیے کہ اصل خوشی دوسروں کو اپنی خوشیوں میں شامل کرنے میں ہے زرق برق ملبوسات حنا کے رنگ میک اپ کے اسٹروک رنگارنگ چوڑیاں اور سہیلیوں کے جھرمٹ یہ سب عید ہی کے رنگ ہیں کہ یہ مل بیٹھنے خوشیوں کو دوبالا کرنے کا موقع ہے اور یہ وقت دعا بھی ہے کہ اللہ ہمیں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

گھر کی سجاوٹ

عید کے موقع پر مہمانوں کو گھر میں مدعو کیا جاتا ہے اور پھر جب یہ پُر مسرت دن آتا ہے تو دوست احباب کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے عید کے بعد بھی مہمانوں کی آمد ورفت جاری رہتی ہے۔ مہمانوں کی آمد سے خوشی کے یہ لمحات دوبالا ہو جاتے ہیں ہر عورت چاہتی ہے کہ عید کے روز وہ اور اس کا گھر سب سے منفرد نظر آئے کیونکہ ہر عورت اپنے گھر کو خوب صورت اور سجا ہوا دیکھنے کی خواہش مند ہوتی ہے گندے اور بے ترتیب گھر کو کوئی پسند نہیں کرتا۔

گھر کی منفرد سجاوٹ سے خواتین کو ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے اور رشتہ داروں میں بلند رتبہ بھی حاصل ہوتا ہے اگر آپ کی بھی یہی خواہش ہے کہ عید کے دن آپ کا گھر سب سے خوب صورت اور منفرد نظر آئے تو اس کے لیے گھر کی صفائی ستھرائی اور سجاوٹ انتہائی ضروری ہے۔

گھر کو سنوارنے کے دو مرحلے ہوتے ہیں ایک گھر کی مکمل طور پر صفائی اور دوسرے گھر کی سجاوٹ خواتین رمضان المبارک کے آخری عشرے سے گھر کی صفائی ستھرائی بھی شروع کر دیتی ہے رنگ روغن اور مرمت کی جگہوں پر مرمت بھی کروائی جاتی ہے عید الفطر کے موقع پر بیشتر گھروں میں رنگ وروغن ہر سال کرایا جاتا ہے تاکہ گھر صاف ستھرا ہو جائے۔ اگر ہر سال نہیں تو دو یا تین سال بعد کرایا جا سکتا ہے اس دوران جھاڑ پونچھ صفائی اور دھلائی وغیرہ سے ہی کام چلایا جا سکتا ہے سب سے پہلے تو پورے گھر کی اچھی طرح صفائی کر لی جائے فالتو کسی ضرورت مند کو دے دیا جائے۔ قالین دھلوا لیا جائے اور پردے کشن وغیرہ بھی دھو لیے جائیں۔ گھر کے فرنیچر کی صفائی بھی ضروری ہے فرنیچر پر جمے ہوئے میل کو اتارنے کے لیے کپڑے یا روئی کو اسپرٹ اور سرکہ کو برابر مقدار میں ملا کر بوتل میں بھر لیں۔ کسی سوتی کپڑے سے رگڑ کر صاف کر لیں فرنیچر صاف ہو جائے گا یا پھر پالش کروالیں۔ گھر کی صفائی کے ضمن میں شیشوں کی صفائی بھی اہمیت رکھتی ہے۔ گھر کی کھڑکیوں روشن دانوں اور سنگھار میز کے شیشوں کی صفائی کریں۔

☆ اخبار کے کاغذ کو پانی میں بھگو کر شیشے پر رگڑنے سے شیشے صاف ہو جاتے ہیں۔

☆ اگر شیشوں پر داغ دھبے پڑے ہوں تو تھوڑا سا چونا پانی میں ملا کر شیشوں پر لگا دیں اور سوکھنے کے بعد خشک کپڑے سے پونچھ لیں شیشے چمک جائیں گے۔

☆ شیشوں کو مزید صاف اور چمک دار بنانے کے لیے تیل کو پانی میں ملا کر ململ کے صاف کپڑے سے شیشوں پر خوب ملیں پانچ منٹ تک اسے یوں ہی رہنے دیں۔

حنا کے رنگ آنچل کے سنگ